



اظہارِ حق کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق

مکتبہ نبوی اراجلو مرکز راجی

www.ahlehaq.org

مَا يَأْتِي مِنَ الْقُرْآنِ بِشَيْءٍ سِوَا الَّذِي يُبَيِّنُ لَكُمْ آيَاتِهِ

بَابِ الْقُرْآنِ

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شہرہ آفاق تالیف

اظهار الحق

کا اردو ترجمہ اور شرح و تحقیق



شرح و تحقیق

محمد تقی عثمانی

استاذ دارالعلوم کراچی

ترجمہ

مولانا اکبر علی صاحب

استاذ حدیث دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم کراچی

باہتمام : محمد قاسم گلگتی
طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ جولائی ۲۰۱۰ء
فون : 5042280 - 5049455
ای میل : mdukhi@cyber.net.pk

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالعلوم احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی ﴿ناشر﴾

- ﴿ادارۃ المعارف احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی﴾
- ﴿مکتبہ معارف القرآن احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی﴾
- ﴿ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور﴾
- ﴿دارالاشاعت اردو بازار کراچی﴾
- ﴿بیت الکتب گلش اقبال نزد اشرف المدارس کراچی﴾

فہرست مضامین اظہار الحق جلد سوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳	ملا صادق کی شہادت		چوتھی فصل
۱۳	عاطلی کی شہادت	۱	احادیث پر پادریوں کے پانچ اعتراضات
۱۳	صحابہ کرامؓ کے مؤمن ہونے کی شہادت	۱	پہلا اعتراض؛ رادی حضورؐ کے رشتہ دار تھے
	قرآن سے،	۱	اس کا جواب
۲۴ تا ۱۵	بارہ شہادتیں،	۵	صحابہ کرامؓ کی نسبت شیعوں کے اقوال
۲۶	اہل بیت کی شہادتیں خلفائے ثلاثہ کے	۶	الزامی جواب
	حق میں،	۹	دوسرا جواب؛ قرآن کی حقانیت پر شیعوں
۲۹ تا ۲۱	پانچ شہادتیں		علماء کے اقوال،
۳۰	احادیث پر دوسرا اعتراض	۱۰	محمد بن علی بابویہ کی شہادت
۳۰	جواب	۱۰	سید مرتضیٰ کی شہادت
۳۲	تیسرا اعتراض؛ بعض احادیث خلاف واقعہ ہیں	۱۱	سید مرتضیٰ کی دوسری شہادت
۳۲	جواب	۱۲	قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۵	عیسائی تعلیمات پر دہریوں اور ملحدوں کا استہزاء،	۷۶	اختلاف نمبر ۲۹ خدا صادقوں پر بھی تلوار چلتا
۳۶ تا ۳۹	پانچ شہادتیں	۷۸	اختلاف نمبر ۳۰ و ۳۱
۴۰	چوتھا اعتراض؛ احادیث قرآن کی مخالفت ہیں، اور اس کا جواب،	۷۹	اختلاف نمبر ۳۲، کفارہ کون ہے؟
۴۱	دو جہد ک مآلاً فہدیٰ کی تفسیر	۸۰ تا ۸۴	اختلاف نمبر ۳۳ تا ۴۰
۴۶	مضامین محدث ہونے کی شہادت	۸۵	کیا خدا کو دیکھنا ممکن ہے؟ اختلاف نمبر ۴۱
	کتب مقدسہ سے،	۸۶ تا ۹۱	اختلاف نمبر ۴۲ تا ۵۰
۴۸	پانچواں اعتراض؛ حدیثوں میں تعارض؟	۹۲	تعدد ازواج، غلامی اور اختصار بائبل کی نظر میں،
	اختلاف، اس کا جواب،	۹۷	باب ششم؛ محمد رسول اللہ
۵۰	مقدس کتابوں کے اختلافات جو ملحدین نے بیان کئے ہیں،	۹۷	پہلی فصل؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت؛ اس فصل میں کچھ مسلک ہیں،
۵۱ تا ۵۵	اختلاف نمبر ۱ تا ۹	۱۰۰	پہلا مسلک معجزات
۵۵	باپ دادوں کا گناہ بیٹوں پر	۹۸	پہلی قسم ماضی مستقبل کی صحیح خبریں
۵۸	زکریا بن برکیاء کا قتل،	۹۸	آنحضرت کی پیشینگوئیاں
۱۱۴	انجیل مٹی کی ایک اور تحریف	۱۱۴	مقدس کتابوں کی پیشینگوئیاں جو غلط نکلیں
۶۰ تا ۶۶	اختلاف نمبر ۱۰ تا ۲۱	۱۱۵	دوسری قسم؛ عملی معجزات
۶۱	عیسوی کے ساتھ کھلی ناانصافی	۱۱۵	پہلا معجزہ؛ معراج
۶۸ تا ۷۱	اختلاف نمبر ۲۲ تا ۲۵	۱۱۷	معراج جسمانی کے بارے میں ولیم سمیٹھ کی رائے،
۷۲	اختلاف نمبر ۲۶؛ خدا کچھتا ہے،	۱۱۸	عروج آسمانی بائبل کی نظر میں
۷۲	اختلاف نمبر ۲۷	۱۲۱	مختصرہ شق لکھتے
۷۴	اختلاف نمبر ۲۸؛ خدا عورتوں کو برہنہ کرتا ہے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۷	حضرت زینبؓ کی رخصتی، معجزہ نمبر ۱۷	۱۲۲	حکمرین کے اعتراضات
۱۵۸ تا ۱۵۷	برکت کے مزید واقعات؛ معجزہ نمبر ۱۸ تا ۲۰	۱۲۳	معتزنین کے اعتراض کا جواب
۱۶۰	درخت کی شہادت، معجزہ نمبر ۲۱؛	۱۲۶ تا ۱۳۱	دوسری وجہ تاساتویں وجہ
۱۶۱	درخت تالچہ فرمان ہو گئے، معجزہ نمبر ۲۲	۱۳۳	اس اعتراض کے عقلی جوابات
۱۶۲	درخت نے سلام کیا، معجزہ نمبر ۲۳	۱۳۶ تا ۱۳۳	پہلی وجہ تاساتویں وجہ
۱۶۳	ستون کا آپ کیلئے رونا، معجزہ نمبر ۲۴	۱۳۷	مصنف میزان الحق کے اعتراضات
۱۶۴	بت اشارہ سے گر پڑے، معجزہ نمبر ۲۵	۱۳۸	ایک اور پادری صاحب کے اعتراضات
۱۶۵	مرد دل کا بولنا اور بکری کی زندگی؛ معجزہ نمبر ۲۶ تا ۲۷	۱۳۹	معجزہ نمبر ۲، کنکریوں سے کفار کی ہلاکت
۱۶۶	غزوہ اُحد کے دو واقعات، معجزہ نمبر ۲۸	۱۴۰	معجزہ نمبر ۳، زور کے مقام پر انگلیوں سے
۱۶۷	ناہینا کو شفاء ہو گئی؛ معجزہ نمبر ۲۹		پانی کا جاری ہونا،
۱۶۸	مریضوں کی شفاء کے مزید واقعات	۱۴۱	معجزہ نمبر ۵؛ حدیبیہ کے مقام پر
۱۶۹	معجزہ نمبر ۳۰ تا ۳۴؛	۱۵۰	معجزہ نمبر ۶؛ غزوہ بواط میں
۱۷۰ تا ۱۷۱	معجزات نمبر ۳۵ تا ۴۰	۱۵۱	معجزہ نمبر ۷؛ غزوہ تبوک کے موقع پر
۱۷۲	دوسرا مسلک، آنحضرتؐ کے اخلاق	۱۵۲	معجزہ نمبر ۸؛ حضرت عمران کی حدیث
۱۷۳	تیسرا مسلک، آنحضرتؐ کی پاکیزہ شریعت	۱۵۳	معجزہ نمبر ۹، ایک شخص کے کھانسیں برکت
۱۷۴	چوتھا مسلک، آنحضرتؐ کی تعلیمات کی اشاعت		و معجزہ نمبر ۱۰؛ چند روٹیاں انٹی آدمیوں
۱۷۵	بائبل کے پایہ اعتبار سے متعلق ایک دلچسپ بحث،		نے کھائیں،
۱۸۰	پانچواں مسلک،	۱۵۴	معجزہ نمبر ۱۱، حضرت جابرؓ کے کھانسیں برکت
۱۸۱	چھٹا مسلک، بائبل میں آنحضرتؐ کی بشارتیں	۱۵۵	و معجزہ نمبر ۱۲؛ حضرت ابوالیوبؓ کی دعوت
			میں کھانے کی زیادتی،
		۱۵۶	معجزہ نمبر ۱۳؛ تبوک کا واقعہ
			معجزہ نمبر ۱۴؛ تبوک کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۸ تا ۲۶۷	پانچویں دھبٹی بشارت	۱۸۲	آٹھ مہینہ دی باتیں
۲۷۷	ایک ضروری تنبیہ	۱۸۳	بشارت کیلئے مفصل اور واضح ہونا ضروری نہیں
۲۸۱	آٹھویں بشارت کتاب یسعیاہ سے	۱۹۰	امام رازی اور عبدالحکیم سیالکوٹی کے اقوال
۲۹۱	نویں بشارت کتاب یسعیاہ سے	۱۹۱	اہل کتاب کو مسیح اور ایلیا کے علاوہ ایک اور
۲۹۷	دسویں بشارت اشعیاہ سے		نبی کا انتظار تھا، تیسری بات
۲۹۹	گیارہویں بشارت، حضرت انبیاء کا جواب	۱۹۲	حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء نہ تھے،
۳۰۲	بارہویں بشارت حضرت حزقیا کی زبانی	۱۹۷	حضرت مسیح کی بشارت کو یہودی نہیں مانتے
۳۰۵	تیرہویں بشارت، آسمانی بادشاہی	۱۹۸	حضرت مسیح کی بشارتیں عہد جدید میں
۳۱۱	چودھویں بشارت، آئین اور ایک ضروری	۲۰۶ تا ۲۰۷	نوشیہ نگونیاں،
۳۱۲	سولہویں بشارت، آخری قوم	۲۱۴ تا ۲۱۷	ترجموں میں تحریف کی تیرہ مثالیں
۳۱۷ تا ۳۱۷	پہلی وجہ سے تیسری وجہ تک	۲۱۵	اصل الفاظ لکھنے کی جگہ اُن کے ترجمے
۳۱۸	بشارت نمبر ۱، انکشاف کی پیشین گوئی	۲۲۰	لکھنے کی مثالیں،
۳۲۱	تنبیہ، اٹھارہویں بشارت فارقلیط	۲۳۰	حضور کی تشریف آوری کی پہلی پیشین گوئی
۳۳۰	فارقلیط سے مراد روح القدس نہیں،	۲۳۱ تا ۲۳۱	دلیل نمبر ۱۰ تا نمبر ۱۰
	بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پہلی دلیل	۲۳۲	اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی تین واقعات
۳۳۰ تا ۳۳۱	دلیل نمبر ۲ تا نمبر ۱۳	۲۳۳	ایک اعتراض کا جواب
۳۳۱	عیسائیوں کے پانچ اعتراضات اور ان کے	۲۳۴	اس بشارت پر فخر کے دو اعتراض
	جوابات، پہلا اعتراض،	۲۳۵	بشارت کے الفاظ میں تحریف ہوئی ہے
۳۳۶ تا ۳۳۷	دوسرا و تیسرا اعتراض،		اس کی تین دلیلیں
۳۳۹	چوتھا اعتراض	۲۳۷	دوسرے اعتراض کا جواب
۳۵۴	دیگر کتب مقدسہ سے بشارت کی مثال	۲۳۸	دوسری بشارت
۳۶۲	ضروری اطلاع	۲۵۱	استثنا کی تیسری بشارت فارسی جلوہ گر ہوگی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۷	الزام نمبر ۱۵، باپ کی بیوی سے زنا،	۳۸۸	دوسری فصل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
۳۱۸	یہوداہ نے اپنی بیوی سے زنا کیا، الزام نمبر ۱۶		کی رسالت پر عیسائیوں کے اعتراضات
۳۲۲	حضرت ہارونؑ نے بچھڑے کو دیوتا بنادیا		اور ان کے جواب،
	الزام نمبر ۱۷	۳۹۰	انبیاء علیہم السلام کی شان میں عیسائیوں
۳۲۶	الزام نمبر ۱۸ و ۱۹		کے ناپاک عقیدے اور شرمناک الزامات
۳۲۷	تختیاں توڑ دیں، الزام نمبر ۲۰		حضرت آدمؑ نے توبہ نہیں کی، الزام ۱
۳۲۸	موسیٰؑ و ہارونؑ کی نافرمانی، الزام نمبر ۲۱	۳۹۱	حضرت نوحؑ کا شراب پی کر برہمنہ ہو جانا
۳۲۹	شمعون اور دلیلہ کا قصہ، الزام نمبر ۲۲		الزام نمبر ۲
۳۳۰	حضرت داؤدؑ کا جھوٹ، الزام نمبر ۲۳	۳۹۲	حضرت ابراہیمؑ کا شرک، الزام نمبر ۳
۳۳۱	حضرت داؤدؑ کا زنا، الزام نمبر ۲۴	۳۹۲	حضرت ابراہیمؑ کا لالچ، الزام نمبر ۴
۳۳۶	پچسواں الزام،	۳۹۶ تا ۳۹۷	الزام نمبر ۵ و ۶
۳۳۶	ابی سلول کا زنا، الزام نمبر ۲۶	۳۹۸	الزام نمبر ۷، حضرت لوطؑ کا اپنی بیٹیوں
۳۳۸	حضرت سلیمانؑ کی فحاشی اور بت پرستی		سے زنا کرنا،
	الزام نمبر ۲۷	۴۰۳	الزام نمبر ۸، حضرت اسحقؑ کا جھوٹ
۳۳۳	اٹھائیسواں و انیسواں الزام	۴۰۴	الزام نمبر ۹، حضرت یعقوبؑ کی خود غرضی
۳۳۳	یہوداہ کی چوری، الزام نمبر ۳۰	۴۰۶	الزام نمبر ۱۰
۳۳۶	حواریوں کی بیوفائی، الزام نمبر ۳۱	۴۰۶	الزام نمبر ۱۱، حضرت یعقوبؑ کے نکاح
۳۳۷	پطرس کا جھوٹ، الزام نمبر ۳۲		کا شرمناک قصہ،
۳۵۰	کائفا کی غداری، الزام نمبر ۳۳	۴۱۲	الزام نمبر ۱۲، راحیل کی چوری، جھوٹ
۳۵۱	عیسائیوں کا اسلام پر اعتراض چہاد کے		اور بت پرستی،
	حکم کے بارے میں،	۴۱۴	الزام نمبر ۱۳، خاندان یعقوبؑ کی بت پرستی
۳۵۱ تا ۳۵۱	پانچ بنیادی باتیں، پہلی بات دوسری بات،	۴۱۴	الزام نمبر ۱۴، حضرت یعقوبؑ کی اولاد پر تہمت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۰	حضرت داؤدؑ کی بیوی کا ہر	۴۵۵	دوسری شریعتوں میں جہاد پہلی
۵۳۵	دوسری بات	۴۶۱	مثال سے اکیسویں مثال تک ،
۵۴۱	تیسری بات	۴۷۴ تا ۴۷۰	تیسری بات دچوتھی بات ،
۵۴۲	چوتھی بات	۴۷۴	عیسائیوں کے لرزہ خیز مظالم یہودیوں پر
۵۴۳	بائبل کی چند اور خلاف عقل باتیں ،	۴۹۵	جہاد کی حقیقت ، پانچویں بات
	پہلی مثال	۴۹۶	خالد بن ولیدؓ کا خط امیر لشکر فارس کے نام
۵۴۲ تا ۵۴۵	مثال نمبر ۲ تا نمبر ۶	۴۹۷	صلح بیت المقدس کا معاہدہ
۵۴۷	تیسری مثال	۵۰۹	عیسائیوں کا اسلام پر دوسرا اعتراض
۵۴۹	چوتھی مثال		کہ آنحضرتؐ کے پاس معجزے نہ تھے ،
۵۵۱	پانچویں مثال	۵۱۳	عہد جدید سے مطلوبہ معجزہ پیش نہ کرنے
۵۵۲	چھٹی مثال	۵۱۴	کے شواہد ؛ شاید نمبر ۱
۵۵۳	پانچویں بات	۵۱۵ تا ۵۲۰	شاید نمبر ۲ تا ۸
۵۶۳	کیسٹھولک پادریوں کی شرمناک حرکات	۵۲۱	قرآنی آیات سے معجزہ کا ثبوت ،
۵۶۶	چھٹی دساتویں بات	۵۲۵	شاید نمبر ۱ تا ۵ ،
۵۶۷	آٹھویں بات	۵۲۷	عیسائیوں کا اسلام پر تیسرا اعتراض
۵۷۲	عیسائیوں کا اسلام پر چوتھا اعتراض		تعداد از واج
	آپ کے گناہ ،	۵۲۸	جواب کی تمہید ، پہلی بات

چوتھی فصل

احادیث پر پادریوں کے پانچ اعتراضات

پہلا اعتراض، راوی حضور کے رشتہ دار تھے

حدیث کے نقل کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، اور آپ کے عزیز رشتہ دار یا صحابی، اس لئے اُن کی شہادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معتبر نہیں،

جواب

یہ اعتراض تھوڑے سے تغیر کے بعد خود معترضین پر آپڑتا ہے، کیونکہ مسیح کے حالات اور ان کے اقوال جو موجودہ انجیلوں میں مذکور ہیں اُن کے نقل کرنے والے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں یا اُن کا فرضی باپ یوسف نجاریا آپ کے شاگرد، اس لئے ان لوگوں کی شہادت آپ کے حق میں معتبر نہیں ہو سکتی،

اور اگر عیسائی حضرات یہ کہیں کہ حضور کے عزیزوں اور صحابہ کا ایمان ناقابلِ اعتقاد

تھا، کیونکہ یہ لوگ دنیوی ریاست کے حصول کے لئے ایمان ظاہر کرتے تھے، تو یہ احتمال تو قطعی باطل ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی تیرہ سالہ زندگی کافروں کی ایذا رسانی کی بنا پر نہایت کلفت اور مصائب سے بھر پور تھی، اس ساری مدت میں آپ کے صحابہ کو بھی کافروں کی ایذا رسانی کا شکار ہونا پڑا، اور ہمیشہ مبتلا مصائب رہے، یہاں تک کہ طن عزیز کو خیر باد کہہ کر حبشہ اور مدینہ میں جا کر پناہ لینے پر مجبور ہوئے، اس موقع میں ان کی جانب سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ ان کو طبع دنیا یا حرص ریاست کا خیال آسکے،

مزید برآں یہی احتمال حوارین کی نسبت بھی تو ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ سب نہایت تنگدست اور شکار پیشہ تھے، ان لوگوں نے یہودیوں سے بھی یہی سُن رکھا تھا، کہ مسیح عظیم الشان بادشاہ ہوں گے، پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں تو اُن پر یہ سمجھ کر ایمان لائے کہ آپ کے اتباع کرنے سے بڑے بڑے عہدے ملیں گے، اور مچھلیاں شکار کرنے والے جال کے جھنجھٹ سے چٹکارا حاصل ہو جائے گا، نیز جب عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے یہ وعدہ بھی کیا کہ:

”جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے

پچھے ہوئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کر دو گے“

جیسا کہ انجیل متی کے باب ۱۹ میں صاف موجود ہے، نیز حضرت مسیح علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ:

۱۔ یہ غالباً جناب پطرس کی طرف اشارہ ہے جو مچھلیاں پکڑ کر گزارا کیا کرتے تھے ۱۲ تقی ۵۲ آیت ۲۸

”ایسا کوئی نہیں جس نے گھریا بھائیوں یا بہنوں یا ماں باپ یا بچوں یا کھیتوں کو

میری خاطر اور انجیل کی خاطر چھوڑ دیا ہو اور اب اس زمانے میں تنوگنا نہ پائے“

جیسا کہ انجیل مرقس کے باب میں تصریح ہے، اسی طرح مسیح نے اور بہت سی چیزوں کا وعدہ کیا، اس لئے حواریں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک صاحب ملک بادشاہ بن جائے گا، اور ہر ایک اسرائیل کی ایک ایک نسل پر حکمرانی کرے گا، اور اگر بالفرض یہ چیز نہ بھی حاصل ہوئی تو کم از کم اس دنیا میں آپ کے اتباع کی وجہ سے چھوڑی ہوئی چیز کا اس دنیا میں تنوگنا عوض مل جائے گا، اور یہ چیز ان کے ذہن و دماغ میں اس قدر پختہ جم گئی تھی کہ یعقوب و یوحنا نے جوزیدی کے بیٹے ہیں، یا ان کی والدہ نے دونوں انجیلوں کی مختلف روایتوں کی بنیاد پر وزارت عظمیٰ کے عہدے کا مطالبہ بھی کیا، تاکہ ان میں سے ایک مسیح کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں طرف آپ کی بادشاہت میں بیٹھا کریں، چنانچہ انجیل متی کے باب میں صاف طور پر مذکور ہے، اسی طرح انجیل مرقس کے باب میں،

مگر جب انھوں نے دیکھا کہ ہم کو ہماری خیالی سلطنت نصیب نہیں ہوئی، نہ اس دنیا میں تنوگنا عوض مل سکا، بلکہ مسیح بھی دنیوی دولت سے قطعی محروم اور جوں کے توں، تنگدست اور قلاش رہے، یہودیوں کے خوف سے ڈرتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھاگتے پھرے، انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ یہودی مسیح کے پکڑنے اور قتل کرنے کے درپے ہیں، تب ان کو ہوش آیا کہ ہم غلط سمجھ رہے تھے، اور مذکورہ وعدے محض سراب کے مانند تھے، جس کو پیاسا غلطی سے پانی سمجھتا ہے، ان میں سے

۱۵ آیات ۲۹، ۳۰ ۵۲ یہ واقعہ انجیل متی کے الفاظ میں ص ۴ ج ۲ پر گزر چکا ہے، تقی

ایک صاحب نے تو اس خیالی سلطنت اور وہی ترقیات کے عوض میں فقط تیس دن
لینے پر قناعت کر کے مسیح کو دشمنوں اور یہودیوں کے ہاتھوں گرفتار کرادیا، اور اس کے
صلے میں یہ قلیل رقم اُن سے وصول کی، اور باقی اصحاب مسیح کی گرفتاری کے موقع پر نہ
صرف یہ کہ اُن کو چھوڑ کر بھاگ گئے، بلکہ تین مرتبہ اُن کو پہچاننے سے بھی انکار کیا، پھر
ان میں جو صاحب حواریں میں سے سب بلند پایہ اور کلیسا کے بانی اور مسیح کے خلیفہ ہیں
یعنی حضرت پطرس، انھوں نے تو صاف طور پر اپنے مسیح پر لعنت فرمائی، اور قسم
کھا کر اُن کو پہچاننے سے انکار کیا، غرض کہ مسیح کے سولی دیئے جانے کے بعد حواریں اپنے
فرضی اور خیالی منصوبوں سے ناامید ہو گئے، پھر جب دوبارہ مسیح کو زندہ دیکھا تو انکی
امیدوں میں از سر نو جان پڑ گئی، کہ ممکن ہے اس مرتبہ ہم سلطنت حاصل کرنے میں
کامیاب ہو جائیں، چنانچہ مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے وقت یہ سب مخلصین پھر مسیح
کے گرد جمع ہو کر دریافت کرنے لگے کہ کیا اس وقت کھوئی ہوئی بادشاہت اسرائیل
کو پھر ملے گی، جیسا کہ کتاب اعمال کے باب اول میں صاف طور پر لکھا ہے،

اور آسمان پر چڑھنے کے بعد تو حواریں کے دلوں میں ایک جدید خیال نے کڑٹ
لی، جو اُن کے نزدیک اس خیالی سلطنت سے بھی بڑھ کر تھا، جس سے وہ لوگ مسیح
کے آسمان پر جانے تک محروم رہے، وہ یہ کہ مسیح دوبارہ عنقریب آسمان سے نازل
ہوں گے، اور یہ کہ قیامت بہت ہی نزدیک ہے (جیسا کہ باب اول کی فصل ۳ و ۴ میں
معلوم ہو چکا ہے) اور یہ کہ نازل ہونے کے بعد دجال کو قتل کریں گے، اور شیطان کو

۱۵ مٹی، ۳۵: ۲۶، لوقا، ۳۳: ۲۲، مرقس، ۱۳: ۳۰، یوحنا، ۱۸: ۱۶،

۱۵ آئے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کو بادشاہی پھر عطا کرے گا؟ (اعمال ۱)

ہزار سال کے لئے قید کر دیں گے، اور مسیح کے نزول کے بعد ہم لوگ تختوں پر جلوس فرما ہوں گے، اور دنیا میں اس پوری مدت میں عیش کی زندگی گذاریں گے، ... جیسا کہ کتاب المشاہدات کے باب ۱۹ و ۲۰ سے اور کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱ آیت ۲ سے مفہوم ہوتا ہے، پھر قیامت ثانیہ آنے پر ان کو جنت میں داعی اور ابدی مسرت نصیب ہوگی، اس لئے انھوں نے مسیح کے احوال بیان کرنے میں اور ان کی تعریف کرنے میں مبالغہ آمیزی کی، چنانچہ جو تھا انجیلی اپنی انجیل کے آخر میں کہتا ہے کہ:

”اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے، اگر وہ جدا جدا لکھے جلتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔“

حالانکہ یہ حقیقت ہو کہ یہ محض جھوٹ اور شاعرانہ مبالغہ ہے، یہ لوگ اس قسم کی مبالغہ آمیز باتوں کے ذریعے جاہلوں کو اپنے جال میں پھنسا یا کرتے تھے، یہاں تک کہ مر گئے، مگر اپنی مراد کو پھر بھی حاصل نہ کر سکے، اس لئے ان کی شہادت مسیح کے حق میں کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے،

یہ ساری بات الزام کے طریق پر کہی جاتی ہے، خدا خواستہ ہمارا اعتقاد ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا کہ کئی مرتبہ صاف طور پر کہا جا چکا ہے،

پھر جس طرح یہ احتمال حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے سچے حواریوں کے حق میں غلط اور باطل ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی نسبت بھی باطل اور لغو ہے،

صحابہ کرام کی نسبت شیعوں کے اقوال سے استدلال کا جواب

کبھی کبھی پادری حضرات عوام کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے اُن کے سامنے وہ باتیں

پیش کرتے ہیں جو شیعہ حضرات نے صحابہ کرامؓ کی شان میں جھوٹی اور بے بنیاد گھڑ رکھی ہیں، اس کے دُوحِجاب ہیں، ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی،

الزامی جواب

الزامی جواب تو یہ ہے کہ مولخ موثیم اپنی تاریخ کی جلد اول میں کہتا ہے کہ: "فرقہ ابونبیہ جو پہلی صدی میں گزرا ہے اس کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ تھا کہ وہ فقط انسان تھے، جو مریمؑ اور یوسفؑ بنجارے دوسرے عام انسانوں کی طرح معمول کے مطابق پیدا ہوئے، اور شریعت موسوی کو ماننا فقط یہودیوں کے لئے مخصوص نہیں ہے، بلکہ دوسروں پر بھی اسی طرح ضروری اور واجب ہے، اور نجات کے لئے شریعت موسویہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، چونکہ پولس اس عقیدے میں ان کا ہمنوا نہ تھا، اور اس معاملے میں ان کے سخت خلاف رہا، اس لئے وہ لوگ اس کی شدید مذمت کرتے اور اس کی تحریروں کو بے حد حقیر خیال کرتے ہیں۔"

لارڈ رنی اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۶، ۳ پر کہتا ہے کہ:

"متقدمین نے ہم کو خبر دی ہے کہ یہ فرقہ پولس اور اس کے خطوط کی سخت تردید کرتا ہے۔"

اسی طرح بل اپنی تاریخ میں اس فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں میں سے صرف توریت کو تسلیم کرتا ہے، اور سلیمان، داؤد، ارمیا، اور حزقیال علیہم السلام سے سخت نفرت رکھتا ہے، عہد جدید کی

کتابوں میں سے صرف انجیل مٹی کو تسلیم کرتا ہے، اور اس میں بھی اس نے بہت سے مواقع پر تحریف کر دی ہے، یہاں تک کہ اس کے پہلے دونوں ابواب کو اس سے خارج کر دیا ہے

نیز یہی بل اپنی تاریخ میں فرقہ مارسیونیہ کے بیان میں یوں کہتا ہے کہ،
 اُس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا دو ہیں، ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر، اور یہ بھی کہتا ہے کہ توریت اور عہد عتیق کی تمام کتابیں، خالق مشرک کی جانب سے ہیں، جو سب کی سب عہد جدید کی کتابوں کے مخالف ہیں۔

پھر کہتا ہے:

اُس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے مسیح اپنی موت کے بعد جہنم میں داخل ہوئے، اور وہاں پر انھوں نے قابیل اور اہل سدوم کی رُوحوں کو جہنم کے عذاب سے رہائی دی، کیونکہ یہ لوگ اس کے پاس حاضر رہے، اور خدائے خالق مشرک کی اطاعت انھوں نے نہیں کی، مگر ہابیل و نوح و ابراہیم اور دوسرے صالحین کی رُوحوں کو بدستور جہنم میں رہنے دیا، کیونکہ یہ سب فریق ان کے خلاف تھے، اُن کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جہان کا خالق، صرف وہی خدا نہیں ہے، جس نے عیسیٰ کو بھیجا، اور رسول بنایا، اسی وجہ سے یہ فرقہ عہد عتیق کی کتابوں کو الہامی نہیں مانتا، اور عہد جدید کی کتابوں میں صرف انجیل نو کا کو تسلیم کرتا ہے، مگر اس کے پہلے دونوں بابوں کا انکار کرتا ہے، نیز پولس کے خطوط میں سے صرف دو خطوط کو تسلیم کرتا ہے لیکن جو چیز اُن کی رائے کے خلاف ہو اس کو رد کر دیتا ہے

لاڈلر اپنی تفسیر کی جلد ۳ میں فرقہ مانی کیمز کے بیان میں آگسٹائن کا قول نقل کرتا ہے کہ

وہ خدا جس نے موسیٰ کو توریت دی اور اسرائیلی پیغمبروں سے کلام کیا، وہ خدا ہی نہ تھا، بلکہ ایک شیطان تھا، یہ فرقہ عہد جدید کی کتابوں کو تسلیم کرتا ہے، مگر یہ بھی اصرار کرتا ہے کہ ان کتابوں میں الحاق کیا گیا ہے، اور جس حصے کو پسند کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور باقی کو چھوڑ دیتا ہے، اور اس کے مقابلے میں جھوٹی کتابوں کو ترجیح دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ یقیناً سچی ہیں۔“

پھر لارڈ نر اسی جلد میں یوں کہتا ہے کہ:

”اس پورے فرقے نے کسی زمانے میں بھی عہد عتیق کی مقدس کتابوں کو تسلیم نہیں کیا۔“

اعمال اراکلاس میں اس فرقے کا عقیدہ یہ لکھا ہے:

”شیطان نے یہودیوں کے پیغمبروں کو فریب دیا، اور شیطان ہی نے موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں سے کلام کیا، یہ فرقہ انجیل یوحنا کے باب آیت سے استدلال کرتا ہے، کہ مسیح نے اُن کے باپ میں کہا ہے کہ وہ چور اور رہزن تھے، نیز اس فرقے نے عہد جدید کو نکالا۔“

یہی حال دوسرے فرقوں کا ہے، مگر ہم نے تثلیث کے عدد کی رعایت صرف ان تین فرقوں کا حال بیان کرنے پر اکتفا کیا، اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ کیا ان فرقوں کے اقوال پر ڈسٹنٹ کے علماء پر پورے پورے صادق آتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان پر یہ اقوال پورے اُترتے ہیں تو ان کو بھی حسب ذیل دش چیسروں کو عقیدہ بنانا ہوگا،

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام صرف انسان ہیں، جو یوسف نجار سے پیدا ہوئے تھے،

۲۔ توریت پر عمل کرنا نجات کے لئے نہایت ضروری ہے،

۱۵ آیت کے الفاظ یہ ہیں: ”جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔“ (یوحنا، ۱: ۸)

- ۳۔ پولس بڑا شریعہ اور اس کے اقوال واجب الرد ہیں،
- ۴۔ خدا صرف دو ہیں، ایک نیکی کا خالق، دوسرا بدی کا پیدا کرنے والا،
- ۵۔ قابیل اور سدوم والوں کی روحوں کو عیسیٰ کی موت سے جہنم کے عذاب سے نجات مل گئی، اور ہابیل و نوح اور ابراہیم کی اور متقدمین بزرگوں کی روحیں عیسیٰ کی موت کے بعد بھی بدستور عذاب جہنم میں مبتلا ہیں،
- ۶۔ یہ سب کے سب شیطان کی اطاعت کرنے والے تھے،
- ۷۔ توریت اور عہد عتیق کی تمام کتابیں شیطان کی جانب سے ہیں،
- ۸۔ موسیٰ اور اسرائیلی پیغمبروں سے کلام کرنا لاخدا نہیں تھا، بلکہ شیطان تھا،
- ۹۔ عہد جدید کی کتابوں میں اضافہ کر کے انہیں محرف کر دیا گیا ہے،
- ۱۰۔ بعض جھوٹی کتابیں بھی یقیناً سچی ہیں،

اور اگر ان تینوں فرقوں کے اقوال فرقہ پروٹسٹنٹ والوں کو تسلیم نہیں ہیں تو کبھی ایک اسلامی فرقے کا قول جمہور مسلمانوں کے مقابلے میں کیونکر حجت ہو سکتا ہے؟ بالخصوص جبکہ وہ بات قرآن اور مستند اماموں کے اقوال کے صریح مخالف ہو،

دوسرا جواب

قرآن کی حقانیت پر شیعہ علماء کے اقوال

تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تمام اثنا عشری علماء کے نزدیک تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، اور اگر کوئی شخص قرآن میں کسی کمی اور نقصان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے،

(۱) **محمد بن علی بابویہ کی شہادت** | چنانچہ شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ جو علمائے امامیہ اثنا عشریہ میں بڑے پایہ کے علماء ہیں، اپنے رسالے

الاعتقاد میں کہتے ہیں:

ہمارا عقیدہ قرآن کی نسبت یہ ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ یہی موجودہ قرآن ہے، جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، البتہ اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ۱۱۴ ہے، مگر ہمارے نزدیک سورۃ وضحیٰ اور الم نشرح مجموعی طور پر ایک سورۃ ہیں اسی طرح لایلات اور الم تر کیف دونوں مکرر سورۃ ہیں، اور جو شخص ہماری جانب یہ قول منسوب کرتا ہے کہ قرآن اس سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے۔

(۲) **سید مرتضیٰ کی شہادت** | تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کی نہایت معتبر تفسیر ہے اس میں سید مرتضیٰ ذوالمجدد علم الہند ابو القاسم علی

بن حسین موسوی نے ذکر کیا ہے کہ:

قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بالکل اسی طرح جیسا کہ آج ہے مجموع کی صورت میں موجود تھا۔

اپنے اس دعوے پر علامہ موصوف نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن اس زمانے میں پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا، اور پورا زبانی یاد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے حفاظ صحابہ کی ایک پوری جماعت کی نشان دہی کی ہے، نیز یہ کہ قرآن حضور کو سنایا جاتا اور آپ کے سامنے دہرایا جاتا تھا، اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے جن میں عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ ہیں متحدہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے کافی قرآن ختم کئے، یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ طور پر مجموعے کی شکل میں موجود اور مرتب تھا، متفرق اور منتشر ہرگز نہیں تھا،

یہ بھی کہتے ہیں کہ فرقہ امامیہ یا حثویہ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ قطعی قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس خلاف کا منشاء بعض محدثین کی ضعیف روایتیں ہیں، جن کو انھوں نے صحیح سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس قسم کی روایتوں کی ان روایتوں کے مقابلے میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے جن کی صحت قطعی اور یقینی ہے،

(۳) **سید مرتضیٰ ہی کی دوسری شہادت** | سید صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ:

”قرآن کی صحت کا علم یقین اس درجے

کا ہے جس طرح دنیا کے بڑے بڑے شہروں یا عظیم الشان حوادث اور مشہور واقعات یا اہل عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین، کیونکہ قرآن کی نقل و روایت کی جانب شدید توجہ کی گئی ہے، اور اس کی حفاظت کے بکثرت اسباب موجود تھے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ احکام و نئیہ کا ماخذ ہے، اور مسلمان علماء نے اس کے حفظ کرنے میں اور اس کی جانب توجہ کرنے میں انتہاء کر دی ہو

۱۔ فرقہ امامیہ، یہ شیعہ حضرات کا ایک بہت خالی فرقہ تھا جس کا کہنا یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق تھے اور ان کے سوا جتنے حضرات مسند خلافت پر بیٹھے وہ معاذ اللہ غلط تھے، ان میں سے بعض لوگ تحریف قرآن کے بھی قائل تھے، اور کبار صحابہؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے،

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الملل والنحل للشیخ ستانی، ص ۲۶۵ تا ۲۵۹ ج اول)

یہاں تک کہ قرآن کی ہر ہر چیز مثلاً اس کے اعراب اور قرأتوں جردن و آیتوں تک کی پوری پوری معرفت حاصل کی، پھر اس قدر شدید اہتمام و توجہ تمام کے بعد کیونکہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس میں تغیر و تبدل ہو یا کمی بیشی ہو۔

(۴) قاضی نور اللہ شوستری کی شہادت

قاضی نور اللہ شوستری جو شیعہ علماء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی کتاب ”مصابیہ النواصب“ میں یوں کہا ہے کہ:

”فرقہ شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ قرآن کے محرف ہونے کے قائل ہیں، سو جہور شیعہ کی طرف اس کی نسبت ہرگز درست نہیں ہے، یہ بات ایسے قلیل التعداد نا قابل اعتناء لوگوں کی ہے جن کی کوئی قیمت و پوزیشن شیعوں میں نہیں ہے۔“

(۵) ملا صادق کی شہادت

ملا صادق نے کلینی کی شرح میں لکھا ہے کہ:

قرآن اُسی موجودہ ترتیب کے ساتھ بارہویں امام کے ظہور کے وقت ظاہر اور مشہور ہوگا۔

۱۔ محمد یعقوب کلینی، شیعہ فرقہ کے مشہور عالم ہیں جن کی کتاب الکافی شیعہ فقہ و حدیث کی مستند ترین کتاب ہے، تقی

(۶) عاملی کی شہادت

محمد بن حسن حرماعلی نے جو فرقہ امامیہ کے جلیل القدر محدث ہیں اپنے ایک رسالے میں بعض معاصرین کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

”جو شخص واقعات اور تواریخ کی چھان بین کرے گا وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ قرآن تواتر کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا ہوا ہے، ہزاروں صحابہؓ اس کو حفظ کرتے اور نقل کرتے تھے، اور عہد رسالت میں وہ جمع اور مدون ہو چکا تھا۔“

ان گزشتہ شہادتوں سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ متحقق علماء شیعہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا وہ بالکل وہی ہے جو اس زمانے میں مجموعے کے طور پر لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اس سے زائد بالکل نہیں ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں جمع اور مدون ہو گیا تھا، اور ہزاروں صحابہؓ نے اس کو یاد اور نقل کیا، صحابہؓ کی بڑی جماعت نے جن میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ بھی شامل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا، اور بارہویں امام کے بطور کے وقت بھی قرآن اسی ترتیب کے ساتھ ظاہر اور مشہور ہو گا، اور جو قدرے قلیل شیعہ حضرات اس میں تغیر تبدل و تحریف کے قائل ہیں، اُن کا قول باطل اور مردود ہے، خود شیعوں میں وہ لائق اعتبار نہیں ہیں اور جو بعض ضعیف روایتیں تحریف کی نسبت ملتی ہیں وہ ان قطعی اور یقینی روایات کے مقابلے میں قطعی کوئی اعتبار نہیں رکھیں، جو قرآن کے محفوظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں،

اور یہ بات ہے بھی درست، اس لئے کہ خبر واحد اگر کسی علم کی موجب ہو، لیکن یقینی دلائل میں کوئی چیز اس پر دلالت کرنے والی نہ ہو تو اس کا رد کرنا واجب ہو، چنانچہ اس کی تصریح ابن مطہر الحلی نے اپنی کتاب مبادی الوصول الی علم الاصول میں خوب اچھی طرح کی ہے، اور خود قرآنی شہادت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کی تفسیر میں علامہ شبیدہ کی سب سے معتبر تفسیر صراطِ مستقیم میں کہا گیا ہے کہ:

”یعنی ہم قرآن کی حفاظت کریں گے، تحریف اور تبدیل سے کی اور ہمیشہ سے“

جب یہ بات ناظرین کے ذہن نشین ہو گئی تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم صاف طور پر صحابہ کرامؓ کی نسبت اعلان کر رہا ہے کہ صحابہؓ سے کبھی کوئی ایسا فعل صادر نہیں ہوا جو موجب کفر اور ایمان سے خارج کر دینے والا ہو، چنانچہ حسبِ فیل آیات اس کی شاہدیں:

صحابہ کرامؓ کے مومن ہونے کی شہادت قرآن سے؛

پہلی شہادت | سورۃ توبہ میں ارشاد ہے:

”اور مہاجرین و انصار میں سے اسلام کی طرف سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے

وَالسَّابِقُونَ اِلَّا وَتُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْانصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتِهَا

نہیں بہتی ہیں، یہ لوگ اُن بانغات میں
ہیشہ رہنے والے ہونگے، یہ بڑی کامیابی ہے؟

اَلَا تَهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والوں کی نسبت اس
آیت میں چار صفتیں ذکر کی گئی ہیں:-

۱۔ اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے،

۲۔ وہ لوگ اللہ سے راضی ہو چکے ہیں،

۳۔ ان کے حق میں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے،

۴۔ جنت کی دوامی اور ابدی رہائش کا اُن سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم مہاجرین
میں سے ایمان لانے والی جماعت میں سب سے مقدم اور پیش پیش ہیں، بالکل اسی طرح
جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، لہذا اُن سب کے حق میں یہ چاروں مندرجہ بالا صفات
ثابت ہو گئیں، اور ان کی خلافت کی صحت بھی ثابت ہو گئی، اب کسی معتبر شخص اور
بدگو کا ان کے حق میں طعن کرنا بالکل باطل اور مردود ہے، بالکل اسی طرح جیسا حضرت
علیؑ کی شان میں عیب جوئی یا طعن غلط اور باطل ہے،

دوسری شہادت | سورۃ توبہ میں دوسری جگہ یوں فرمایا گیا:

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے
ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں
اور مال سے جہاد کیا، وہ لوگ اللہ کے
نزدیک رتبے کے اعتبار سے بہت عظیم ہیں

اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ

<p>وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتِ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝</p>	<p>اور یہی لوگ کامیاب ہیں، ان کا پروردگار انہیں اپنی رحمت اور رضامندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے نوپاؤں اور نعمتیں ہوں گی، یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس عظیم اجر ہے۔</p>
--	--

حق تعالیٰ شانہ نے آیت بالا میں اُن لوگوں کی نسبت جو ایمان لائے اور جنہوں نے
ہجرت کی اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دی، چار باتوں کی شہادت دی ہے،

- ۱۔ ان کے مراتب و درجات خدا کے یہاں بہت بلند ہیں،
- ۲۔ وہ لوگ اپنی مراد و مقصد میں کامیاب ہیں
- ۳۔ اُن کو جنت و رحمت اور اپنی خوشنودی کے مستحق ہو جانے کی بشارت دی گئی،
- ۴۔ ان کے حق میں ہمیشہ جنت کی سکونت اور رہائش کی ضمانت دی گئی ہے،

اور اس چوتھے وعدے کو تین مختلف عبارتوں کے ساتھ مضبوط اور مؤکد فرمایا، یعنی ”مقیم“
”خالدین فیہا“ ”ابدًا“۔

اور یہ بات یقینی ہے کہ خلفائے ثلاثہ مؤمن بھی ہیں، مباحبر بھی، جان و مال کی
خدا کی راہ میں قربانی دینے والے بھی، بالکل اسی طرح جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
ہذا ان کے لئے بھی چاروں صفات ثابت ہوئیں،

تیسری شہادت ^(۳) سورہ توبہ میں ایک جگہ یوں فرمایا گیا ہے کہ:-

لَٰكِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ

”لیکن رسولؐ نے اور انہوں نے جو

أَمْوَالَهُمْ جَاهِلٌ وَأَبَاؤُهُمْ
وَأَنفُسُهُمْ وَأُولَئِكَ لَهُمْ
الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُقْلِعُونَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا، ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی جان
اور مال سے جہاد کیا، اور اپنی کیلئے بھلائی
پیں، اور یہی فلاح پانے والے ہیں، اللہ
نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ لوگ
ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے،
یہ بڑی کامیابی ہے

اس میں بھی اللہ نے مومنین مجاہدین کے چار اوصاف ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ دنیا و آخرت کی جملہ نعمتیں اُن کے لئے مخصوص ہیں،

۲۔ یہ لوگ فلاح و نجات کے مستحق ہیں،

۳۔ جنت کا وعدہ،

۴۔ جنت کی دوامی رہائش کی یقین دہانی،

یقینی بات ہے کہ جب خلفائے ثلاثہ مؤمن و مجاہد ہیں تو یہ چاروں وعدے بھی اُن کے

لئے ضرور ہیں،

چوتھی شہادت | سورۃ توبہ ہی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرٍ
لَّهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعُودًا

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی
جان اور ان کا مال اس قیمت پر
کہ ان کے لئے جنت ہی، لڑتے ہیں اللہ
کی راہ میں پھر مارے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ

عَلَيْهِ حَقَّانِ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِبَيْعِكُمُ
الَّذِي بِالْعَهْدِ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، الشَّائِبُونَ
الْعَابِدُونَ الشَّائِحُونَ
الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ
الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ، وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ،

ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا، توریت اور انجیل اور
قرآن میں اور کون ہی قول میں پورا اللہ سے زیادہ
سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے
اس سے، اور یہی ہے بڑی کامیابی،
وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنیوالے ہیں،
شکر کرنے والے، بے تعلق رہنے والے،
رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، حکم
کرنے والے نیک بات کا، اور منع کرنیوالے
بری بات سے، اور حفاظت کرنے والے اُن
حدود کی جو باندھی اللہ نے، اور خوشخبری
سنا دے ایمان والوں کو،

اس سے خدا کے تعالیٰ نے مومنین مجاہدین کے لئے جنت کا پختہ وعدہ فرمایا، اور ان کے
نواوصاف بیان فرمائے، ثابت ہوا کہ خلفائے صحابہ بھی ان صفات کے ساتھ موصوف
اور جنت کے مستحق ہیں،

پانچویں شہادت | سورہ حج میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ إِذَا تَمَكَّنَاهُمْ فِي
الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ
آتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبَشِّرِ

وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین میں جگہ عطا کریں
تو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے
ہیں، اور نیکی کا حکم کرتے ہیں، اور برائی
سے روکتے ہیں، اور اللہ ہی کے لئے تمام

عَاقِبَةُ الْأُمُورِ،

کاموں کا انجام ہے :

اس میں "الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّا لَهُمْ مَقِيلَ كِي صِفَت ہے، یعنی "الَّذِينَ اخْرَجُوا" کی، لامحالہ اس کا مصداق صرف مہاجرین ہی ہو سکتے ہیں، نہ کہ انصار، کیونکہ وہ لوگ اپنے وطن سے بے وطن نہیں کئے گئے، اب اللہ کا ارشاد مہاجرین کی نسبت یہ ہے کہ اگر ہم ان کو زمین کی حکومت اور پادشاہت دیدیں تو یہ لوگ چار کام ضرور انجام دیں گے، یعنی نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، نیکی کی تعلیم دینا، بُرائی اور بدی سے روکنا،

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ نے خلفائے اربعہ کو زمین کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی، تو ضروری ہوگا کہ انھوں نے اللہ کے بیان فرمودہ چاروں کام بھی کئے ہونگے لہذا ان سب کا حق پر ہونا ثابت ہوا، نیز وَيَذَرُ اللَّهُ عَاقِبَةَ الْأُمُورِ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلے جو حکومت دیئے جانے کا ذکر ہوا ہے وہ یقینی طور پر واقع ہوئے الاہم پھر آخر میں یہ سب حکومت و سلطنت اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گی، جس کی پادشاہت ابدی ہے اور غیر فانی ہے،

چھٹی شہادت | سورۃ ج میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ :-

وَجَاهِدْ دَا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ	"اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسی
هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ	کہ چاہو اس کے واسطے محنت، اس نعم کو
فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ	پسند کیا، اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ
إِبْرَاهِيمَ هُوَ تَمَّامُ الْمُسْلِمِينَ	مشکل دین تھا اے باپ ابراہیم کا، دینی
مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ	نام رکھا تمھارا مسلمان پہلے سے، اور اس
الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ	قرآن میں تاکہ رسول ہو بتا نیوالا تم پر اور

تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ
فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

تم ہو جانے والے لوگوں پر، سو قائم
رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور مضبوط
پکڑو اللہ کو، وہ تمہارا مالک ہو، سو خوب
مالک ہو اور خوب مددگار ۝

اس آیت میں اللہ نے صحابہ کو مسلمان کے نام سے موسوم کیا ہے،
ساتویں شہادت | سورۃ نور میں یوں فرمایا گیا ہے کہ :-

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا
مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا، يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ
بِي شَيْئًا، وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ ۝

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک
عمل کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہو کہ
انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس
طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا،
اور ان کے لئے اس دین کو قوت عطا کرے گا
جسے اُن کے لئے پسند کیا ہو، اور انہیں
ان کے خوف کے بعد امن عطا کرے گا
وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے
ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور
اس کے بعد جو شخص کفر کرے تو ایسے
لوگ فاسق ہیں ۝

آیت بالا میں ”مِنْكُمْ“ کا ”مِنْ“ تبعیض کے لئے ہے، اور ”كُمْ“ ضمیر خطاب ہے۔
یہ دونوں چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کے مخاطب وہ بعض مؤمنین ہیں

جو اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے، سارے مؤمنین مراد نہیں ہیں، اور لفظ استخلاف بتا رہا ہے کہ اس وعدے کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگی، اُدھر یہ بھی پیش نظر رکھئے کہ چونکہ آپؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں، اس لئے آپؐ کے بعد کسی نبی کے ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لامحالہ استخلاف سے مراد امامت والا طریقہ ہی ہو سکتا ہے، اور وہ ضمیر جو "لِیَسْتَخْلَفَنَّهُمْ" سے لے کر "لَا یُشْرُکُونَ" تک پائی جا رہی ہیں سب کی سب جمع کے صیغے کے ساتھ لائی گئی ہیں، اور جمع کا اطلاق حقیقتاً تین سے کم پر نہیں آتا، تو ضروری ہوا کہ جن اماموں کے لئے یہ وعدہ ہو رہا ہے ان کی تعداد تین سے کسی طرح کم نہ ہو، اسی طرح "لِیَسْکُنَنَّ لَهُمْ" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے ان کے لئے قوت و شوکت اور تنفیذ احکام کا دنیا میں وعدہ فرمایا ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ طاقت اور دہدہ کے مالک ہوں گے، دنیا میں ان کا حکم چلے گا، اور "دِیْنَهُم الذِّیْ اَرْتَضٰی لَهُمْ" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے مبارک دور میں جس دین کی اشاعت ہوگی وہ خدا کا پسندیدہ دین ہوگا، اسی طرح "لِیَعْبُدُوْهُمْ" من بعد خوفہم اَمْنًا کے الفاظ اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اُن کو اپنے عہد خلافت میں کسی کا خوف نہ ہوگا، بلکہ مکمل امن و امان کا دور ہوگا، خوف و دہشت اور تغیر والی زندگی ان کی نہ ہوگی، — اور "لِیَعْبُدُوْهُمْ" و "لَا یُشْرُکُونَ" بی شبہاً اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے دور خلافت میں بھی صاحب ایمان ہوں گے، شرک کرنے والے نہ ہوں گے،

آپؐ نے دیکھا کہ آیت پورے طور پر ائمہ اربعہ کی امامت کی صحت پر بالخصوص خلفاء ثلاثہ ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذی النورینؓ کی امامت کے صحیح ہونے پر دلالت کر رہی ہے، کیونکہ بڑی بڑی فتوحات اور مضبوط حکومت، دین کا غلبہ اور جو امن و امان

اُن کے مبارک عہد میں ہوا وہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے زمانے میں نہ ہو سکا، کیونکہ ان کا سارا دور آپس کی خانہ جنگی سے نبٹنے میں ختم ہو گیا، ثابت ہو گیا کہ شیعہ حضرات جو طعنہ و اعتراض خلفائے ثلاثہ کے حق میں یا خواج حضرات حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے حق میں کرتے ہیں وہ غلط اور ناقابل التفات ہیں،

آٹھویں شہادت ^(۸) رَہْرَہ فتح میں ان مہاجرین اور انصار کے حق میں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھے یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَقَهُمُ كَلِمَتَهُ الثَّقَوٰى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝	تجب رکھی منکروں نے لپٹنے دلوں میں کہ، نادانی کی ضد، پھر اتنا اللہ نے اپنی طرف سے اطمینان اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر، اور قائم رکھا ان کو اور کی بات پر، اور وہی تھے اس کے لائق، اور اس کام کے، اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار ۝
---	---

اس آیت میں اُن حضرات کے حق میں چار باتوں کی شہادت دی گئی ہے:-

۱۔ یہ سب لوگ سکینہ کے نزول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے

۲۔ وہ مؤمن ہیں،

۳۔ تقویٰ اور پرہیزگاری والا کلمہ ان کے دجو کیٹھا ایسا لازم ہے کہ کبھی جدا

نہیں ہو سکتا،

۴۔ وہ لوگ اس تقویٰ والے کلمے کے سب سے زیادہ مستحق اور لائق ہیں،

اور یہ بات یقینی ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل ہیں، اس لئے یہ چاروں اوصاف ان میں بھی ثابت ہوئے، اب جو شخص ان کے حق میں اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کا عقیدہ باطل اور قرآن کے صریح خلاف ہے،
نویں شہادت سورہ فتح میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، وَ

الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ

رُكْعًا سُجَّدًا أَيَّبَتَّغُونَ فَضْلًا

مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا، يَسِيئُهُمْ

فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ،

محمد اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو

ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں

اور آپس میں مہربان، تم ان کو رکوع کرتے

اور سجدہ کرتے دیکھو گے، وہ اللہ کے فضل

اور رضامندی کو تلاش کرتے ہیں، ان کی

علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر ہے

اس میں صحابہ کی تعریف یوں فرمائی گئی ہے کہ وہ کافروں کے لئے سخت اور آپس

میں بڑے مہربان اور رکوع و سجدہ کرنے والے، اللہ کے فضل و رضا کے طالب ہیں،

اب اگر کوئی شخص اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے بھی ان بزرگوں کے حق میں اس کے

خلاف عقیدہ رکھے وہ خطا کار ہے،

دسویں شہادت اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں یوں فرمایا ہے کہ:

وَلَيْكِنَ اللَّهُ حَبَبَ إِلَيْكُمْ

الْإِيمَانُ وَزَيْنَةُ فِي

قُلُوبِكُمْ وَكَرَّةَ إِلَيْكُمْ

لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارے لئے

محبوب کر دیا، اور اسے تمہارے دلوں

میں مزین کر دیا، اور کفر و فسق اور افراتفر

الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ
أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ،
تھارے لئے مکروہ کر دیا، یہی لوگ
ہدایت یافتہ ہیں۔

آیت بالا سے حسب ذیل امور کا انکشاف ہوا۔

۱۔ صحابہ کرام کو ایمان محبوب تھا،

۲۔ کفر و فسق اور گناہ مبغوض و ناپسند تھا،

۳۔ یہ لوگ راہ حق پر اور رشد و ہدایت کے ساتھ موصوف تھے،

اب ان باتوں کے خلاف اُن کے حق میں عقیدہ رکھنا سراسر خطا اور غلطی ہے،

گیارہویں شہادت | سورہ حشر میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ :-

وَأَسْطَىٰ ان مَفَاسِدِ دُطْنِ جَهَنَّمَ	لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ
كَمْ جَوْنَكَلَةٍ هُوَ آتَىٰ هِيَ	أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
أَدْرَأَ بَنِي مَالٍ هِيَ، دُصُونٌ	أَمْوَالُهُمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
اللَّهِ كَفَضْلٍ أَدْرَأَ سِ كِي	اللَّهِ وَرِضْوَانًا، وَبِنَصْرٍ
مَدْرَكَةٍ كَوَالِدَةٍ أَدْرَأَ	اللَّهِ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ
كِي، وَهِيَ لَوِي هِيَ، أَدْرَأَ	الصَّادِقُونَ، وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا
جَهَنَّمَ كِي هِيَ اس كِي	الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
مِي ان سِ سِ سِ سِ سِ سِ	يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا
هِيَ اس سِ جَوْنَكَلَةٍ كَرَأَىٰ	يَجِدُ دُونََ فِي صَدْرِهِمْ
پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں	حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ
اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے	عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوَقِّ شَيْخَ
مقدم کہتے ہیں انکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہوا بچے
نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
اوپر فاقہ، اور جو بچا گیا اپنے جی کے لالچ سے
الْمُفْلِحُونَ۔
سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

اس میں حق تعالیٰ شانہ نے مہاجرین و انصار کے چھ اوصاف بیان فرماتے ہوئے
ان کی تعریف فرمائی ہے:-

۱۔ ان مہاجرین کی ہجرت دنیا کے لئے ہرگز نہ تھی، بلکہ محض خالص رضائے الہی
حاصل کرنے کے لئے تھی،

۲۔ یہ لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کے دین کے مددگار تھے،

۳۔ یہ لوگ اپنے قول و فعل میں صادق تھے،

۴۔ انصار اُن لوگوں سے محبت رکھتے تھے جو مدینہ ہجرت کر کے آتے تھے،

۵۔ انصار اس وقت مسرور و خوش ہوتے ہیں جب مہاجرین کو کوئی چیز ملتی ہی،

۶۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو باوجود اپنی احتیاج کے اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے،

یہ چھ صفات کمال ایمان پر دلالت کرتی ہیں، اب جو شخص اُن کے حق میں اس کے

خلاف عقیدہ رکھے گا وہ سخت غلطی پر ہے، یہ فقراء مہاجرین جن کے گزشتہ اوصاف

قرآن نے بیان کئے ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ سے خطاب کیا کرتے تھے

یا خلیفۃ رسول اللہ، ادھر اللہ اُن کے سچے ہونے کی شہادت دے رہا ہے تو ضروری بات

ہے کہ وہ اس قول میں بھی سچے ہوں، اور جب یہ بات ہے تو ان کی امامت کی صحت

کا یقین کرنا ضروری ہے،

بارہویں شہادت [سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:-

”تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے
نکالایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور
برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان
رکھتے ہو۔“

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ،

اس میں خدا نے صحابہؓ کی تین صفات بیان کیں :-

- ۱۔ یہ لوگ تمام امتوں میں بہترین جماعت ہیں،
- ۲۔ یہ لوگ ہمیشہ نیکی کی تعلیم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں،
- ۳۔ یہ لوگ اللہ پر ایمان لانے والے تھے،

غرض اس قسم کی اور دوسری آیات بھی موجود ہیں، مگر میں عیسیٰ علیہ السلام کے
حواریوں اور بارہ اماموں کی شمار کے مطابق صرف بارہ قرآنی قیمتیں پیش کر رہا ہوں، البتہ
اہل بیت رضی اللہ عنہم کے پانچ اقوال پختن کے عدد کی موافقت کرتے ہوئے نقل
کرتا ہوں :-

اہل بیت کی شہادتیں خلفائے ثلاثہ کے حق میں

پہلی شہادت | (۱) شیعوں کی نہایت ہی معتبر کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا ارشاد گرامی اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ:

”فلاں شخص کتنا اچھا اور بہترین ہے، کیونکہ اس نے (۱) کبھی کو سیدھا کیا،
(۲) سنگین بیماری کا علاج کیا (۳) سنت کو قائم اور جاری کیا، (۴) بدعت کی

لے اصل میں لفظ یہ ہے: ”وَدَاوِيَ الْعَمَدَ“ عَمَدَ (من) عَمَدَ آ کے معنی ہیں ”بیماری کا کسی کو کمزور کر دینا“ اسی
مناسبت سے یہاں ترجمہ ”بیماری سے گرد یا گیا ہے“ ۱۲ نقل

مخالفت کی (۵) دنیا سے پاکدامن کیا (۶) بہت کم عیب و اَلاتقار (۷) بہترین افعال کرتا رہا (۸) بڑے افعال سے محترز رہا (۹) اللہ کی منہ باندازی کرتا رہا (۱۰) اللہ سے اس کے حقوق میں سب زیادہ ڈرنے والا تھا، خود تو چلا گیا، لیکن لوگوں کو مستشارانہ پر آگندہ چھوڑ گیا، کہ اس میں گمراہ کے لئے کوئی ہدایت ملے گی صورت اور ہدایت یافتہ کے لئے کوئی یقین کی شکل نہیں ہے۔

اس کلام میں فلاں شخص سے مراد اکثر شارحین کے نزدیک بالخصوص شایخ بحرانی کی رائے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور بعض شارحین کے نزدیک اس کا مصداق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر یا عمرؓ کے دس اوصاف اس ارشاد میں شمار کئے جن کا پایا جانا ان میں ضروری ہے، اور چونکہ یہ اوصاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرا کے مطابق ان حضرات کی وفات کے بعد بیان کئے جا رہے ہیں، اس لئے اُن کی خلافت کے صحیح ہونے میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں رہتی،

دوسری شہادت شیعوں کے بڑے فاضل معتمد علی بن عیسیٰ اردبیلی اثنا عشری کی تصنیف کشف الغمۃ میں لکھا ہے کہ:

”امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے جڑاؤ تلوار کی نسبت مسئلہ پوچھا کہ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ بیشک جائز ہے، کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے بھی جڑاؤ تلوار استعمال فرمائی ہے۔ راوی نے کہا کہ کیا آپ اس قسم کی بات کہتے ہیں؟ یہ منکر امام موصوف جوش میں آکر اپنی سند سے کوڑے، اور منہ لایا کہ بیشک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں، بے شک وہ صدیق ہیں، جو

اُن کو صدیق نہ مانے اللہ دنیا و آخرت میں اس کی بات نہ مانے ۛ
 امام موصوف کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابو بکرؓ یقیناً صدیق ہیں اور
 ان کی اس صفت کا انکار کرنے والا دنیا و آخرت میں جھوٹا ہو گا،
تیسری شہادت حضرت علیؓ کے بعض خطوط میں جو شارحین نہج البلاغہ نے
 نقل کئے ہیں، ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں یوں فرمایا گیا ہے کہ:

”مجھ کو اپنی زندگی کی قسم، اسلام میں ان دونوں بزرگوں کا پایہ بہت بلند ہے،
 اسلام کے لئے ان دونوں کی شہادت بہت بڑا نقصان ہے، اللہ ان دونوں
 پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اور ان کے بہترین اعمال کا ان کو صلہ عطا کرے ۛ
چوتھی شہادت شیعہ اثنا عشریہ کے بہت بڑے عالم مصنف کتاب نفصول نے
 امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے کہ:

”امام موصوف نے اُن لوگوں سے جو ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی
 اور نکتہ چینی میں مصروف تھے فرمایا کہ کیا تم مجھ کو یہ بات نہ بتاؤ گے کہ تم ان
 مباحسین میں سے ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے محض خدا کی خوشنودی
 حاصل کرنے، اور اللہ اور رسول کی مدد کے لئے جہاد کر رہے تھے؟ انھوں نے
 جواب دیا کہ نہیں ہم ان لوگوں میں داخل نہیں ہیں، فرمایا تو کیا تم اُن لوگوں
 میں سے ہو جو مدینہ میں مباحسین کی آمد سے قبل مقیم چلے آتے تھے، اور
 ایمان لا چکے تھے، اور جو مباحسران کے پاس پہنچتا تھا وہ اس سے محبت کرتے
 تھے؟ انھوں نے کہا ہم لوگ اُن میں سے بھی نہیں ہیں، فرمایا کہ تم نے خود
 اعتراف کر لیا کہ تم ان دونوں جماعتوں میں داخل نہیں ہو، اور میں گواہی

دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت اللہ نے فرمایا کہ :-
 وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
 الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ
 آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

اب ظاہر ہے کہ صدیقؑ، فاروقؑ، اور ذی النورینؑ کے حق میں بدگوئی کرنے والے
 ان تینوں جماعتوں سے خارج ہوئے، جن کی اللہ نے مدح فرمائی ہے، اور جس کی شہادت
 امام موصوف بھی دے رہے ہیں،

پانچویں شہادت ^(۴) وہ تفسیر جو امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہو
 اس میں یوں کہا گیا ہے کہ :

اللہ نے آدمؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد
 اصحاب سے محبت رکھنے والے ہر شخص پر اتنی رحمت نازل کروں گا کہ اگر اس کو
 تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے جو ابتداء دنیا سے قیامت تک پیدا ہونے والی ہو
 اگرچہ وہ کافر ہی ہوں تو وہ اس رحمت کی بناء پر مومن اور نیک انجام ہو کر مستحق
 جنت بن جائیں گے، اور جو شخص محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یا اصحاب سے
 یا ان میں سے کسی ایک سے بغض و دشمنی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا شدید
 عذاب عطا کرے گا کہ اگر اس کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو ہلاک کر دے ۝

۱۱ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما،
 اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے، اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے
 کوئی کھوٹ نہ رکھ، اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ آپ مہربان اور رحیم ہیں ۝ تقی

معلوم ہوا کہ محبت وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اصحاب و دونوں سے ہو، نہ کہ صرف ایک سے، اور یہ کہ اولاد یا اصحاب میں سے کسی ایک سے دشمنی اور بغض ہلاکت کے لئے کافی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم کو صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظام میں اعتقاد اور ہگمانی کرنے سے بچائے، اور ہمارے قلوب میں مرتے دم تک ان کی محبت باقی رکھو۔ ان بے شمار آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث کی بناء پر اہل حق نے صحابہ کرام کی تعظیم و احترام و ادب کو واجب قرار دیا ہے،

احادیث پر دوسرا اعتراض

محدثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بعد پیدا ہوئے،

حدیث کی کتابوں کے مؤلفین نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور معجزات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے نہیں کیا، اور نہ آپ سے آپ کے اقوال بلا واسطہ سنے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سو دو سو سال بعد وہ اقوال تو اترے سنا سنے اور ان کو جمع کر لیا، بلکہ ان میں سے نصف مقدار معتبر نہ ہونے کی وجہ حذف کر دی،

جواب

یہ بات تیسری فصل میں ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے کہ زبانی روایت جمہور اہل کتاب کے نزدیک معتبر ہے، اور اس کا معتبر ہونا اُس موجودہ انجیل سے بھی ثابت ہو جو آجکل رائج ہے، اور فرقہ پروٹسٹنٹ تو بے شمار چیزوں میں جن کی تعداد مانی سیک اسقف کے اقرار کے مطابق چھ سو ہے، زبانی روایت کا اعتبار کرنے پر مجبور ہے، نیز یہ کہ

سفر امثال کے پورے پانچ باب حذقیہ کے زمانے میں سلیمان علیہ السلام کی وفات سے بھی دو سو ستر سال بعد زبانی روایتوں سے جمع کئے گئے ہیں، اسی طرح انجیل مرقس اور انجیل یوحنا اور کتاب الاعمال کے ۱۹ باب صرف زبانی روایتوں سے لکھے گئے ہیں،

یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ اہم اور عظیم الشان واقعات و معاملات محفوظ بھی رہتے ہیں، اور زمانے کا امتداد بھی اُن پر اثر انداز نہیں ہوتا، اور یہ کہ تابعین حضرات نے احادیث کو کتابوں میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا، البتہ انھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب کے موافق اپنی کتابوں کو ترتیب نہیں دیا تھا،

ان کے بعد تبع تابعین نے فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا، پھر ان سب کے بعد بخاریؒ اور دوسری صحاح کے مؤلفوں نے صرف صحیح حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کیا، اور کمزور حدیثوں کو ترک کر دیا، نیز صحاح کے ہر مؤلف نے ہر حدیث کو اپنے سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری سند کے ساتھ نقل کیا، اسی طرح اسماء الرجال کے نام سے عظیم الشان فن قائم کیا، اور کتابیں تصنیف کیں، جس کے ذریعے حدیث کے ہر راوی اور ناقل کا پورا پورا حال باسانی معلوم ہو سکتا ہے، نیز یہ کہ مسلمان صحیح حدیث کا کیونکر اعتبار کرتے ہیں؟

ان جملہ امور کے معلوم ہونے کے بعد مسلمانوں پر اس سلسلے میں کوئی بھی عہد میں واقع نہیں ہو سکتا، اس طرح اُن کا یہ کہنا کہ ساری روایتیں تواتر کے ساتھ سنیٰ اور نصیحہ غلط اور معتبر نہ ہونے کی وجہ سے ساقط کر دی یہ بات غلط ہے، اس لئے محدثین کسی ایسی حدیث کو جو تواتر کے ساتھ سنی گئی ہو معتبر نہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں کر سکتے، کیونکہ ایسی حدیث تو محدثین کے نزدیک واجب الاعتبار ہے، ہاں بیشک

ان ضعیف حدیثوں کو ضرور چھوڑ دیا جن کی سندیں کا بل نہ تھیں اور ان کا چھوڑنا مضر نہیں، جیسا کہ ناظرین دوسرے باب میں آدم کلارک کی شہادت معلوم کر چکے ہیں، وہ کہتا ہے کہ:

یہ بات محقق ہے کہ بہت سی جھوٹی انجیلیں عہدِ مسیحی کی ابتدائی صدیوں میں رائج تھیں، ان غیر صحیح اور جھوٹی روایات کی بکثرت نے لوقا کو جدید انجیل مرتب کرنے پر آمادہ کیا، اور اس قسم کی جھوٹی انجیلوں کی تعداد سے زیادہ مذکور پائی جاتی ہے، اس قسم کی جھوٹی انجیلوں کے بہت سے اجزاء آج بھی باقی ہیں چنانچہ ٹا برکا یوس نے ان جھوٹی انجیلوں کو جمع کر کے تین جلدوں میں طبع کیا ہے۔

تیسرا اعتراض

بعض احادیث خلاف واقعہ ہیں؛

یہ کہ ہر عاقل غیر متعصب جان سکتا ہے کہ اکثر حدیثوں کے معانی صادق اور واقع کے مطابق نہیں ہیں،

جواب

یہ ہے کہ کوئی صحیح حدیث اس قسم کی پیش نہیں کی جاسکتی جس کا مضمون ممتنع اور محفل کے خلاف ہو، اب رہے وہ معجزات جو عادات کے خلاف ہیں یا جنت و دوزخ کے بعض حالات یا فرشتوں کے احوال جن کی نظیر اس دنیا میں موجود نہیں ہے، سو اگر وہ ان چیزوں کو اس لئے مستبعد اور بعید سمجھتے ہیں کہ وہ دلائل کی بناء پر محال ہیں، تو

عیسائی حضرات کے ذمہ اُن دلائل کا پیش کرنا ضروری ہوگا، اور ہمارے ذمے اُن کا جواب دینا بیشک لازمی ہوگا،

اور اگر وہ محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ بایں محض عادت کے خلاف ہیں، یا اس دنیا میں ان کی مثالیں یا نظیریں نہیں پائی جاتیں، تو یہ چپسز ہمارے لئے بالکل مضری نہیں ہے، کیونکہ اگر معجزہ عادت کے موافق ہو تو وہ حقیقت میں معجزہ ہی نہیں ہو سکتا، بھلا بتائیے کہ لاشمی کا اثر دہا بن جانا، اور پھر اس کا تمام جادو گروں کے سانپوں کو مگنل جانا، پھر اس کا بغیر حجم میں کمی بیشی کے اپنی پہلی حالت پر واپس ہو کر لاشمی بن جانا، اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزے عادت کے خلاف نہیں ہیں؟ اسی طرح کیا اُس دوسرے عالم کو اس دنیا پر اور وہاں کی اشیاء کو یہاں کی چیزوں پر قیاس کرنا یہ غلط قیاس نہیں ہے؟ بے شک اگر کوئی قطعی دلیل ایسی موجود ہے جس سے عالم آخرت میں اس شے کے یقینی طور پر محال ہونے پر دلالت ہو رہی ہو تو بے شک اس حالت کو محال تسلیم کیا جاسکتا ہے، لیکن بغیر کسی قطعی دلیل کے عالم آخرت میں اس کے وجود سے انکار کی جرات نہیں کی جاسکتی،

کیا ایسی موٹی بات ان لوگوں کو نظر نہیں آتی کہ دنیا کے مختلف حصوں اور اقلیموں کا حال یکساں نہیں ہے، ایک چیز جو ایک اقلیم میں پائی جاتی ہے اس کا دوسری اقلیم میں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا، اب اگر ایک اقلیم کا شخص بعض ایسی عجیب چیزوں کا حال

۱۵ دیکھئے خروج ۴: ۱۶، ۱۷،

۱۶ قدیم علمائے جغرافیہ نے زمین کو اس کی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے سات حصوں پر منقسم کیا تھا، ان میں سے ہر حصے کو "اقلیم" کہا جاتا ہے، نفی

سنتا ہے، جو دوسری اقلیم کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کو ضرور وہ مستبعد اور بعید معلوم ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس کا انکار کرنے لگتا ہے، مگر یہ بات تب ہوتی ہے جب کہ اس نے بلا تواتر یہ بات سنی ہو،

اسی طرح بعض چیزیں جو کسی ایک زمانے میں بعید معلوم ہوتی ہیں دوسرے وقت میں مستبعد نہیں معلوم ہوتیں، چنانچہ سمندری راستوں کو اس قدر تیزی کے ساتھ مشینیں جہازوں کے ذریعہ یا خشکی کی مسافت کو اتنی تیزی کے ساتھ موٹروں کے ذریعے طے کر لینا جو ہمارے زمانے میں ایک عام بات ہو چکی ہے، ان جہازوں اور موٹروں کی ایجاد سے پہلے لوگوں کے نزدیک نہایت بعید اور مستبعد سمجھا جاتا تھا، اسی طرح ٹیلیگرام یا تار برقی کے ذریعے ایک ڈسکینڈ میں ہزاروں میل دور کی خبر کا پہنچ جانا ان آلات کی ایجاد سے پہلے یقیناً لوگوں کی نظروں میں مستبعد تھا، لیکن ان چیزوں کی ایجاد اور ان کے مشاہدہ اور امتحان کے بعد اب وہ بعید اور مستبعد نہیں رہا،

مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ معترضین عیسائی حضرات کی یہ پرانی عام عادت ہے کہ وہ انصاف کی آنکھ بند کر کے ہر اس چیز کی نسبت جو ان کی نگاہ و خیال میں مستبعد معلوم ہوتی ہے محال ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں، علمائے پروٹسٹنٹ نے یہ نامعقول عادت اپنی قوم کے ان لوگوں سے سیکھی ہے جن کو ملحد اور بددین کہتے ہیں، مگر ان علماء پر سخت حیرت ہوتی ہے کہ خود ان کی کتابیں بے شمار غلط چیزوں سے بھری پڑی ہیں، جن کا کچھ نمونہ باب اول کی تیسری فصل میں ہم نقل کر آئے ہیں، ان معترضین کو اپنے ہم قوم لوگوں کے استیساد سے ہوش نہ آیا، اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ان دہریوں نے معترضین کے ساتھ کیا تھا، حالانکہ ان ملحدوں نے عیسائیوں کے عقیدوں اور روایتوں

کو جو عقل کے خلاف سمجھا تھا وہ یقیناً زیادہ وزنی تھا، اور یہ عیسائی حضرات جو اعتراضات حدیثوں پر کرتے ہیں وہ ان کی نسبت سے بہت کمزور ہیں، ہم نمونے کے طور پر ان مقامات کو ذکر کرتے ہیں جن کا مذاق دہریوں اور ملحدوں نے اڑایا ہے، مثلاً

عیسائی تعلیمات پر دہریوں اور ملحدوں کا استہزاء

پہلی شہادت (۱) کتاب گنتی باب ۲۲ آیت ۲۸ میں ہے :

”عبد خداوند نے گدھی کی زبان کھول دی اور اس نے بلعام سے کہا میں نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے، کہ تو نے مجھے تین بار مارا؟ بلعام نے گدھی سے کہا اس لئے کہ تو مجھے چڑایا، کاش! میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تجھے ابھی مار ڈالتا، گدھی نے بلعام سے کہا، کیا میں تیری دہی گدھی نہیں ہوں جس پر تو اپنی ساری عمر آج تک سوار ہوتا آیا ہے؟ کیا میں تیرے ساتھ پہلے کبھی ایسا کرتی تھی؟ اس نے کہا نہیں۔“

(آیات ۲۸ تا ۳۰)

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۲، صفحہ ۶۳۶ میں لکھتا ہے کہ کافر لوگ کچھ دنوں سے گدھی کے بلعام سے باتیں کرنے کا انکار کرنے لگے ہیں، اور اس چیز کا مذاق اڑاتے ہیں،

۱۔ بلعام بن بعلجے موآبیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف لڑنے کے لئے بلایا تھا، بائبل میں ہے کہ جب بلعام ان کی دعوت پر موآب جا رہا تھا، تو راستے میں اس کی گدھی خدا کے فرشتے کو دیکھ کر رگ گئی، بلعام نے اُسے مارا تو اس نے یہ بات کہی،

دوسری شہادت کتاب سلاطین اول کے باب، میں ہے کہ: کوئے عرصہ دراز تک

ایلیا پیغمبر کے لئے گوشت اور روٹی لاتے رہے، اور یہ چیز ان کے ہم قوموں کے خیال میں محض ایک گپ ہی، جس پر وہ ہنستے ہیں، یہاں تک کہ ان کا مشہور محقق ہورن بھی اُن کا ہم خیال ہو گیا، اور اپنے مفسرین اور مترجمین کو تین دجہ سے احمق اور بے وقوف قرار دیا، جیسا کہ آپ کو باب کی تیسری فصل میں معلوم ہو چکا ہے،

تیسری شہادت کتاب حزقی ایل باب آیت ۴ میں جو واقعہ ہے ہم اے عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق نقل کرتے ہیں:

”پھر تو اپنی بائیں کر دٹ پر لیٹ رہ، اور بنی اسرائیل کی بدکرداری اس پر رکھ دے
جنے دنوں تک تو لیٹا رہے گا تو ان کی بدکرداری برداشت کرے گا، اور میں نے انکی
بدکرداری کے برسوں کو ان دنوں کے شمار کے مطابق جو تین سو نوے دن ہیں تجھ پر
رکھا ہے، سو تو بنی اسرائیل کی بدکرداری برداشت کرے گا، اور جب تو ان کو
پورا کر چھے تو پھر اپنی داہنی کر دٹ پر لیٹ رہ، اور چالیس دن تک بنی یہوداہ
کی بدکرداری کو برداشت کر، میں نے تیرے لئے ایک ایک سال کے بدلے
ایک ایک دن معتر کیا ہے، پھر تو یروشلم کے محاصرے کی طرف مڑ کر، اور
اپنا بازو دنگا کر، اور اس کے خلاف نبوت کر، اور دیکھ میں تجھ پر بندھن ڈالوں گا
کہ تو کر دٹ نہ لے سکے، جب تک کہ اپنے محاصرے کے دنوں کو پورا نہ کرے۔“

۱۵ دیکھئے صفحہ ۳۸۱ جلد اول،

۱۶ یہ بائبل کے بقول حضرت حزقی ایل علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے حکم سنا یا جا رہا ہے،

اور تو اپنے لئے گیسوں اور بخار اور باقلا اور مسور اور چنا اور باجر لے، اور اُن کو ایک ہی برتن میں رکھ، اور ان کی اتنی روٹیاں پکھنے دنوں تک تو پہلی کروٹ پر لیٹا رہوگا، تو تین سو نوے دنوں تک اُن کو کھانا، اور تیرا کھانا وزن کر کے بیس مثقال روزانہ ہوگا جو تو کھاتے گا، تو گلے گلے کھانا، تو پانی بھی ناپ کر ایک صین کا چھتا پئے گا، تو گلے گلے پینا، اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو اُن کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے اُن کو لٹھیرنا۔ (آیات، ۱۲)

اس میں اللہ تعالیٰ نے حزقیال علیہ السلام کو تین حکم دیئے

- ۱۔ اپنی بایں کروٹ پر تین سو نوے دن تک سوتے رہیں، اور اولاد اسرائیل کے گناہوں کو برداشت کریں، پھر داہنی کروٹ پر چالیس دن تک سوتیں اور یہوداہ کی اولاد کے گناہ اپنے اوپر لادیں،
- ۲۔ اور شلیم کے محاصرے کے وقت سامنے کی جانب مُنہ رکھیں اس حالت میں کہ ہاتھ بندھے ہوں، اور جب تک محاصرے کی مدت پوری نہ ہو ایک جانب سے دوسری جانب متوجہ نہ ہوں،

- ۳۔ ۳۹۰ دن تک روزانہ ایک روٹی کو انسان کا پانہ لگا کر کھاتے رہیں،
- ان کے ہم قوم ان احکام کا مذاق اڑاتے ہیں، اور اُن احکام کے منجانب اللہ

۱۵ یعنی نوبہ

۱۶ انبارالحق میں ایسا ہی ہے: (تَلَطَّخَهُ بِزَيْلٍ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ) لیکن موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں "انسان کی نجاست سے اُن کو بچانا" جس سے مفہوم بالکل ہی بدل جاتا ہے، نفی

ہونے کو مستبعد سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ باتیں واہیات اور عقل کے خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقدس پیغمبر کو یہ حکم ہرگز نہیں دے سکتا کہ تین سو نوے دن تک روزانہ ایک روٹی انسان کی غلامت لگا کر کھاتا رہے، کیا سوائے اس ترکاری کے کوئی اور سالن موجود رہا تھا؟ ہاں بے شک ایک صورت ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ پاک لوگوں کے لئے پانخانہ بھی پاک بنا دیا گیا ہے، چنانچہ ان کے مقدس پولس کے کلام سے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ ططس کے نام اس کے خط کے باب ادل آیت ۵ میں صاف طور پر موجود ہے،

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ کتاب حزقی ایل ہی کے باب ۱۸ آیت ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کے واسطے سے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ:

”بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے“

پھر اس کے بعد خود حضرت حزقیل ہی کو چار سو تیس دن تک اسرائیل اور یہوذا کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے؟

چوتھی شہادت کتاب یسعیاہ کے باب میں ہے کہ اللہ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ تین سال تک ننگے بدن اور ننگے پاؤں رہو، اور اسی حالت میں چلو پھرو، عیسائیوں کے ہم قوم اس حکم کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، اور ہتہزار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو جو صحیح عقل ہے، مجنون بھی نہیں ہے، حکم دے رہا ہے کہ وہ تین برس تک

لے پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں“ (ططس، ۱: ۱۵)

۲۵ جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا (یسعیاہ، ۳: ۲۰)

تمام مردوں عورتوں کے سامنے مادرِ زاد بنگا پھرتا رہے؟
پانچویں شہادت ^(۵) ہوسیع کی کتاب کے بابِ اول میں لکھا ہے کہ:

”جا، ایک بدکار بیوی اور بدکار کی اولاد اپنے لئے لے لے“
 پھر اسی کتاب کے باب میں ہے کہ:

”جا، اُس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہے محبت رکھ“
 دوسری طرف کتابِ احبار کے باب ۲۱ آیت ۱۳ میں کاہن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”اور وہ کنواری عورت سے بیاہ کرے جو بیوہ یا مطلقہ یا ناپاک عورت یا فاحشہ
 ہو ان سے وہ بیاہ نہ کرے، بلکہ وہ اپنی ہی قوم کی کنواری کو بیاہ لے۔“
 اور انجیل متی کے باب ۵ میں ہے کہ:

”جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر بنگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ
 زنا کر چکا۔“

پھر کیسے ممکن ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو مذکورہ باتوں کا حکم دیدیا ہو؟
 اسی قسم کی اور بھی مستبعد باتیں ہیں، اگر کوئی صاحبِ دیکھنا چاہیں تو عیسائیوں
 کے ہم قوموں کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں،

۵ آیت ۱

۵ آیت ۲

۵ متی ۵: ۲۸

چوتھا اعتراض حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں

اکثر حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں، کیونکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا، اور حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ سے بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے، اور حدیثیں دعویٰ کرتی ہیں کہ آپ معصوم تھے، قرآن اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں گمراہی اور جہالت میں مبتلا تھے، (نعوذ باللہ) جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں وَرَجَدَكَ صَلَآةً فَهَدَىٰ يَاسِرَةً شُورَىٰ مِثْلَ مَا كُنْتَ تَذَرِىٰ مَالِكِ كِتَابٌ وَلَا إِلَٰهَ إِلَّا يَمَانٌ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّمُتْدِىٰ بِهٖ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ بِهَا دِينٌ يٰۤاَيُّهَا مَنِ اتَّبَعَ لِيُجْزَ بِمَا كَسَبَتْ يَدَاۤهُٓ اِنَّهٗ يُجْزٰى بِهٖ اِنَّهٗ لَفٰى فَوْقَ السَّمٰوٰتِ اَنْظٰرٌ اس کے برعکس حدیثیں یوں کہتی ہیں کہ آپ خلیق اور پیدا کشتی طور پر ایمان کے ساتھ موصوف تھے، اور اسی لئے آپ سے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے، قرآن حدیث کے درمیان تعارض اور مخالفت ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثبوت بہیم پہنچایا ہے،

جواب

پہلی ردِ چیزیں چونکہ ان بڑے مطاعن اور عیوب میں عیسائیوں کے نزدیک

۱۔ اور اللہ نے آپ کو بے راہ پایا پھر ہدایت دی (ضحیٰ : ۷)

۲۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے، اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اُسے ایک نور بنا دیا جس کے

ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں (شوریٰ : ۹۵)

شمار کی جاتی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اسدس میں نکالے جاتے ہیں، اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان دونوں چیزوں سے بات میں بحث کریں، جو مطاعن کے لئے مخصوص کیا گیا ہے، اُسی موقع پر دونوں کا جواب دیا جائے گا،

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَكَذَا تَفْسِيرُ | البتہ تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں "ضال" سے مراد ضال

عن الایمان" نہیں ہے کہ کافر کے معنی میں ہو سکے، اور عیسائیوں کے لئے موجب اعتراف بنے، بلکہ اس آیت کی چند تفسیریں ہیں،

اول مرفوع روایت میں منقول ہے "کہ میں بچپن میں اپنے دادا عبدالمطلب سے راستہ بھول کر الگ ہو گیا تھا، قریب تھا کہ شدتِ بھوک سے جان جاتی رہے کہ اللہ نے صبح راتے پر ڈال دیا، اور میں دادا کے پاس پہنچ گیا۔"

دوسرے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو اپنی شریعت سے ناواقف پایا، یعنی آپ کو اپنی شریعت کا علم الہامِ الہی کے بعد ہوا، یا وحی کے ذریعے، غرض خدا نے ہی شریعت کی جانب کبھی وحیِ جلی کے ذریعے اور کبھی وحیِ خفی کے ذریعے سے آپ کی رہنمائی کی، حبشائین اور بیضادی دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کو حکم و احکام کے علم سے ناواقف پایا، پس خدا نے آپ کی رہنمائی کی اور وحی کے ذریعے حکم و احکام کی تعلیم دی، اور غور و فکر کی توفیق عطا فرمائی، اسی قسم کا ارشاد موسیٰ علیہ السلام کے حق

لہ یعنی ایمان سے بھٹکا ہوا،

لَقَدْ قُلْتُ لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوعًا فَمَا قَلْبِي وَنَظَرْتُ وَأَنَا رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ بِطَرِيقٍ وَكُتِبَ بِطَرِيقٍ آخِرٍ كَمَا ذَكَرَهُ الْقُرْطُبِيُّ
وابن کثیر و البغوی (راجع تفسیر القرطبی ص ۹۹ و ۱۰۰ ج ۲۰ و تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۳ ج ۲) ،

میں آیت ذیل میں منسرایا گیا ہے: "فَعَلَّمَهَا إِذَا دَاوَا نَا مِنْ الْفِتَالَيْنِ"

تیسرے یہ کہ عربی کا اس قسم کا محاورہ ہے، جیسے کہا جاتا ہے: "مَنْ لَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ" یعنی پانی دودھ میں گھل مل گیا۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہو کہ پہلے آپ مکہ کے کافروں میں گھلے ملے تھے، اور ممتاز و نمایاں اور ان سے الگ نہ تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طاقت و رہنمائی، جس سے آپ نے خدا کے دین کو چمکا دیا، اسی معنی میں آیت ذیل میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے: "وَإِذَا احْمَلْنَا فِي الْأَرْضِ مِنْ أُمَّتَالِقِ خَلْقٍ جَدِيدٍ" چوتھے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس سے قبل نبوت کے ملنے کی کوئی توقع یا امکان نظر نہ آتا تھا، بلکہ اس کا تصور و خیال بھی آپ کو نہ ہوا تھا، کیونکہ یہود و نصاریٰ میں یہ بات عام طور پر پھیلی آتی تھی کہ نبوت صرف اسرائیل کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہے، پس ہم نے آپ کے لئے نبوت کی راہ کھول دی جس کی آپ کو کچھ بھی توقع نہ تھی،

پانچویں یہ کہ آپ اس سے پہلے ہجرت اور ترک وطن کے مجاز نہ تھے، نہ آپ کو اس کا علم تھا نہ اس کی توقع کہ وطن چھوڑنے کی اجازت اور حکم ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اذن و اجازت کے ساتھ ہجرت کی راہ کھول دی،

چھٹے یہ کہ اہل عرب ایسے درخت کو جو کسی چٹیل میدان میں یکہ دہنہ پایا جائے "ضالّہ" کہا کرتے تھے، اب آیت شریفہ کے معنی یہ ہوئے کہ گویا حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ عرب کا علاقہ اُس چٹیل بیابان کی طرح تھا جس میں کوئی ایسا درخت جس پر ایمان کا پھل آتا ہو سوائے آپ کی ذات گرامی کے کوئی نہ تھا، گویا آپ جہل و ضلالت کے

۱۰ اس آیت میں ہو کہ کیا جب ہم زمین میں گھل مل جائیں گے تو کیا پھر نئی پیدائش میں ہوں گے؟ (سجّد: ۱۰)

صحرا میں پائے جانے والے یکتا ایمان کے درخت تھے، پس ہم نے آپ کے ذریعے
خلوق کی رہنمائی کی، اسکی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہے، چنانچہ فرمایا:
”الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِينَ“

ساتویں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ قبلہ کی نسبت متعیر و حیران تھے، کیونکہ آپ کی
پُرانی آرزو تھی کہ کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جائے، لیکن آپ کو پتہ نہ تھا کہ یہ آرزو پوری ہوگی
یا نہیں! اس تعیر کو ضلال کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا، پھر اللہ نے اس کا پتہ آپ کو اس
ارشاد سے کر دیا کہ ”فَلَنُؤْتِيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا“

آٹھویں ضلال کے معنی عربی زبان میں محبت کے بھی آتے ہیں، چنانچہ آیت
”إِنَّكَ لَتَقِفُ صَلَاحَ الْقَدِّ يَوْمَ“ میں محبت ہی کے معنی مراد ہیں، اب مطلب یہ
ہوا کہ آپ محب اور اللہ کے عاشق تھے، پس ہم نے آپ کی رہنمائی ان احکام شرعیہ
کی جانب کی جن کے ذریعے آپ کو اپنے محبوب کے تقرب کی دولت نصیب ہو جا،
نویں یہ مطلب ہے کہ ہم نے آپ کو اپنی قوم میں کس مہر کی حالت میں پایا کہ
وہ لوگ آپ کو اذیتیں دیتے چلے جاتے تھے، اور آپ کی شخصیت کا قطعی احترام ملحوظ
کرتے تھے، پس آپ کے مشن اور تحریک کو طاقتور بنا کر آپ کو ان کا حاکم اور والی بنادیا

۱۔ حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ ”الترمذی بنی عن ابی ہریرۃ بسند فیہ دین و لفظہ الکلمۃ المحکمۃ
ضالۃ المؤمن“ ذکرہ التبریزی فی کتاب العلم من مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۴، طبع کراچی،
۲۔ ہم آپ کو ایسا قبلہ دیدیں گے جو آپ کو پسند ہوگا“ (بقرة)
۳۔ بلاشبہ تم اپنی پُرانی گمراہی میں ہو: (یوسف) یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ
کہا تھا، اور یہاں ظاہر ہے کہ ضلال سے مراد محبت ہے، تقی

دسویں یہ کہ اس سے قبل آپ کو آسمانی راستوں اور راہوں کا پتہ نہ تھا، شب معراج کے ذریعہ ہم نے آپ کی رہنمائی آسمانی راستوں کی جانب فرمائی، گیارہویں یہ کہ ہم نے آپ کو بھولنے والا پایا، پس آپ کو یاد دلادیا، یعنی شب معراج میں حضوری کے وقت اللہ کی ہیبت اور خشیت کی وجہ سے اس موقع پر دربار شاہی کے آداب کے تحت جو کچھ آپ کو عرض کرنا چاہیے تھا وہ آپ بھول گئے تھے، اللہ نے آپ کو خدا کی حمد و ثناء کا مضمون یاد دلادیا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ لا اھسى ثناء علیک، اس معنی کے لئے اس آیت میں ضلال کا لفظ استعمال ہوا ہے، "ان تصل احدھما فقد کما احدھما الاخریٰ"۔

بارہویں حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ آپ کو احکام قرآنی کے بیان و توضیح میں متحیر اور حیران پایا، پس آپ کو اس کی توضیح و تفسیر کا طریقہ بتادیا، آیت ذیل اس پر شاہد ہے:

وَاَنْزَلْنَا لَكَ الذِّكْرَ لَتَبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ اِلَيْهِمْ ۝

نیز آیت ذیل بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے: لَا تُحَوِّلُ بِهٖ اِسْمًا تَكُ لِتُجَلَّ

۱۔ گواہ عزیز میں دیکھیں ہونی چاہئیں؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے ۱۱

۱۲۔ اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اتارنا کہ آپ لوگوں کے سامنے کھول کھول کر وہ باتیں بیان فرمادیں جو ان کے لئے اتاری گئی ہیں" (نحل)

۱۳۔ روایات میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت آپ قرآنی آیات کو یاد کرنے کے لئے انہیں ساتھ ساتھ دہراتے تھے کہ بھول نہ جائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اپنی زبان کو اس (قرآن) کے ساتھ حرکت مت دو تاکہ تم اس کے ساتھ جلدی کرو، بلاشبہ ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہے، پھر جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کی اتباع کیجئے، پھر اسے تشریح و تبیین بھی ہمارے ذمہ ہے" (قیامہ)

یا پھر ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ آیت ذیل وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ میں ایمان سے مراد نماز ہے، اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ قرآن اور نماز سے وقف نہ تھے، اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے قبل اس نماز کی کیفیت کا جو بعد کو آپ کی شریعت میں مشروع ہوئی ہے علم نہیں تھا، یا پھر ایمان سے مضاف محذوف ہونے کی بناء پر اہل ایمان مراد ہیں، یعنی آپ کو قرآن اور اہل ایمان کا علم نہ تھا، کہ کون لوگ آپ پر ایمان لائیں گے، اور مضاف کا محذوف ہونا کتب مقدسہ میں بکثرت موجود ہے چنانچہ ۱۔

مُضَاف محذوف ہونے کی شہادت کتب مقدسہ

زبور نمبر ۸، آیت نمبر ۲۲ میں ہے:

”ہیں خداوند یہ سنکر غضبناک ہوا، اور یعقوب کے خلاف آگ بھڑک اٹھی، اور

اسرائیل پر قہر ٹوٹ پڑا“

اور کتاب یسعیاہ باب نمبر ۷، آیت نمبر ۴ میں ہے:

”اور اس وقت یوں ہوگا کہ یعقوب کی حشمت گھٹ جائیگی، اور اس کا چہرہ بی دار بدن

دُجلا ہو جائے گا“

اور یسعیاہ باب ۴۳ آیت ۲۲ میں ہے:

”تو بھی اے یعقوب! تو نے مجھے نہ پکارا بلکہ اے اسرائیل! تو مجھے تنگ آگیا“

۱۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان کو منائع کرنے والا نہیں ہے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

۲۔ موجودہ زبور ۷۸: ۲۱،

اور آیت ۲۸ میں ہے :

”اس لئے میں نے مقدس کے امیروں کو ناپاک ٹھہرا دیا، اور یعقوب کو لعنت اور اسرائیل کو طعنہ زنی کے حوالے کیا۔“

اور کتاب یرمیاہ باب نمبر ۳ آیت نمبر ۶ میں ہے :

”اور یوسیاہ بادشاہ کے ایام میں خداوند نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو نے دیکھا برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے ! وہ ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک درخت کے نیچے گئی اور وہاں بدکاری کی، اور جب وہ یہ سب کچھ کر چکی تو میں نے کہا وہ میری طرف واپس آئے گی، پر وہ نہ آئی، اور اس کی بے وفابہن یہوداہ نے یہ حال دیکھا، پھر میں نے دیکھا کہ جب برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب میں نے اس کو طلاق دیدی اور اسے طلاق نامہ لکھ دیا، تو بھی اس کی بے وفابہن یہوداہ نہ ڈری، بلکہ اس نے بھی جا کر بدکاری کی، اور خداوند فرماتا ہے کہ باوجود اس سب کے اس کی بے وفابہن یہوداہ بچے دل سے میری طرف نہ پھری، بلکہ ریاکاری سے اے برگشتہ اسرائیل واپس آ ! (آیات ۱۲ تا ۱۶)

اور کتاب ہوسیع باب نمبر ۳ آیت نمبر ۱۵ میں ہے :

”اے اسرائیل ! اگرچہ تو بدکاری کرے تو بھی ایسا نہ ہو کہ یہوداہ بھی گنہگار ہو، کیونکہ اسرائیل نے سرکش بھیا کی مانند سرکشی کی ہے اسرائیلیم بتوں سے مل گیا ہے“ (آیات ۱ تا ۱۵)

اور ہوسیع باب نمبر ۸ میں ہے :

”اسرائیل نے بھلائی کو ترک کر دیا“ اسرائیل بھلا گیا، اب وہ

قوموں کے درمیان ناپسندیدہ برتن کے مانند ہوں گے..... اسرائیم نے
گہنگاری کے لئے بہت سی تیریاں گاہیں بنائیں..... اسرائیل نے اپنے
خان کو فراموش کر کے بت خانے بنائے ہیں: (علی الترتیب آیات ۲، ۸، ۱۱، ۱۲)

اب ان عبارتوں میں مضاف کا حذف ماننا نہایت ضروری ہے، ورنہ خدا کی
پناہ یہ لازم آئے گا کہ یعقوب علیہ السلام مغضوب علیہ اور کم بزرگی والے اور خدا کی
طرف دعوت نہ دینے والے اور قاتل و ناشکرے اور ان کی نافرمان ہوئی ہر درخت
کے نیچے زنا کرنے والی تھی، اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے نہ تھے، اور سرکش
بچھیا کی طرح تھے، اور نیکی کو حقیر سمجھنے والے تھے، اور ناپاک برتن کی مانند اور خدا کو
بھولے ہوئے تھے،

پانچوال اعتراض حدیثوں میں تعارض و اختلاف

حدیثوں میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہے،

جواب

ہمارے نزدیک معتبر حدیثیں وہ ہیں جو کتب صحاح میں منقول ہیں، اور جو حدیثیں
ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہیں، اور
نہ صحیح حدیثوں سے ان کا تعارض ممکن ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ ابتدائی صدیوں میں
سٹر سے زیادہ پائی جانے والی انجیلیں عیسائی حضرات کے نزدیک موجودہ چار انجیلوں کے

معارض نہیں ہو سکتیں،

اور صحیح حدیثوں میں اگر کہیں تعارض بظاہر نظر آتا ہے تو وہ عموماً معمولی تاقل کے بعد دور ہو جاتا ہے، اور پھر بھی یہ اختلاف اتنا شدید نہیں ہو سکتا جس قدر ان کی مفت میں کتابوں کی روایتوں میں آج تک چلا آ رہا ہے، چنانچہ پہلے باب میں اس کے ۱۲۴ نمونے آپ دیکھ چکے ہیں، اور اگر ہم ان کی مقبول کتابوں میں سے ایسے اختلاف نقل کرنے لگیں جس قسم کے عیسائی لوگ بعض صحیح حدیثوں میں ثابت کرتے ہیں تو کوئی باب بھی اس قسم کے اختلاف سے خالی نہیں ملے گا،

جن لوگوں کو علمائے پروٹسٹنٹ ملحد اور بد دین کہتے ہیں انھوں نے اس قسم کے اختلافات بہت کچھ نقل کئے ہیں، اور ان کا خوب مذاق اڑایا ہے، اگر کوئی صاحب دیکھنے کا شوق رکھتے ہوں تو وہ ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں، ہم بھی بطور نمونے کے جان کلاک کی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۹ء لندن سے اور کتاب اکیہو مو مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ء وغیرہ سے ۲۵ اختلافات جو اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں ہیں دونوں عہدوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، اور صرف اختلافات کے نقل کرنے پر اس لئے اکتفا کرتے ہیں کہ معجزین (خدا ان کو ہدایت دے) نے اگرچہ ان اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے ادب کے حدود سے تجاوز کیا ہے، مگر یہ تجاوز اس گستاخی اور بے ادبی سے بھر بھی کم ہے، جو ان کے کلام میں

لے نصاریٰ تسلیم کرتے ہیں کہ ابتداء میں بہت سے لوگوں نے انجیلیں لکھی تھیں، ان انجیلوں میں بہت سی باتیں اناجیل اربعہ کے خلاف بھی ہیں، لیکن وہ لوگ چار انجیلوں کی بات کو درست قرار دیکر باقی تمام روایات کو رد کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اناجیل اربعہ سندا قومی ہیں، اور باقی انجیلیں ان کے مقابلے میں کمزور، اس لئے کوئی تعارض نہیں،

انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع کرتے وقت بالخصوص مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے وقت کی جاتی ہے، چنانچہ اختلاف نمبر ۲۴ میں جو قول ہم ضمننا نقل کریں گے اس سے آپ کو یہ بات واضح ہو جائے گی، اور یہ اعتراض ہم نے صرف ناظرین کی بصیرت میں اٹھا کرنے کی غرض سے نقل کئے ہیں تاکہ معلوم ہو جا کہ علماء پر دسترسٹ جس قسم کے اعتراضات صحیح حدیثوں پر کرتے ہیں وہ ان اعتراضات سے بہت ہی خفیف اور ہلکے ہیں جس قسم کے اعتراض ان کے ہم قوم مقدس کتابوں کے مضامین پر کرتے ہیں، میں نے ان اعتراضات کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک وہ ٹھیک اور مناسب ہیں، بلکہ ہم تو دونوں فریق کی لغویات سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، اور پناہ مانگتے ہیں، مگر نقل کفر کفر نباشد کے ماتحت بیان کئے جاتے ہیں،

مقدس کتابوں کے اختلافات جو محدثین نے بیان کئے ہیں

اختلاف نمبر ۱۔

زبور نمبر ۱۴ کی آیت ۸ میں ہے:

خداوند رحیم و کریم ہے، وہ قبر کرنے میں دھیما اور خفقت میں غنی ہے، خداوند

سب پر مہربان ہے۔ (آیت ۸ د ۹)

اور کتاب سموئیل اول باب نمبر ۶ آیت نمبر ۱۹ میں ہے:

”اور اس نے (یعنی خدا نے) بیت شمس کے لوگوں کو مارا، اس لئے کہ انہوں نے خداوند

کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اُس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے۔“

ذرا خدا کی بیشمار رحمتی اور بردباری ملاحظہ کیجئے، کہ خاص اپنی قوم کے پچاس ہزار ستر انسانوں

کو کس بیدردی کے ساتھ معمولی خطا پر قتل کر ڈالا؟

اختلاف نمبر ۲۔

کتاب استثناء باب نمبر ۳۲ آیت نمبر ۱ میں ہے:
 ”وہ خداوند کو دیرانے اور سولے ہولناک بیابان میں ملا، خداوند اس کے چوگرورہا
 اس نے اس کی خبر لی اور اسے اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح رکھا۔
 اور کتاب گنتی باب نمبر ۲۵ آیت نمبر ۲ میں ہے:

”تب خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا، اور خداوند نے موسیٰ سے کہا قوم کے
 سب مرداروں کو پکڑ کر خداوند کے حضور دھوپ میں ٹانگ دے، تاکہ خداوند کا شدید
 قہر اسرائیل پر سے ٹل جائے۔“

پھر اسی باب کی آیت نمبر ۹ میں ہے:

”اور جتنے اُس دہار سے مرے اُن کا شمار چوبیس ہزار تھا۔“

ذرا ملاحظہ کیجئے اپنی قوم کی کس طرح اپنی آنکھوں کے برابر حفاظت کی ہے کہ موسیٰ کو حکم
 دیدیا کہ قوم کے سارے رئیسوں کو پھانسی چڑھا دو، اور چوبیس ہزار انسان ہلاک کر دیئے،

اختلاف نمبر ۳۔

کتاب استثناء کے باب نمبر ۸ آیت نمبر ۵ میں ہے:

”اور تو اپنے دل میں خیال رکھنا کہ جس طرح آدمی اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے ویسے ہی خدا
 تیرا خدا تجھ کو تنبیہ کرتا ہے۔“

۱۔ بائبل کے بیان کے مطابق یہ حضرت موسیٰ کا کلام ہے جس میں وہ بنی اسرائیل پر خدا کی شفقتوں کا ذکر
 فرماتا ہے کہ اللہ نے ان کی کیسی خبر گیری منسوخ فرمائی،
 ۲۔ یعنی سولی سے دے دے،

اور کتاب گنتی باب نمبر ۱۱ آیت ۳۳ میں ہے :

”اور اُن کا گوشت انھوں نے دانتوں سے کاٹا ہی تھا اور اُسے چبانے بھی نہ پائے تھے،
کہ خداوند کا قہران لوگوں پر بھڑک اُٹھا، اور خداوند نے ان کو بڑی سخت دہار سے مارا۔“
کیا کہنے ہیں باپ کی طرح سزا دینے کے، وہ بیچارے بھوکے فاقہ مست لوگ جب اُن کو گوشت
نصیب ہوا تو ابھی انھوں نے کھانا ہی شروع کیا تھا کہ ایک دم غریبوں پر اتنی سخت مار پڑی،
اختلاف نمبر ۴۔

کتاب میخا کے باب نمبر ۷ کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کی نسبت یوں فرمایا گیا ہے :
”وہ شفقت کرنا پسند کرتا ہے۔“

اور کتاب استثنا کے باب نمبر ۷ آیت نمبر ۲ میں یوں کہا گیا ہے :
”اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست و لائے اور تو ان کو مارے تو
تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا، تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ اُن پر رحم کرنا۔“
اور اسی باب کی آیت نمبر ۱۶ میں ہے :

”اور تو ان سب قوموں کو جن کو خداوند تیرا خدا تیرے قابو میں کرے، گناہوں کو ڈالنا،
تو اُن پر ترس نہ کھانا۔“

ذرا دیکھئے اللہ کو کہ کس قدر رحم و کرم کو پسند فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے ساتھ عظیم اُشاک
قبیلوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے، اور ان پر قطعی رحم نہ کرنے کا اور معاف نہ کرنے کا،
اختلاف نمبر ۵۔

رسالہ یعقوب کے باب نمبر ۵ آیت نمبر ۱۱ میں یوں کہا گیا ہے کہ :

”اور خداوند کی طرف سے اس کا جو انجام ہوا اسے بھی معلوم کر لیا جس سے خداوند کا

بہت ترس اور رحم ظاہر ہوتا ہے :

اور کتاب ہوش کے باب نمبر ۱۳ آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے کہ :

”ساریہ اپنے جرم کی سزا پائے گا، کیونکہ اس نے اپنے خدا سے بغاوت کی ہے، وہ تلوار سے گرجائیں گے، ان کے بچے پارہ پارہ ہوں گے، اور باردار عورتوں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے“

معصوم بچوں اور حاملہ عورتوں کے حق میں کتنی شفقت اور رحم کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے،
اختلاف نمبر ۶۔

نوحہ یرمیاہ کے باب نمبر ۳ آیت نمبر ۳۳ میں یوں ہے کہ :

”کیونکہ وہ بنی آدم پر خوشی سے دُکھ اور مصیبت نہیں بھیجتا“

لیکن اُس کا بنی آدم پر دُکھ، مصیبت نہ بھیجنا اس درجے کا ہے کہ اس نے

لے واضح ہے کہ اسلام نے دشمن کے ساتھ کہیں اس قسم کی بدسلوکی کو روا نہیں رکھا، اسلام کے اصول جنگ کا پہلا سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے :

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ابْعَثَ جَيْشًا قَالَ ائْطِيقُوا بِسِمِ اللَّهِ وَلَا تَقْتُلُوا شَيْعًا فَإِنِّيَا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغْلُوا وَضُمُوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلَحُوا وَاحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

رواہ ابوداؤد (رجع الفوائد، ص ۸ ج ۲)

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان سے (

فرماتے کہ اللہ کے نام پر جاؤ، اور نہ کسی بہت عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل کرنا، نہ کسی چھوٹے بچے کو

اور نہ کسی عورت کو، اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور اپنے مال غنیمت کو جمع کرنا، اور اصلاح

کرنا اور اچھا سلوک کرنا، بلاشبہ اللہ انکو کاروں کو پسند کرتا ہے :

(رجع الفوائد، صفحہ ۸ جلد ۲)

اشدودین کو بواہیر میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا، چنانچہ اس کی تصریح سفر سموئیل اول کے باب ۵ میں موجود ہے، اسی طرح پانچوں بادشاہوں کے لشکر کے ہزاروں انسانوں کو آسمان سے بڑے بڑے پتھر برساکر ہلاک کر ڈالا، جن کی تعداد ان مقتولین کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، جن کو بنی اسرائیل تلوار قتل کیا جیسا کہ کتاب یوشع کے باب نمبر ۱۰ میں صاف طور پر لکھا ہے، اسی طرح بے شمار بنی اسرائیل کو سانپوں اور اڑدہوں کو بھیج کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ کتاب گنتی کے باب نمبر ۲۱ میں مصرح ہے۔

اختلاف نمبر ۱۰ :-

کتاب تواریح اول کے باب ۱۶ آیت ۴۱ میں ہے :

”کیونکہ اس کی یعنی خدا کی شفقت ابدی ہے“

اور زبور نمبر ۵۴ کی آیت ۹ میں اس طرح ہے :

خداوند سب پر مہربان ہے، اور اس کی رحمت اس کی ساری مخلوق پر ہے۔

مگر اس کی دائمی مہربانی اور عام شفقت ساری مخلوق پر اس درجے کی ہے کہ اس نے نوح علیہ السلام کے عہد میں سوائے کشتی والوں کے سائے حیوانات اور انسانوں کو طوفان کے

۱۰ اشدودین، فلسطین کے شہر اشدود (Ashdod) کی طرف منسوب ہیں، ایک زمانے میں صندوق شہادت اس شہر میں لایا گیا تھا جس کی بنا پر یہاں کے باشندوں کو دہائے عام میں گرفتار کیا گیا (کتاب یوشع، باب ۱۰)

۱۱ اس شہر کے لوگوں کو چھوٹے سے بڑے تک مار اور ان کے گھٹیاں بچنے لگیں (۱۔ سموئیل ۵: ۹)

۱۲ یوشع ۱۰: ۱۱

۱۳ گنتی ۲۱: ۹

ذریعے ہلاک کر ڈالا، اور سدوم اور عامورہ اور اس کے علاقے کے تمام باشندوں کو آسمان سے آگ اور گندھک کی بارش برسا کر ہلاک کر دیا، جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۱۹ میں اس کی تصریح موجود ہے،

اختلاف نمبر ۸

کتاب متثناء کے باب ۲۴ آیت ۶ میں ہے،

”بیٹوں کے بدلے باپ مائے نہ جائیں، نہ باپ کے بدلے بیٹے مائے جائیں ہر ایک

اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے“

اور کتاب سموئیل ثانی کے باب ۱۷ میں یوں لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے شاول کی اولاد میں سے سات آدمیوں کو خدا کے حکم سے جیون والوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ شاول کے جرم کے بدلے میں ان کو قتل کر ڈالیں، چنانچہ انھوں نے ان ساتوں کو سولی دیدی، حالانکہ داؤد علیہ السلام نے شاول سے عہد کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو ہلاک نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ کتاب سموئیل اول کے باب ۲۴ میں مندرجہ لکھا ہے، ملاحظہ کیجئے خدا کے حکم سے عہد شکنی کی جا رہی ہے،

کتاب خروج باب ۲۱ آیت ۱۷ میں کہا گیا ہے کہ،

”باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں

کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے“

اختلاف نمبر ۹

باپ دادا کا گناہ بیٹوں پر

۱۔ سموئیل، ۲۱: ۹،

۲۔ ثواب مجھ سے خداوند کی قسم کھا کہ تو میرے بعد میری نسل کو ہلاک نہیں کرے گا..... سوداؤڈ نے شاول سے قسم کھائی“ (۱۔ سموئیل ۲۴: ۲۱-۲۲)،

اور کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۰ میں ہے کہ :

”جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، مصادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے“

معلوم ہوا کہ بیٹے باپ کے قصور کے ذمے دار ایک پشت میں بھی نہیں ہیں، چہ جائیکہ چار پشتوں تک، اور یہ بوجھ لادنا اگر چار پشتوں تک ہی رہتا تب بھی غنیمت تھا، لیکن خدائے معبود نے اس حکم کو توڑ ڈالا، اور حکم دے ڈالا کہ باپوں کے جرم کے بدلے میں پشتہا پشت تک ان کی اولاد ذمہ دار ہوگی، اور باپ دادوں کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گی، چنانچہ سفر سموئیل اول کے باب ۵ میں لکھا ہے کہ :

”رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مجھے اس کا خیال ہو کہ عمالیق نے اسرائیل سے کیا کیا، اور جب یہ مصر سے نکل آئے تو وہ راہ میں اُن کا مخالفت ہو کر آیا، سواب تو جا، اور عمالیق کو مار، اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے، اور اُن پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت

۱۵ عمالیق یا عمالک (Amalek) ایک قومی پہل قوم جو جنوبی فلسطین پر قابض ہو گئی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر سے نکال کر لائے تھے تو اُس نے اُن کا راستہ روکا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے حضرت یوشع نے اُن کا مقابلہ کر کے انھیں شکست دی تھی، (دخروج ۱۷: ۱۸-۱۳) اس وجہ سے اُن کے خلاف دائمی اعلان جنگ کر دیا گیا (دخروج ۱۷: ۱۶ دستثناء ۱۷: ۲۵) پھر طالوت یا شاول نے اُن سے جہاد کیا (۱ سموئیل ۱۳: ۳۸، ۱۵: ۸) اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے سردار جالوت کو قتل کر دیا (۱ سموئیل ۱۷: ۲۷، ۱۷: ۳۰)، اس واقع کے بعض اجزاء کی تصدیق قرآن کریم نے بھی سورہ بقرہ میں کی ہے، تفق

نھے چتے اور شیر خوار، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدے سب کو قتل کر ڈالے

(آیات ۳۰۲)

ملاحظہ کیجئے خدا کو اپنی قوتِ حافظہ پر زور دے کر چار سو سال پیچھے یاد آیا، کہ عمالہ نے بنی اسرائیل پر کیا کیا مظالم کئے تھے، اب اس قدر طویل مدت گزرنے کے بعد ان کی اولاد سے انتقام لینے اور ان کے مرد و عورت اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور گائے، بکری، اور گدھوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے، اور چونکہ شاول نے اس خدائی فرمان پر عمل نہ کیا تو خدا اس کو بادشاہ بنانے پر پشیمان ہوا،

اور اکلوتا بیٹا جو معبود ثانی بھی ہے وہ تو چار قدم اور آگے بڑھ گیا، اور اس نے چار ہزار سال بعد باپ دادوں کے گناہ اولاد پر ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ انجیل متی کے باب ۲۳ میں یوں ہے کہ:

”تاکہ سب راست بازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے، راست باز حابل کے خون سے لیکر برکیاہ کے بیٹے زکریاہ کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربانگاہ کے درمیان قتل کیا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانے کے لوگوں پر آئے گا“ (آیات ۳۵، ۳۶)

پھر باپ جو معبود اول ہے، وہ اور چار قدم آگے بڑھتا ہے، اور سوچتا ہے کہ آدم کا گناہ موجودہ عہد تک کی تمام اولاد کو اٹھانا چاہیے، حالانکہ اس واقعہ کو چار ہزار تیس سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، اور آدم سے مسیح تک ستر پستیں گزر چکی ہیں (جیسا کہ لوقا کی

لے یہ بائبل کی اس عبارت کی طرف اشارہ ہو رہی ہے کہ خداوند کا کلام سمویل کو پہنچا کہ مجھے افسوس ہو کہ میں نے شاول کو بادشاہ ہونے کیلئے مقرر کیا، کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا۔ (۱۔ سموئیل ۱۵: ۱۱)

انجیل کے باب میں اس کی تصریح ہے، اور یہ رات قائم کی کہ اگر آدم کے اس گناہ کا کوئی عمدہ کفارہ نہ ہو تو اولاد آدم سب کی سب جہنم کی مستحق ہے، پھر اس کے سوا اور کوئی شکل نظر نہیں آتی کہ اپنے بیٹے کو جو معبود ثانی ہے اور کفارے کے لئے اس سے بہتر اور لائق نہیں ہو دنیا کے کہنے انسانوں یعنی یہودیوں کے ہاتھوں سولی دلائی جائے، اس کے سوا اولاد آدم کی نجات کی اور کوئی صورت خدا کی سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ اس کو سولی دیئے جانے کا حکم صادر کر دیا، اور دشمنوں کے ہاتھوں میں ڈال کر تکلیف کے وقت اس کی فریاد بھی سُنکر نہ دی، اور غریب بیٹا شدت تکلیف سے چلا چلا کر باپ کو یہ کہہ کر پکارتا رہا کہ اے میرے معبود تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟ پھر دوبارہ چلایا اور مر گیا، پھر مرنے کے بعد ملعون ہو کر جہنم میں داخل ہو گیا (نعوذ باللہ منہ)

زکریا بن برکیہ کا قتل، اس کے علاوہ عہد عتیق کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زکریا بن برکیہ عبادت گاہ اور تشریان گاہ کے درمیان قتل کئے گئے ہوں، البتہ کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲

میں تصریح کی ہے کہ زکریا بن یویدع کا بن خدا کے گھر کے صحن میں یوآش بادشاہ کے عہد میں قتل کیا گیا، پھر بادشاہ کے عنماموں نے اس کو زکریا کے خون کے عوض میں قتل کر دیا،

۱۔ ملاحظہ ہو انجیل متی ۲۴: ۵۱ تا ۵۱، لوقا ۱۵: ۲۲، ۳۸، ۴۴، ۴۶، مرقس ۱۵: ۲۲ تا ۳۸، یوحنا ۱۹:

۱۶ تا ۱۹،

۲۔ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۹۳ جلد ۲،

۳۔ ۲ تواریخ ۲۳: ۲۱،

۴۔ ۲ تواریخ ۲۳: ۲۵،

پس انجیل نے یہودِ ع کو برکیاہ سے بدل کر تحریف کر دی، اسی لئے لوقا نے اپنی انجیل کے باب میں صرف زکریا کے نام پر اکتفاء کیا ہے، اور باپ کا نام ذکر نہیں کیا، اب آپ ان مذکورہ

لے یعنی واقعہ تو زکریاہ بن یہودِ ع کا تھا، انجیل متی میں اسے زکریاہ بن برکیاہ کی طرف منسوب کر دیا گیا، بائبل کے مشراح اس مقام پر اس کی توجیہ میں حیران ہیں، اور اس غلطی کی عجیب تائیدیں کرتے ہیں، آرائے ناکس تفسیر عبدالمحبہ میں لکھتا ہے:

”لوقا کے برخلاف متی میں یہاں زکریاہ کو برکیاہ کا بیٹا کہا گیا ہے، حالانکہ درحقیقت جس شخص کو خدا کے گھر میں قتل کیا گیا وہ زکریاہ بن یہودِ ع تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکیاہ یہودِ ع ہی کا کوئی دور دراز کا جدا مجدد ہو گا جس کی طرف زکریاہ کو منسوب کر دیا گیا، کیونکہ دو اور مقامات پر بھی زکریاہ کو بن برکیاہ کہا گیا ہے، حالانکہ خاندان ایک ہی ہے، (دیکھئے یسعیاہ ۸: ۲ اور زکریاہ ۱: ۱) لیکن اس کے بعد مزید تحقیق کی گئی تو اسی جیسا ایک اور واقعہ تاریخ میں ملا، اور وہ یہ کہ زکریاہ بن باروک نامی ایک شخص کو بھی اسی طرح ظلماً قتل کیا گیا اور یہ واقعہ ششم میں یروشلم کی تباہی سے بہت پہلے کا نہیں ہے، جیسا کہ مورخ یوسیفس نے

ذکر کیا ہے، اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے کہ انجیل متی کے کسی بہت ہی پرہوش ناقل نے یہ غلطی سے یہاں اپنی طرف سے ابن برکیاہ بڑھا دیا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ اگرچہ واقعہ ہمارے خداوند کے بعد کا ہے مگر ہمارے خداوند نے پہلے ہی اس واقعہ کو معلوم کر لیا ہو گا جو ششم میں آیا؟

ناکس صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں جو دو تائیدیں کی ہیں ان میں سے دوسری تو صرف یہ کہ انتہائی دور دراز کا مضحکہ خیز اور انجیل متی کے سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے کیونکہ متی میں ماضی میں ہونے والے قتل کا تذکرہ مستقبل کا نہیں، بلکہ خود انجیل کے نقل کرتے والوں کی جلد بازی اور بے احتیاطی کا کھلا ثبوت ہے، رہا یہ کہنا کہ زکریاہ بن یہودِ ع کا کوئی دور دراز کا باپ برکیاہ ہو گا، سو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور یسعیاہ زکریاہ کے جو حوالے انھوں نے پٹیں کئے ہیں وہ اس لئے غلط ہیں کہ جس زکریاہ بن برکیاہ کا وہاں ذکر ہے وہ بالکل دوسرے ہیں اُن کے قتل کا واقعہ بائبل میں نہیں ہے، چنانچہ مونسنگر ناکس نے ترجمہ بائبل کے حاشیے پر اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس مقام پر یسعیاہ ۸: ۲ اور زکریاہ ۱: ۱ کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا،

(کیچنگولک بائبل متی ۲۳: ۳۵) ۱۲ تقی

نوشالوں کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ان سے اللہ کی بے شمار رحمت اپنی مخلوق پر کس طرح ثابت ہوئی؟

اختلاف نمبر ۱:-

زبور نمبر ۳۰ آیت ۵ میں یوں ہے کہ:

”کیونکہ اس کا قبر دم بھر کا ہے“

اور کتاب گنتی کے باب ۳۲ آیت ۱۳ میں یوں ہے کہ:

”سو خداوند کا قہر اسرائیل پر بھر لگا، اور اُس نے ان کو بیابان میں چالیس برس تک

آوارہ پھرایا، جب تک کہ اس پشت کے سب لوگ جھٹوں نے خداوند کے رو برو گناہ

کیا تھا نابود نہ ہو گئے“

ذرا دیکھنے کے لائق ہے یہ ایک گھڑمی کا غضب کہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

اختلاف نمبر ۱۱:-

کتاب پیدائش کے باب ۱ آیت اول میں یوں ہے کہ:

”میں خدا کے قادر ہوں“

اور کتاب القضاۃ کے باب ۹ آیت ۱ میں یوں ہے:

”اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا، سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا، پروادی کے

باشندوں کو نکال نہ سکا، کیونکہ اس کے پاس لوہے کے رتھ تھے“

خدا کی قدرت کا اندازہ دیکھئے کہ وہ بیچارا اس وادی کے رہنے والوں کو محض اس لئے

ہلاک نہ کر سکا کہ ان کے پاس بے شمار لوہے کی بنی ہوئی سواریاں تھیں،

اختلاف نمبر ۱۲:-

کتاب استنار کے باب آیت، امیں ہے کہ:-

”کیونکہ خداوند تعالیٰ خدا آہوں کا آلہ خداوندوں کا خداوند ہے، وہ بزرگوار اور قادر

اور مہیب خدا ہے۔“

اور کتاب عاموس کے باب آیت ۳ ترجمہ عربی ۸۴۴ء میں یوں ہے کہ:

”یاد رکھو! میں تمہارے نیچے ایسا چکا ہوں جیسے پلوں سے لدی ہوئی گاڑی چکی ہوتی ہو“

ترجمہ فارسی ۸۳۸ء میں لکھا ہے:

”ابک من در زیر شما چپیدہ شدہ ام چنانچہ اراہ پُر از اقد چپیدہ می شود“

ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ اپنی تمام عظمت و جباریت کے باوجود بنی اسرائیل کے ساتھ کیسا چکا ہوا ہے،

اختلاف نمبر ۱۳

کتاب یسعیاہ کے باب ۴۰ آیت ۲۸ میں ہے کہ:

”خداوند خداے ابدی و تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا“

اور کتاب القضاۃ کے باب آیت ۲۳ میں یوں ہے کہ:

”خداوند کے فرشتے نے کہا تم میری روز پر لعنت کرو، اس کے باشندوں پر سخت لعنت

کرو، کیونکہ وہ خداوند کی ملک کو زور آوروں کے مقابل خداوند کی ملک کو نہ آئے“

غور کیجئے! خدا کی طاقت و قوت کا عالم کیسا نرالا ہے؟ اور اس کا کمزور و ضعیف نہ ہونا کیسے

نظر آ رہا ہے، کہ وہ زبردستوں کے مقابلے میں امداد کا محتاج تھا، اور جو اس کی مدد کو نہیں پہنچا

۱۵ یہ عربی سے ترجمہ ہو، موجودہ اردو ترجمے کی عبارت اس کے خلاف یہ ہے: ”میں تم کو ایسا دباؤں گا جیسے پلوں

سے لدی ہوئی گاڑی دبا تی ہے“

اس پر لعنت کرتا ہے،

کتاب ملاکی کے باب ۱ کی آیت ۹ میں یوں ہے کہ :

”میں تم سخت ملعون ہوں کیونکہ تم نے بلکہ تمام قوم نے مجھے ٹھکرا دیا“

یہ بھی اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے خدا کو لوٹ لیا تھا، اور وہ ان پر لعنت برساتا تھا، ان چاروں مثالوں سے اللہ کی بیان کردہ قدرت کا حال پورے طور پر منکشف ہو رہا ہے،

اختلاف نمبر ۱۴ :-

کتاب امثال کے باب ۱۵ آیت ۳ میں یوں ہے کہ :-

”خداوند کی آنکھیں ہر جگہ ہیں، اور نیکوں اور بدوں کے گمراہ ہیں“

اور کتاب پیدائش کے باب ۹ آیت ۹ میں اس طرح ہے کہ :-

”جب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟“

ذرا دیکھئے : خدا کے ہر جگہ آنکھوں سے دیکھنے کی کیفیت، کہ اس کو آدم سے جب کہ وہ جنت کے درخت کے درمیان جا کر چھپ گئے تھے پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ کہاں تھو؟

اختلاف نمبر ۱۵ :-

کتاب تواریخ ثانی کے باب ۱ آیت ۹ میں ہے کہ :

”خداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں“

اور کتاب پیدائش کے باب ۵ آیت ۵ میں یوں ہے کہ :

”اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کے لئے گیا“

کیا کہنے ہیں : خداوند کے تمام زمین کو اپنی نگاہ میں رکھنے کے کہ اس کو اترنے اور دیکھنے کی

ضرورت پیش آرہی ہے، تاکہ شہر اور برج کا حال معلوم کرے،

اختلاف نمبر ۱۶:-

زبور نمبر ۹۳ کی آیت ۲ میں اس طرح ہے کہ:-

”تو میرا اٹھنا بیٹھنا جانتا ہے، تو میرے خیال کو دور سے سمجھ لیتا ہے“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کے تمام طریقوں کو جانتا ہے، اور ان کے افعال سے باخبر ہے۔

اور کتاب پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۰ میں ہے:

”پھر خداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا، اور ان کا جرم نہایت

سنگین ہو گیا ہے، اس لئے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ کیا انھوں نے سراسر ویسا ہی

کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کر دوں گا“

(آیات ۲۰ و ۲۱)

ذرا ملاحظہ ہو کہ اللہ کو کس قدر اپنے بندوں کے اعمال و افعال سے واقفیت حاصل ہے،

کہ وہ یہ بھی جاننے کے لئے کہ سدوم و عمورہ کے باشندوں کے بارے میں جو شور ہے

وہ واقعی ہے، اور وہ کام بھی ایسے ہی کر رہے ہیں یا محض مصنوعی اور جھوٹا ہے، زمین پر

اُترنے اور دیکھنے کا محتاج ہو رہا ہے،

اختلاف نمبر ۱۷:-

زبور مذکور کی آیت ۵ میں یوں ہے کہ:

”یہ عرفان میرے لئے نہایت عجیب ہے، یہ بلند ہے، میں اس تک نہیں پہنچ سکتا“

لے انبارالحی میں ایسا ہی ہے، مگر موجودہ زبور میں یہ آیت نمبر ۶ ہے، تقی

اور کتاب خروج باب ۳۳ آیت ۵ میں ہے:

”سو تو اپنے زیورِ امارتِ اُل تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تیرے ساتھ کیا کرنا چاہئے“

ماشاء اللہ خدا کا علم کیسا عظیم الشان ہے کہ جو اس کی فہم سمجھ سے خارج ہے، اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، جب تک وہ اپنے لباسِ امارتِ اُل

اور کتاب خروج باب ۳ آیت ۲ میں ہے:

”متب خداوند نے موسیٰ سے کہا میں آسمان سے تم لوگوں کے لئے روٹیاں برساؤنگا

سو یہ لوگ محلِ محل کر فقط ایک دن کا حصہ ہر روز بٹور لیا کریں کہ اس سے میں اُن کی

آزمائش کر دوں گا کہ وہ میری شریعت پر چلیں گے یا نہیں“

اور کتاب استثناء باب ۲ آیت ۲ میں ہے:

”اور تو اس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر ان چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدا

نے تجھ کو اس بیابان میں چلایا تاکہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے، اور تیرے دل کی

بات دریافت کرے کہ تو اس کے حکموں کو مانے گا یا نہیں؟“

تو گویا خدائے تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کے جاننے کے لئے امتحان کے محتاج ہیں

اس لئے اُن پر روٹیاں برسا کر اور چالیس سال چٹیل میدان میں سزا دے کر ان کا امتحان کیا،

ان چھ مثالوں سے خدا کے عالم الغیب ہونے کا حال خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا،

اختلاف نمبر ۱۸ :-

کتاب ملاکی باب ۱ آیت ۶ میں ہے:

لہ اظہار الحق میں یہ حوالہ ایسا ہی ہے، مگر یہیں یہ عبارت باب ۲ آیت ۲ میں ملی، غالباً اصل نسخے میں

یہاں کتابت کی غلطی ہے،

اختلاف نمبر ۲۰ :-

کتاب پیدائش کے باب آیت ۲۱ میں آسمان اور ستاروں اور حیوانات کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ خوب صورت اور اچھے ہیں، اور پھر کتاب یوب کے باب ۵ کی آیت ۱۵ میں کہا گیا ہے کہ "آسمان بھی اس کی نظر میں پاک نہیں"

اور باب ۲۵ آیت ۵ میں یوں ہے:

"اور تارے اس کی نظر میں پاک نہیں"

نیز کتاب احبار کے باب ۱۱ میں بہت سے جانور پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ "وہ قبیح اور حرام ہیں"

کتاب حزقی ایل باب آیت ۲۵ میں ہے:

اختلاف نمبر ۲۱

"اے بنی اسرائیل سنو تو! کیا میری روش

راست نہیں، کیا تمھاری روش ناراست نہیں؟"

عیسو کے ساتھ کھلی نا انصافی

اور کتاب ملاکی باب اول آیت ۲ میں ہے:

"میں نے تم سے محبت رکھی تو بھی تم کہتے ہو تو نے کس بات میں ہم سے محبت ظاہر

کی؟ خداوند فرماتا ہے کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا، لیکن میں نے یعقوب سے محبت

۵ عیسو (Esau) حضرت اسحق علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے (پیدائش

۲۵:۲۵) اور آدمیوں کے جد امجد ہیں (پیدائش ۲۶:۳۱) بائبل میں اُن کے بارے میں ایک عجیب منصفانہ

واقعہ بیان کیا گیا ہے، بائبل کا بیان ہے کہ تورات اور اس سے پہلے کے قانون میں سب بڑی اولاد پہلوٹھی

کو کچھ مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے (استثنا ۲۱:۱۵ و عبرانیوں ۱۲:۱۶) جو عیسو کو پہلوٹھا ہونے کی

بنیاد پر حاصل تھے، لیکن ایک دن وہ جنگل سے تھکے ہوئے آئے، بھوک بہت لگ رہی تھی، اُن کے بھائی

یعقوب علیہ السلام نے دال پکائی ہوئی تھی، عیسو نے اُن سے دال مانگی، تو حضرت یعقوب (باقی صفحہ)

رکھی، اور عیسو سے عداوت رکھی، اور اس کے پہاڑوں کو دیران کیا، اور اس کی میراث
بیابان کے گیدڑوں کو دی، (آیات ۳۵۲)

زر اخدا کے رستے کی استقامت ملاحظہ فرمائیے کہ عیسو سے ناحق دشمنی کرتا ہے اس کے پہاڑوں
کو چٹیل میدان اور اس کی میراث جنگل کے گیدڑوں کے لئے تجویز کرتا ہے،

ربیعہ حاشیہ صفحہ ۶۶) نے اس شرط پر وال کھلانے کا وعدہ کر لیا کہ عیسو پہلوٹھے کے حق سے انکے
حق میں دستبردار ہو جائیں، عیسو نے سخت بھوک کی وجہ سے یہ منظور کر لیا، اور اس طرح اُن کا حق حضرت
یعقوبؑ کو مل گیا، (سپڈ اسٹ ۲۶: ۲۹ تا ۳۲) پھر جب حضرت اسحقؑ ضعیف اور نابینا ہو گئے تو ایک دن
انھوں نے عیسو سے کہا کہ تم میرے لئے جنگل سے شکار لاؤ، اور میری حسب منشاء مجھے پکا کر کھلاؤ، میں تمہیں
برکت کی دعا دوں گا، عیسو اس حکم کی تعمیل کرنے جنگل چلے گئے، حضرت اسحقؑ کی بیوی ربقہ کو حضرت
یعقوبؑ سے زیادہ محبت تھی، جب عیسو جنگل چلے گئے تو انھوں نے یہ چال چلی کہ دُڈ بکری کے اچھے اچھے
بچے لے کر انھیں بہت عمدہ طریقے سے پکایا، اور حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ تم یہ کھانا لے کر حضرت اسحقؑ کو
کھلا دو اور ان پر یہ ظاہر کر دو کہ تم ہی عیسو ہو، اور جنگل سے شکار مار کر لائے ہو، حضرت یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا، اور
(معاذ اللہ) جھوٹ بول کر اپنے آپ کو عیسو ظاہر کیا، حضرت اسحقؑ چونکہ نابینا تھے، اس لئے انھوں نے حضرت یعقوبؑ
کے ہاتھ کو ٹٹول کر دیکھا، کیونکہ عیسو کی علامت یہ تھی کہ اُن کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے، مگر ربقہ نے پہلے ہی
یعقوب علیہ السلام کو بکری کی کھال پہنا دی تھی، اس لئے وہ دھوکا کھا گئے، اور برکت کی تمام دعائیں بھی انھیں دیا
اور انہی کو اپنا جانشین بنایا، جب عیسو جنگل سے آئے اور یہ ماجرا دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے، حضرت اسحقؑ نے
بھی اس پر صرف تعجب کا اظہار کیا، اور کہا کہ اب میں برکت کی تمام دعائیں یعقوبؑ کو دو چکا ہوں (کتاب پیش ۱۲: ۱۲)
یہ تھلچلے عیسو کا قصور، جس کی بنا پر کتاب ملاکی میں کہا جا رہا ہے کہ خدا کو اس سے عداوت ہو گئی، اور
جس کی وجہ سے پولس مقدس صاحب اسے بد دین کا خطاب دیتے ہیں (عبرانیوں ۱۲: ۱۶)

غور فرمائیے کہ اس قیم کے قصے خدا کے عدل و انصاف اور انبیاء علیہم السلام کے کردار کے بارے میں
کیا تصور پیش کرتے ہیں؟ اس پر بھی یہ اصرار ہے کہ انھیں الہامی مانو اور سادہ یقین کر دو، سبحان اللہ! ہذا
بہتان عظیم ۱۲ تقی

اختلاف نمبر ۲۲ :-

مکاشفہ کے باب ۱۵ آیت ۳ میں ہے کہ :

”اے خداوند خدا قادر مطلق: تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں“

کتاب حزقیال باب ۲۰ آیت ۲۵ میں ہے کہ :

”سو میں نے اُن کو بُرے آئین اور ایسے احکام دیئے جن سے وہ زندہ نہ رہیں“

اختلاف نمبر ۲۳ :-

زبور نمبر ۱۱۹ کی آیت ۶۸ میں کہا گیا ہے کہ :

”تو بھلا ہے اور بھلائی کرتا ہے، مجھے اپنے آئین رکھا“

باب ۹ آیت ۲۳ میں یوں ہے کہ :

”تب خدا نے ابی ملک اور سکم کے لوگوں کے درمیان ایک بُری رُوح بھیجی، اور

ابن سکم ابی ملک سے دغا بازی کرنے لگے“

ملاحظہ ہو خدا کی نیکی اور اصلاح پسندی کا ریکارڈ کہ محض قتنہ انگیزی کے واسطے ایک کینہ رُوح کو مسلط کر دیا،

اختلاف نمبر ۲۴ :-

اکثر آیتوں میں زنا کی حرمت ثابت ہے، اور اگر پادری صاحبان کو ان کے قول

میں سچا مانا جائے..... پھر تو لازم آئے گا کہ خود خدا نے یوسف نجار کی

بیوی سے زنا کیا، اور وہ اس زنا سے حاملہ بھی ہوئی، (خدا کی پناہ) اس مقام پر لمحدین تو

۱۷ دیکھئے خروج ۲۰: ۱۴، استثنا ۱۸: ۵، متی ۱۹: ۱۸، رومیوں ۱۳: ۹، وکھلتیوں ۱۹: ۵،

وغیرہ،

حد سے تجاوز کرتے ہیں، اور اتنا فحش استہزاء کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے روگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، میں صرف ناظرین کی آگاہی کے لئے صرف صاحب اکیہو موکا قول نقل کرتا ہوں، اور اس کے استہزاء سے قطع نظر کرتا ہوں، یہ ملحد اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۷ء کے صفحہ ۴۴ میں کہتا ہے :

”اس انجیل میں جس کا نام ٹی ٹی اور ٹی آف میری ہے اور جس کا شمار اس دور میں جھوٹی انجیلوں میں کیا جاتا ہے لکھا ہے کہ مریم علیہا السلام کو بیت المقدس کی حد کے لئے آزاد اور وقف کر دیا گیا تھا، اور وہ سوڑہ برس تک وہاں رہیں، اس قول کو فادر جیروم زلدیر نے قبول اور پسند کیا ہے، اور وہ اس کی صحت کا معتقد ہے لہذا اس صورت میں کہ مریم بیت المقدس کے کسی کاہن سے حاملہ ہوئی ہوں، اور اس کاہن نے مریم کو یہ ترکیب سکھائی ہو، کہ تم یہ کہہ دینا کہ میں روح القدس سے حاملہ ہوں“

اس کے بعد اس ملحد نے لوقا کی تحریر کا شدید مذاق اڑایا ہے، اور کہا ہے :

”یہ واقعہ یہودیوں کے نزدیک بالکل اسی طرح ثابت ہے کہ ایک سپاہی کا لڑکا مریم کا عاشق ہو گیا تھا، اور اسی کی شنیع حرکت سے عیسائیوں کا مسیح پیدا ہوا، اسی بنا پر مریم پر یوسف نجار بگڑا، اور غضبناک ہو کر اپنی اس خاتن بیوی کو چھوڑ دیا، اور بابل چلا گیا، اور مریم یسوع کو لے کر مصر چلی گئیں، وہاں رہتے ہوئے یسوع نے جادو کا علم سکھا، اور سیکھ کر یہودیہ آگیا تاکہ لوگوں کو دکھائے“

لے اخبار الحق میں اصل ۔ یہ ”تو انہ یسوع هناك النیر نجات“ اس کا ترجمہ ہم نے اندازہ سے ”جادو کا علم“ کیا ہے، انگریزی مترجم نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے ”النیر نجات“ کے صحیح اور یقینی معنی ہیں معلوم نہیں ہو سکے تھے

پھر کہتا ہے کہ:-

”بت پرستوں میں اس قسم کی بے شمار سپردہ اور وہیات روایتیں مشہور اور رائج ہیں مثلاً یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کا معبود منردا ہے جو جیو پیٹر کے دماغ سے پیدا ہوا، اور بیکس جیو پیٹر کی ران میں تھا، اور جو چین والوں کا معبود ہے، ایک کنواری عورت سے پیدا ہوا جو سورج کی شعاع سے حاملہ ہوئی تھی۔“

اس مقام کے مناسب وہ واقعہ ہے جس کو جان ملٹر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں نقل کیا ہے کہ:-

”جوناساؤتھ کاٹ نے اب سے کچھ مدت پہلے ابام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں وہی عورت ہوں جس کی نسبت خدا نے سفر تکوین کے باب آیت ۵۰ میں فرمایا ہے، ”یہ متحن ہے تیرے سر کی“ اور اس کے حق میں مکاشفہ کے باب ۱۲ میں یوں ہے کہ ”پھر آسمان پر ایک

۱۵ منردا (Minerva) عہد قبل مسیح میں اسے اطالوی باشندے اپنی دیوی (goddess) مانتے تھے، اطالوی زبان میں ”منس“ کے معنی دماغ کے ہیں، اور چونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ منردا جیو پیٹر کے دماغ سے پیدا ہوئی اس لئے اس کا نام منردا رکھا، مشرقی مہمگ روم میں اس کے نام کا ایک بڑا مندر موجود تھا، جہاں ۱۹ مارچ کو منردا کا مقدس دن منایا جاتا تھا (برٹانیکا، ص ۵۲۳ ج ۱۵)

۱۶ جیو پیٹر (رومیوں اور اتالویوں کا سب سے بڑا دیوتا جسے وہ آسمانی دیوتا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ قحط کے ایام میں بارش دہی برساتا ہے، روم کے بعض علاقوں میں اس کے نام کے بعض قدیم مندر اب بھی موجود ہیں، یہ لوگ دنیا میں سب سے مقدس شخص کو اس کا خلیفہ مانتے تھے، ۱۳ ستمبر کو اس کی پوجا کا جشن منایا جاتا تھا، منردا اور جو فوا اس دیوتا کے ماتحت سمجھے جاتے تھے (برٹانیکا، ص ۸۷، ۱۸۸ ج ۱۳)

۱۷ انجیل راجن میں ایسا ہی ہے ”وَرَحَى تَسْعِيْنُ رَأْسًا“ اور موجودہ اردو ترجمے کی عبارت یہ ہے:-
”وہ تیرے سر کو کچلے گا۔“

بڑا نشان دکھاتی دیا، یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ہوئے تھی، اور چاند اس کے پاؤں کے نیچے تھا، اور بارہ ستاروں کا تاج اس کے سر پر، وہ حاملہ تھی، اور وہ زہ میں چپلاتی تھی، اور بچہ جنم کی تکلیف میں تھی۔ اور محمد کو عیسیٰ کا حمل ہوا، بہت مسیحی اس کے تالچ ہو گئے۔ اور اس حمل سے ان کو بے حد خوشی ہوئی، اور سونے چاندی کے برتن بنائے۔

مگر ہم نے آج تک کسی سے نہیں سنا کہ اس کے اس حمل سے برکت والا بچہ پیدا بھی ہوا یا نہیں، اور اگر پیدا ہوا تو اس کو بھی باپ کی طرح الوہیت اور خدائی کا مرتبہ ملایا نہیں؟ اور اگر ملا ہے تو کیا اس نے اپنے مقتدوں کے عقیدہ تثلیث کو تریح سے بدلایا نہیں؟ اور کیا اس نے اللہ کا لقب یعنی باپ کو وادائے لقب سے تبدیل کیا نہیں؟

اختلاف نمبر ۲۵؛

کتاب گنتی کے باب ۲۳ آیت ۹ میں ہے کہ ۱۔

”خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے، اور نہ وہ آدم زاد ہے، کہ (شرمندہ ہو)“

اور کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۶ میں ہے:

”تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا، اور خداوند

نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین پر سے مٹا دوں گا، انسان

سے لے کر حیوان اور ریگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک، کیونکہ میں اُن کے

بنانے سے ملول ہوں۔“

۱۔ اظہار الحق میں ایسا ہی، لیکن موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ لفظ ہیں: ”اپنا ارادہ بدلے“

اختلاف نمبر ۲۶ کتاب سموئیل اول باب ۱۵ آیت ۲۹ میں ہے:
 ”اور جو اسرائیل کی قوت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے، اور نہ
 پھتاتا ہے، کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پھتائے“

اور اسی باب کی آیت ۱۰ میں ہے:
 ”اور خداوند کا کلام سموئیل کو پہنچا، کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے سادل کو بادشاہ
 بنانے کے لئے مقرر کیا، کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے“ (آیت ۱۰ اور ۱۱)
 اور آیت ۲۵ میں ہے:

”اور خداوند سادل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا“
 اختلاف نمبر ۲۷:-

کتاب امثال باب ۱۲ آیت ۲۲ میں ہے:
 ”جھوٹے لبوں سے خداوند کو نفرت ہے“

اور کتاب خروج باب ۲ آیت ۷ میں ہے:

”اور میں نے کہا ہے کہ میں تم کو مصر کے دکھ میں نکال کر کنعانیوں اور حیتیوں اور
 اموریوں اور فریزیوں اور حویوں اور یوڈیسیوں کے ملک میں لے چلوں گا، جہاں
 دودھ اور شہد بہتا ہے، اور وہ تیری بات مانیں گے، اور تو اسرائیلی بزرگوں کو ساتھ
 لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا، اور اسی سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا کی
 ہم سے ملاقات ہوئی، اب تو ہم کو تین دن کی منزل تک بیابان میں جانے دے تاکہ
 ہم خداوند اپنے خدا کے لئے قربانی کریں“

اور اسی کتاب کے باب ۵ آیت ۳ میں ہے:

”تب انھوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے، سو ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل سیابان میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لئے تشریف لے کر رہیں تا نہ ہو کہ وہ ہم میں و بار بھیج دے، یا ہم کو تلوار سے مروا دے“

اور اسی کتاب کے باب ۱۱ آیت ۲ میں حضرت موسیٰ سے خطاب کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد اس طرح مذکور ہے:

”سو اب تو لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے“

اور خروج باب ۱۲ آیت ۳۵ میں ہے کہ:

اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لئے“

ملاحظہ ہو خدا کی جھوٹ سے نفرت کی کتنی عمدہ تصویر پیش کی گئی ہے کہ اس نے موسیٰ اور ہارون دونوں کو فرعون کے سامنے جھوٹ بولنے کا حکم دیا، چنانچہ ان دونوں نے جھوٹ بولا، اسی طرح بنی اسرائیل کے ہر مرد و عورت نے جھوٹ دیا، فریب دہی اور دھوکہ بازی سے پڑوسیوں کا مال لینے اور اس میں تصرف کرنے کا حکم دیا، حالانکہ توریت کے بہت سے مقامات پر پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید پائی جاتی ہے، کیا حقوق کی ادائیگی کا طریقہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟ جن کا حکم ان کو مصر سے نکلنے کے وقت دیا گیا، اور کیا خدا کے لئے یہ زیبا ہے کہ ان کو خیانت اور بد عہدی کی تعلیم دے؟

اور کتاب سموئیل اول کے باب ۱۶ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سموئیل علیہ السلام

سے فرمایا:

”تو اپنے سینگ میں تیل بھرا اور جا، میں تجھے بیت لحمی بستی کے پاس بھیجتا ہوں، کیونکہ میں نے اس کے بیٹوں میں سے ایک اپنی طرف سے بادشاہ چنا ہے، سمویل نے کہا میں کیونکر جاؤں؟ اگر ساذل سن لے گا تو مجھے ماری ڈالے گا، خداوند نے کہا ایک بچہ یا اپنے ساتھ لے جا، اور کہنا کہ میں خداوند کے لئے تشریف لے کر آیا ہوں.....“

اور سمویل نے وہی جو خداوند نے کہا تھا کیا اور بیت لحم میں آیا۔ (آیات ۱۴-۱۵)
تو گویا اللہ نے سمویل کو حکم دیا کہ جھوٹ بولے، کیونکہ اس کو تودار کے چھوٹے اور اس کو پادشاہ بنانے کے لئے بھیجا تھا، نہ کہ تشریف لے کر،

اس سے قبل تیسرے اعتراض کے جواب کے سلسلے میں اسی باب کی دوسری فصل میں معلوم ہو چکا ہے، کہ اللہ نے گمراہی کی روح کو چھوڑ دیا، تاکہ وہ چار سو پیغمبروں کے منہ میں جھوٹ ڈالے، اور ان کو گمراہ کرے، پھر وہ جھوٹ دیں،

ان چاروں مثالوں سے خدا کے جھوٹے ہونٹوں سے نفرت کرنے کی حقیقت کا پول اچھی طرح کھل گیا ہوگا۔

سفر خروج کے باب ۲۰ آیت ۲۶ میں یوں ہے کہ:-

”اور تو میری تشریف گاہ پر بیٹھیں گے نہ چڑھنا،

تاکہ تو میری برہنگی اس پر ظاہر ہو۔“

اختلاف نمبر ۲۸

خدا عورتوں کو برہنہ کرتا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو مرد کا پوشیدہ حصہ کھلنا نا پسند ہے، چہ جائیکہ عورت کا پوشیدہ حصہ۔

۱۵ یسعی حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام ہے، اور ان کے جس بیٹے کو بادشاہ بنانے کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے، ان سے مراد بھی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں،

۱۵ دیکھئے ص ج ۲

اب ملاحظہ کیجئے کتاب اشعیا کے باب آیت ۱۷ میں یوں کہا گیا ہے کہ :

”خداوند صیون کی بیٹیوں کی پردہ دری کرے گا“

اور کتاب یسعیاہ باب ۴۷ آیت ۲ میں ہے :

لے انبارالحق میں بائبل کے جس عربی ترجمے سے عبارت نقل کی گئی ہے، یہ اس کا ترجمہ ہے عربی الفاظ یہ ہیں :
 ویقطع الرب عورات بنات صیہون“ لیکن ہمارے پاس بائبل کے جتنے تراجم ہیں ان میں سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے مختلف ہوا۔ ترجمہ میں ہے ”خداوند صیون کی بیٹیوں کے سرگنجے اور پردہ ان کے بدن بے پردہ کرے گا“ اور عربی ترجمے مطبوعہ ۱۸۷۱ء میں ہے ”یصلع السيد هامة بنات صیہون و یعزى الرب عوراتهن“ یعنی ”آقا صیون کی بیٹیوں کے سرگنجا کرے گا، اور خدا ان کے بدن بے پردہ کرے گا“ اور انگریزی ترجمہ (کننگ جیمس ورژن) میں ہے :

" Lord Will Smite with a scate the crown of daughters of Zion and the lord will discover their secret parts"

یعنی ”خداوند کھنڈ کی ایک سخت ضرب کے ذریعے صیون کی بیٹیوں کے سرگنجا کرے گا، اور خداوند اُن کے پوشیدہ مقامات کو برہنہ کر دے گا“ — اور کیتھولک بائبل (ناکس ورژن) میں یہ آیت نمبر ۱۶، ۱۷ اور اس کے الفاظ یہ ہیں :

"Ay! but the lord has his doom ready for them, bald of head and teem of temples the women of sion shall known".

یعنی ”سنو! کہ مگر خداوند نے ان (صیون کی بیٹیوں) کے لئے بڑا انجام تیار کر لیا ہے، صیون کی بیٹیاں اپنی حرکتوں کو گنچے سر اور ننگی کنپٹیوں کے ساتھ جائیں گی“

ان میں سے ہر ترجمے کی عبارت دوسرے سے کس قدر مختلف ہے ؟

”چکی لے اور آٹا پس، اپنا نقاب اُتار اور دامن سمیٹ لے، ٹانگیں نکلی کر کے ندیوں کو عبور کر، تیرا بدن بے پردہ کیا جائے گا، بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا، میں بدلہ لوں گا، اور کس پر شفقت نہ کروں گا“ (آیات ۳۰ و ۳۱)

اور کتاب پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۸ میں ہے:

”کیونکہ خداوند ابرہام کی بیوی سارہ کے سبب اپنی ملک کے خاندان کے سب رحم بند کر دیئے تھے“

اور باب ۲۹ آیت ۳۱ میں ہے:

”اور جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی تو اس نے اس کا رحم کھولا، مگر راحل باخجہ رہی“

اور باب ۳۰ آیت ۲۲ میں ہے:

”اور خدا نے راحل کو یاد کیا، اور خدا نے اس کی سسر اس کے رحم کو کھولا۔“

خدا خدا کی مردوں کے کشف عورت سے نفرت ملاحظہ فرمائیے، اور پھر عورتوں کے عیبوں کی پردہ درسی، ان کو برہنہ کرنا، ان کے رحموں کو کھول دینا اور بند کر دینا پیش نظر رکھئے،

کتاب یرمیاہ کے باب ۹ آیت ۲۴ میں ہے کہ:

”میں ہی خداوند ہوں، جو دنیا میں شفقتِ عدل

اور راستبازی کو عمل میں لاتا ہوں۔“

اختلاف نمبر ۲۹

خدا صادقوں پر بھی تلوار چلاتا ہے

۱۔ یہ خدا کا دخترِ بائبل کو خطاب ہے۔

۲۔ رحم کو کھولنے اور بند کرنے سے مراد چونکہ بچہ پیدا کرنا اور باخجہ بنانا ہے، اس لئے یہ اعتراض ہماری

ناقص راستے میں درست نہیں ہے، تقی

حالانکہ اس کے رحم و شفقت کو پسند کرنے اور سچائی سے خوش ہونے کا حال تو آپ معلوم ہی کر چکے ہیں، اب اس کے عدل و انصاف کو ملاحظہ فرمائیں، کتاب حزقیال کے باب آیت ۳ میں یوں ہے کہ:

”اور اس سے خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں تیرا مخالف ہوں، اور اپنی تلوار دنیا سے نکالوں گا، اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا، اور چونکہ میں تیرے صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا اس لئے میری تلوار اپنے میاں سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام بشر پر چلے گی۔“

پھر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شریر کا قتل علمائے پردٹسٹنٹ کے نزدیک عین انصاف ہے، مگر نیک کا قتل کیونکر عدل بن سکتا ہے؟

اور کتاب یرمیاہ باب ۱۳ آیت ۱۳ میں ہے کہ:-

”تب تو ان سے کہنا خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو! میں اس ملک کے سب باشندوں کو، ہائے بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھتے ہیں، اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سب باشندوں کو سستی سے بھر دوں گا، اور میں ان کو ایک دوسرے پر یہاں تک کہ باپ بیٹوں پر مے مار دوں گا۔ خداوند فرماتا ہے میں نہ شفقت کروں گا، نہ رعایت اور نہ رحم کروں گا کہ ان کو ہلاک نہ کروں۔“

پہلے سارے ملک کے باشندوں کو مستی سے بھر دینا اور پھر ان کو قتل کرنا کونسا نرا انصاف ہے؟ اور کتاب خروج باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے:

”اور آدھی رات کو خداوند نے ملک مصر کے سب پہلوٹھوں کو فرعون جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانے میں تھا اس کے پہلوٹھے

تک بلکہ چو پاؤں کے پہلو ٹھوں کی بھی ہلاک کر دیا۔

مصر کے تمام پہلو ٹھوں کو اور چو پاؤں کو قتل کر دینا کہاں کا انصاف ہو سکتا ہے، کیونکہ مصر کے پہلو ٹھوں میں ہزاروں چھوٹی عمر کے مصوم بچے بھی ہیں، اور اسی طرح چھوٹی عمر کے چوپائے بھی سب بے گناہ ہیں،

اختلاف نمبر ۲۰

کتاب حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۲۳ میں ہے:

”خداوند خدا فرماتا ہے کیا شریر کی موت میں میری خوشی ہے، اور اس میں نہیں کہ وہ اپنی روش سے باز آئے اور زندہ رہے؟“

اور باب ۳۲ آیت ۱۱ میں ہے:

”تو ان سے کہہ خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے۔“

دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ شریر کی موت کو پسند نہیں کرتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ وہ توبہ کرے اور نجات پائے، لیکن کتاب یوشع کے باب کی آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ:

”کیونکہ یہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ ان کے دلوں کو سخت کر دیا، اور انھیں ہلاک کر ڈالا۔“

اختلاف نمبر ۳۱

یہتقیس کے نام پہلے خط کے باب آیت ۴ میں ہے:

”یہ انہار الحق کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں میں عبارت یوں ہے کہ: کیونکہ خداوند ہی کی طرف سے تھا کہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ وہ جنگ میں اسرائیل کا مقابلہ کریں تاکہ وہ ان کو ہلاک کر ڈالیں۔“

وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور بچائی کی پہچان تک پہنچیں۔

اور تحصیلگیوں کے نام و دوسرے خط کے باب آیت ۱۱ میں ہے کہ :

”اسی سب سے خدائے کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا، تاکہ وہ جھوٹ کر سچ
جائیں، اور جنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب
سزا پائیں۔“

کتاب امثال باب ۲۱ آیت ۱۸ میں ہے :

”شریر صادق کا فدیہ ہوگا، اور دغا باز را سببازوں کے
بدلہ میں دیا جائے گا۔“

اختلاف نمبر ۳۲

کفارہ کون ہے ؟

اور یوحنا کے پہلے خط باب ۲ آیت ۲ میں ہے :

”اور وہی مالے گناہوں کا کفارہ ہے، اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام
دنیا کے گناہوں کا بھی۔“

پہلی آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بدکار لوگ نیکوکاروں کا کفارہ بنیں گے، اور وہ مری
آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مسیح علیہ السلام جو عیسائیوں کے نزدیک محصور ہیں
وہ بدکاروں کے لئے کفارہ بن گئے،

فائدہ

بعض پادری حضرات جو دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کوئی عمدہ قسم کا کفارہ
نصیب نہیں یہ بات اس لئے غلط ہے کہ اگر امثال کی عبارتوں کے حکم میں غور کریں، اور
بنی نوع انسان کے مختلف طبقات کو پیش نظر رکھیں تو ہم کو یہ چیز صاف طور پر ملتی ہے

۱۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کے متعدد کفارے مسلمان کے ہر فرد کے لئے کارآمد اور مفید ہیں، اس کے علاوہ جب شیخ تمام عالم کے افسانوں کے لئے ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں، جیسا کہ یوحنا کا اقرار ہے تو ان مسلمانوں کے گناہوں کا کفارہ کیونکر نہ ہوں گے، جو خدا کی توحید اور مسیح کی نبوت، اُن کی سچائی، اُن کی والدہ کی سچائی اور پاکدامنی کے معتقد ہیں، بلکہ اگر کوئی شخص انصاف سے کام لے تو سمجھ سکتا ہے کہ ابدی زندگی کے مستحق صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں، نہ کہ اور کوئی، جیسا کہ باب چہارم سے معلوم ہو چکا ہے۔

اختلاف نمبر ۳۳۔

کتاب خروج باب ۲۰ میں ہے کہ :

”تو خون نہ کرنا، تو زمانہ نہ کرنا“

اور کتاب زکریا باب ۱۴ آیت ۲ میں ہے :

”میں سب قوموں کو فراہم کر دوں گا کہ یہ دشمن سے جنگ کریں، اور شہرے لیا جائیگا

اور گھر ٹوٹے جائیں گے، اور عورتیں بے حرمت کی جائیں گی۔“

دیکھتے خدا وعدہ کرتا ہے کہ تمام قوموں کو اس لئے جمع کرے گا کہ وہ خاص اس کی قوم کو

قتل کریں، اُن کی عورتوں کو رسوا کریں اور ان کے ساتھ زنا کریں، اور پہلی آیت میں

اس کے برعکس ہے،

اختلاف نمبر ۳۴۔

کتاب حقوق باب آیت ۱۳ میں ہے :

”تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں تو بدی کو نہیں دیکھ سکتا، اور کج رفتار پر نگاہ نہیں کر سکتا“

لے آیات ۱۳ و ۱۴،

اور کتاب یسعیاد باب ۲۵ آیت ۷ میں ہے:

میں ہی روشنی کا موجب اور تاریکی کا خالق ہوں، میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں، میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں۔

اختلاف نمبر ۳۵:

زبور نمبر ۳۲ کی آیت ۱۵ میں ہے:

خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے، اور اس کے کان ان کی فریاد پر لگے رہتے ہیں۔۔۔۔۔
صادق چلائے اور خداوند نے سنا اور ان کو ان کے سب دکھوں سے چھڑا دیا، خداوند شکستہ دلوں کے نزدیک ہے، اور خستہ جانوں کو بچاتا ہے (رکبات ۱۵ تا ۱۷)

اور زبور نمبر ۲۲ آیت ۱ میں ہے:

اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد اور میرے
نالہ و نرسریاؤں سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا! میں دن کو پکارتا ہوں پر تو
جواب نہیں دیتا، اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا؟

اور انجیل مٹی باب ۲۷ آیت ۲۶ میں ہے:

اور (نوبجے) کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایل، ایل، ایل! ماشقنتی؟
اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟

کوئی بتائے کہ کیا داؤد علیہ السلام و مسیح علیہ السلام نیکوں میں شامل نہیں ہیں؟ اور
شکستہ دل اور متواضع جان والوں میں داخل نہیں ہیں؟ پھر خداوند نے اُن کو کیوں

۱۵ موجودہ اردو ترجمے میں یہاں ”نوبجے“ کے بجائے ”تیسرے“ پر کا لفظ ہے، اس اختلاف کی تفصیل
پہچے صفحہ ۲۱۹ ج ۱ پر نمبر ۸۱ کے تحت گزر چکی ہے، تقی

چھڑ دیا ! اور ان کی خج و بچار اور فریاد کیوں نہیں سنی !

اختلاف نمبر ۳۶۔

کتاب یرمیاہ کے باب ۲۹ آیت ۱۳ میں ہے :

”تم مجھے ڈھونڈھو گے، اور پاؤ گے، جب پرے سے میرے طالب ہو گے“

اور کتاب ایوب باب ۲۲ آیت ۳ میں ہے :

”کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے ؟ تاکہ میں عین اس کی مسند تک

پہنچ جانا۔“

حالانکہ ایوب علیہ السلام کے حق میں خدا نے شہادت دی تھی، کہ وہ نیک اور راہ راست پر ہیں، اللہ سے ڈرنے والے اور بدی سے دور ہیں، جیسا کہ ان کی کتاب کے باب ۲ میں تصریح ہے، اس کے باوجود اس متدس کو اللہ کے پانے کے راستے کا علم نصیب نہیں ہوا، چہ جائیکہ خدا کا پانا،

اختلاف نمبر ۳۷

کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴ میں ہے :

”لو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا، جو اوپر

آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے“

اور اسی کتاب کے باب ۲۵ آیت ۱۸ میں ہے :

”اور سونے کے دو کر دی سر پوش کے دونوں سروں پر.....“

۱۔ ”محض کی سر زمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور استباز تھا، اور خدا سے

ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ (ایوب ۱۱)

گمراہ بنانا،

اختلاف نمبر ۳۸

یہوداہ کے خط کی آیت ۶ میں ہے کہ :

”اور جن فرشتوں نے اپنی حکومت کو قائم نہ رکھا، بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا اس

ان کو دائمی قید میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک رکھا ہے۔“

معلوم ہوا کہ شیاطین بڑی بڑی زنجیروں میں قیامت تک کے لئے مقید کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ کتاب ایوب کے باب ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے اور خدا کے پاس حاضر رہتا ہے،

اختلاف نمبر ۳۹ :-

پطرس کے دوسرے خط کے باب ۲ آیت ۴ میں ہے کہ :

”خدا نے گناہ کرنے والے فرشتوں کو نہ چھوڑا، بلکہ جہنم میں بھیج کر تاریک غاروں میں ڈال دیا تاکہ عدالت کے دن تک حراست میں رہیں۔“

۱۵۔ اسی آیت میں صندوقِ شہادت بنانے کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ صندوق کے دونوں سروں پر دو فرشتوں کی مورتیں بنانا، پہلی آیت میں مدت بنانے کو قطعی ناجائز کہا گیا تھا، اس میں باقاعدہ حکم دیا جا رہا ہے، تقی

۱۶۔ ”اور ایک دن خدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں، اور ان کے درمیان شیطان بھی آیا۔“ (ایوب ۱: ۶، ۱۲)

اور انجیل مثنیٰ کے باب ۴ میں ہے کہ:

”شیطان نے عیسیٰ علیہ السلام کو آزمایا۔“

اختلاف نمبر ۴۰:-

زبور نمبر ۹۰ آیت ۴ میں ہے کہ:

”کیونکہ تیری نظر میں ہزار برس ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا، اور جیسے رات کا ایک پہر۔“

اور پطرس کے دوسرے خط کے باب ۳ آیت ۸ میں ہے:

”خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے، اور ہزار برس ایک دن کے برابر۔“

اس کے باوجود کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ:

”اور کمان بادل میں ہوگی، اور میں اس پر نگاہ کروں گا، تاکہ اس ابدی عہد کو یاد کروں جو خدا کے اور زمین کے سب طرح کے جاندار کے درمیان ہے۔“

قوس کا کسی عہد کے لئے علامت ہونا کوئی صحیح بات نہیں ہے، کیونکہ قوس ہر بادل میں نہیں ہوتی، بلکہ جب بادل رقیق ہو اس وقت ہوتی ہے، اور یہ وقت اتنی کثرت سے بارش ہونے کا نہیں ہوتا، جس سے طوفان کا خطرہ ہو سکے، لہذا ضرورت کے وقت یہ

۱۔ کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد سے یہ عہد کیا تھا کہ جیسا طوفان تمہارے زمانے میں آگیا دیا آئندہ کبھی نہ آئے گا، اس عہد کی نشانی یہ معشرہ کی کہ آسمان پر بادل کے اندر قوس قزح (دھنک) ظاہر ہوگی، اور یہ اُس عہد کے تازہ رہنے کی علامت ہوگی، تقی

چیز علامت نہیں ہوگی، بلکہ بعد از ضرورت بے موقع واقع ہوگی۔

کیا خدا کو دیکھنا ممکن ہے

کتاب خراج باب ۳۳ آیت ۲۰ میں ہے کہ اللہ نے حضرت

اختلاف نمبر ۴

موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

”تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ انسان مجھے

دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا۔“

لیکن کتاب پیدائش باب ۳۲ آیت ۳۰ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ارشاد اس

طرح مذکور ہے:

”میں نے خدا کو رو برو دیکھا، پھر بھی میری جان بچی رہی۔“

معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا کو آمنے سامنے دیکھا، اور پھر بھی زندہ رہے، اور

جس قصے میں یہ قول واقع ہوا ہے اس میں کچھ اور بھی ناقابل بیان باتیں ہیں، ادل یہ کہ اللہ

اور یعقوب کے درمیان باقاعدہ کشتی ہوئی، دوسرے یہ کہ کشتی اور مقابلہ صبح تک جاری

رہا، تیسرے یہ کہ اس مقابلے میں کوئی کسی پر غالب نہ آسکا، بلکہ کشتی برابر رہی، چوتھے یہ کہ

خدا خود سے اپنے آپ کو نہ چھڑا سکا، بلکہ یہ کہا کہ مجھ کو چھوڑ دے، پانچویں یہ کہ یعقوب نے

خدا کو بغیر معاوضہ لئے ہوتے نہ چھوڑا، اور معاوضہ یہ لیا کہ خدا نے انھیں برکت دی،

چھٹے خدا نے یعقوب سے اُن کا نام دریافت کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو ان کا نام معلوم تھا

۱۔ مطلب یہ کہ طوفان کے نہ ہونے کے عہد کو اس وقت تازہ کرنا چاہئے جب طوفان کا خطرہ ہو، اور جب

آسمان پر قوس قزح ظاہر ہوتی ہے تو طوفان کا خطرہ نہیں ہوتا، اُس وقت اس عہد کو تازہ کرنے کی

کوئی ضرورت نہیں ہے، تقی

۲۔ یہ پورا واقعہ بائبل کی زبانی ص ۸۶۶ ج دوم پر گزر چکا ہے، تقی

اختلاف نمبر ۴۲،

یوحنا کے پہلے خط کے باب ۴ آیت ۱۲ میں ہے کہ :

”خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا“

اور سفر خروج کے باب ۲۴ آیت ۹ میں یوں ہے کہ :

”تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ایہود اور بنی اسرائیل کے شہر بزرگ اوپر گئے، اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا، اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کے پتھر کا چوڑا سا تھاجو آسمان کے مانند شفاف تھا، اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفاء پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا، سوائے انھوں نے خدا کو دیکھا، اور کھایا اور پیا۔“

معلوم ہوا کہ موسیٰ اور ہارون نیز شہر مشائخ بنی اسرائیل نے نہ صرف خدا کو دیکھا، بلکہ اللہ کے ساتھ دعوت بھی اُتائی، اور غضب کھایا پیا،

ہم گواہی کریں گے کہ اول تو آخری جملہ بظاہر اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ انھوں نے خدا ہی کو کھایا پیا تھا، لیکن مقصود غالباً یہی ہے جو معترضین نے سمجھا ہے، دوسرے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا خدا انھوں نے ہندوستان کے مشرکین کے خداؤں مثل راجندر اور کرشن کی شکل و صورت کا ہے، کیونکہ ان کے خداؤں کا رنگ جیسا کہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے آسمانی رنگ ہے،

اختلاف نمبر ۴۳۔

تیمتیس کے نام پہلے خط کے باب ۱ آیت ۱۶ میں ہے کہ :

”اے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔“

اور مکاشفہ کے باب میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ :

یوحنا نے آسمان پر خدا کو سنگبیشب اور عقیق کے مشابہ شکل میں دیکھا تھا، کہ وہ
عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔

اختلاف نمبر ۴۴:-

انجیل یوحنا کے باب ۵ آیت ۳۷ میں یسوع کا قول یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے
یوں ہے کہ:-

”تم نے نہ کبھی اس کی آواز سنی ہے اور نہ اس کی صورت دیکھی“

حالانکہ ابھی ابھی گزشتہ امثال میں آپ خدا کے دیکھے جانے کا حال سن چکے ہیں، اب
رہا اس کی آواز سننے کا معاملہ سو سفر استنار کے باب آیت ۲۲ میں یوں ہے کہ،
”خداوند ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور عظمت ہم کو دکھائی، اور ہم نے اس کی آواز
آگ میں سے آتی سنی“

اختلاف نمبر ۴۵:-

انجیل یوحنا کے باب آیت ۲۴ میں ہے کہ:-

”خدا روح ہے“

اور انجیل لوقا کے باب ۲۴ آیت ۳۹ میں اس طرح ہے کہ:

”روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی“

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ خدا کے نہ گوشت ہے، اور نہ ہڈی، حالانکہ عیسائیوں
کی کتابوں سے ثابت ہے کہ خدا کے تمام اعضاء سر سے پاؤں تک ہیں، انھوں نے ان اعضاء
کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، جو آپ کو چرتھے باب کے مقدمہ

۱۵ دیکھئے مکاشفہ ۲: ۲ تا ۴،

میں معلوم ہو چکی ہیں

پھر اس کے بعد خود ہی مذاق اڑاتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے کہ آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خدا یا باغبان ہے؟ یا معمار؟ یا کہار؟ یا درزی؟ یا جراح؟ یا تانی؟ یا دانی؟ یا قصائی؟ یا کاشکار؟ یا ڈوکاندار؟ وغیرہ، کیونکہ اس معاملہ میں ان کی کتابوں کے اقوال میں بہت کچھ اختلاف ہے، کتاب پیدائش کے باب آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

”خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا باغبان ہے، اس کی تائید کتاب اشعیاء کے باب ۴۱ آیت ۱۹ سے بھی ہوتی ہے، مگر کتاب سموئیل اول کے باب آیت ۳۵ میں ہے کہ:

”میں اُس کے لئے ایک پائیدار گھر بناؤں گا“

اس کی تائید کتاب سموئیل ثانی کے باب آیت ۱۱ و نمبر ۲ اور سفر ملوک اول باب آیت ۳۸ سے اور زبور نمبر ۱۲ کی آیت ۱ سے بھی ہوتی ہے، ان تمام روایتوں سے پتہ چلا کہ خدا معمار ہے، مگر کتاب یسعیاہ کے باب ۶۴ آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

”تو بھی اے خداوند! تو ہمارا باپ ہے، ہم مٹی ہیں، اور تو ہمارا کہہ رہا ہے، اور سب کے سب تیری دستکاری ہیں“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کہہ رہا ہے، مگر کتاب پیدائش باب آیت ۲۱ میں ہے کہ:

”اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر اُن کو پہنا دیے“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا خیاط ہے، لیکن کتاب یرمیاہ باب ۳ آیت ۱ میں یوں ہے کہ،
 "تیرے زخموں سے سفار بخشوں گا۔" اس سے معلوم ہوا کہ خدا جراح ہے،
 مگر کتاب اشعیاہ باب ۲۰ آیت ۲۰ میں اس طرح ہے کہ:

"اے رذخداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے گرایہ پر لیا، یعنی
 اسور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈے گا، اور اس سے ڈاڑھی بھی کھو
 جائے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خدا (نعوذ باللہ) حجام ہے، لیکن کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۳
 سے اور باب ۳ آیت ۲۳ میں لکھا ہے کہ "خدا نرس اور دانی ہے" یہ دونوں چیزیں
 ابھی ابھی اختلاف نمبر ۲۸ میں گذر چکی ہیں،

لیکن کتاب یسعیاہ باب ۳۴ آیت ۶ میں ہے کہ:

"خداوند کی تلوار خون آلود ہے، وہ چربی اور مژدوں اور بکروں کے ہوسے اور مینڈھوں
 کے گردوں کی چربی سے چکنا گئی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا قصاب ہے، لیکن کتاب یسعیاہ باب ۴ آیت
 ۱۵ میں ہے:

"دیکھ میں تجھے گھاٹی کا نیا اور تیز و ندانے دار آکے بناؤں گا، تو پہاڑوں کو کوٹے گا،
 اور ان کو ریزہ ریزہ کرے گا، اور ٹیلوں کو بھوسے کی مانند بنائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کاشتکار ہے، مگر کتاب یوایل باب ۱ آیت ۸ میں ہے کہ،
 "تمہارے بیٹے بیٹیوں کو بنی یہوداہ کے ہاتھ بچوں گا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا دکاندار ہے، لیکن کتاب یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۱۳ میں ہے:

”اور تیرے سب فرزند خداوند سے تعلیم پائیں گے۔“
اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا معلّم ہے، لیکن کتاب پیدائش باب ۳۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا پہلا ان ہے،

اختلاف نمبر ۳۶ :-

سفر سموئیل ثانی باب ۲۲ آیت ۹ میں یوں ہے کہ:
”اس کے نتھنوں سے دھواں اٹھا، اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بحسم کرنے لگی، کوئلے اس سے دھک اُٹھے۔“

اور کتاب ایوب باب ۳۷ آیت ۱۰ میں یوں ہے کہ:
”خدا کے دم سے برف جم جاتی ہے، اور پانی کا پھیلاؤ تنگ ہو جاتا ہے۔“

اختلاف نمبر ۳۷ :-

کتاب ہوسیع باب ۵ آیت ۱۲ میں یوں ہے کہ:
”تین افزائیم کے لئے کیڑا ہوں گا، اور یہوداہ کے گھرانے کے لئے گھن۔“
اور اسی کتاب کے باب ۱۳ آیت ۷ میں یوں ہے کہ:

”میں اُن کے لئے شیر برکی مانند ہوا، چیتے کی مانند راہ میں اُن کی گھات میں بیٹھوں گا۔“
بحان اللہ! کبھی تو خدا اتنا کمزور اور ضعیف الخلق اور نحیف الجسم کہ کیرے اور گھن کی طرح، یا پھر دوسرے وقت شیر اور چیتے جیسا طاقتور شہنشاہ حیوانات،

اختلاف نمبر ۳۸ :-

مراثی ارمیاہ باب ۳ آیت ۱۰ میں یوں ہے کہ:-

۱۔ اس باب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنے کا قصہ مذکور ہے جو ص ۶۷۸ میں لکھا ہے۔

وہ میرے لئے گھات میں بیٹھا ہوا رہے اور کینچن گھاہ کا شیر بہر ہے۔

اور کتاب اشعیاء باب ۴۰ آیت ۱۱ میں یوں ہے کہ:

”پان کی مانند اپنا کلمہ چراتے گا۔“

خدا بھی عجیب ہے کبھی شیر اور درندہ ہوتا ہے اور کبھی محافظ چرواہا،

اختلاف نمبر ۴۹:-

سفر خروج باب ۵ آیت ۳ میں یوں ہے کہ: ”خداوند صاحب جنگ ہے“

اور عبرانیوں کے نام باب ۱۳ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ: ”خدا اطمینان کا چشمہ ہے“

اختلاف نمبر ۵۰:-

یوحنا کے باب ۴ آیت ۸ میں یوں ہے کہ: ”خدا محبت ہے“

اور کتاب یرمیاہ باب ۲۱ آیت ۵ میں ہے کہ:

”میں آپ اپنے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے اور قوت بازو سے تمہارے خلاف

لڑوں گا۔“

چونکہ پچاس اختلافات نقل کئے جا چکے ہیں، اس لئے ہم تطویل کے اندیشے سے اتنی

لے اخبار الحق میں ایسا ہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی عبارت ہے، لیکن یہ درست نہیں، یہ عبارت

یوحنا کے پہلے خط کی ہے، غالباً یہاں کاتب سے ہو ہوا ہے۔

لے یہاں ایک بار پھر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ ان پچاس اعتراضات میں سے بعض ہمارے نزدیک غلط بلکہ

غور ہو رہے اور جہل ہیں، اور بہت سے درست بھی ہیں، لیکن ان کو نقل کرنے کا منشاء صرف یہ ہے کہ جس قسم کے

اعتراضات نصاریٰ احادیث پر کرتے ہیں اس قسم کے اعتراضات انہی کے لمحدین اور آزاد خیال

(لوگوں نے بائبل پر کئے ہیں، پادری حضرات ان اعتراضات کو غلط قرار

دیتے ہیں، مگر پھر اسی قسم کے اعتراض احادیث پر کرتے ہیں، تقی،

مقدار پر اکتفا کرتے ہیں، اگر کسی صاحب کو مزید شوق ہو تو معترضین عیسائیوں کی کتابوں کی چھان بین اس قسم کے بے شمار اختلافات اس کو مل جائیں گے۔

تعددِ ازواج، غلامی اور اختصار
 کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۱۵ میں ہے؛
 اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور ایک محبوبہ
 اور دوسری غیر محبوبہ الخ۔

اور کتاب یسوع باب ۲۷ آیت ۲۷ میں ہے؛

”اور یسوع نے اسی دن اُن کو جماعت کے لئے اور اس مقام پر جسے خداوند خود چنے
 اس کے مذبح کے لئے لکڑیاں اور پانی بھرنے والے مقرر کیا۔“
 اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع نے اہل جبعون کو غلام بنالیا تھا، اور کتاب یسعیاہ
 باب ۵۶ میں ہے؛

”خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ خوش ہے جو میرے بندوں کو مانتے ہیں اور ان کاموں کو جو مجھے
 پسند ہیں اختیار کرتے ہیں، اور میرے عہد پر قائم رہتے ہیں میں ان کو اپنے گھر میں اپنی
 چار دیواری کے اندر ایسا نام و نشان بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی بڑھکر ہوگا،
 میں ہر ایک کو ایک ابدی نام دوں گا جو مٹایا نہ جائے گا۔“

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ نے تعددِ ازواج کو جائز فرمایا ہے، اور غلامی کو بھی جائز قرار
 دیا ہے، اور وہ خفیہ لوگوں سے بھی راضی ہے، حالانکہ یہ سب چیزیں انگریزوں کے نزدیک

۱۵ اس لئے کہ اس سے پہلی آیات میں تصریح ہے کہ اہل جبعون حضرت یوشع کے ہاتھ میں جنگی قیدی تھے
 جنہیں انہوں نے قتل کرنے کی بجائے غلام بنالیا،
 ۱۶ خبیث یعنی خفیہ لوگ،

مذہب اور محبوب ہیں، یا شرعی نقطہ نگاہ سے یا عقل فیصلہ کی بنا پر،
 کز تھیں کے نام پہلے خط کے باب قول آیت ۲۵ میں ہے :
 ”کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے“
 اور کتاب حزقی ایل باب ۱۴ آیت ۹ میں ہے :

”اور اگر نبی فریب کھا کر کچھ کہے تو میں خداوند نے اس نبی کو سرب دیا“
 ان دونوں آیتوں سے اللہ کی بیوقوفی اور انبیاء کو گمراہ کرنے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے
 (نعوذ باللہ منہ)

جان کلارک ملحدان بعض اقوال مذکورہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ :-
 ”بنی اسرائیل کا یہ خدا نہ صرف قاتل، ظالم، جھوٹا اور احمق ہی ہے، بلکہ وہ جلانے
 والی آگ بھی ہے، جیسا کہ پولس نے رسالہ عبرانیہ کے باب ۱۲، آیت ۲۹ میں کہا ہے
 ”ہمارا خدا جسم کرنے والی آگ ہے“ اور اس معبود کے ہاتھوں پڑ جانا خوفناک
 ہے، جیسا کہ پولس رسالہ عبرانیہ کے باب ۱۰ آیت ۲۱ میں کہتا ہے کہ : ”زندہ خدا کے
 ہاتھوں میں پڑنا ہولناک بات ہے“ لہذا اس قسم کے خدا کی غلامی سے جس قدر
 ممکن ہو عجلت کے ساتھ آزادی میسر ہو جائے تو بہتر ہے، کیونکہ جب اس سے اس کا
 اکلوتا اور چیتا بیٹا بھی نہ بچ سکا تو اور کون ہے جس کو اس کی رحمت کی توقع ہو سکے؟
 اور یہ خدا جس کی نسبت یہ کتابیں اس کے خدا ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں، قابل
 اعتماد خدا نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی کوئی حقیقت ثابت نہیں
 اور افسوس اور اودام کا مجموعہ یا پیغمبروں کو گمراہ کرنے والا ہے“

دیکھ لیا آپ نے ان پادری صاحبان کے ہم قوم لوگوں کے خیالات کو کہ انکی نوبت
کہاں تک جا پہنچی،

یہ بات واضح رہے کہ عیسائی حضرات کے اعتراضات انگریزی وغیرہ ترجموں کے
مطابق ہیں، اس لئے اگر ناظرین کسی آیت کے عدد میں، یا بعض مضامین عربی ترجمے
کے خلاف پائیں تو اس کا سبب ترجموں کا اختلاف ہوگا ۛ



www.ahlehaq.org

بَابُ ثَمَ

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ

www.ataulUloom.org

بیشتم

محمد رسول اللہ

پہلی فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات

اس فصل میں چھ مسلک ہیں

پہلا مسلک، معجزات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بے شمار معجزات صادر ہوئے۔ ہم اس مسلک میں قرآن اور صحیح حدیثوں سے حذن اسناد کے بعد نمونے کے طور پر تھوڑے سے ذکر کرتے ہیں جن کو ہم دو قسموں میں بیان کریں گے،

باب نچیم کی فصل نمبر ۲ میں ہم پوری تفصیل کے ساتھ یہ چیز ثابت کر چکے ہیں کہ زبانی

۱۵ میں چھ مختلف طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۱۷ دیکھئے ص ۱۱۱۵ ج ۲،

روایتوں کا اعتبار کرنا عقلی اور نقلی دونوں لحاظ سے کوئی قباحت نہیں رکھتا، بشرطیکہ اُن شرائط کے مطابق ہوں جو ہمارے علماء نے روایت کے اعتبار کے لئے مقرر کی ہیں،

پہلی قسم
ماضی مستقبل کی صحیح خبریں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبریں زمانہ ماضی یا آئندہ سے متعلق ہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام کے واقعات، گزشتہ امتوں کے قصے، جن کو نہ آپ نے کسی سے سنا اور نہ کسی کتاب کے ذریعہ وہ آپ کو حاصل ہوئے، چنانچہ باب پنجم کی فصل کے امر رابع سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ انہی واقعات کی طرف اللہ نے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے:

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ	یہ مجملہ اُن غیبی خبروں کے ہے جنہیں
نُوحِيْمَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ	ہم بذریعہ وحی آپ پر اُتارتے ہیں،
تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ	اس سے پہلے نہ آپ اُن خبروں سے
مِنْ قَبْلِ هَذَا،	واقف تھے اور نہ آپ کی قوم ۛ

رہا وہ اختلاف جو بعض واقعات کی نسبت قرآن کریم اور اہل کتاب کی کتابوں میں پایا جاتا ہے، اس کا جواب دوسرے اعتراض کے جواب کے سلسلے میں باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ میں دیا جا چکا ہے،

انحضرت کی پیشین گوئیاں
آئندہ پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں، وہ بھی بشمار ہیں، مثلاً:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا:

قَامَ فِيْنَا مَقَامًا تَرَكَ
شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ
ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ
إِلَّا حَدَّثَهُ حِفْظُهُ مَنْ
حَفَظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ
نَسِيَهُ، ثُمَّ عَلِمَهُ
أَصْحَابِي هَوَ لَاءٌ وَإِنَّهُ
لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ فَأَعْرِفُوهُ
وَأَذْكُرُوهُ كَمَا يُذَكِّرُ
الرَّجُلُ وَجَّةَ الرَّحْلِ
إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ
عَرَفَهُ،
(رواہ البخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت تک
ہمارے پاس تشریف فرما ہے، آپ نے
اپنے زمانے سے لے کر قیامت تک پیش
آنے والا کوئی واقعہ ایسا نہیں تھا جو اچھے یا
نہ فرمایا ہو، جس کو یاد رکھنا تھا اس نے اس کو
یاد رکھا، اور جس نے بھلنا تھا اس نے
بھلا دیا، میرے یہ ساتھی سب اس چیز کو
جانتے ہیں، جب اُن واقعات میں سے
کوئی واقعہ پیش آتا ہے، تو میں فوراً اس کو
پہچان لیتا ہوں، اور وہ مجھے اس طرح
یاد آتا ہے جس طرح ایک بار دیکھے ہوئے
انسان کی صورت ایک عرصہ غائب رہنے
کے بعد دوبارہ سامنے آنے پر پہچانی
جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

باب پنجم فصل ۱۔ امر کے ذیل میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں
اس نوع کی دی ہوئی خبریں ۲۲ ہیں، اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَهُ لِّلشَّيْخِينِ وَالْبِیِّنَاتِ ذِكْرٌ فِی جَمْعِ الْفَوَائِدِ ر ۱۹۰ ج ۲ کتاب المناقب باب
من اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمغیبات،

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
 الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمُ
 مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ
 قَبْلِكُمْ مَثَلُ الْبَاسَاءِ
 وَالضَّرَآءِ وَزُلْزَلُوا حَتَّى
 يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ
 آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ
 اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ
 تم کیا تم کو یہ خیال ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گی
 حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں
 جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو
 سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے
 یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے
 ساتھ ایمان لائے، کب آوے گی اللہ
 کی مدد، سن رکھو! اللہ کی مدد
 قریب ہے

اللہ نے اس آیت میں مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ تم کو خوب جھنجھوڑا جائے گا،
 اس حد تک کہ خدا سے مدد اور نصرت کے طالب ہو گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنے اصحاب سے فرمایا کہ:

”قبائل عرب کے تم پر ہجوم کرنے اور حملہ آور ہونے کی وجہ سے تم سخت مشقت
 میں ڈالے جاؤ گے، مگر انجام کار فتح تم کو ہی ہوگی۔“
 نیز فرمایا:

”متحدہ گروہ حملہ آوروں کے تھاری سمت آنے والے ہیں۔“
 اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کے موافق وہ گروہ حملہ آور ہوئے جو دس ہزار
 کی تعداد میں تھے، جنہوں نے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا، ایک ماہ تک شدید لڑائی
 جاری رہی، مسلمان بیچارے سخت تنگی اور پریشانی نیز مرعوبیت کا شکار تھے، مگر کہا تو
 اے یعنی غزوہ احزاب کے موقع پر،

یہی کہا کہ ”یہ وہی چیز ہے جس کا ہم سے خدا اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا، اور خدا اور اس کا رسولؐ سچے ہیں۔ اس چیز نے اُن کے یقین و ایمان، اطاعت و انقیاد میں اور ترقی کر دی۔“

ائمہ حدیث نے روایات ذیل نقل کی ہیں:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مکہ، بیت المقدس، یمن، شام و عراق کی فتوحات کی خبر دی،

۲۔ امن و امان کی پیشینگوئی کی کہ اس حد تک ہو جائے گا کہ تنہا ایک عورت حیرہ کے مکہ تک اس طور پر سفر کرے گی کہ حشر کے سوا اس کو اور کسی کا

۱۔ صحابہ کا یہ قول خود قرآن کریم نے سورہ احزاب میں نقل فرمایا ہے،

۲۔ مصنف نے ان احادیث کے مآخذ بیان نہیں فرمائے۔ ہم حاشیہ پر روایات کے الفاظ اور ان کے مآخذ لے رہے ہیں، اس میں اس بات کی کوشش کریں گے کہ جن الفاظ کے ساتھ مصنف نے روایت نقل کی ہو، اسی کی تخریج کی جائے۔ تاہم بعض جگہوں پر مجبوراً احسن کی رعایت کی گئی ہے ۱۲ تفسیر

۳۔ فتح مکہ کی پیشینگوئی سمی روایت میں ہے، غالباً سب سے پہلے پیشینگوئی آپؐ نے کعبہ کے کلبہ بزرگ عثمان بن طلحہ کے سامنے ہجرت سے بھی پہلے فرمادی تھی، خود سعد بن ابی وقاص (الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۷ ج اول)

۴۔ اخرج البخاری والحاکم وصحیح عن عون بن مالک الاشجعی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعدد ستاين یدی الساعة موتی ثم فتح بیت المقدس الحدیث (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص ۱۱۰ ج ۲)

۵۔ اخرج الشیخان عن سفیان بن ابی ہبیرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفتح البین فیا قی قوم یسرون ثم تفتح الشام فیا قی قوم یمیون ثم تفتح العراق الحدیث (ایضاً ص ۱۱۰ ج ۲)

ڈرنے ہوگا،

- ۳۔ خبر کی نسبت اطلاع دی کہ کل آئندہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا۔
- ۴۔ روم اور فارس کی نسبت پیشینگوئی فرمائی کہ دونوں سلطنتوں کے خزانے مسلمان تقسیم کریں گے؛
- ۵۔ فارس کی لڑکیاں مسلمانوں کی خادمہ بنیں گی، یہ تمام خبریں آپؐ کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق صحابہ ہی کے زمانے میں بعینہ واقع ہوئیں،
- ۶۔ میری امت بہتر فسر قوں پر بٹ جائے گی؛
- ۷۔ اہل فارس سے ایک یا دو لڑائیاں ہوں گی، پھر کبھی قیامت تک اُن کو سلطنت نصیب نہ ہوگی، اور رومیوں کی سلطنت چند صدیوں تک جاری رہے گی،

۱۷۔ اخرج الطبرانی وعبد الرزاق عن جابر بن سمرہ یوشک ان تخرج الفعینة من المدینة الى الحيرة لا تخاف احدًا الا الله (کنز العمال ص ۹۳، ج ۶) والحدیث له طرق اخری ورزی عدی بن حاتم ترجم من الحيرة حتى تلتکوا بابیت (کنز العمال)

۱۸۔ اخرج بشیر بن عیسیٰ عن سلمة بن الاکوع فی حدیث طویل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا عین الزایة خدًا رجلاً یجده الله ورسوله یفزع الله علیه فاذا نحت بعلی ومانزوه فقالوا هذا علی فاعطاه الراية ففزع الله علیه (المختصر الکبریٰ ص ۲۵۲ ج ۱ اول)

۱۹۔ اخرج الطبرانی والحاکم وغیرہ عن عبد الله بن خولة فی حدیث مرفوع "لتفتقنکم الشام والروم وفارس" حتی یموتن لاحکم من الدمل کذا کنذا الحدیث (کنز العمال کتاب الفضائل ص ۹۳ ج ۶ برزجم طب ک ق ص ۱) کذا ان الله تعالیٰ وعبدی فارس ثم الروم نساؤهم وابناؤهم الحدیث اخرجہ نعیم بن حماد فی الفتن عن صفوان بن عیمر (کنز العمال ص ۹۴ ج ۶)

۲۰۔ تفسر ق امتی علی ثلث وسبعین فسرقة اخرجہ الحاکم والبیہقی عن ابی ہریرة ومعاويةؓ، (المختصر ص ۱۳۶ ج ۲)

ہر قرن کے خاتمے پر دوسرا اس کی جگہ لے لے گا۔

رومیوں سے مراد اہل یورپ اور عیسائی ہیں، حضورؐ کی دی ہوئی خبر کے مطابق فارس کی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا، اس کے برعکس رومیوں کی سلطنت اگرچہ دورِ فاروقی میں ملکِ شام سے مٹ گئی، اور ہرقل شکست کھا کر شام سے فرار ہو گیا، اور اپنی سلطنت کے آخری حصے میں پناہ گزین ہوا، مگر ان کی سلطنت پورے طور پر نہیں مٹی۔ بلکہ ایک قرن کے خاتمے پر دوسرا قرن اس کی جگہ لیتا چلا گیا،

۸۔ خدا نے میرے لئے زمین کی طنائیں کھینچ دی ہیں، اور سمیٹ دیا ہے،

جس سے میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا۔ میری امت کی بادشاہت اُن تمام علاقوں تک پہنچے گی جو میرے لئے سمیٹ دیئے گئے ہیں،

مطلب یہ ہے کہ خدا نے میرے لئے تمام زمین کو سمیٹ دیا ہے، اور اس کے دورِ دراز علاقوں کو قریب کر دیا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی تمام حالات پر مطلع ہو گیا ہوں، اور میری امت اس تمام علاقے کو رفتہ رفتہ تدریجاً فتح کرتی جائے گی، یہاں تک کہ اس تمام زمین کی مالک بن جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق و مغرب کے دونوں حصوں کے ساتھ فتوحات

کو مقید کر دیا، اس وجہ سے آپؐ کی امت مشرق و مغرب میں پھیل گئی، یعنی سرزمین ہند

۱۔ الفارس لمحۃ اولیٰ نطنان ثم لا فارس بعدہ ہذا ابدۃ الروم ذوات القرون کلھا بلک قرن خلفہ قرن اخرہ الحارث ابن ابی اسامۃ عن ابن حجر (الخصائص ص ۱۳ ج ۲)

۲۔ ان اللہ تعالیٰ زوی فی الارض فرایت مشارقہا و مغاربہا و ان ملک امتی سیلغ ما زری لی مہنا، فی حدیث طویل اخرہ کثیر من المحدثین منهم الامام مسلم و ابو داؤد و الترمذی عن ثوبان رکنہ المال ص ۹۲ ج ۶ کتاب الفضائل،

سے لے کر جو مشرق کا آخری سرا ہے، بحر طنجہ تک جو مغرب کا آخری حصہ ہے، مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، جنوب و شمال میں مسلمانوں کا عمل و فعل اس شان و کیفیت سے نہیں ہوا جیسا کہ مغرب و مشرق میں ہوا، شاید "مشرق" صیغہ جمع لانے میں اور اس کو ذکر مقدم رکھنے میں اشارہ ان واقعات کی جانب ہے جو وہاں پیش آنے والے ہیں، نیز اس طرف بھی کہ وہاں دوسرے ملکوں کی نسبت علماء زیادہ ہوں گے، چنانچہ مشرق کے علماء مغرب کے علماء سے کما و کیف زیادہ ہوئے ہیں،

۹۔ "مغرب کے باشندے حق پر غالب رہیں گے، قیامت تک" ایک دوسری روایت میں جو ابو امامہؓ سے منقول ہے یوں ہے کہ: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت تک) وہ اسی حالت پر رہیں گے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ وہ لوگ کہاں کے ہوں گے؟ فرمایا کہ "بیت المقدس کے"۔

جہور علماء کے نزدیک اہل مغرب کے مراد شام کے لوگ ہیں، اس لئے کہ وہ ملک حجاز سے مغرب کی سمت ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ وہ شام کے باشندے ہونگے، ۱۰۔ "یہ کہ جب تک عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ فتنے اپنا سر نہیں اٹھائیں گے"۔

اور ایسا ہی ہوا بھی، کہ عمر فاروقؓ کی ذات گرامی فتنوں کے باب کے لئے دیوار بنی رہی،

۱۱۔ اخبرہ مسلم عن سعد مرفوعاً "لا يزال اهل الغرب ظاهرين على اعدائهم حتى تقوم الساعة" (جمع الفوائد ص ۲ ج ۲ فضائل هذه الامة)

۱۲۔ اما الرواية لمعروفة عند البخاري وغيره عن المغيرة بن شعبه "وليس فيا زيادة اهل بيت المقدس دلم اجاز هذه الزيادة فيما بحثت،

۱۳۔ عن ابى ذر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال "تصيبكم فتنة مادام هذا فيكم يعني عمر" اخبر الطبراني في الاوسط ۴

۱۱۔ امام مہدی ظاہر ہوں گے،

۱۲۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے،

۱۳۔ دجال بھلے گا، یہ تینوں چیزیں انشاء اللہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی۔

۱۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کرتے ہوئے شہید کئے جائیں گے؛

۱۵۔ بدترین انسان وہ ہوگا جو اس کو اس سے رنگ لے گا، یعنی حضرت علیؑ کی ریش مبارک

کو ان کے سر کے خون میں لتھیرے گا، یعنی شہید کرے گا۔

یہ دونوں بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق شہید کئے گئے،

۱۶۔ اور یہ کہ حضرت عمارؓ کو باغی گروہ شہید کرے گا، چنانچہ ان کو حضرت مساویہ

رضی اللہ عنہ کی جماعت نے شہید کیا،

۱۷۔ میرے بعد میری امت میں خلافت تین سال تک رہے گی، اس کے بعد دنیوی

۱۵ اس بارے میں احادیث معنی متواتر ہیں، واضح شے فی ہذا الباب حدیث النورس بن سمان الطویل و فیہ ذکر
المہدی و عیسیٰ و الدجال، اخرجہ شیخان (صحیح الفوائد ص ۲۹۴ ج ۲)

۱۶ شہادت کی خبر تو حضرت انسؓ وغیرہ سے کئی روایتوں میں مردی ہے (کنز، ص ۳۸۱ ج ۶ برمز ابن عساکر)
لیکن اس میں تلاوت قرآن کا ذکر نہیں ہے، کنز اور صحیح الفوائد میں بلخج جستجو کے باوجود ہم اسے نہیں پا سکے
واللہ اعلم

۱۷ الا احدکم یا شقی الرجلین اجمیر ثم واذی عقر الناقة واذی یضربک یا علی علی ہذہ حتی یبل صذہ، اخرجہ الطبرانی
فی الکبیر عن عمار بن یاسر و عن صہیب بلفظ آخر (کنز العمال ص ۱۵۲ ج ۶ و صحیح الفوائد ص ۲۱۲ ج ۲)

۱۸ ریح عمار تقتلہ الفتنۃ الباغیۃ، اخرجہ احمد عن ابی سعید (کنز، ص ۱۹۵ ج ۶)

۱۹ الخلافة فی امتی ثلاثون عامًا ثم یكون ملکا، اخرجہ ابو داؤد و الترمذی و حسنہ و النسائی و الحاكم و بیہقی
و ابونعیم عن سفینۃ (الخصائص الکبریٰ ص ۱۱۶ ج ۲)

سلطنت میں تبدیل ہو جائے گی۔

چنانچہ اسی طرح پر ہوا، کیونکہ خلافت حقہ کا خاتمہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور خلافت پر ختم ہو جاتا ہے، یعنی ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت کی مدت دو سال تین ماہ بیس روز ہے اور عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ چار دن ہے، پھر خلافت عثمانؓ کی مدت گیارہ سال گیارہ ماہ اٹھارہ روز، پھر حضرت علیؓ کا زمانہ خلافت چار سال دس ماہ یا نو ماہ ہے اور اس کے خاتمے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے جس کو شامل کرنے کے بعد تیس سال کی مدت پوری ہو جاتی ہے،

۱۸۔ تیری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ذریعے ہوگی، جس کا مصداق یزید اور بنی مروان ہیں،

۱۹۔ ”انصار کی تعداد گھٹتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ جو تناسب کھانے میں نمک کا ہوتا ہو اسی نسبت مسلمانوں میں ان کی تعداد رہ جائے گی، اور ان کی پر اگسندگی اسی طرح رہے گی کہ اُن کی کوئی قابل ذکر جماعت باقی نہ رہے گی۔“ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا،

۲۰۔ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور دوسرا ہلاکت برسانے والا پیدا ہوگا، جس کا

۱۔ ہلاک امتی علی یدی اُغیمۃ من قریش“ اخرجہ شیخان عن ابی ہریرۃ (المصنوع، ص ۱۳۸ ج ۲)
 ۲۔ ویقل الانصار حتی یموتوا فی الناس بمنزلۃ الملح فی الطعام“ الحدیث اخرجہ البخاری والطبرانی واحمد وابن سعید عن ابن عباسؓ (کنز العمال ص ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ ج ۶ و جمع الفوائد، ص ۲۳۴ ج ۲)
 ۳۔ اُن فی ثقیف کذاباً و میراً“ اخرجہ مسلم عن اسامہؓ، اسی حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے یہ حدیث حجاج بن یوسف کو سنائی اور کہا کہ کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا (غالباً مسیلمۃ الکذاب مراد ہے) رہا ہلاک کرنے والا سو میرے خیال میں وہ تیرے سوا کوئی اور نہیں، و اخرج البیہقی عن ابن عمرؓ (مرفوعاً مشدداً۔
 المصنوع الکبریٰ، ص ۱۳۲ ج ۲)

مصدق ان کے نزدیک حجاج اور مختار ہیں،

۲۱۔ ”دومو میں یعنی وہاں اور طاعون بیت المقدس کی فتح کے بعد واقع ہوں گی؟ چنانچہ یہ وہاں دور فاروقی میں بیت المقدس کی بسے عمرو اس میں پھیلی جہاں پر حضرت عمرؓ کا شکر مقیم تھا، یہ سب پہلا طاعون ہے جو اسلام میں واقع ہوا، جس میں مرنے والوں کی تعداد تین دن میں ستر ہزار بیان کی جاتی ہے،

۲۲۔ ”مسلمان سمندروں میں جہاد کریں گے اس طرح جس طرح دنیا کے سلاطین تختوں پر“ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ:-

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپؐ گاہے گاہے اپنی رضاعی خالہ حضرت ام حرامؓ بنت ملحان کے یہاں تشریف لیجا یا کرتے تھے، جو بعد میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی اہلیہ بنیں، حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا، پھر آپ کے سر مبارک میں جوئیں دیکھنے لگیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، ام حرامؓ نے پوچھا کہ آپؐ کس بنا پر ہنسنے لگے؟ فرمایا کہ کچھ لوگ میری امت کے جو خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلیں گے میرے سامنے پیش کئے گئے جو اس سمندر کے بڑے بڑے حصوں میں تخت نشین بادشاہوں کی طرح سفر کریں گے، ام حرامؓ نے عرض کیا اللہ سے دعا کرو مجھے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمادے، فرمایا تم ان میں سے پہلی جماعت میں ہو گی، چنانچہ حضور معاویہؓ

لے قنار امتی بالطعن والطاعون“ اخرجہ احمد والطبرانی والبرادر ابو علی والحکم وابن خزیمہ والبیہقی عن

(ابن مونس) زاد الخصاص، سن ۳۴۱ ج ۲)

کے عہدِ خلافت میں جو مجاہدین کا لشکر بحری سفر کو روانہ ہوا اس میں حضرت اُم حرامؓ بھی تھیں، سمندری سفر کے اختتام کے بعد خشکی میں اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے گر پڑیں، اور وفات پا گئیں۔

۲۲۔ اگر ایمان ستارہ ثریا میں لٹکا ہوا ہو تب بھی اہل فارس کی اولاد وہاں سے اس کو حاصل کر لے گی۔ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جانب بھی اشارہ پایا جاتا ہے،

۲۳۔ اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کی وفات کے بعد آپ سے ملنے والی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں گی۔ اس پیشینگوئی کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد واقع ہوئی، ۲۵۔ اور بیشک یہ میرا بیٹا یعنی حضرت حسنؓ سرور ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کر دے گا۔ آپ کی دی ہوئی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے ان کے ماننے والوں اور اہل شام کے درمیان صلح کرادی،

۲۶۔ ابوذر رضی اللہ عنہ تاحیات بے تعلق کی زندگی گزاریں گے، اور اسی حالت

۱۵۔ اخرجه الشيخان عن انس و البخاري عن عمير بن الاسود عن ام حرام بن تغلبير (المختصص، ص ۱۱۱ ج ۲)
 ۱۶۔ لو كان الايمان عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس حتى يتناولہ (اخرجه مسلم عن ابی ہریرۃ رکنز العمال ص ۲۶۴ ج ۶)

۱۷۔ "اول من يلحقني من اہلي انت يا فاطمة" الحديث اثره ابن عساكر عن داؤد رکنز ص ۲۱۹ ج ۶
 ۱۸۔ "ان ابني هذا سيد بعث اللہ ان يصلح به بن فتنين عظيمتين من مسلمين" اخرجه البخاري عن ابی بکرۃ (المختصص ص ۱۳۳ ج ۲)

میں اُن کی وفات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا،

۳۷۔ وفات کے بعد بیویوں میں سب سے پہلی مجھ سے ملنے والی بیوی وہ ہوگی جس کے

ہاتھ سب سے لائے ہیں۔ چنانچہ سب کے پہلے زینب بنت جحش کا انتقال ہوا

کیونکہ وہ صدقہ و خیرات کرنے میں طویل الید تھیں،

۲۸۔ ”حضرت حسین رضی اللہ عنہ مقام طف میں شہید ہوئے گے“ یہ وہی مقام ہے جو

کوفہ کے علاقے میں دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔

نام سے مشہور ہے، اس پیشینگوئی کے مؤلف حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ

ہوتے،

۲۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن جشمؓ سے فرمایا کہ: ”مختار اکیا حال ہوگا

اس وقت جب تم کو گرمی کے سنگن پہنائے جائیں گے، حضرت عمرؓ کے

زمانے میں جب وہ کنگن اُن کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے سراقہ کو

پہنا کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے کسمری سے چھینکر یہ کنگن سراقہ کو پہنائے،

سَلَامٌ لِّمُوتَن رَجُلٍ مِنْكُمْ بِغَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ" قَالَ الْبُؤْزُ "فَأَنَا ذَٰلِكَ الرَّجُلُ" أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَابْتِغِيمَ عَنْ أُمِّ ذَرْعٍ إِلَى ذَرْعٍ

وفي الباب روايات كثيرة أخرني (راجع المختصر الكبير ص ١٣٠ و ١٣١ ج ٢)

٤٢ اسر عكن لحو قابی الطوكن یداً " قالت عائشه " فكانت زینب الطول یداً لانهما كانت تعمل بیدها وتمصدق ،

اخرج مسلم عن عائشة رضي الله عنها والبيهقي عن الشعبي رضي الله عنه (المصنفات الكبرى ص ٢٩ ج ٢)

سأله أخرجه البيهقي عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أن الحسين دخل على النبي وعنده جبريل في مشربة عائشة فقال له

جبريل سقته امك ان شئت اخبرتك بالارض التي يقتل فيها و اشار جبريل بيده الى الطفت (الخصائص ٢٥ ج ٢)

۴۴۰ أخرجه البيهقي عن الحسن ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال السرقة بن مالك كيف بك اذا البست سوارى

كسرى؟ قال فلما اتى عمر بسوارى كسرى وعاصمارة فالبسه وقال قل الحمد لله الذى سلبها كسرى بن هرمز والبسها

مراقبة الاعرابي " (المخصائص الكبرى، ص ۱۱۳ ج ۲)

۳۰۔ جس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدہ رکے پاس روانہ کیا اور سنا دیا کہ

”تم اس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے“ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا،

۳۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جس کو شیخین نے نقل کیا ہے: ”حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک

ملک حجاز میں ایک ایسی آگ روشن ہوگی جس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں

کو گھونٹنے کا اثر ہوگا“

۳۲۔ اس پیشہ گوئی کے مطابق مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر بڑی ربر دست

کی اس ریکستہ ۱۰۰ ریم جہادی الاحمری ۱۵۳ھ میں ہوئی، جو مشکل

کے دن تک معمولی رہی پھر تو اس قدر نمایاں ہوئی کہ خاص و عام ہر شخص نے اس کا مشاہدہ

کر لیا، گو مشکل کے دن تک چونکہ وہ خوب نمایاں نہیں ہوئی تھی اس لئے بعض لوگوں کو

پتہ نہ چلا، بدھ کے دن اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ زمین ہلنے لگی، اور لوگوں کی چیخ پکار

سے آسمان گونج اٹھا، زمین کی مسلسل جنبش اور زلزلوں سے اہل مدینہ کو ہلاکت کا یقین ہو گیا

۱۔ ”كنت في جيش خالد بن الوليد حين بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الاكيدر ملك قنصه البهل فقال النبي

صلى الله عليه وسلم انك تجده يصيد البقر“ اخرج ابو نعيم وابو مندة وابن عساكر عن بجر بن بجر (كنز العمال ص ۱۵۱)

ج ۵ کتاب الغزوات، واحسرح ابن اسحاق مثله عن يزيد بن رومان وعبد الله بن ابی بکر (البيهقي و

النهاية، ص ۱۰۴ ج ۵)

۲۔ ”لا تقوم الساعة حتى تخرج نار بارض الحجاز يعني منها اعناق الابل ببصري“ اخرج الحاكم عن ابی هريرة

وعن ابی ذر (الخصائص ص ۱۵۰ ج ۲)

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں: ”قلت قد خرجت هذه النار سنة اربع وخمسين

سنة“ (الخصائص الكبرى ص ۱۵۱ ج ۲)

جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت فضا میں ایسا دھواں بلند ہوا جو تہہ بہ تہہ اور عظیم الشان تھا، پھر وہ آگ بلند ہوئی اور پھیلی چلی گئی، یہاں تک کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں، اور تنعیم کے میدان قریظہ کے قریب حرہ کی جانب ٹھہر گئی، اور ایک بڑے شہر کی صورت میں نظر آتی تھی جس کو ایک شہر سپاہ نے گھیر رکھا ہوا، اور اس پر ایسے کنگرے تھے جیسے قلعوں کے ہوتے ہیں، اور بہت سے برج اور منارے بھی تھے، بہت سے لوگ دکھائی دیتے تھے جو اس آگ کو ہنکار رہے تھے، جس پہاڑ سے اس کا گزر ہوتا اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی، اور پگھلا دیتی، اور ان سب چیزوں کے مجموعہ سے ایک سُرخ نہر اور دو مہری نیلی نظر آتی تھی، بادل کی کرک کی طرح اس کا آواز نکلتی بھی۔ قدر قریب ہونے کے باوجود مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے، رمی ہوا میں پانی نہیں رہا، ۲۷ رجب یعنی شب معراج میں یہ آگ بجھی،

شیخ قطب الدین عسقلانیؒ نے اس آگ کے حالات میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام حمل الایجاز فی الاعجاز بنار الحجاز رکھا ہے، غرض یہ پیشینگوئی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیشینگوئیوں میں سے ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آگ کے ظہور سے تقریباً چھ سو پچاس سال پہلے اس کے ظہور کی خبر دی تھی، صحیح بخاری میں اس کے ظہور سے چار سو سال قبل یہ روایت لکھی ہوئی موجود تھی، اور صحیح بخاری اپنی تالیف کے زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک مقبول چلی آتی ہے، جس کی سند براہ راست امام بخاریؒ سے اُن کی حیات میں نوے ہزار افراد نے لی ہے، اس لئے کسی معاند اور ہٹ دھرم کے لئے اس سچی صریح خبر کی تردید و تکذیب یا انکار کی مجال نہیں ہے،

۳۲۔ امام مسلم نے کتاب الفتن میں عبداللہ بن مسعودؓ سے دجال کے احوال میں نقل کیا ہے، اُن کے شاگرد سیر بن جابرؓ کہتے ہیں:

”ایک مُرخ آندھی کو فے میں چلی، پس ایک شخص جس کے آنے کی عادت نہ تھی، ابن مسعودؓ کی خدمت میں آیا، اور کہنے لگا قیامت آگئی، راوی کہتا ہے کہ یہ مُسکر ابن مسعودؓ جو تکیہ لگائے بیٹھے تھے، سیدھے بیٹھ گئے، اور منبرمایا کہ قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میراث ناقابل تقسیم نہ ہو، اور مالِ غنیمت پر خوشی منانے والا کوئی نہ ہو، پھر اپنے ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ شام والوں کے دشمن اور اہل شام ایک دوسرے کے لئے جمع ہوں گے، میں نے کہا رومی لوگ؟ کہا کہ ہاں، اور اہل یمن کی سخت قسم کی شکست ہوگی مسلمانوں کی ایک جماعت موت کا عہد کرے گی، یحییٰ بن زبیرؓ کے واپس نہیں ہوں گے، پھر فریقین میں بڑے زور کی جنگ ہوگی، یہاں تک کہ دونوں کے درمیان رات حائل ہو جائے گی، اور کسی فترت کو بھی غلبہ حاصل نہ ہوگا، اور اس روز لڑائی والی پوری جماعت ختم ہو جائے گی، پھر اگلے روز اس طرح موت کی شرمہ کر کے ایک جماعت جنگ کرے گی، اور شام تک شدید جنگ جاری رہے گی، اور کوئی فریق دوسرے پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا، اور وہ جماعت ختم ہو جائے گی، پھر چوتھے روز بقایا مسلمان رومیوں کے مقابلے میں آکر لڑیں گے، اور اللہ تعالیٰ رومیوں کو ہلاک کر دے گا، اور رومیوں کے مقتولین کی تعداد اس قدر ہوگی جس کی کوئی نظیر کبھی دیکھنے میں نہ آئی ہوگی، یہاں تک کہ ایک پرندہ اگر ان مقتولین کی نعشوں کو پار کرنا چاہے گا تو چلتا چلتا تنگ کر گر پڑے گا، اور مر جائے گا، پس ایک باپ کی اولاد جو اگر تنہا کی تعداد

میں تھے، سوائے ایک کے سب ہلاک ہو گئے ہوں گے، اس حال میں مالِ غنیمت کو لے کر خوش ہونے والا کون ملے گا؟ اور کونسی میراث ہو سکتی ہے، جس کی تقسیم عمل میں آئے؟ ابھی لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ شور برپا ہو گا کہ ان کے پیچھے دجال اُن کے گھروں میں گھس آیا ہے، یہ سُن کر مجاہدین سب کچھ چھوڑ کر اپنے گھروں کی جانب متوجہ ہوں گے۔

ناظرین کتاب کی بصیرت کے لئے یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ علماء پرنٹسٹ اپنی پُرانی عادت کے مطابق نا سمجھ عوام کے سامنے قرآن و حدیث میں دی جانے والی خبروں اور پیشینگوئیوں پر غلط اعتراض کر کے ان کو دھوکے اور مغالطے میں ڈالتے ہیں، اس لُکڑ ہم نمونے کے طور پر کچھ پیشینگوئیاں جو اسرائیلی پیغمبروں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، اُن کی مقدس کتابوں سے نقل کرتے ہیں، صرف اس غرض سے کہ مخالفین کو معلوم ہو جائے کہ ان کے اعتراضات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں کی نسبت قطعی غلط اور بے جا ہیں، ورنہ ہماری نیت خدا خواستہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال کے بارے میں ہرگز بُری نہیں ہے، کیونکہ ان روایتوں کی کوئی صحیح سند پیغمبروں تک موجود نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا درجہ ان کمزور و ضعیف روایتوں کا ہے، جو احاد کے طور پر منقول ہوں، اب جو اُن میں غلط ہوں گی وہ یقیناً ان پیغمبروں کا قول نہیں ہو سکتا، اس لئے اس پر اعتراض درست ہو گا، اب سنئے:

(مقدس کتابوں کی پیشینگوئیاں اگلے صفحہ پر)

مقدس کتابوں کی بیان کردہ پیشینگوئیاں جو غلط نکلیں؛

پہلی وہ پیشگوئی جو کتاب پیدائش کے باب میں منقول ہے، دوسری وہ جو کتاب اشعیا کے باب آیت ۸ میں منقول ہے، تیسری وہ خبر جو کتاب ارمیا کے باب ۲۹ میں منقول ہے، چوتھے وہ خبر جو کتاب حزقیال کے باب ۲۶ میں اور پانچویں وہ خبر جو کتاب دانیال کے باب میں مندرج ہے، چھٹے وہ خبر جو کتاب مذکور کے باب ۹ میں منقول ہے، ساتویں وہ خبر جو کتاب مذکور کے باب ۱۲ میں ہے، آٹھویں خبر جو سفر سموئیل ثانی باب میں ہے، نویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۱۲ آیت ۳۹ و ۴۰ میں ہے، دسویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۱۶ آیت ۲۸ و ۲۹ میں ہے، گیارہویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب ۲۴ میں ہے، بارہویں وہ خبر جو انجیل متی کے باب میں مذکور ہے،

یہ تمام پیشینگوئیاں غلط اور جھوٹی ثابت ہوئیں، جیسا کہ باب اول سے معلوم ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی عیسائی معترض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ پیشینگوئیوں پر جو آئندہ پیش آنے والے امور کی نسبت آپ نے کی ہیں اعتراض کرنے کی جرأت کرے تو اس کے لئے ضرور ہو گا کہ پہلے اُن مذکورہ پیشینگوئیوں کی سچائی ثابت کرے، جو کہ اُن کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں، تب اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں پر اعتراض کرنے کا حق ہو سکتا ہے،

لے ان پیشگوئیوں کے غلط ہونے کی تفصیل بحث جلد اول، ص ۴۵۷ سے لے کر ص ۴۸۱ اور ص ۵۰۳ سے لے کر ص ۵۳۱ تک گزر چکی ہے

دوسری قسم

عملی معجزات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معجزات صادر ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے، ان میں سے چالیس ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں:

پہلا معجزہ، معراج

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

<p>”پاک ہو وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لگتی جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں“</p>	<p>سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ آيَاتِنَا،</p>
--	--

یہ آیت اور دوسری صحیح احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بحالت بیداری معراج جسمانی ہوئی، حدیثوں سے تو بہت ہی واضح طور پر دلالت

ہوتی ہے، نیز آیت شریفہ میں لفظ ”عبد“ ایسا لفظ ہے جو قطعی طور پر معراج کے جسمانی ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کا استعمال جسم و روح کے مجموعے کے لئے ہوتا ہے، جیسا کہ آیت ذیل میں ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا
إِذَا صَلَّى،

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک
بندے کو نماز پڑھتے وقت روکتا ہے؟“

نیز سورہ جن میں فرمایا:

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
كَادُوا يُكُونُونَ عَلَيْهِ لُبَدًّا،

”اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ کہ
اس کو پکارے لوگوں کو بند ہونے لگتا ہے اس پر ٹھٹھا“

بلاشبہ دونوں آیتوں میں عبد کا مصداق جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے، اسی طرح

یہاں بھی یہی مراد ہوگا،

دوسری دلیل یہ ہے کہ کافروں نے اس واقعے کو مستبعد قرار دیا اور انکار کیا، اور بعض کمزور عقیدے کے مسلمان بھی اس کو شکر مرتد ہو گئے، اب اگر یہ معراج جسمانی نہ تھی، اور بیداری میں بھی نہیں ہوتی تھی، تو پھر ان کے مستبعد قرار دینے اور انکار کرنے کی کوئی وجہ اور کمزور اعتقاد والے مسلمانوں کے مرتد ہونے اور فتنے میں پڑنے کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ خواب میں اس قسم کے واقعات کا دیکھنا کسی کے نزدیک بھی محال نہیں ہے، اور نہ ایسے خوابوں کو کوئی مستبعد سمجھتا ہے، نہ انکار کرتا ہے، مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں نے خواب میں اپنی جگہ لیٹے لیٹے ایک بار مشرق کا اور دوبارہ مغرب کا چکر لگایا ہے، اور میری کسی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، تو اس خواب کو نہ کوئی مستبعد قرار دے گا، اور نہ انکار کرے گا، نہ اس میں عقل یا نقلی طور پر کوئی استحالة

پایا جاتا ہے، عقلاً تو اس لئے کہ عالم کا پیدا کرنے والا ہر ممکن شے پر قادر ہے، اور خصوصاً اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں اتنی تیز حرکت کا پیدا ہو جانا ممکن ہے، لہذا اس پر خدا کا قادر ہونا بھی ممکن ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا ہونا خلافِ عادت ہے، مگر یہ ہمارے حق میں مفید ہوگا، کیونکہ معجزاتِ الہی کاموں کو کہا جاتا ہے جو عادت کے خلاف صادر ہوں، اور نقلی طور پر اس لئے کہ جسمِ عنصری کا آسمانوں تک چڑھ جانا اہل کتاب کے نزدیک محال نہیں ہے،

معراجِ جسمانی کے بارے میں
دلیمِ اسمتھ کی رائے

پادری دلیمِ اسمتھ اپنی کتاب طریق الاولیاء میں
حزوک علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے
جو مسیح علیہ السلام کی ولادت سے تین ہزار تین سو

بیاسی سال قبل گزرے ہیں یہ کہتا ہے:

”اللہ نے اُن کو آسمان پر زندہ اٹھالیا، تاکہ وہ موت کو نہ دیکھے، جیسا کہ لکھا ہے
کہ وہ گم ہو گئے، کیونکہ ان کو خدا نے زمین سے آسمان کی طرف منتقل کر دیا، پس
انہوں نے دنیا کو بغیر بیماری یا درد و تکلیف اور موت کے چھوڑ دیا، اور جسمِ سمیت
آسمانی بادشاہت میں داخل ہو گئے۔“

اس میں جیسا کہ لکھا ہے ”کے الفاظ سے کتاب پیدائش کے باب آیت ۲۴ کی جب اشارہ کیا گیا ہے،

۱۷ جون جون سائنس ترقی کرتی جاتی ہے اس حقیقت کا مزید انکشاف ہوتا جاتا ہے، حال ہی میں ایک
خلائی مسافر مصنوعی سیارے کے ذریعے خلا میں پہنچا تھا، تو اس نے خلا کے مدار سے صرف بیس منٹ میں
پوری دنیا کا پتھر لگایا تھا، اور جدید سائنس دانوں کا تو یہ کہنا ہے کہ ”تیز رفتاری“ ایک ایسی صفت
ہی جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی، تعق

۱۷ حزوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، اور وہ غائب ہو گیا، کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا۔ (پیدائش ۵: ۲۴) ،

عروج آسمانی بائبل کی نظر میں | اور کتاب سلاطین ثانی باب آیت ۱ میں ہے:
”اور جب خداوند ایلیاہ کو بگولے میں آسمان پر

اٹھالینے کو تھا تو ایسا ہوا کہ ایلیاہ الیشع کو ساتھ لے کر جلجلاں سے چلا ”آیت نمبر ۱۱“
اور وہ آگے چلتے اور باتیں کرتے جاتے تھے، کہ دیکھو ایک آتش رتھ اور آتش گھوڑوں
نے ان دونوں کو جدا کر دیا، اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔“

مشہور مفسر آدم کلا راک اس مقام کی شرح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:
”بلاشبہ ایلیاہ زندہ آسمان پر چڑھائے گئے۔“

اور انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۹ میں ہے:

”غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھالیا گیا، اور
خدا کی داہنی جانب بٹھایا گیا۔“

پولس، کرنتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب نمبر ۱۲ میں اُن کے آسمان پر چڑھنے کا
حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”میں مسیح میں ایک شخص کو جانتا ہوں، چودہ برس ہوئے کہ وہ یکایک تیسرے آسمان پر
اٹھالیا گیا، نہ مجھے یہ معلوم کہ بدن سمیت نہ یہ معلوم کہ بغیر بدن کے، یہ خدا کو معلوم
ہے، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس شخص نے بدن سمیت یا بغیر بدن کے یہ مجھ کو معلوم
نہیں خدا کو معلوم ہے، یکایک فرد دس میں پہنچ کر ایسی باتیں سنیں جو کہنے کی نہیں،
اور جن کا کہنا آدمی کو روا نہیں۔“

اور یوحنا اپنے مکاشفہ کے باب ۴ آیت ۱ میں کہتا ہے:

”ان باتوں کے بعد جو میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں ایک دروازہ

کھلا ہوا ہے، اور جس کو میں نے پیشتر زنجے کی سی آواز سے اپنے ساتھ باتیں کرتے سنا تھا وہی فرماتا ہے کہ یہاں اوپر آجا، میں تجھے وہ باتیں دکھاؤں گا جن کا ان باتوں کے بعد ہونا ضروری ہے، فوراً میں روح میں آگیا، اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک تخت رکھا ہو اور اس تخت پر کوئی بیٹھا ہے۔“

تمام چیزیں عیسائیوں کو تسلیم ہیں، اس لئے عیسائیوں کی مجال نہیں ہے کہ وہ عقلاً یا سلاطین و طہقین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر لب کشائی یا اعتراض کر سکیں، اس لئے خود عیسائیوں پر یہ سخت اعتراض واقع ہو گا کہ جدید ہیئت کے فیصلے کے مطابق آسمانوں کا کوئی وجود ثابت نہیں ہے، پھر یہ بات کیسے صحیح اور درست مانی جاسکتی ہے کہ ایلیاہ اور جنوٹ یسوع علیہ السلام آسمان پر چڑھائے گئے؟ اور مسیح خدا کے دائیں جانب بیٹھے، اور ان کا مقدس تیسرے آسمان اور فردوس کی طرف اُچکٹ لیا گیا،

ہم کو پاپاؤں کی ”جہارت گاہ“ اور ان کا جہنم تو معلوم ہو گیا جیسا کہ باب فصل نمبر ۲ میں گذرا، مگر ابھی تک عیسائیوں کی ”فردوس“ کو نہیں پہچان سکے کہ کیا وہ بھی اسی تیسرے آسمان پر ہے جس کا وجود جنگلی بھوتوں کے مانند ان کے نزدیک محض وہی ہے، یا اس کے اوپر ہے؟ یا اس کا مصداق جہنم ہے، جیسا کہ انجیل اور عیسائیوں کے عقائد کی کتابوں سے سمجھا جاتا ہے، کیونکہ مسیحؑ نے اس چور سے جس کو ان کے ساتھ سولی دی گئی، منسرایا تھا کہ ”آج تو ہی میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔“

۱۵ دیکھئے، ص ۱۰۵۶ ج ۲

۱۵ لوقا ۲۳: ۴۳ میں ذکر: حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ دو چوروں کو پھانسی دی گئی تھی، اور ان میں سے ایک حضرت مسیحؑ نے کہا تھا کہ ”آج تو ہی میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔“ مصنف فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ (معاذ اللہ) اس اور جہنم میں داخل ہوئے (دیکھئے کتاب ص ۳۹ ج ۲) تو شاید فردوس مراد اُن کے نزدیک جہنم ہے،

اور عیسائی حضرات اپنے تیسرے عقیدے میں تصریح کرتے ہیں کہ مسیح جہنم میں داخل ہوا، اب ان دونوں چیزوں کو اگر ہم ملائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کے نزدیک فردوس کا مصداق جہنم ہے، جو ابن سابط اپنی کتاب کے دوسرے مقالے میں دلیل نمبر ۱۱ کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

”پادری کیاروس نے مترجموں کی موجودگی میں مجھ سے پوچھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مکہ سے اور شلیم تک اور پھر وہاں سے آسمان اُڑ لی گئے گئے گا کہ کسی جسم کا آسمان پر چڑھنا ممکن ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے بعض مسلمانوں سے اس کی نسبت پوچھا تھا، اُن کا جواب یہ ہے کہ بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے لئے ممکن ہے، کہنے لگا تم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی کہ آسمان کا پھٹنا اور جڑنا محال ہے، میں نے کہا کہ میں نے یہ دلیل پیش کی تھی جس کا جواب اُس مسلمان نے یہ دیا کہ یہ دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ممکن ہیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کیسے ممکن ہیں، کہنے لگا کہ تم نے یہ دلیل کیوں نہیں پیش کی کہ عیسیٰ تو خدا ہیں کو اپنی مخلوق میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار و قدرت ہے، تو میں نے کہا کہ میں نے یہی جواب دیا تھا، مگر اس مسلمان نے کہا کہ عیسیٰ کی الوہیت باطل ہے، کیونکہ خدا کے لئے عاجزی کی صفتیں جیسے پنا اور سولی پر چڑھا دیا جانا اور مرنا دفن ہونا سب محال ہیں“

بعض دوستوں نے بیان کیا کہ بنارس کے ایک پادری نے کسی مجمع میں مسلمان دیہاتیوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ معراج کے کیونکر معتقد ہو جبکہ یہ بات

مستبعد ہے، جس کا جواب ایک ہندوستانی مجوسی نے یہ دیا کہ معراج کا معاملہ اس قدر مستبعد نہیں ہے جس قدر ایک کنواری لڑکی کا بغیر شوہر کے حاملہ ہو جانا مستبعد ہے، اب اگر کسی فعل کا مستبعد ہونا اس کے غلط اور کاذب ہونے کو مستلزم ہے تو یہ بھی جھوٹ اور غلط ہوگا، پھر ایسی صورت میں عیسائی اس کے کس طرح معتقد ہیں؟ اس جواب کے بعد پادری حیران اور لاجواب ہو گیا،

معجزہ ۲، شق ثلثم

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

پاس آگئی قیامت، اور بھٹ گیا چاند
اور وہ دیکھیں کوئی نشانی تو تلا جائیں
اور کہیں یہ جادو ہے پہلے سے
چلا آتا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنُّشُوءُ الْقَمَرُ
وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعَرِّضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

اللہ نے اس آیت میں چاند کے ٹکڑے ہونے کی خبر ماضی کے صیغے سے دی ہے، اس لئے اس کا ماضی میں واقع ہونا ضروری ہے، اس کو زمانہ آئندہ پر محمول کرنا چار وجوہ سے بعید ہے:

اول اس لئے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت ”وَقَدْ انْشَقَّ الْقَمَرُ“ ہے، جو زمانہ

۱۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن میں اگرچہ چاند بھٹ گیا، کا لفظ ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے مگر یہ ماضی مستقبل کے معنی میں ہے، اور مراد یہ ہے کہ ”قیامت کے وقت چاند بھٹ جائے گا“ مصنفؒ یہاں سے اس قول کا رد فرما رہے ہیں، تقی

گزشتہ پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں قرائتیں مفہوم میں متحد ہوں،

دوسرے یہ کہ اللہ نے ساتھ ہی یہ بھی خبر دی ہے کہ کافر خدا کی آیتوں اور نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں، اور کسی خبر سے حقیقتاً اعراض جب ہی ممکن ہے جب وہ واقع ہو گئی ہو۔ تیسرے مفسرین نے تصریح کی ہے کہ "انشق" اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ مستقبل کے معنی میں، اور جن لوگوں نے ایسا کہا ان کی تردید کی ہے،

چوتھے صحیح حدیثیں اس کے واقع ہونے پر یقینی اور قطعی طور پر دلالت کر رہی ہیں، اسی بناء پر شارح مواقف نے کہا ہے کہ:

"یہ متواتر ہے، جس کو صحابہ کی بڑی تعداد نے (اور وہ بھی ابن مسعود جیسے حضرات) نے روایت کیا ہے"

علامہ ابونصر عبدالوہاب بن امام علی بن عبدالکافی بن تمام الانصاری سبکی اپنی مختصر ابن حاجب کی شرح اصول میں کہا ہے کہ:

"تیسرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ شق قمر متواتر اور قرآن میں منصوص اور صحیحین اور دوسری کتابوں میں منقول ہے"

منکرین کے اعتراضات | بڑا معرکہ الآراء اعتراض منکرین کا یہ ہے کہ احرام علویہ میں خرق والتمام

۱۵ یعنی قرآن کریم کی مختلف قرائتوں میں یہ ناممکن ہے کہ مفہوم و معنی کے اعتبار سے ایک قرائت دوسری کے ساتھ متضاد ہو، تقی

ممکن نہیں، دوسرے اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو روئے زمین کے رہنے والے تمام انسانوں سے اس کا پوشیدہ ہونا غیر ممکن تھا، اور ایسے عظیم الشان واقعہ کو دنیا کے مورخین ضرور نقل کرتے،

مترضین کے اعتراض کا جواب

یہ اعتراض عقلی اور نقلی دونوں حیثیت سے بہت ہی کمزور ہے، نقلی حیثیت سے سات وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے،

اول اس لئے کہ طوفانِ نوح کا عظیم الشان حادثہ پورے ایک سال تک جاری اور واقع ہوتا رہا، جس میں ہر جاندار خواہ پرندے ہوں یا چوپائے خواہ حشرات الارض ہوں یا انسان، غرض تمام مخلوق سوائے کشتی نشین لوگوں کے فنا ہو گئی، اور سوائے آٹھ انسانوں کے کوئی بھی نہیں بچ سکا، جیسا کہ کتابِ پیدائش بابِ دہمہ میں تصریح ہے، اور بطرس کے پہلے خط بابِ آیت ۲۰ میں ہے:

”جب خدا نوح کے وقت میں تحمل کر کے ٹھہرا رہا تھا، اور وہ کشتی تیار ہو رہی تھی جس پر سوار ہو کر تھوڑے سے آدمی یعنی آٹھ جانیں پانی کے وسیلے سے بچیں“

لے یہ قدیم یونانی فلاسفہ کا نظریہ تھا کہ آسمان کا پھٹنا اور پھر جڑنا محال ہے، اس نظریے کی بنیاد پر معراج اور معجزہ شقِ قمر پر اعتراضات کئے جاتے تھے، کہ آسمان کے پھٹے اور جڑے بغیر نہ تو معراج ہو سکتی ہے، اور نہ شقِ قمر اس لئے کہ یونانی فلاسفہ کا نظریہ یہ تھا کہ چاند آسمان میں جڑا ہوا ہے، مسلمان فلاسفہ نے ناقابلِ انکار دلائل سے اس نظریے کو یکسر باطل قرار دیا ہے، اور اس سلسلے میں فلاسفہ یونان کے تمام اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا ہے، علمِ کلام کی کتابیں اس بحث سے بھری پڑی ہیں۔

اور دوسرے خط کے باب آیت ۵ میں ہے:

”اور نہ پہلی دنیا کو چھوڑا، بلکہ بے دین دنیا پر طوفان بھیج کر راستبازی کے منادی کرنے والے نوح کو مع اور سات آدمیوں کے بچالیا“

اس حادثے کو آج تک اہل کتاب کے نظریے کے مطابق چار ہزار دو سو بارہ سال شمسی گزرے ہیں، مگر اس واقعہ کا کوئی ذکر تذکرہ مشرکین ہندوستان کی کتابوں تاریخی میں موجود نہیں ہے، وہ لوگ اس واقعہ کا نہ صرف یہ کہ شدت سے انکار کرتے ہیں، بلکہ اُن کے تمام علماء اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر گزشتہ دور سے قطع نظر کر لی جائے اور کرشن اوتار کے زمانے کو جو اس دن سے اُن کی کتابوں کی شہادت کے مطابق چار ہزار نو سو ساٹھ سال مقدم ہے، پیش نظر رکھا جائے تو بھی اس عمومی حادثے کی صحت کی کوئی ممکن صورت نہیں، کیونکہ بڑی بڑی عظیم الشان بارشیں اُس عہد سے لے کر اس زمانے تک جو ہوئی ہیں تاریخی ان کے ذکر سے بھری پڑی ہیں، اُن کی تواریخ کی شہادت یہ بات ثابت ہے کہ عہد کرشن سے اس بیان کردہ طوفان کے زمانے تک ہندوستان کے ملک میں ہر زمانے میں بے شمار ملین بارشیں ہوتی رہیں، اُن کا دعویٰ ہے کہ کرشن کے زمانے کا حال تواریخ کی کثرت کی بنا پر ایسا ہے گویا کل گزشتہ کی بات ہر ابن خلدون اپنی تاریخ کی جلد ۲ میں کہتا ہے کہ:

”فارس اور ہندوستان کے لوگ طوفان سے واقف نہیں ہیں، صرف کچھ اہل

فارس کی رائے ہے کہ طوفان بابل کے علاقے تک محدود رہا“

علامہ تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد المعروف بالمقرئ نے اپنی کتاب مثنیٰ

کتاب المواعظ والاعتبار میں نقوش و آثار کے ذکر میں لکھتے ہیں:

”اہل فارس اور آتش پرست اور کلدانی اہل بابل، اور ہندوستان کے لوگ چین کے باشندے اور بہت سی مشرقی قومیں طوفان کے منکر ہیں، اگرچہ بعض اہل فارس نے طوفان کا اعتراف کیا ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ طوفان ملکِ شام اور مغرب میں نہیں پھیلا، اور نہ تمام آبادیوں کو اس نے اپنی لپیٹ میں لیا، اور نہ عمومی طور پر غرق واقع ہوا، بلکہ صرف کچھ لوگ غرق ہوئے، اور حلوان کی گھاٹی سے آگے نہیں بڑھا، اور نہ مشرقی ممالک تک پہنچ سکا۔“

خود پادریوں کے ہم قوم حضرات اس طوفان کے منکر ہیں، اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، ہم جان کلاڑک ملحد کا قول اس کے رسالے نمبر ۳ سے جو اس کی کتاب مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں شامل ہے، نقل کرتے ہیں، وہ صفحہ ۵۴ پر کہتا ہے:

”یہ یعنی طوفان والی بات فلاسفہ کی شہادت کی بنا پر درست نہیں ہو سکتی، اور محض کو تعجب کہ کیا اس طوفان کے پانی میں مچھلیاں بھی مر گئی تھیں؟ اور جبکہ سفر تکوین باب ۵ کے فیصلے کے مطابق انسان کے دلوں کے خیالات خراب اور گندے ہو چکے تھے، پھر خدا نے کس لئے آٹھ افسراد کو باقی رکھا؟ اور کیوں نہ سب کو ہلاک کرنے کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کیا؟ اور کیوں گزشتہ سرمایہ اور ذخیرے کو جس کے سبب سے گندے اور خراب افکار و خیالات باقی رہیں باقی رہنے دیا؟ کیوں کہ یہ بات واضح ہو کہ خراب درخت سے عمدہ پھل کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتا؟ جیسا کہ انجیل متی باب ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ ”کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟“ اور نوح علیہ السلام (نعوذ باللہ) خود شرابی اور چوہے اور ظالم تھے، جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب ۹ آیت ۲۱ و ۲۵ سے ثابت

ہی، تو پھر ان سے یہ کیونکر امید کی جاسکتی ہے کہ ان کی نسل صالح اور نیک ہوگی، چنانچہ
ملاحظہ کیجئے کہ ایسا نہیں ہوا، اور صالح اولاد نہ ہوئی، جیسا کہ افسیوں کے نام پطرس
کے خط کا باب آیت ۲ سے اور ططس کے نام خط کے باب آیت ۳ سے اور پطرس کے
خط نمبر اباب آیت ۳ سے اور زبور نمبر ۱۰۱ کی آیت نمبر ۵ سے ثابت ہے۔

پھر جان کلارک نے صفحہ ۹۳ پر بے شمار مذاق اڑایا ہے، جو بے ادبی کا شاہکار ہے،
اس لئے ہم ایسے قبیح کلام کے نقل کرنے کی جسارت نہیں کرتے،

کتاب یسوع (ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے مطابق) کے باب نمبر ۱
دوسری وجہ آیت ۱۲ میں ہے:

”اور اس دن جب خداوند نے اموریوں کو بنی اسرائیل کے قابو میں کر دیا، یسوع نے
خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے سامنے یہ کہا: سوچ! تو جیون پر اور اے چاند!
تو دادمی (یا لون) پر ٹھہرا، اور سوچ ٹھہر گیا، اور چاند تمہارا، جب تک قوم نے اپنی
دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا، کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے؟ اور سوچ
آسمانوں کے بچوں پر ٹھہرا، اور تقریباً ساڑھے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی۔“ (آیات ۱۲-۱۴)

۱۵ اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ موزین کا کسی واقعہ کو نقل کرنا اس کے حقیقتاً نہ ہونے کی دلیل نہیں
ہی، ورنہ طوفان نوح جو مسلمان اور عیسائیوں میں متفقہ طور پر مسلم ہو کر اس کا مؤرخین کے یہاں تذکرہ نہیں
ملا، اور دنیا کی بہت سی قومیں اس کا انکار کرتی ہیں،

۱۶ موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہی، اس لئے ہم نے یہ عبارت دیں سے نقل کی ہے،
۱۷ انہارالحق میں اس کی جگہ ”سفر الابراہیم“ کا لفظ ہے، تقی

اور کتاب تحقیق الدین الحق مطبوعہ ۱۳۶۶ء حصہ نمبر ۳ کے باب صفحہ ۳۶۲ میں یوں ہے کہ:
یوشع کی دعا سے سوچ چوبیس گھنٹے کھڑا رہا :

ظاہر ہے کہ یہ حادثہ بڑا عظیم الشان تھا، اور عیسائی نظریے کے مطابق مسیح کی پیدائش سے ایک ہزار چار سو پچاس سال قبل پیش آیا، اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو اس کا علم روئے زمین کے تمام انسانوں کو ہونا ضروری تھا، بڑے سے بڑا بادل بھی اس کے علم سے مانع نہیں ہو سکتا تھا، اور نہ افق کا اختلاف اس میں مزاحم، اس لئے کہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ بعض مقامات پر اس وقت رات تھی تب بھی اس کا ظاہر ہونا اس لئے ضروری تھا کہ ان کی رات اس دن چوبیس گھنٹے رہی ہو، نیز یہ زبردست حادثہ نہ تو ہندوستان کی تواریخ میں کہیں موجود ہے، نہ اہل چین، اہل فارس کی کتابوں میں کہیں اس کا تذکرہ ہو ہم نے خود مشرکین ہندوستان کے علماء سے اس کی تکذیب سنی ہے، اور ان کو اس کے غلط ہونے کا یقین کامل ہے، خود عیسائیوں کے ہم قوم اس کی تکذیب کرتے ہیں، اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، بلکہ چندا اعتراض بھی کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

اؤل یہ کہ یوشع کا یہ کہنا کہ اے سوچ! تو حرکت مت کیجئے اور پھر یہ بات کہ سوچ رُک گیا اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ سوچ متحرک اور زمین ساکن ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ اے زمین تو حرکت مت کر، پھر یہ کہ زمین رُک گئی، اور یہ بات جدید علم ہیئت کے قطعی خلاف ہے، جس پر اس زمانے کے تمام اہل یورپ کو اعتماد ہے، کیونکہ ان کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ یہ قدیم قول سوچ کی حرکت کا باطل ہے، شاید یوشع کو

۱۔ یہ خود قدیم اہل یورپ کا اعتراض ہے جو ہماری نظر میں درست نہیں ہے جدید سائنس کی تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ زمین کی طرح سوچ بھی حرکت کرتا ہے،

اس حالت کا پتہ نہیں تھا، یا پھر یہ قصہ ہی سرے سے جھوٹا ہے،

دوسرا اعتراض یہ کہ یہ کہنا کہ "سوج آسمان کے بیچ میں کھڑا ہو گیا،" بتا رہا ہے کہ وہ ٹھیک

دوپہر کا وقت تھا، یہ بات بھی چند وجوہ سے ملزور اور بودی ہے :

اول تو اس لئے کہ بنی اسرائیل اپنی ہزاروں مخالفین کو قتل کر چکے تھے، اور پوری شکست

دے چکے تھے، اور پھر جب وہ لوگ بھاگنے لگے تو خدا نے مزید آسمان سے بڑے بڑے پتھر

برسا کر ان کو ڈھیر کر دیا، چنانچہ ان پتھروں سے مقتول ہونے والوں کی تعداد بنی اسرائیل

کے ہاتھوں ملے جانے والوں سے بہت زیادہ تھی، اور یہ سب کام نصف النہار سے

پہلے انجام پا چکا تھا، جیسا کہ اس باب میں اس کی تصریح موجود ہے، ایسی صورت میں

پھر یوشع کے اس قدر اضطراب کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ فاتح بنی اسرائیل بہت

زیادہ اور باقی رہ جانے والے مخالفین بہت قلیل التعداد تھے، اور ابھی آدھا دن باقی تھا

جس میں بڑی آسانی سے ان کا قتل کیا جانا ممکن تھا،

دوسرے اس لئے کہ جب وہ وقت دوپہر کا تھا تو اس وقت ان لوگوں نے چاند

کو کیسے دیکھ لیا؟ پھر اس کا ٹھیرنا بھی فلسفہ کے قواعد کے بموجب غلط ہے،

تیسرے اس لئے کہ جب وہ نصف النہار کا وقت تھا، اور بنی اسرائیل لڑائی اور

بھاگ دوڑ میں مشغول تھے، اور ان کو بقیہ دن کے حصے میں کوئی شک بھی نہ تھا، اور نہ

اُن کے پاس اُس زمانے میں گھڑیاں موجود تھیں، تو ان کو یہ بات کیونکر معلوم ہوئی کہ سوج

ٹھیک نصف النہار کے دائرے میں بقدر ۱۲ گھنٹے کے کھڑا ہے، اور اس وقت تک مغرب

کی طرف مائل نہیں ہوا، تیسرا اعتراض یہ کہ جان کلارک کہتا ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ دنیا کے تمام ایم خواہ کچھ کا زمانہ ہو

یا کلیبی کاٹن کا سردی ہو یا گرمی نہ ہو یا رات، غرض کوئی وقت ہو وہ کبھی کن نہیں ہوگا نہ ٹھیرے گا جیسا کہ کتاب پیدائش کے باب

آیت ۲۲ میں صاف طور پر لکھا ہے پھر جب اس کو رات تک سورج غروب نہیں ہوا، تو گویا اس وقت میں رات ٹھہر گئی، اور ساکن ہو گئی،

تیسری وجہ کتاب اشعار باب ۳۸ آیت ۸ میں حضرت اشعیا کے معجزے رجوع شمس کے سلسلہ میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”چنانچہ آسمان جن درجوں سے ڈھل گیا تھا، ان میں کے دس درجے پھر ٹوٹ گیا“

یہ حادثہ بھی بڑا عظیم الشان ہے، اور چونکہ دن میں پیش آیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ دنیا کے اکثر انسانوں کو اس کا علم ہو، مسیح کی ولادت سے سات سو تیرہ سال شمسی قبل واقع ہوا، مگر نہ تو اس کا کوئی تذکرہ ہندوستانیوں کی تاریخوں میں پایا جاتا ہے، اور نہ اہل چین اور اہل فارس کی کتابوں میں اس کا کوئی نشان ملتا ہے، نیز اس سے سورج کا حرکت کرنا اور زمین کا ساکن ہونا مفہوم ہو رہا ہے، جو جدید ہیئت کے فیصلے کی بنا پر بالکل غلط ہے، پھر اگر ہم اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں تین احتمال ہو سکتے ہیں، یا تو دن صرف دس درجے کی مقدار ٹوٹا ہو، یا اسی مقدار میں آسمان پر سورج ٹوٹا..... جیسا کہ ان کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے، یا زمین کی حرکت مشرق سے مغرب کی سمت میں اتنی مقدار میں لوٹی ہو، اور یہ تینوں احتمالات فلسفہ کے حکم کے مطابق باطل ہیں، یہ تینوں مشہور حادثے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کے نزدیک مسلم ہیں، اور باقی حوادث جن کو ہم ذکر کرنے والے ہیں، وہ عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہیں،

”جب تک زمین قائم ہے، بچ بونا اور فصل کاٹنا، سردی اور تپش، گرمی اور جاڑا، دن اور رات، موقوف نہ ہوں گے“ (پیدائش، ۲۲)

چوتھی وجہ

انجیل متی باب ۲، آیت ۵ میں ہے:

”اور مفتاح کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر ڈھلکڑے ہو گیا،
اور زمین لرزی اور چٹانیں ترک گئیں، اور قبریں کھل گئیں، اور بہت سے جسم
ان مفتاحوں کے جو سو گئے تھے جی اُٹھے اور اس کے جی اُٹھنے کے بعد قبروں
سے نکل کر مفتاح شہر میں گئے، اور بہتوں کو دکھائی دیئے“ (آیات ۵۱ تا ۵۳)

یہ واقعہ یقیناً جھوٹا اور من گھڑت جیسا کہ آپ کو باب فصل نمبر ۳ سے معلوم ہو چکا
ہے، نیز مخالفین یعنی رومانیوں اور یہودیوں کی قدیم کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، اور
نہ مرقس یا لوقا نے پتھروں کا پھٹنا اور قبروں کا کھلنا، اور بہت سے قدسی لوگوں کے اجسام
کا قبروں سے برآمد ہو کر شہر میں داخل ہونا بیان کیا ہے، حالانکہ ان واقعات کا ذکر عیسیٰ کی
چھ پکار کے ذکر سے زیادہ ضروری تھا جو مرتے وقت انھوں نے کی تھی، اور جس کے
ذکر پر سب کا اتفاق ہے، اور پھر پتھروں کا پھٹ جانا تو اس قسم کا واقعہ ہو کہ جس کا اثر
و نشان وقوع کے بعد بھی رہتا ہے،

تعجب یہ ہے کہ متی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ مرنے زندہ ہونے کے بعد کن لوگوں کو
نظر آئے تھے؟ مناسب تو یہ تھا کہ یہودیوں کو نظر آتے، اور سیلاطس کو دکھائی دیتے،
تاکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے، جیسا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لڑے
بھی ہی مناسب تھا کہ وہ مردوں کے درمیان سے کھڑے ہونے کے بعد ان مخالفین کو نظر
آتے تاکہ اشتباہ دور ہو جاتا، اور یہودیوں کو یہ کہنے کی مجال نہ ہوتی، کہ ان کے شاگرد راست

۱۔ انجیل متی میں یہ واقعہ اس وقت بیان کیا گیا ہے جب (بقول متی) حضرت مسیح کو (معاذ اللہ) سولی دی گئی،

۲۔ دیکھئے صفحہ ۵۰۰ ج ۱ اول غلط نمبر ۵۹،

کی تاریکی میں آنے اور ان کی نعش چرا کر لے گئے،

اسی طرح اس نے یہ بھی ذکر نہ کیا کہ جو مرنے زندہ ہو گئے تھے پھر واپس اپنی قبروں میں چلے گئے، یا زندہ باقی رہے؟ کسی ظریف نے خوب کہا ہے کہ شاید مٹی نے یہ تمام باتیں خواب میں دیکھی ہوں گی۔

اس کے علاوہ لوقا کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ہیکل کے پردے کا پھٹنا عیسیٰ کی وفات سے قبل پیش آیا ہے جو مٹی اور مرقس کے بیان کے قطعی خلاف ہے،

انجیل متی اور مرقس و لوقا میں مسیح کے سولی دیئے جانے کے بیان میں لکھا ہے: **پانچویں وجہ** | چھ بجے سے نو بجے تک پورے چار گھنٹے کامل تمام ردے زمین پر اس واقعے

سے تاریکی اور اندھیری مسلط رہی، چونکہ یہ حادثہ دن میں پیش آیا اور سایے ردے زمین تک ممتد رہا، اور تھوڑی دیر بھی نہیں بلکہ پورے چار گھنٹے، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ اس سے واقف نہ ہوں، حالانکہ اس کا کوئی ذکر اہل ہند و فارس و چین کی تواریخ میں نہیں ملتا،

انجیل متی نے بچوں کے قتل کا واقعہ باب میں ذکر کیا ہے، مگر کسی دوسری **چھٹی وجہ** | انجیل یاتایخ میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا،

ساتویں وجہ | انجیل متی اور لوقا کے باب اور انجیل مرقس کے باب میں یوں لکھا ہے کہ:

۱۔ انجیل متی میں ہے کہ جب ہیرودیس کو حضرت مسیح کی ولادت کی خبر ہوئی تو اس نے: "بیت لحم اور اس کی سب سرحدوں کے اندر کے ان سب لڑکوں کو قتل کروادیا جو دو برس کے یا اس سے چھوٹے تھے" (متی ۲: ۱۶) | لیکن اس واقعہ کا تذکرہ کہیں اور نہیں ملتا، چنانچہ آرائے ناکس تفسیر عہد نامہ جدید میں لکھا ہے: "معلوم بچوں کے قتل کا واقعہ کسی غیر عیسائی مصنف کی تحریر میں نہیں ملتا" (ص ۳ و ۴ ج اول)

”اور جب وہ پانی سے نکل کر اُپر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹنے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اُپر اترتے دیکھا، اور آسمان سے آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے، تجھ سے میں خوش ہوں۔“

یہ مرقس کے الفاظ ہیں، چونکہ آسمانوں کا پھٹنا دن میں واقع ہوا تو ضروری ہو کہ دنیا کے رہنے والے بیشتر انسانوں سے مخفی نہ ہو، اسی طرح کبوتر کا نظر آنا اور آسمانوں سے اس آواز کا سنا جانا، حاضرین میں سے کسی ایک مے دے کے ساتھ مخصوص نہ ہونا چاہیے، حالانکہ اس واقعہ کو انجیل والوں کے سوا اور کوئی بھی ذکر نہیں کرتا، جان کلارک اس قصہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

”مسیح نے ہم کو اس عظیم الشان اطلاع سے محروم بنا دیا اور صاف طور پر نہیں بتایا کہ آسمان کے کون سے دروازے کھلے تھے؟ بڑے دروازے؟ یا متوسط دروازے؟ یا چھوٹے؟ اور کیا یہ دروازے سورج کی اس جانب میں تھے یا دوسری سمت میں؟ اس بڑی مھول کی دیکھ بھلے غیب پادری سمت کی تعیین میں حیرانی کے ساتھ سر پھوڑتے ہیں، اور نہ یہ اطلاع دی کہ اُس منزل من اللہ کبوتری کا کیا حشر ہوا؟ کیا اس کو کسی نے یکڑ کر پنجرے میں بند کیا؟ یا آسمان کی طرف واپس ہوتی ہوئی دیکھی گئی؟ اور اگر لوٹتی ہوئی دیکھی تو ضروری ہے کہ اتنی دیر تک آسمانوں کے دروازے کھلے رہے ہوں؟ اور سب لوگوں آسمانوں کے اندر وہی احوال کا اچھی طرح مشاہدہ کر لیا ہوگا؟ کیونکہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ لپٹس کے اس مقام پر پہنچنے تک ان دروازوں پر کوئی سنتری یا سپاہی موجود ہو، شاید یہ کبوتری کوئی جن ہو؟“

۱۔ یہ حضرت مسیحؑ پر روح القدس کے اترنے کا قصہ ہی جو پہلے کسی بار گذر چکا ہے،

اس اعتراض کے عقلی جوابات؛

اس اعتراض کا عقلی طور پر باطل ہونا آٹھ وجوہات کی بنا پر ثابت ہے :

پہلی وجہ

شقِ فتر کا واقعہ رات کے وقت پیش آیا جو غفلت اور نیند کا وقت ہوتا ہے راستوں اور سڑکوں پر سکون اور آمد و رفت بند ہو جاتی ہے، بالخصوص سردی کے زمانے میں لوگ گھروں اور کمروں کے اندر دروازے بند کر کے سوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں، ایسی صورت میں آسمان سے تعلق رکھنے والی کسی جدید بات کا علم اطلاع سوائے ان لوگوں کے کسی کو نہیں ہوتی جو پہلے سے اس کے منتظر ہوں، اور چاند گرہن اس کی واضح مثال ہے، کہ وہ اکثر پیش آتا ہے، مگر بہت سے لوگوں کو اس کا علم صحیح ہونے اور دوسروں کے اطلاع دینے پر ہوتا ہے، سوتے ہوئے لوگوں کو گرہن کی اطلاع نہیں ہوتی،

دوسری وجہ

یہ حادثہ زیادہ دیر تک ممتد اور مسلسل نہیں رہا، دیکھنے والوں کے لئے بھی اس کے امکانات کم تھے کہ جو لوگ اس مقام سے کافی دور ہیں، ان کو اس کی اطلاع کریں، یا سونے والوں کو جگائیں اور دکھائیں،

تیسری وجہ

پہلے سے اس قسم کا کوئی پروگرام نہ تھا کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہوتی اور وہ دیکھنے کا اہتمام کرتے جس قسم کا اہتمام وقتِ معینہ پر رمضان عید ... اور سوچ گرہن یا چاند گرہن دیکھنے کا لوگ کیا کرتے ہیں، محض اس لئے کہ اس کے دیکھے جانے کے قوی امکانات ہوتے ہیں، پھر ہر شخص کی نگاہ ہر وقت آسمان کی جانب تودن کے اوقات میں بھی لگی نہیں رہتی، چہ جائیکہ رات کے وقت، اس لئے صرف اُن لوگوں نے دیکھا جو معجزے کے طالب تھے، یا جن لوگوں کی نگاہ اتفاقاً اس وقت آسمان

کی طرف اٹھ گئی، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آتا ہے، کہ جب کفار مکہ نے اس واقعہ کو دکھاتو کہنے لگے غالباً ابن ابی کبشہ نے تمہاری نظر بند کر دی ہے، ابو جہل نے بھی یہی বল کہی کہ یہ محض جادو اور نظر بندی ہے، اس لئے لوگوں کو تحقیق کے لئے مختلف اطراف و جوانب میں بھیجو کہ وہ معلوم کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند کو ڈونکرے ہوتے ہوئے دیکھا یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق تصدیق کی کہ ہم نے اسی حالت میں دیکھا ہے، کیونکہ اہل عرب عموماً رات میں سفر اور دن کو قیام کرتے ہیں، پھر کفار نے مل کر کہا کہ یہ تو جادو ہے، جو مٹنے والا ہے،

نیز تاریخ فرشتہ کے مقالہ نمبر ۱۱ میں لکھا ہے کہ ملیبار کے لوگوں نے بھی.... جو ہندوستان کا علاقہ ہے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے، اور اس علاقے کا راجہ جو بت پرست تھا، اس معجزے کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا، حافظ مری نے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مسافر کا بیان ہے کہ میں نے ہندوستان کے ایک شہر میں ایک پرانی عمارت دیکھی، جس پر عمارت کی تاریخ تعمیر کے سلسلے میں لکھا تھا کہ یہ عمارت شت و شتر والی رات میں بنائی گئی۔

۱۵ ابن ابی کبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے، آپ کے جد امجد و سب بن عبد مناف کا اور آپ کے رضاعی والد ربیع بن عبد مناف کے شہر کا لقب ابو کبشہ بھی تھا، اسی مناسبت سے آپ کو ابن ابی کبشہ کہا جاتا ہے،

۱۶ رواہ الترمذی عن جابر بن مطعم (جمع الفوائد، ص ۲۰۰ ج ۲)

۱۷ اظہار الحق کے گجراتی مترجم جناب غلام محمد صاحب بن حاجی غلام صادق صاحب نے اس جگہ حاشیے پر لکھا ہے کہ ہندوؤں کی مشہور کتاب مہا بھارت میں بھی چاند کے ڈونکرے ہونے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، (غلام محمد صاحب کا یہ ذیلی حاشیہ اظہار الحق کے انگریزی ترجمے کے حاشیے پر نقل کیا گیا ہے، دیکھئے اظہار الحق انگریزی ترجمہ ۱۴۵ ج ۲) ۱

چوتھی وجہ

کبھی کبھی بعض مقامات اور بعض اوقات میں دیکھنے والے اور چاند کے درمیان ایک گہرا اور غلیظ بادل یا پہاڑ حائل ہو جاتا ہے، بعض اوقات تو ان علاقوں میں جن میں کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں امتناز بردست تفاوت پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ بادل بھی بہت گہرا اور بارش بھی کافی زوردار ہو رہی ہے کہ دیکھنے والوں کو دن میں سوچ اور نیلگوں آسمان کا اصلی رنگ مسلسل گھنٹوں تک دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح رات کے وقت چاند اور ستاروں کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، مگر دوسرے مقام پر نہ کسی بادل کا پتہ ہے نہ بارش کا کوئی اثر، حالانکہ دونوں مقامات میں کچھ زیادہ قابل ذکر فاصلہ بھی نہیں ہوتا، شمالی علاقوں کے باشندے روم اور یورپ کے لوگ برف باری اور بارش کے دنوں میں مسلسل کئی کئی دن تک سوچ کے دیکھنے کو ترستے رہتے ہیں، چہ جائیکہ چاند کو،

پانچویں وجہ

چاند اپنے مطالع کے اختلاف کی وجہ سے تمام رومے زمین والوں کے لئے کسی ایک حد پر نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آج جن لوگوں پر طلوع ہوتا ہے دوسرے ملک یا علاقے کے باشندے اُس وقت اُس کی جھلک دیکھنے سے محروم ہوتے ہیں، کسی ایک افق اور منزل پر نمایاں ہونے پر بعض ملکوں کے لوگ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس وقت دوسرے مقام کے لوگ اس کی جھلک سے قطعی محروم رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاند گریہن عام نہیں ہوتا، بعض علاقوں میں کامل ہوتا ہے، بعض میں بالکل نہیں ہوتا، یا ناقص طور پر ہوتا ہے، اور بعض مقامات پر اس کی پہچان و شناخت صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جو علم نجوم کے ماہر ہیں،

اکثر قابل اعتماد علماء بہینت ایسے عجائبات بیان کرتے ہیں جن کا مشاہدہ اُن کو

بڑے بڑے ستاروں اور ان کی روشنیوں سے ہوتا ہے، جو رات کے کسی حصے میں ظاہر ہوتے ہیں، اُن کے سوا دوسرے لوگوں کو ان کا قطعی کوئی علم نہیں ہوتا،

اس قسم کے نادر الوقوع واقعات دیکھنے والوں کی تعداد عام طور پر اس قدر چھٹی وجہ نہیں ہوتی، جو یقین کے لئے مقید ہو، ادھر مورخین کے یہاں بڑے اور

اہم واقعات کے بارے میں بعض عوام کی بیان کردہ خبریں قابلِ اعتماد نہیں ہوتیں، البتہ ایسے واقعات کی نسبت اُن کے بیانات مان لئے جاتے ہیں کہ جن کے وقوع کے بعد ان کے آثار اور نشانیاں باقی رہ جائیں، جیسے سخت آندھی، بے شمار برف باری، یا ژالہ باری، سخت سردی وغیرہ، اس لئے عین ممکن ہے، اور بعید از قیاس نہیں کہ کسی ملک کے مورخین نے اس حادثے کی نسبت بعض عوام کی بیان کردہ روایت پر وثوق نہ کرتے ہوئے اس کو دیکھنے والوں کی نگاہ کا تصور قرار دیا ہو، اور اس واقعہ کو چاند گروہن کی قسم کا سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو،

ساتویں وجہ | مورخین بالعموم زمینی حوادث کو تاریخ کے اوراق میں جگہ دیتے ہیں، اور آسمانی واقعات و حوادث سے شاذ و نادر ہی تعرض کرتے ہیں، خاص کر

قدیم مورخین کا تو یہ عام شیوہ ہے، پھر یہ چیسز بھی قلیل لحاظ ہونا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انگلستان و فرانس میں جہالت عروج پر تھی، اور علوم و فنون کی جو کچھ داغ بیل اور بنیاد یورپ کے ملکوں میں پڑی اور اشاعت ہوئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مسعود کے کافی طویل عرصے کے بعد ہوئی ہے، ان حالات میں ان کے یہاں تاریخ نویسی کا کوئی اہتمام اور اس جانب التفات ہی کب ہو سکتا تھا؟

آٹھویں وجہ | منکر کو جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ فلاں معجزہ یا کرامت اس شخص

کی ہے جس کا وہ منکر ہے، تو وہ ضرور اس کے اخفاء اور چھپانے کی کوشش کیا کرتا ہے، اور کبھی بھی اس کے ذکر یا کہے جانے پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۸ اور کتاب الاعمال کے باب ۴ و ۵ کے مطالعہ کرنے والوں سے یہ چیز مخفی نہیں ہو سکتی ان دجوات کی بنا پر ثابت ہوا کہ ”معجزہ شق القمر“ پر عقلی یا نقلی غرض کسی طور سے اعتراض درست نہیں ہو سکتا،

مُصَنِّفُ مِيزَانِ الْحَقِّ کے اعتراضات | مصنف میزان الحق نے نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء مرزا پور میں لکھا ہے کہ :

”آیت کے معنی تفسیر کے قاعدے کے بموجب منسوب ہیں یوم قیامت کی طرف کیونکہ لفظ ”الساعة“ معرّف باللام واقع ہوا ہے جس سے مراد ساعت معلومہ اور وقت متعین ہے، یعنی قیامت، جیسا کہ یہ لفظ اسی سورۃ کے آخر میں اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اسی لئے اس کی تفسیر بعض مفسرین نے جن میں قاضی بیضاوی بھی ہیں قیامت کے معنی کے ساتھ کی ہے، اور کہا ہے کہ آیت کے بموجب علامات قیامت میں سے یہ علامت بھی ہے کہ چاند زمانہ آئندہ میں شق ہوگا۔“

اس میں پادری مذکور نے دو دعوے کئے ہیں، اول یہ کہ تفسیر کے قاعدے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ اِلْتَشَقَّ معنی میں سَيَنْشَقُّ کے ہے، دوسرے یہ کہ بعض مفسرین نے جن میں قاضی بیضاوی بھی شامل ہیں، اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے، حالانکہ یہ دونوں باتیں قطعی غلط ہیں،

پہلی بات تو اس لئے کہ اِلْتَشَقَّ ماضی کا صیغہ ہے اس کو سَيَنْشَقُّ کے معنی میں لینا یقیناً مجاز ہے، اور قانون یہ ہے کہ مجازی معنی مراد لینے کی اُس وقت تک بالکل

اجازت نہیں، جب تک اس لفظ کے معنی حقیقی مراد لینا محال نہ ہو جائے، اور یہاں معنی حقیقی مراد لینے میں کوئی بھی دشواری نہیں ہے، اس لئے معنی حقیقی مراد لیا جانا واجب اور ضروری ہے،

رہی دوسری بات تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ قاضی بیضاویؒ پر صریح بہتان اور تہمت ہو، کیونکہ انھوں نے ماضی کے صیغے کی تفسیر مستقبل کے ساتھ ہرگز نہیں کی، بلکہ ماضی کے معنی کے ساتھ کی ہے، البتہ تفسیر کرنے کے بعد کمزور الفاظ میں بعض لوگوں کا قول نقل کر کے اس کی تردید کر دی ہے، لہذا یہ قول اُن کے نزدیک بھی مردود ہو، پھر جب صاحب تفسیر نے میزان الحق کے مصنف کی اس عبارت پر اعتراض کیا اور کہا کہ ”پادری مذکور یا تو خود غلطی میں مبتلا ہوا یا پھر عوام کو غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے“ تو میزان الحق کے مصنف کو ہوش آیا، اور جدید نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں اور اردو نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں اس عبارت کو بدل دیا اور یوں کہا کہ:

”تشرآن کریم میں جس مقام پر بھی لفظ ”الساعة“ معرف باللام اور معرفہ کی صورت میں واقع ہوا ہے، وہاں یوم قیامت کے معنی مراد ہیں، اور انشأ القوم والا جملہ داو عطف کی بنا پر اقتربت الساعة والے جملے کے ساتھ ملحق ہے، اور دونوں میں ماضی کا صیغہ ہے، لہذا جس طرح پہلا فعل ”اقتربت“ مستقبل کے معنی میں ہے، یعنی ”سبعی یوم القیمة“ اسی طرح دوسرا فعل ”انشأ“ بھی معنی میں ”تَیَسَّنَشْ“ کے ہوگا، یعنی جب قیامت آئے گی تو چاند بھی دو ٹکڑوں ہو جائے گا، اور بعض مفسرین نے بھی جیسا کہ زحشریؒ اور بیضاویؒ ہیں اس طرح تفسیر کی ہو اگرچہ یہ دونوں اپنی تفسیر میں اس امر کے معتقد ہیں یہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہو، مگر انھوں نے

الْقِيَامَةِ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "وَقَدْ انْشَقَّ الْقَمَرُ" پایا جاتا ہے،
یعنی قیامت قریب آگئی ہے، اور اس کے قریب ہونے کی نشانیوں میں سے یہی
ہے کہ چاند ٹکڑے ہو گیا، اور بیضاوی نے کہا ہے کہ وَقِيلَ مَعْنَاهُ سَيَدْنَشَقُّ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۛ

غرض پادری صاحب کو پتہ چل گیا اور انھوں نے عبارت کو بدل ڈالا، مگر انھوں نے
کشاف کی عبارت کے خلاصہ کرنے میں کمال کر دیا، یعنی کچھ حصہ سمجھ کر حذف کر دیا کہ یہ غیر مفید
ہو، اور صاحب کشاف کا یہ قول نقل کر دیا کہ "حذیفہ" کی قرأت میں "قد انشق" ہے، حالانکہ
یہ مقصود کے قطعی مناسب نہیں ہے، کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قرأت تو اس کے معجزہ ہونے میں
نص ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول صرف ضمناً ذکر کر دیا گیا ہے، تو کہا جائے گا کہ پھر عبارت
کے کچھ حصے کو حذف کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کشاف کی اصل عبارت یوں ہے کہ:

"بعض لوگوں نے اس آیت کا مطلب

یہ بیان کیا ہے کہ چاند قیامت کے دن

دو ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن آگے باری

تعالیٰ کا ارشاد "وَإِنْ يَرَوْا آيَةً

وَعَنْ بَعْضِ النَّاسِ أَنَّ مَعْنَاهُ

يَلْشَقُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَوْلُهُ

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُونَ

يَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، يَرَدُّهُ

۱۵ یعنی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا۔"

دکشاف، ص ۲۲۱، ج ۲ و تفسیر بیضاوی مصری ص ۷۰

۱۶ اس لئے کہ اس میں لفظ "قد" استعمال کیا گیا ہے جس کے ہوتے ہوئے مستقبل کے معنی کا کوئی احتمال باقی نہیں رہتا،

۱۷ تفسیر کشاف، ص ۲۲۱ ج ۲ مطبوعۃ الاستقامة بالقاهرة ۱۳۶۵ھ،

وَكُفَىٰ بِهِ رَدًّا قِرَاءَةً	یعنی یہ کافرجب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو
حَذِيفَةَ قَدْ انْشَقَّ	اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چلتا
القمرای وقد حصل	جادو ہے، اس قول کی تردید کرتا ہے، اس
من آیات اقتراہما	کے علاوہ حضرت حذیفہؓ کی قرأت بھی
ان القمر قد انشق	اس کی تردید کرتی ہے، جس میں قَدْ انْشَقَّ
کما تقول اقبل	انْقَرء کے الفاظ ہیں، اور آیت کا مطلب
الامير وقد حياء	یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی، اور قریب
البشير لقدومه وعن	قیامت کی نشانیوں میں سے یعنی شقِ قمر
حذيفة رضي الله عنه خطب	ظاہر ہو گئی، باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ایسا ہی
بالمدائن ثم قال	ہے جیسے تم کہو کہ "امیر آ رہا ہے حالانکہ اس کا
الا ان الساعة قد	پیامبر آ رہا ہے نیز حضرت حذیفہؓ سے روایت
اقتربت ان القمر	ہے کہ انھوں نے دلائل میں خطبہ دیتے
الشق على عهد نبيكم،	ہوئے فرمایا کہ سن لو! قیامت قریب

آگئی، اور چاند خود تھکے نبی کے عہد مبارک میں دو ٹکڑے ہو گیا۔

ربا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ "الساعة" معرف باللام ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ جملہ انشق القمر بسبب وار عطف کے ماقبل سے ملحق ہے، سو ان دونوں چیزوں سے ان کا مقصود قطعی حاصل نہیں ہوتا، غالباً وہ یہ سمجھے کہ لفظ "الساعة" کے معنی چونکہ

لہ قال الحافظ ابن حجر: "أخرجه الحاكم والطبرانی وابو نعیم عن ابن عبد الرحمن بهذا وأتمه الكافي الشافعي على هامش الكشاف"

قیامت کے ہیں، اور شق و ستر اس کی علامات میں سے ہے، اس لئے اس کا اس کے ساتھ متصل ہونا اور اسی روز واقع ہونا ضروری ہے، اس غلط فہمی کا منشاء محض تأمل اور غور نہ کرنا ہے،

سورہ محمد میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے :

<p>”اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آکھڑی ہوان پر اچانک، سو آپہنچی ہیں اس کی نشانیاں“</p>	<p>فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا،</p>
--	--

اس میں ”فقد جاء اشراطها“ کے الفاظ اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اسکی علامات واقع ہو چکی ہیں، کیونکہ لفظ ”قد“ جب فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے تو وہ صاف اس امر کی ضمانت ہوتا ہے کہ یہ فعل زمانہ ماضی میں واقع ہو چکا ہے، جو حال کے قریب ہی اس لئے مفسرین نے اس قول کی تفسیر اس طرح پر کی ہے :-

بیضاوی میں ہے کہ :

”کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت“

اور انشقاق و ستر“

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ :

”اشراط سے مراد علامات ہیں، مفسرین کہتے ہیں کہ جیسے شق و ستر اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی بعثت“

اور حبلا لین میں ہے کہ :

”یعنی قیامت کی علامتیں جن میں آپ کی بعثت اور شق و ستر اور دھان ہے“

اور حسینی کی عبارت بھی بیضادی کی طرح ہے،

پادری صاحب کا یہ کہنا کہ محسّس طرح پہلا فعل اقتربت الساعة مستقبل کے معنی میں ہوا ہے یہ بھی غلط ہے، کیونکہ وہ بھی ماضی ہی کے معنی میں ہے، اور فارسی میں اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ ”روز قیامت خواہ آمد“ درست نہیں ہے، اور بعض لوگوں کا یہ قول مفسرین کے نزدیک باطل اور مردود ہے، پھر پادری صاحب کہتے ہیں کہ:

”اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ شق مستمر واقع ہوا تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

معجزہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نہ تو اس آیت میں نہ کسی دوسری آیت میں یہ تصریح

موجود ہے کہ یہ معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ظاہر ہوا“

جواباً ہم گزارش کریں گے کہ دوسری آیت اور صحیح احادیث اس کے معجزہ ہونے پر

دلائل کرتی ہیں، ان روایات کی صحت عقلی ضابطے کے مطابق ان محرف اور اعلاط و

اختلافات سے بھری ہوئی انجیلوں سے کہیں زیادہ ہے، جن کی روایتیں آحاد کے ذریعے

اور وہ بھی بغیر سند متصل کے مردی ہیں، جیسا کہ آپ کو باب نمبر ۲ سے معلوم ہو چکا ہے

پھر پادری صاحب کہتے ہیں کہ:

دوسری آیت کا پہلی آیت سے تعلق یہ ہے کہ مسکین آخری زمانے میں قیامت کی

علامتوں کو دیکھیں گے، مگر ان پر ایمان نہ لائیں گے، گزشتہ کافروں کی عادت کے مطابق

کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے اور کچھ بھی نہیں“

۱۔ یعنی قیامت آئے گی

۲۔ اس عبارت میں پادری صاحب مفسرین کی اس دلیل کا جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس میں انھوں نے

کہا تھا کہ اگر شق قمر کا معجزہ واقع نہیں ہوا تو اگلی آیت وَإِنْ يَزِدُّوا آيَةً الْحَقَّ كَمَا يَمْلِكُ ہو سکتا ہے؟

یہ بات بھی درودجہ سے غلط ہے، اول تو اس لئے کہ منکر عناد کی بناء پر انکار اسی وقت کیا کرتا ہے، اور کافر کسی خلافِ عادت واقع ہونے والے کام کو جادو جب ہی کہا کرتا ہے جب کہ کوئی شخص اس خلافِ عادت صادر ہونے والے کام کی نسبت یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا معجزہ یا کرامت ہے، پھر جب آخری زمانے میں قیامت کی علامتیں بغیر اس دعوے کے پائی جائیں گی تو پھر منکرین کو انکار کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کہنے سے کیا حاصل کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے؟

دوسرے یہ کہ شقِ تہر زمانہ مستقبل میں قیامت ہی کے روز ہو سکتا ہے، پھر عین قیامت کے روز جب کافر اپنی آنکھوں سے قیامت کا مشاہدہ کر چکے ہوں گے، اس وقت یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شخص پادری صاحب کی طرح عاقل معاند ہو تو شاید وہ اپنے زعم کی بناء پر ایسی بات کہہ دے، یا خود پادری صاحب ادران جیسے دوسرے علماء پر دٹسٹ اپنی قبروں سے زندہ نکلنے کے بعد یہ اعتراض کر دیں، کیونکہ ان کے دلوں میں دین محمدی کا بغض و عناد کوٹ کوٹ بھرا ہے، پھر پادری صاحب لکھتے ہیں:

”اور اگر یہ معجزہ آپ کے ہاتھوں ظاہر ہوتا تو آپ اُن مخالفین و معاندین کو اطلاع دیتے جو آپ سے معجزے کے طالب تھے کہ دیکھو میں نے فلاں وقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، اس لئے اب تم کو کفر سے باز آ جانا چاہئے“

اس کے مکمل جواب کے لئے ناظرین کو فصل دوم کے انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑے گی، انشاء اللہ وہاں اس کا تفصیلی جواب دیا جائے گا،

ایک پادری صاحب کے اعتراضات | مصنف وجہ الایمان نے اس معجزے کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

”بہت سے مفسرین جیسے زحمتی اور بیضاوی نے اس مقام پر یہ تفسیر کی ہے کہ چاند قیامت کے روز شق ہوگا، اور اگر یہ واقعہ واقع ہو چکا ہو تا تو سارے جہان میں اس کی شہرت عام ہوتی، کسی ایک ملک میں اس کے مشہور ہونے کے کوئی معنی نہیں“ ہمارے پچھلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ دونوں باتیں یقینی طور پر غلط ہیں، یہ پادری صاحب میزان الحق کے مصنف سے بھی بہت آگے بڑھ گئے ہیں، کہ انھوں نے عقلی اور نقلی دلیل بھی پیش کر ڈالی، اور کشاف کے نام کی تصریح بھی کر دی، شاید انھوں نے میزان الحق کے پُرانے نسخے کو دیکھ لیا ہوگا، جس میں کالبیضاوی وغیرہ لکھا ہے اور یہ سمجھا کہ وغیرہ سے مراد کشاف ہے، کیونکہ بیضاوی کو بمقابلہ دوسری تفسیروں کے کشاف سے بہت زیادہ مناسبت ہے، اس لئے کشاف کی تصریح کر دی، تاکہ میزان الحق کے مصنف سے ان کی فضیلت بڑھ جائے، حالانکہ صاحب کشاف نے اس سورۃ کی تفسیر کے شروع میں کہا ہے کہ:

”اشتقاق قر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں اور آپ کے ردش معجزات

میں سے ہے“

اور اس رسالے کے مصنف نے جو مولانا نعمت علی ہندی کے مکتوب کے جواب میں لکھا ہے اس معجزے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

”اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر

ہوا، اور نہ تفسیروں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے“

سبحان اللہ! یہ صاحب تو اپنے دونوں پیشروؤں سے چار قدم آگے بڑھ گئے، ان صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ بات کسی تفسیر سے ثابت نہیں ہوتی، غالباً پہلے پادری صاحب کے متعلق انھوں نے یہ قیاس کیا کہ پہلے پادری صاحبان نے جو کہا تھا کہ "بیضاوسی وغیرہ کی طرح مفسرین نے یہی لکھا ہے" تو انھوں نے اسے سچ سمجھ لیا، پھر ان دونوں تفسیروں پر تمام تفسیروں کو قیاس کر ڈالا، اور دعویٰ کر دیا کہ کسی تفسیر سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، تاکہ دونوں پادریوں پر اس کی فوقیت ثابت ہو جائے، اور اپنی قوم کے سامنے اس کا بخر ظاہر ہو کہ ماشاء اللہ انھوں نے تمام تفسیروں کا مطالعہ کر لیا ہے،

غرض ہر چھپنے والے نے اپنے پیشرو سے کچھ نہ کچھ اضافہ ہی کیا، مگر یہ بات عیسائیوں کی عادت متمدنہ سے کوئی عجیب نہیں ہے، کیونکہ نثرن اول میں عیسائیوں کے یہاں یہ طریقہ عام رہا ہے، جیسا کہ حواریوں کے رسالہ جات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے اور نثرن ثانی عیسوی میں یہ چیز مستحسن قرار پانگئی تھی، جیسا کہ مورخ موسیم دوسری صدی کے علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۵۳۲ء جلد اول صفحہ ۶۵ میں کہتا ہے کہ:

"افلاطون اور فیثاغورس کے ماننے والوں میں یہ مقولہ مشہور ہے، کہ جھوٹ اور فریب سچائی کے بڑھانے اور اللہ کی عبادت کے لئے نہ صرف جائز ہیں بلکہ قابل تحسین ہیں، سب سے پہلے مصر کے یہودیوں نے مسیح سے قبل یہ مقولہ ان سے سیکھا، چنانچہ تدریم کتابوں سے یقینی طور پر یہ امر واضح ہوتا ہے، پھر اس ناپاک اور مہلک و با کا اثر عیسائیوں میں داخل ہوا، جیسا کہ ان کی بہت سی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے جو بڑے لوگوں کی جانب جھوٹ منسوب کی گئی ہیں،

آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد ۱ میں گلتیوں کے نام پولس کے خط کے باب کی شرح میں کہتا ہے کہ:

”یہ چیز محقق ہے کہ بہت سی جھوٹی انجیلیں ابتدائی مسیحی صدیوں میں رائج تھیں، اور جھوٹے قصوں کی کثرت ہی نے لوفا کو انجیل لکھنے پر آمادہ کیا، اس قسم کی جھوٹی انجیلوں میں سترے زیادہ انجیلوں کا ذکر پایا جاتا ہے، ان جھوٹی انجیلوں کے بہت سے اجزاء اب بھی باقی اور موجود ہیں۔“

پھر جب اُن کے پہلوں نے سترے زیادہ انجیلوں کو بالکل خلافت واقعہ غلط طور پر مسیح و مریم و حواریین کی جانب منسوب کر دیا، تو اگر یہ تینوں پادری صاحبان عامہ مسلمین کو گمراہ کرنے اور مغالطے میں ڈالنے کے لئے بعض چیزوں کو قرآن کی تفسیروں کی طرف منسوب کر رہے ہیں، تو کوئی بھی تعجب نہ ہونا چاہئے،

آخری رسالے کی ہندوستان میں بڑی شہرت رہی، اور پادری لوگ مختلف شہروں میں بکثرت اس کو تقسیم کیا کرتے تھے، مگر جب بہت سے علمائے اسلام نے اس کا رد لکھا، اور ان کی تحریریں شہرت پذیر ہو گئیں، تب پادریوں نے اس کی تقسیم و اشاعت روک دی، اس کی تردید میں لکھی جانے والی تین کتابیں طبع ہوئیں، اول تحفہ مسیحیہ، مصنفہ سید الدین ہاشمی، دوم تائید المسلمین، جو مجتہد شیعہ لکھنؤ کے کسی عزیز کی تصنیف ہے، سوم خلاصہ سیف المسلمین، جو فاضل حیدر علی قرشی کی تصنیف ہے،

معجزہ نمبر ۱، کنکریوں سے کفار کی ہلاکت

بیضاوی میں ہے کہ:

منقول ہے کہ جب قریش ایک ٹیلے سے نمودار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تشریش ہیں جو تکبر اور فخر کے ساتھ تیرے رسول کی تکذیب کرتے آئے ہیں، اے اللہ! میں آپ سے اس چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، پھر جبریلؑ حاضر خدمت ہوئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ایک مٹی خاک کی لے کر ان کافروں کے بار دیجئے، پھر جب دونوں گردہ ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باریک کنکریوں کی ایک مٹی بھر کر ان کے چہروں پر مار دی، اور فرمایا شَهِتِ الْوُجُوہَؑ اس کے بعد کوئی کافر ایسا نہ تھا جو اس وقت آنکھوں سے معذو نہ ہو گیا ہو، اور نتیجہ کفار کو شکست فاش ہوئی، اور مسلمانوں نے ان کو قید اور قتل کرنا شروع کر دیا، پھر جب کفار مکہ واپس لوٹے تب بھی شیخی بگھارتے ہوئے ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا اور میں نے قید کیاؑ

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ“ یعنی اے محمدؐ آپ نے ان کو (ایسی) کنکریاں نہیں ماریں جو ان کی آنکھوں تک پہنچ سکتیں، نہ آپ کو اس کی قدرت تھی جب کہ بظاہر آپ ہی مار رہے تھے، بلکہ اللہ نے اس پھینکنے کا نتیجہ مرتب فرمادیا یعنی ان سب کی آنکھوں تک پہنچا دیا، یہاں تک کہ ان کو شکست ہو گئی، اور تم ان کی جڑ کاٹنے پر قادر ہو گئے، امام فخر الدین رازیؒ نے فرمایا کہ :

زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ یہ آیت بدر کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے، ورنہ قصہ کے درمیان میں ایک بے جوڑ بات کا داخل کرنا لازم آئے گا، جو مناسب نہیں ہے، بلکہ کوئی بعید نہیں ہو کہ اسی کے تحت بقیہ واقعات بھی ہوں، اس لئے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت کا۔

ادھر مقدسین آپ کو صاحب میزان الحق کے اعتراضات کا حال معلوم ہو چکا ہو جو اس نے اس معجزے پر کئے ہیں، اس لئے ہم اس کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے،

معجزہ نمبر ۴، زور کے مقام پر انگلیوں پانی کا جاری ہونا،

اکثر موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی سناٹا اور بہنا ثابت ہے، اپنی جگہ پر یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے کے اس معجزے سے عظیم الشان ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا، کیونکہ پتھروں سے پانی کا نکلنا فی الجملہ عادت کے موافق ہے، مگر خون اور گوشت سے پانی کا برآمد ہونا سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی سے ثابت نہیں،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عصر کی نماز کا وقت تھا، میں نے حضور کو دیکھا کہ لوگ آپ کے لئے پانی تلاش کر رہے ہیں مگر پانی نہیں ملتا تھا، اتفاق سے کچھ پانی

۱۔ مطلب یہ ہو کہ اگرچہ یہ آیت نازل بدر کے موقع پر ہوئی، لیکن اس میں کنکریاں مارنے کے وہ واقعات بھی داخل ہو گئے جو بدر کے علاوہ دوسرے مقامات پر پیش آئے، مثلاً غزوہ حنین کے بارے میں بھی روایت ہے کہ آپ نے اُسی طرح کنکریاں پھینکی تھیں،

۲۔ دیکھئے ص ۲۶۱ جلد اول،

دستیاب ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں اپنا دست مبارک رکھ دیا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن سے وضو کرنا شروع کر دیں، اس دوران میں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے قوارے کی طرح پانی ابل رہا ہے، یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا اور کوئی بھی محروم نہیں رہا، یہ معجزہ مقام زورار میں مدینہ کے بازار کے قریب واقع ہوا،

معجزہ نمبر ۵، حدیبیہ کے مقام پر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حدیبیہ والے روز سب لوگ پیاس کی وجہ سے پریشان تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا، جس سے حضور نے وضو فرمایا، سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری پیاس ذرہ برابر پانی موجود نہیں ہے، سوائے اس مشکیزے کے، آپ نے اپنا دست مبارک مشکیزے میں رکھ دیا، پھر کیا تھا، پانی آپ کی انگلیوں سے چھتے کی طرح ابل کر پھلنے لگا وہاں حاضرین کی تعداد چودہ سو تھی،

۱۔ أخرجه الشيخان من طريق قتادة عن أنسٍ (الخصائص الكبرى، ص ۴۰ ج ۲)

۲۔ "عطش الناس يوم الحديبية ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين يديه ركوة متوضاً منها ثم أقبل على الناس فقال ما لكم قالوا ليس عندنا ماء نتوضأ به ولا نشرب إلا ما في ركوتك فوضع النبي صلى الله عليه وسلم يده في الركوة فجعل الماء يفر من بين أصابعه كالأمثال العيون" أخرجه البخاري عن جابر،

(الخصائص الكبرى، ص ۲۴۵ ج ۱ اول)

معجزہ نمبر ۱، غزوہ بواط میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے جابر پانی کے لئے اعلان کر دو، پھر طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہا سو آ ایک سو کھٹے مشکیزے جس کے منہ میں ایک قطرہ پانی کا نظر آیا اور کہیں پانی کا وجود نہ تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اُس کو ڈھک کر کچھ پڑھا جس کا مجھ کو علم نہیں، پھر فرما کہ بڑا پیالہ منگادو، میں لے کر حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے رکھ دیا، حضور نے اس پیالے میں اپنی انگلیاں کشادہ فرما کر ہاتھ رکھ دیا، اور حضرت جابرؓ نے وہ قطرہ آپ کے ہاتھ پر پھوٹا، پھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو جوش مارتے اور اُبلتے ہوئے دیکھا، پھر پیالہ اُبلنے اور گھومنے لگا، یہاں تک کہ لبریز ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا، یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو گئے، میں نے اعلان کیا کہ کسی اور صاحب کو پانی کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک تن سے اٹھالیا، اور وہ بدستور لبریز تھا، یہ معجزہ غزوہ بواط میں صادر ہوا،

معجزہ نمبر ۲، غزوہ تبوک کے موقع پر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے غزوہ تبوک کے قصے میں منقول ہے کہ :
”لوگ ایک ایسے چٹے پر پہونچے جس میں بے درقہمہ کے پانی بہہ رہا تھا، لوگوں نے چلو

۱۵ اخرجہ مسلم فی باب حدیث جابر الطویل، ص ۲۱۵ ج ۲،

بھڑک کر کچھ پانی جمع کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رُوسے مبارک اور ہاتھوں کو دھویا، اور وہ دھوؤں اُس پانی میں ڈال دیا، پھر کیا تھا، بے شمار پانی بہنے لگا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے، ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ ”اُس دن اس قدر پانی نکلا کہ اس کی آواز پر بجلیوں کے گوندنے کا شبہ ہوتا تھا“ پھر فرمایا کہ اے معاذ اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم عنقریب اس مقام کو دیکھو گے کہ باغات سے بھرا پڑا ہے،

معجزہ نمبر ۸، حضرت عمرانؑ کی حدیث

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ”جب ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو شدید پیاس نے پریشان کیا، تو آئینے رُوحا میں کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ تم کو فلاں مقام پر ایک عورت ملے گی، جس کے اونٹ پر دو مشکیزے پانی کے لدے ہوئے ہیں، ان دونوں صاحبوں نے اس عورت کو لاکر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مشکیزوں سے کچھ پانی نکال کر ایک برتن میں ڈالا، پھر اس پر کچھ کلمات پڑھے، پھر وہ پانی بدستور اُن مشکیزوں میں ڈال دیا اور دونوں کے منہ کھول دیئے گئے، آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا، اور انھوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے، یہاں تک کہ کوئی برتن باقی نہیں رہا جس کو انھوں نے بھر نہ لیا ہو،

لَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَى مِثْرَكَ دَسَى تَبَعَتْ بَشِيْءٌ مِنْ مَاءٍ فَعَرَفُوا بِاَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيْلًا حَتَّى اجْتَمَعَ شَيْءٌ فَغَسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ اَعَادُوْهُ فِيْهَا فَخَرَّتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ كَثِيْرٍ فَاسْتَقَى النَّاسُ“ اخرجهُ مَاكِئٌ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ (مجمع الفوائد ص ۱۵۴ ج ۲) وزاد فيه ابن اسحق ”فَاخْرَقَ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى كَانَ يَقُوْلُ مَنْ سَمِعَهُ اَنْ لَمْ حَسَا كَسَّ الصَّوْا عَنِّ ثُمَّ قَالَ يَوْشَكَ يَامَعَاذُ اَنْ طَالَتْ بَكَ الْحَيَاةُ اَنْ تَرَى مَا يَهْنَأُ مِثْلِيْ جَنَانًا (الخصائص ص ۲۴۳ ج ۱)

عمران رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھے یوں معلوم ہوا تھا کہ وہ دونوں مشکیزے بہتور
بریزے ہیں، پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا، اور اس عورت کے لئے کچھ کھانا اور توشہ
جمع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کا کپڑا بھر گیا، پھر حضور نے اس سے فرمایا کہ اب تم جاسکتی
ہو ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ بھی نہیں لیا، بلکہ اللہ نے ہم کو سیراب کیا ہے،

معجزہ نمبر ۹، غزوہ تبوک کے موقع پر بارش کی دعائے

جیش عسرت والے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی پیاس
کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک
شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر رہا تھا، اور اس کی اوجھ کو پھوڑ کر اس سے جو گندہ پانی نکلتا تھا
اس کو پی لیتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا

۱۔ اخرجہ اشیحان مطولاً عن عمران بن حصین (جمع الفوائد ص ۱۹۳ ج ۲)

۲۔ ”جیش عسرت“ کے لغوی معنی ہیں ”تنگی کا شکر“ اور یہ غزوہ تبوک کا لقب ہے جو مسلمانوں کی تنگدستی کی بناء
پر غالباً خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا،

۳۔ یہ ایک روایت میں ہے، اور زیادہ صحیح روایات میں یہ آیا ہے کہ صحابہ نے پیاس کی شدت
سے عاجز آ کر اسے پی لینے کی اجازت چاہی تھی، مگر ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں
دیا تھا کہ حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسا نہ کیا جائے، بلکہ جس جس کے پاس جتنا توشہ ہو
وہ لا کر آپ کے پاس جمع کرے، اور آپ اس میں برکت کی دعا فرمائیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی
کیا، (اخرجہ مسلم عن ابی ہریرۃ، کذا فی الخصائص ص ۲۷۲ ج اول) خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جس
حدیث کا مصنف نے تذکرہ فرمایا ہے، اس کے جو الفاظ علامہ سیوطیؒ نے ابن راہویہ، ابویعلی،
ابونعیم اور ابن عساکر کے حوالے سے نقل کئے ہیں اس میں بھی واقعہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے،

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

(دیکھئے خصائص ص ۲۷۲ ج اول)

کیلئے عرض کیا آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤ ابھی آپ نے دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ بارش برسا شروع ہو گئی، لوگوں نے اپنے اپنے تمام برتن پانی سے بھر لئے، مگر بارش کا سلسلہ مسلمانوں کے شکر تک محدود رہا، اور کسی جگہ بارش کا نشان و اثر تک نہ تھا،

معجزہ نمبر ۱۱: ایک شخص کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: ایک شخص نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر آپؐ سے کھانے کا سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا و سق جو کھانا عطا فرمایا جس میں سے وہ شخص برکت تک خود بھی اور اس کی بیوی بھی نیز آیا گیا مہمان بھی براہ رکھتے رہے، اور کبھی اُس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ اس نے ناپا اور اندازہ کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ ناپتے تو اسی طرح ہمیشہ کھاتے رہتے، اور وہ تمہارے پاس باقی رہتا،

معجزہ نمبر ۱۲: چند روٹیاں اسی آدمیوں نے کھائیں

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸۶) چنانچہ پھر ایسا ہی کیا گیا، سب نے تھوڑا تھوڑا کھانا لاکر جمع کر دیا، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی، اور اس طرح بھوک کا علاج ہو گیا، پھر حضرت ابو بکرؓ کی درخواست پر آپؐ نے بارش کی دعا فرمائی، اور اس کے بعد بارش ہوئی، دکنز العمال ص ۲۷۷، ج ۶ بحوالہ بزار وغیرہ، والخصائص بحوالہ ابی نعیم عن عباس بن سہل ص ۲۷۵، ج ۱ اول
 ۱۷ "جاء رجل ليطعمه فاطمة شرط وسق شعير فما زال ذلك الرجل يأكل منه وامرأة وضيغها حتى كالا فغنى"
 الحدیث أخرجه مسلم عن جابر (جمع الفوائد، ص ۱۹۶، ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بچوں کی روٹیاں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بخل میں دبا کر لائے تھے، انہی صحابیوں کو کھلائیں، اور سب شکم سیر ہو گئے،^۱

معجزہ نمبر ۱۲، حضرت جابرؓ کے کھانے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ایک ہزار مجاہدین کی کثیر جماعت کو صرف ایک صاع جو کی روٹیاں اور ایک بکری کے چھوٹے بچے کا گوشت کھلایا، حضرت جابرؓ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس پورے لشکر نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، پھر بھی کھانا اسی طرح بچا رہا اور سالن کی ہانڈی بدستور سابق کھول رہی تھی، اور آٹے سے بدستور روٹیاں پک رہی تھیں، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں اور ہانڈی میں اپنا لعاب دھن ڈال دیا تھا، اور دعائے برکت کی تھی،^۲

معجزہ نمبر ۱۳، حضرت ابوالیوبؓ کی دعوت میں کھانگی زیادتی

ابوالیوب انصاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے انداز سے صرف اس قدر کھانا تیار کیا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے کافی ہو جائے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرفائے انصار کے تین افراد کو طلب فرمایا، اور ان کو بھی

^۱ أخرجه الشيخان والک في الموطأ والترمذی، عن انس في حديث طويل (جمع الفوائد، ص ۱۹۶ ج ۲)

^۲ أخرجه الشيخان عن جابر في قصة طويلة (جمع الفوائد، ص ۱۹۵ ج ۲)

دعوت میں شریک فرمایا، سب لوگ شکم سیر ہو کر فارغ ہو گئے، مگر اس کھانے میں کوئی فرق نہ آیا، پھر فرمایا کہ ساٹھ آدمی اور بلائے جائیں، وہ بھی آئے اور کھا کر فارغ ہو گئے، پھر فرمایا کہ ستر آدمی اور بلاؤ، وہ بھی آئے اور پیٹ بھر سب نے کھانا کھایا، اور وہ کھانا بدستور سابق موجود تھا، اس معجزے کو دیکھ کر آنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا باقی نہ رہا جو اسلام نہ لایا ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت نہ کی ہو، ابوالیوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح میرے اس قلیل مقدار کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا،

معجزہ نمبر ۱۴، حضرت سمرہؓ کی روایت

سمرہ بن جندبؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ گوشت کسی نے ہدیہ پیش کیا، حضور صبح سے شام تک تمام آنے والوں کو یکے بعد دیگرے اس میں سے کھلاتے رہے، ایک گروہ کھا کر فارغ ہوتا تو دوسری جماعت بیٹھ جاتی، یہ سلسلہ تمام دن جاری رہا۔

معجزہ نمبر ۱۵، حضرت عبدالرحمنؓ کی حدیث

عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کی مجلس میں ایک بار ایک سو تیس

لہ صنعت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما ولابی بکرؓ قد رما کیفیہا فایتیہا یہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذہب فادع لی ثلاثین من اشراف الانصار (وفیہ) فاکلوا حتی صدروا ثم شہدوا۔ اے رسول اللہؐ الحدیث اخر جبرائیل و الطبرانی و ابونعیم عن ابی ایوبؓ (الخصائص ص ۴۷، ج ۲)

۲۷ کتاب مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقدازل من قصعة من غدة حتى اللیل تقوم عشرة و تقعد عشرة" اخرج الترمذی عن سمرہ (جمع الفوائد ص ۱۹۶ ج ۲)

افراد تھے کہ ایک صاع گندم کا آٹا گوندھا گیا، اور ایک بکری کی کلیجی بھونی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخص کو اس میں کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر دیا، پھر اس کو دو پیالوں میں کر دیا، جس کو ہم ایک سو تیس آدمیوں نے کھایا، خدا کی قسم! ہم شکم سیر ہو گئے، اور دونوں پیالوں میں پھر بھی کچھ بچ گیا، جس کو میں نے اپنے دوست پر رکھ لیا۔^{۱۵}

معجزہ نمبر ۱۶، غزوہ تبوک کا واقعہ

سلمۃ بن اکوعؓ، ابو ہریرہؓ، اور عمر بن خطابؓ تینوں صاحبوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے فاتحے اور بھوک کی شدت کا حال بیان کرتے ہوئے جس کی فہم کسی غزوہ میں پیش آنی تھی ذکر کیا ہے کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے جو مقدار کھانے کی جس کے پاس فاضل تھی طلب کی، کسی کے پاس ایک مٹھی، کسی کے پاس کچھ زیادہ، سب بڑھاکے شخص لایا وہ ایک صاع خشک کھجور تھی، یہ سب چیزیں چمڑے کے دسترخوان پر جمع کرنی گئیں حضرت سلمۃ کا بیان ہے کہ میں نے سارے ڈھیر کا تخمینہ لگایا تو اتنا اونچا تھا جس قدر بیٹھی ہوئی بکری کی اونچائی ہوتی ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مع برتنوں کے طلب کیا، اور جس قدر ظروف اور برتن شکر میں تھے سب اس ڈھیر میں بھر لئے گئے، مگر پھر بھی باقی بچ گیا۔“

۱۵ اخرجه الشيخان عن عبد الرحمن بن ابی بکر (جمع الفوائد، ص ۱۹۶ ج ۲)

۱۶ اخرجه مسلم عن ابی ہریرۃ وابن راہویۃ وابویعلیٰ وابونعیم وابن عساکر عن عمر بن الخطاب (الخصائص، ص ۱۴۳)

۱۷ (ص ۴، ج ۱) والشیخان عن سلمۃ بن الاکوع (جمع الفوائد، ص ۱۹۵ ج ۲)

معجزہ نمبر ۱، حضرت زینبؓ کی رخصتی کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ”جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ اُم المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں تو مجھ کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شخص کو جن کے نام حضورؐ نے بتادیئے بلا لاؤ، چنانچہ سب لوگ آگئے، اور پورا گھر مہمانوں سے بھر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا پیالہ جس میں تقریباً ایک مد کی مقدار کھجوروں کا حلو تیار کیا گیا تھا پیش کیا، اور اپنی تین انگلیاں اس میں ڈبو دیں، لوگ کھا کر فارغ ہوتے رہے، اور جاتے رہے، یہاں تک کہ تمام مہمان کھا چکے، مگر پیالے میں جس قدر مقدار تھی اس میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا۔“

معجزہ نمبر ۲، حضرت فاطمہؓ کے کھانے میں برکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: ”ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہم دونوں کے لئے ایک ہانڈی سالن پکا یا، اور مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا، تاکہ حضورؐ بھی ہمارے ساتھ شریک طعام ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ نے تمام ازواجِ مطہرات کے لئے ایک ایک بڑا پیالہ جس سے پانچ آدمی بفرانت سیر ہو سکتے ہیں بھر کر دیا، پھر ایک پیالہ حضورؐ کے لئے پھر حضرت علیؓ کے لئے، اسی طرح ایک پیالہ

خود اپنے لئے بھرا، پھر بھی ہانڈی کو جب اٹھایا گیا تو وہ بدستور لبریز تھی، اور ہم سب نے جس قدر خدا کو منظور تھا کھایا۔

معجزہ نمبر ۱۹، حضرت جابرؓ کے پھلوں میں برکت؛

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی وفات کے بعد اُن کے ذمہ جو لوگوں کا قرض تھا اس کی ادائیگی کا عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

”میں نے قرض خواہوں کو اصل مال ادا کرنے کی پیشکش کی جس کو انہوں نے منظور نہیں کیا، اور باغ کے پھلوں کی پیداوار میں پورا قرض ادا ہونے کی صلاحیت نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب پھلوں کو توڑنے اور ان کو درختوں کی جڑوں میں ڈھیر لگانے کا حکم دیا، اور تشریف لا کر اس کے ارد گرد پھر کر دعائے برکت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قرض خواہوں کا پورا قرض اس میں سے ادا کر دیا، پھر بھی اس قدر بچ گیا جس قدر ہر سال بچتا تھا۔“

معجزہ نمبر ۲۰، حضرت ابو ہریرہؓ کی کجوروں میں برکت؛

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ لوگوں پر بھوک اور فاقہ کی شدت غالب ہوئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

لے ”یا رسول اللہ عندنا طعام فہلم نجاء والقدر تغور فقال اغرفی لعاثۃ فخرت فی صحفۃ ثم قال اغرفی لخصۃ فخرت فی صحفۃ حتی غرفت لجمیع نساء السبع.... وفیہ ثم رفعت القدر وانہا لتفیض فاکلنا منہا ما اشار اللہ“
(خریجہ ابن سعد عن علیؓ (الخصائص، ص ۳۸، ۳۹ ج ۲)

نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کچھ موجود ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مشکیزہ میں تھوڑی کھجوریں ہیں، فرمایا: میرے پاس لاؤ، پھر اپنا ہاتھ اس میں ڈالا، اور ایک مٹھی بھر کر نکالی، اور پھیلا کر دعائے برکت فرمائی، پھر فرمایا دن آدمیوں کو بلا لاؤ، چنانچہ آنے والے شکم سیر ہو کر چلے گئے، پھر اسی طرح دن آدمیوں کو بلایا، وہ بھی فارغ ہو گئے، یہاں تک کہ سارے شکر نے پیٹ بھر لیا، پھر مجھ سے فرمایا جس قدر تم لائے تھے اُس قدر لیلو، اور اُسے اُلٹنا نہیں، اپنا ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر لو، میں جس قدر لایا تھا اُس سے زیادہ مٹھی بھر کر نکال لی، اس بابرکت غلہ میں سے میں خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں، پھر ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں کھاتا رہا، اور دوسروں کو بھی کھلاتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ میں جب میرا سامان لُٹ گیا، تو وہ غلہ بھی لُٹ لیا گیا، اور میں اس سے محروم ہو گیا، اور کھانے کی مقدار کا غیر معمولی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے بڑھ جانے کا معجزہ دن صحابیوں سے زیادہ اشخاص سے منقول ہے، ان سے نقر کرنا تو تابعین صحابہؓ سے بھی دو گنے ہیں، اور ان کے بعد اس واقعہ کو

۱۔ اخرجہ البیہقی وابو نعیم عن ابی ہریرۃؓ (الخصائص ص ۵۱ ج ۲) جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن حضرت ابو ہریرہؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے ۵

لِلنَّاسِ کُھْمٌ وَلِیَّ الْیَوْمِ کُھْمَانٌ ۖ فَقَدْ الْمَزَادُ وَقَتْلُ الشَّیْخِ عُمَانٌ

یعنی آج لوگوں کو تو ایک غم ہی اور مجھے دو غم ہیں، ایک مشکیزے کی گش دگی اور دوسرے حضرت عثمانؓ کی شہادت ۵ اس شعر میں حضرت ابو ہریرہؓ نے جو مشکیزے کی گش دگی کے غم کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ مشکیزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ اور بہت بابرکت تھا،

نقل کرنے والے اتنے بے شمار ہیں کہ ان کی گنتی مشکل ہے، پھر یہ واقعات عام اور مشہور اجتماعات میں پیش آئے جن کو سچائی کے ساتھ نقل کرنا ضروری ہے، ورنہ دوسرے لوگوں کی جانب سے تکذیب کا خطرہ ہوتا ہے،

رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں تھوڑی مقدار کھانے، یا پانی کو منگا کر اس کو زیادہ کیا، ابتداء ہی سے ہر ت سا کھانا یا پانی عدم سے وجود میں کیوں نہیں لائے؟ اس کا منشاء محض صورتاً ادب کا لحاظ رکھنا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل موجد باری تعالیٰ ہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محض برکت حاصل ہوئی، اگرچہ زیادتی اور تکثیر بھی ایجاد کی طرح حقیقتاً اللہ ہی کی جانب سے ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کا شیوہ اس معاملے میں ادب ہی کا رہا ہے، جیسا کہ الیاس علیہ السلام کا معجزہ بیان کیا جاتا ہے جن کی برکت سے ایک بیوہ کے گھر میں آٹے اور تیل کی مقدار بڑھ گئی تھی، جیسا کہ کتاب سلاطین ازل کے باب میں تصریح موجود ہے، یا الیسع علیہ السلام کا معجزہ جن کی دعا سے ایک رُومال بھر کر آٹے کی پکی ہوئی صرف بنیں روٹیاں ایک سو آدمیوں کو کافی ہو گئیں، اور پھر بھی بچ گئیں، جیسا کہ کتاب سلاطین دوم بابک میں صاف لکھا ہے، یا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ کہ پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں میں برکت واقع ہو گئی، جیسا کہ انجیل متی کے باب ۱۴ میں تصریح ہے،

معجزہ نمبر ۲، درخت کی شہادت

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے جا رہے تھے، راستے میں ایک بدوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

نزدیک آیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے گھر جا رہا ہوں فرمایا کہ کیا تجھ کو مجھ سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی رغبت ہے؟ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، دیہاتی بولا آپ کے دعویٰ کا کیا ثبوت ہے؟ اور اس پر کون شاہد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کے کنارے کھڑے ہوئے ایک درخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بیری کا درخت شاہد ہے، یہ کہتے ہی فوراً وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضورؐ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی کا مطالبہ کیا، اور اس نے ہر بار شہادت دی کہ آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا، پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

معجزہ نمبر ۲۲، درخت تابع فرمان ہو گئے،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لگے، مگر اس میدان میں کوئی چیز پرے کی نہ تھی، میدان کے کنارے دو درخت کھڑے

۱۵ الحدیث طویل و فیه: قال بل من شاہد علی ما تقول، قال ہذہ الشجرۃ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی بشا علی الوادی حتی جاءت بن بدیہ فاستشهدا ثلاثا فشہدت انہ کما قال ثم رجعت الی منبتہا: أخرجه الدارمی والبیہقی والطبرانی والبزار وابن حبان والبیہقی والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمرؓ، والخصائص الکبریٰ ص ۳۶ ج ۲

معجزہ نمبر ۲۲، ستون کا آپ کے لئے رونا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ۱

”مسجد نبویؐ کی چھت کھجوروں کے تنوں پر قائم تھی، ان میں سے ایک تنے کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکڑی کا منبر تیار کر لیا گیا، تو ہم نے اس تنے میں سے ایسی دردناک آواز سنی جیسا کہ دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز ہوتی ہے“

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: ”اس کی آواز سے تمام مسجد گونج گئی“ اور حضرت ہسل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: ”لوگ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑے“

اور مطلبؒ کی روایت میں ہے کہ، یہاں تک کہ کھجور کا وہ تنہ شدتِ صدمہ فراقِ نبویؐ کی وجہ سے پھٹ گیا، پھر جب حضورؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا تب

۱۵ کان جذع يقوم اليه النبي صلى الله عليه وسلم فلما وضع له المنبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار“ الحديث
اخرجه البخاري عن جابر بن عبد الله (الخصائص الكبرى ص ۷۵ ج ۲)

۱۶ حتى ارتفع المسجد بخاره“ اخرج الدارمي والترمذي والبيهقي واليونس عن انس (ايضا ص ۷۹ ج ۲)

۱۷ فروا من خيبتها حتى كثر بكادهم“ اخرج ابن سعد وابن روميه في مسنده والبيهقي عن سهل ابن عبد السامد (البلاء)

۱۸ حتى تصدع وانشق حتى جاز النبي صلى الله عليه وسلم فسمعه بیده حتى سکن“ اخرج الشافعي واحمد الدارمي

وغیره عن ابی بن کعب، رکنز العمال ص ۲۹۲، ج ۶، والخصائص ص ۷۹ ج ۲) ولم أر في حديث

المطلب هذا اللفظ وليس عنده ذكر التصدع والانشقاق، فلعل المصنف سأل في هذه

والله اعلم،

اس کو سکون ہوا۔

اس تنے کے رونے اور بلبلانے کی روایت سلف و خلف سب کے نزدیک اپنے مبنی کے لحاظ سے تو مشہور ہے، مگر لمحاظ اپنے معنی کے متواتر ہے، جو علم یقینی کے لئے مفید ہے، جس کو دس صحابہؓ سے زیادہ حضرات نے روایت کیا ہے، جن میں ابی ابن کعب، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، سہل بن سعد الساعدی ابوسعید خدری، بریدہ، ام سلمہ، مطلب بن وداعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے بزرگ بھی ہیں، یہ سب حضرات معنی حدیث بیان کرنے میں متحد ہیں، اگرچہ الفاظ اُن کے مختلف ہیں، اس لئے تواتر معنوی حاصل ہونے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے،

معجزہ نمبر ۲۵، بُتِ اشلے سے گر پڑے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بیت اللہ کے ارد گرد ۳۶۰ بت نصب تھے، جن کے پاؤں پتھروں میں سیسہ ڈال کر جلاتے گئے تھے، جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، آپ کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے بُت کی طرف اشارہ کرتے اور پڑھتے جاتے تھے کہ جَاءَ الْحَقُّ وَنَهَى الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ نَهْهُوًّا، کسی بُت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، مگر جس بُت کے منہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا وہ الٹا ہو کر گر جاتا تھا، اور جس کی گدسی کی جانب اشارہ کرتے تھے وہ اوندھے منہ گر پڑتا تھا یہاں تک کہ تمام بُت گر پڑے۔

۱۔ اخبرنا ابی بکر و ابی نعیم و ابن ابی شیبہ و ابن مسعود عن ابن عباس و الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۴ ج ۱ اول، و فی البیان

معجزہ نمبر ۲۶۔ مُردوں کا بولنا،

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، وہ کہنے لگا کہ میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک میری مُردہ لڑکی کو زندہ نہ کر دیں، حضورؐ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھاؤ، اس نے لڑکی کی قبر دکھائی، حضورؐ نے آواز دی کہ اے فلانی! قبر میں سے آواز آئی کہ لَبَّيْكَ وَ مَعْدَيْكَ، حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا، نہیں، خدا کی قسم: یا رسول اللہ! اپنے خدا کو اپنے ماں باپ سے بہتر اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

معجزہ نمبر ۲۷، بکری زندہ ہو گئی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک بکری ذبح کی، اور پکا کر ایک پیالہ میں ترید بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے سب حاضرین نے اس کو کھایا، حضورؐ فرماتے جاتے تھے کہ خوب کھاؤ، لیکن ہڈی مت توڑنا، فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہڈیوں کو جمع فرما کر کچھ پڑھا، فوراً وہ بکری زندہ ہو کر کان ہلاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

۱۔ لم أجده الرديّة في الكثر ولا في الخصائص ولا في جمع الفوائد، والله اعلم،

۲۔ أنه جمع النظام في وسط الجنة فوضع يده عليها ثم يحلم بكلام لم اسمع فإذا الشاة قد قامت تنفض

أذنيها: الحديث أخرجه أبو نعيم عن كعب بن مالك (الخصائص ۶، ج ۲)

معجزہ نمبر ۲۸، غزوہ اُحد کے دو واقعات

سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو تیر دیتے جاتے تھے جس میں پیکان نہ تھی، اور فرماتے جاتے تھے کہ مارو، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی کمان سے برابر تیر مارتے رہے، یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئی،

اسی روز اتفاق سے حضرت قتادہ بن نعان کی آنکھ بھی کسی زد میں آکر نکل پڑی اور ان کے رخسار پر لٹک گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ اس کی جگہ رکھ دی کہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور خوبصورت ہو گئی۔

معجزہ نمبر ۲۹۔ نابینا کو شیف ہو گئی،

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ”ایک نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری بینائی کی واپسی کے لئے خدا سے دعا فرما دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کر کے دو رکعت پڑھو، پھر یوں دعا مانگو کہ اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، آپ کے نبی کے وسیلے سے جن کا نام محمدؐ ہے، اور جو رحمت والے نبی ہیں، اے محمدؐ میں آپ کے وسیلے سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری بینائی کو ٹمادے اے اللہ ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائیے، وہ کہتے ہیں کہ

۱۔ أخرجه الشيخان عن سعد (مجمع الفوائد ص ۱۶۶ ج ۲)

۲۔ أخرجه الطبرانی وابن عديم عن قتادة (النصائص ص ۲۱۸ ج ۱ و مجمع الفوائد ص ۴۸ ج ۲)

وہ نابینا اس حال میں واپس گئے کہ اُن کی بینائی ٹوٹ آئی تھی۔

معجزہ نمبر ۳، مریضوں کی شفا کے مزید واقعات

ابن ملاح الاسنہ استسقاء کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، انھوں نے کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دینے کے لئے بھیجا، حضور نے زمین سے ایک مٹی خاک کی اٹھا کر اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا، اور اُنے والے قاصد کو دی، اس نے بڑی حیرانی کے ساتھ لے لی، اور یہ خیال کیا کہ اس کے ساتھ حضور نے مذاق کیا ہے چنانچہ وہ اس کو لے کر مریض کے پاس آیا، اُس نے اس مٹی کو پانی میں ڈال کر پی لیا، اللہ نے اس کو شفا عطا فرمائی۔

معجزہ نمبر ۳۱

جیب بن فدیكہ کہتے ہیں کہ میرے والد نابینا ہو گئے، یہاں تک کہ دونوں آنکھوں سے نظر آنا بالکل بند ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں پر پھونک ماری

۱۵ أخرجه الحاكم في المستدرک (ص ۵۲۶، ج ۱) (۱)

۱۶ أخرجه الواقدي والبنعيم عن عروة (الخصائص الكبرى ص ۱۷، ج ۲، آياتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابرار المرضی،)

۱۷ أن أباه خرج به إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعيناه مبيضتان لا يبصر بهما شيئاً.... ففقد رسول الله صلى الله عليه وسلم في عينيه فأبصر فرأيت دهر يدخل الخيط في الابرة والله لابن شاذان سنة الحديث أخرجه ابن أبي شيبة وابن السكن والبغوي والبيهقي والطبراني والبنعيم عن جيب بن فديك (الخصائص ص ۶۹، ج ۲)

جن سے اُن کو نظر آنے لگا، یہاں تک کہ میں نے اُن کو بڑھاپے کے زمانے میں اسی سال کی عمر میں سوئی پر دتے ہوئے دیکھا۔

معجزہ نمبر ۳۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں جنگ خیبر کے موقع پر تکلیف تھی، آپ نے اپنا لعاب دہن اُن کی آنکھوں پر لگا دیا، جس سے وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔

معجزہ نمبر ۳۳

اسی جنگ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کے زخم پر آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا، جس سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

معجزہ نمبر ۳۴

قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئی جو کسی افتاد کی بنا پر بولنے پر قدرت نہ رکھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر

۱۔ قَالَ ابْنُ عَلِيٍّ بْنِ ابْنِ طَالِبٍ؛ قَالَ اِشْتَكَيْتُ عَيْنِيهِ قَالَ فَاَرْسَلُوْا اِلَيْهِ فَاَتَنِي بِهِ فَبَسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنِيْهِ وَعَالَهٖ فَرَّأَيْتُ اَخْرَجَهُ اَشْيَاخَانِ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْاَكُوْعِ (خصائص ص ۲۵۱، ج اول)

۲۔ ضَرْبَةُ اَصَابَتْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ..... فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَفْتُ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اِشْتَكَيْتُ مِنْهَا حَتّٰى السَّاعَةِ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ (خصائص ص ۲۵۵، ج اول)

۳۔ اَخْرَجَهُ لِبَهِيْقٍ مِنْ طَرَفِ ثَمَرٍ مِنْ عَطِيَّةٍ عَنْ بَعْضِ اَشْيَاخِهِ وَلَيْسَ فِيْهِ لِحْظٌ مَّا ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ (خصائص، ص ۲۶۹)

کلی کی، اور ہاتھ دھوئے، اور وہ غمالہ اس عورت کو دے کر فرمایا کہ یہی اس بچے کو پلاؤ، اور یہی اس کے بدن کو لگاؤ، چنانچہ وہ لڑکا نہ صرف یہ کہ اچھا ہو گیا، بلکہ اس قدر ذکی اور ہنیم ہو گیا کہ بہت سے لوگوں سے اس وصف میں فائق تھا،

معجزہ نمبر ۳۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: "ایک عورت ایک مجنون لڑکے کو لیکر حاضر خدمت ہوئی، آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیر دیا، جس سے اس کو ایک اُلٹی ہوئی، جس میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جیسے جانور کی جگالی کی ہوئی اور کوئی سیاہ چیز... پھر وہ لڑکا بالکل ٹھیک ہو گیا۔"

معجزہ نمبر ۳۶

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ جب چھوٹے سے بچے تھے اُن کے ہاتھ پر پتی ہوتی بانڈی (لٹ پڑی) آپ نے اس مقام پر ہاتھ پھیرا، دُعا کی، اور اپنا لعاب دہن لگا دیا، اسی وقت وہ ٹھیک ہو گیا۔"

معجزہ نمبر ۳۷

حضرت شرجیل جعفی رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں ایک رسولی پیدا ہو گئی تھی، جو ہاتھ

۱۵ أخرجه احمد والدارمی والطبرانی والبیہقی والبنیعی عن ابن عباس (خصائص، ص ۴۰، ج ۲)

۱۶ أخرجه البيهقي والبخاري في تاريخه عن محمد بن حاطب (خصائص، ص ۶۹، ج ۲)

میں تلوار پکڑنے اور گھوڑے کی لگام سنبھالنے میں مانع اور مزاحم ہوتی تھی، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس قدر رگڑا کہ وہ صاف ہو گئی، اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا،

معجزہ نمبر ۳۸، قبولیتِ عام کے واقعات

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: میری والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے خادم انس کے حق میں کچھ دعاء فرمادیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اس کے مال و اولاد میں زیادتی اور ترقی دے، اور جو چیز آپ عطا کریں اس میں برکت دیجئے، انس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا مال بے شمار ہے، اور میرے بیٹے پوتے اس وقت ایک سو سے زیادہ ہیں۔

معجزہ نمبر ۳۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ شاہ فارس کے حق میں اس وقت جب اس نے آپ کا نام مبارک چاک کر دیا تھا، بددعا کی اور فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کرے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، نہ تو اس کی بادشاہت باقی رہی اور نہ اہل فارس کی کوئی ریاست دنیا کے کسی حصہ میں رہی،

۱۔ أخرجه البخاری فی تاریخہ والطبرانی دابن الحسن وابن مندہ والبیہقی عن شریک بن جریل الجعفی رضی اللہ عنہ، (الخصائص الکبریٰ ص ۶۹ ج ۲)

۲۔ أخرجه شیخان عن انس رضی اللہ عنہ (الخصائص ص ۱۶۸ ج ۲)

۳۔ أخرجه البخاری والائمة اجمعون (الخصائص ص ۹ ج ۲)

معجزہ نمبر ۲۰

اسما بنت ابی بکر صدیقؓ نے ایک سبز رنگ کا جبہ نکالا اور فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو زیب تن فرمایا کرتے تھے، ہم اس کو دھو کر اس کا پانی حصولِ شفاء کے لئے مریموں کو پلاتے ہیں جس سے بیمار اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ معجزات ہیں کہ اگرچہ علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر ہر ایک معجزہ تو بیشک متواتر نہیں ہے، مگر ان سب کا قدر مشترک یقیناً متواتر ہے، اور اتنا ہی یقینی ہے جس قدر حضرت علیؓ کی بہادری اور حاتم کی سخاوت، اور اتنی بات کافی ہے، اس کے برعکس جو واقعات و حالات مرقس یا لوقا نے بیان کئے ہیں وہ سب کے سب اخبار احاد ہیں، اُن کا پایہ اعتبار و اعتماد میں ان صحیح حدیثوں جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جو ایسے احاد کی روایت سے ثابت ہیں، جن کی سندیں متصل ہیں، بلکہ وہ واقعات جن کی نقل پر چاروں انجیلوں کا اتفاق ہے، وہ بھی سب احاد ہیں جس کا اعتبار ہمارے نزدیک خبر واحد سے زیادہ نہیں ہے،

————— بن بن بن بن بن بن بن بن بن بن —————

۱۴ لم اجد هذه الرواية

۱۵ یہ چالیس معجزات جو مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں مشتمل نمونہ از خرد لے کی حیثیت رکھتے ہیں، ورنہ آپ کے معجزات بے شمار ہیں، مختلف علماء نے ان کو جمع کرنے کے لئے ضخیم کتابیں لکھی ہیں، ضرورت ہو تو امام ابو نعیمؒ کی دلائل النبوة اور علامہ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ ملاحظہ فرمائی جائیں، ت

دُشْرا مَسَلِک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند حِزَل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جو بلند اخلاق اور بہترین اوصاف علمی اور عملی کمالات اور وہ خوبیاں جن کا تعلق جسم و روح اور نسب و وطن کے ساتھ ہے، اجتماعی طور پر پائی جاتی ہیں، عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ تمام کمالات نبی کے سوا کسی انسان میں بہ یک وقت جمع نہیں ہو سکتے، یہ بات تو بیشک مافی جہکتی ہے کہ یہ اوصاف انفرادی طور پر انبیا کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی کسی میں کوئی کسی میں کوئی پایا جاسکتا ہے، لیکن یہ سب اوصاف اجتماعی حیثیت سے سوائے پیغمبروں کے کسی دوسرے انسانی فرد میں اکٹھے نہیں ہو سکتے، اس بنا پر ان کا اجتماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں آپ کی نبوت کی یقیناً دلیل ہے، پھر یہ بات کس قدر عجیب ہے کہ مخالفین بھی ان میں سے بہت سے اوصاف کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معتدس ہستی میں پائے جانے کا اعتراف کرتے ہیں، اُن کا یہ اعتراف بالکل غیر شعوری اور اضطراری ہے،

مثلاً اسپان ہمیں مسیحی ان لوگوں میں سے ہے جو پیغمبر اسلام کے شدید دشمنوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور آپ کے حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
غیروں کی نظر میں

میں طعن اور اعتراض کرنے میں معروض ہے، مگر یہ کڑے دشمن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ان بہت سے اوصاف کے پائے جانے کا اقرار

داعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا، چنانچہ سیل نے آپ ترجمۃ القرآن کے مقدمہ صفحہ ۶ مطبوعہ ۱۳۵۷ء میں اس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے حد حسین اور زکی تھے، آپ کا طریقہ نہایت پسندیدہ تھا، مساکین اور محتاجوں کے ساتھ حسین سلوک آپ کی خصلت تھی، سب لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، دشمنوں کے مقابلے میں بڑے بہادر اور اللہ کے نام کی بڑی تعظیم کرنے والے، افرار اور جھوٹ بولنے والوں پر بہت سخت گیر تھے، پاک دامن لوگوں پر بہتان رکھنے والوں، زانیوں، قاتلوں اور آوارہ گرد لوگوں، لالچ خوردوں، جھوٹی گواہی دینے والوں پر بہت تشدد کرتے تھے، عام طور پر آپ کا وعظ صبر، سخاوت، رحم، نیکوکاری، احسان، والدین کی تعظیم اور بڑوں کی توقیر و تکریم کے بارے میں ہوتا تھا، بہت عبادت کرنے والے، بڑے نفس کو کچلنے والے تھے۔“

تیسرا مسلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی پاکیزہ شریعت

جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشن شریعت کا غائر نگاہ سے مطالعہ کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہے گا کہ اس کے جس قدر احکام بھی ہیں، خواہ اعتقادات و عبادات ہوں، یا معاملات و سیاسیات اور آداب

سہ یہ تو ایک نمونہ ہے جن غیر مسلموں نے آپ کے مکارم اخلاق کو خراج تحسین پیش کیا ہے، انکی تعداد بیشمار ہے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ”حقانیت اسلام“ میں ان میں سے بعض کو جمع کیا گیا ہے۔

حکم، وہ یقیناً خدا کے ہی مقرر کردہ ہو سکتے ہیں، اور آسمانی وحی سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں، اور جو ان کو لے کر آیا ہے وہ یقیناً نبیؐ ہے، نیز باب پنجم میں آپؐ کو احکام شریعت کے بارے میں عیسائیوں اور پادریوں کے اعتراضات کی کمزوری اور لغویت کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا منشاء سوائے خالص عناد و تعصب کے اور کچھ بھی نہیں ہے،

چوتھا مسلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی اشاعت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے سامنے جن کے پاس کوئی کتاب تھی، نہ حکمت، یہ دعویٰ فرمایا کہ میں تمہارے پاس خدا کی جانب سے ایک روشن کتاب اور واضح حکمت دے کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ میں سارے عالم کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ منور کر دوں، سوچنے کی بات ہے کہ آپؐ باوجود اپنی کمزوری، تنگدستی، اور مددگاروں کی قلت کے رُوءے زمین کے تمام انسانوں کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، جن میں معمولی لوگ بھی ہیں، اوسط درجے کے انسان بھی، اور دنیا کے جابر و طاہرین و بادشاہ بھی ہیں، آپؐ ان سب کی رائے کو غلط، اور سب کو بیوقوف اور احمق گردانتے ہیں، آپؐ ان سب کے مذاہب کو باطل اور اُن کی حکومتوں اور سلطنتوں کو مٹا دیتے ہیں، آپؐ کا دین تھوڑی سی قلیل مدت میں مشرق سے مغرب تک تمام مذاہب کو شکست دے کر اُن پر غالب آجاتا ہے، زمانوں اور فترتوں کے گزرنے کے باوجود اس میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے، اس کے دشمن

باوجود اپنی کثرتِ تعداد اور بے شمار اسباب و سامان کے، باوجود اپنی شوکت اور انتہائی
تصَبُّحیت کے آپ کے دین کی روشنی کو بجھانے اور مذہب کے آثارِ مٹانے کی مساعی
میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے،

یہ بات بغیر خدائی نصرت و امداد اور آسمانی تائید کے ممکن نہیں ہو، یہودیوں
کے معلم گلی ایل نے حواریوں کے بارے میں کتنی اچھی بات کہہ دی ہے:
”اے اسرائیلیو! ان آدمیوں کے ساتھ جو کچھ کیا چاہتے ہو ہو شکاری سے کرنا،
کیونکہ ان دنوں سے پہلے یہودوں نے اٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں“

۱۷ گلی ایل (Gamaliel) ایک فریسی عالم جو پوس کا استاد رہا ہے (اعمال ۵: ۳۴)
بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ شخص خفیہ طور پر عیسائی ہو چکا تھا،

۱۸ گلی ایل کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو یہودی حواریوں کو ستانا چاہتے تھے، اس نے ان کو
مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم انہیں مت ستاؤ، بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ اگر ان کی دعوت پل
ہوگی تو یہ خود ہی مٹ جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ انہیں سرخرو نہیں ہونے دے گا، یہ کہہ کر اس نے
یہودوں اور یہوداہ گلیلی کا حوالہ دیا کہ چونکہ ان دنوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس لئے وہ
آخر کار نیست و نابود ہو گئے، اگر حواریوں کا دعویٰ جھوٹا ہوگا تو یہ بھی نابود ہو جائیں گے،

مصنف نے گلی ایل کی یہ عبارت نقل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صحابہؓ
کے برحق ہونے پر یہ استدلال کیا ہے کہ اس عبارت کے بموجب اگر معاذ اللہ آنحضرتؐ اپنے دعوے
میں سچے نہ ہوتے تو آپ کی تحریک چار دانگ عالم میں نہ پھیلتی،

۱۹ اس موقع پر بائبل کے پایہ اعتبار سے متعلق ایک دلچسپ بحث کا ذکر کرنا فائدے سے خالی
نہ ہوگا، اور وہ یہ کہ کتاب اعمال کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گلی ایل نے یہ تقریر حضرت
مسیحؑ کے عروجِ آسمانی سے کچھ ہی عرصے کے بعد کی تھی، جبکہ حواری زندہ تھے، پھر اس عبارت
میں یہودوں کے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا جاتا ہے، تو اس کا واضح مطلب (باقی برص ۱۷۶)۔

اور تھینا چار سو آدمی اس کے ساتھ ہو گئے تھے، مگر وہ مارا گیا، اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پر آگندہ ہوتے، اور مٹ گئے، اس کے بعد یہود اور مصلح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵) یہ ہر کہ تھیودوس اس تقریر سے پہلے فنا ہو چکا تھا، گویا اعمال کی اس عبارت کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ تھیودوس زیادہ سے زیادہ حضرت مسیح کے عروج آسمانی کے متصل بعد ظاہر ہو گیا تھا،

لیکن دوسری طرف مشہور مؤرخ یوسیفوس تقریباً سنہ ۳۷ء میں لکھتا ہے کہ تھیودوس مسیح سے پہلے نہیں ہوا، یوسیفوس کی اس تصریح سے کتاب اعمال کی تردید ہوتی ہے، کیونکہ وہ تھیودوس کو حضرت مسیح کے متصل بعد قرار دیتی ہے،

کتاب اعمال کی عبارت پر یہ زبردست اعتراض بائبل کے مفسرین کے لئے سخت مشکل کا باعث بنا ہوا ہے، اور اس کا جواب دینے کے لئے انھوں نے عجیب تاویلیں کی ہیں جن میں سے بعض تو انتہائی مضحکہ خیز ہیں، متاخرین میں سے رائٹ لائے ناکس نے بھی اس اعتراض کے جواب میں مختلف تاویلیں کی ہیں، ان تاویلات میں سے دو تاویلیں بہت قابل غور ہیں، پہلے تو وہ لکھتا ہے: ”پہلی بات تو یہ ہے کہ اعمال کے اس متن میں ایسی علامات پائی جاتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں متن کو عوامی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عبارت لوقا کی نہیں ہے، بلکہ اس سے پہلے کسی اور مصنف کی ہو، اس لئے لوقا کو اس غلطی کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا“

A New Testament Commentary P. 14 V. 2

اگر ناکس صاحب کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ کہ کتاب اعمال کو جو لوقا کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے، اس کی تردید ہو جاتی ہو، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس میں لوقا کے علاوہ دوسرے لوگوں کی عبارتیں بھی داخل ہو گئی ہیں،

دوسری بات یہ ہو کہ اگر یہ عبارت لوقا کے علاوہ کسی اور کی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس عبارت کے مصنف نے یہ عبارت الہام سے لکھی ہوگی یا بغیر الہام کے، اگر یہ عبارت (باقی بر صفحہ ۱۷۷)

کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو، اور ان سے کچھ کام نہ رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے ٹھہرو، کیونکہ یہ تدبیر یا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائے گا، لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب کر سکو گے۔

(کتاب الاعمال باب ۵ آیات ۳۵ تا ۳۹)

اور زبور نمبر ۵ کی آیت نمبر ۶ میں ہے:

”تو ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں صلاک کر دے گا“

اور زبور نمبر ۳۷ آیت نمبر ۱ میں ہے:

”کیونکہ شریروں کے بازو توڑے جائیں گے، لیکن خداوند صادقوں کو سنبھالتا ہے، لیکن شریر ہلاک ہوں گے، خداوند کے دشمن چراگاہوں کی سرسبز کی مانند ہوں گے وہ فنا ہو جائیں گے، وہ دھوئیں کی طرح جاتے رہیں گے“ (آیات ۱۰-۱۱)

اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیقین میں شامل نہ ہوتے تو خدا ان کے طریقے کو مٹا دیتا، ان کو ذلیل کرتا، اور ان کے ذکر کو روئے زمین سے مٹا دیتا، اور ان کے بازوؤں کو شکستہ کر کے دھوئیں کی طرح فنا کر دیتا، مگر خدا نے ان باتوں میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) تحریف اور الحاق کر گزرتے تھے کہ اس سے خود ان کی بائبل کی صداقت متاثر ہوتی تھی، غور فرمائیے کہ جس شخص نے یوسف کی عبارت میں یہ اضافہ کیا، اسے اتنا بھی پتہ نہیں تھا کہ میرے اس عمل سے کتاب اعمال کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان؟ اور اسے بائبل کی صداقت ظاہر ہوگی یا جھوٹ؟ اس سے بعض عیسائی علماء کا یہ عذر بھی غلط ہو جاتا، کہ بائبل میں جو الحاقات کئے گئے ہیں وہ بھی علماء بلکہ صاحب الہام پیغمبروں نے کئے ہیں،

ایک طرف بائبل کی یہ الجھنیں دیکھئے، اور دوسری طرف قرآن کریم کو دیکھئے جس میں چودہ سو سال گزرنے پر بھی ایک نقطہ یا شوشے میں کوئی فرق نہیں نکل سکا، محمد تقی علیہ السلام

سے کوئی ایک بات بھی نہیں کی، معلوم ہوا کہ آپ صدیقین میں داخل ہیں، واللہ! یہ
 علمائے پروٹسٹنٹ دین محمدی کی تکذیب کرنے میں خدا سے جنگ کر رہے ہیں مگر
 وقت بہت قریب آ رہا ہے، ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا: ”وَسَيَعْلَمُ
 الَّذِينَ ظَلَمُوا أَشَىٰ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ“ اور یہ دشمنانِ دین کبھی بھی نورِ اسلام
 کو بھانے میں بموجب وعدہ خداوندی کامیاب نہ ہوں گے، جیسا کہ فرمایا:

یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا	یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو
نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ	اپنے منہوں سے (یعنی اپنے باطل اقوال
وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ	کے ذریعہ) بجھادیں اور اللہ تو اپنے نور کو
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝	کمال تک پہنچا کر رکھگا، اگرچہ یہ کافروں یعنی
(سورۃ الصف)	یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کو ناگوار گزیرے

کسی شاعر نے خوب کہا ہے

الافق لمن ظل لی حاسدا	اُتدہی علی من امسات الادب
امسات علی اللہ فی فعلہ	لانک لم ترض لی ما دھب

————— بنو بنو بنو بنو بنو بنو بنو —————

۱۔ یعنی ”اور یہ ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ انھیں کون سے انجام کی طرف لوٹنا ہے“
 ۲۔ یعنی ”جو شخص مجھ سے حسد کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے مجھ سے حسد کر کے
 کس کی شان میں گستاخی کی ہے؟ تم نے درحقیقت اللہ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس لئے
 کہ اس نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا تھا تم اس پر راضی نہیں ہوئے“

پانچواں مسلک

آپ کا ظہور ایک ایسے زمانے میں ہوا جبکہ لوگ ہدایت کے پیاسے اور اپنے رہنما کے محتاج تھے جو ان کو صراطِ مستقیم پر لے چلے، اور دینِ مستقیم کی دعوت دے، اس لئے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندوں کا حال اس معاملے میں عجیب متلون تھا، اہل عرب اگر بت پرستی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے خوگر تھے، تو اہل فارس دُومجودوں سے کم پر راضی نہ تھے، اور ماؤں بہنوں کو اپنے نکاح میں لانے اور بیوی بنائے ان کو کوئی عار نہ تھا، ترکوں کا حال یہ تھا کہ خوں ریزی اور سفاکی اور بندگانِ خدا کے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، اور ہندوستان میں کی حماقت تو اپنے انتہائی درجے پر پہنچی ہوئی تھی، گائے کی پوجا، درختوں اور پتروں کی عبادت ان کے خمیر میں داخل تھی، یہودی حضرات کا سوتے حق اور اہل حق کے انکار اور خدا کو ایک مجسم اور انسان کے مشابہ اعتقاد کرنے اور من گھڑت اور طبع زاد قصے کہانیوں کی تردید و اشاعت کے کوئی اور کام نہ تھا، عیسائی دنیا میں تثلیث کا عقیدہ، صلیب کی پرستش اور قدیس مردوں اور عورتوں کی تصویروں اور مورتیوں کی پوجا پر جان دیتے تھے،

غرض دنیا کے تمام انسان ضلالت و گمراہی اور حق سے انحراف میں ڈوبے ہوئے تھے، اللہ کی حکمت بالغہ کے شایانِ شان یہ بات نہیں ہے کہ ایسی سخت ضرورت کے وقت بھی وہ کسی ایسی جلیل القدر اور معظم ہستی کو دنیا میں اپنا رسول بنا کر نہ بھیجے جو جہانِ دالوں کے لئے سہرا پر رحمت ہو، اور اس آن بان کا رسول جو گمراہی

کی راہوں کو مٹا کر دین قویم کی بنیاد کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرے، محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی پیدا نہیں ہوا، آپ نے باطل رسموں اور فاسد عقیدوں کو مٹا کر توحید کا سوچ اور تنزیہ و تقدیس کا چاند روشن کیا، شرک بہت پرستی، تثلیث تشبیہ کی جسٹیں کاٹ ڈالیں، چنانچہ آپ کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
رَسُولُنَا يَبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فُتْرَةٍ
مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَعْتُولُوا
مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا
نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ
بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آگیا جو
پیغمبروں کے انقطاع کے وقت میں تمہارے
سامنے حق و صداقت کو بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ
نہ کہہ سکو کہ نہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا
آیا تھا اور نہ ڈرائیو والا، تو درلہا، اب تمہارے پاس
خوشخبری دینے اور ڈرائیو والا آگیا، اور اللہ ہر چیز
پر قادر ہے۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا فائدہ فترت کے
زمنے میں یہ ہوا کہ گزشتہ شریعتوں میں طویل زمانہ گزر جانیکے وجہ سے جو ہمیشہ تغیر و تبدل اور تحریف
ہو گئی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حق و باطل میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، جھوٹ اور سچ مخلوط ہو چکا تھا،
اور لوگوں کے عبادت کے اعراض کرنے اور نفرت کے لئے یہ چیز ایک بڑا عذر اور بہانہ بن گئی تھی، انکو
آخرت میں جوابدہی کے وقت یہ کہنے کی گنجائش ہو گئی تھی کہ اے ہمارے معبود! ہم یہ بات تو بیشک
جانتے تھے کہ آپکی عبادت کرنا ضروری ہے لیکن ہم کو عبادت کا طریقہ نہ آتا تھا کہ کیسے کیجائے؟ اس
لئے جیسے ہماری سمجھ میں آیا ہم نے کیا، لہذا ہم غلط روی میں معذور و مجبور ہیں اللہ نے ان کے اس
باطل عذر کی گنجائش ختم کرنے کیلئے ایسے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا:

چٹامسک

کتبِ سماویہ میں آنحضرتؐ
کی تشریف آوری کی بشارتیں
وَاِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ
تمہیکے طور پر آٹھ اہم باتیں

اب ہم وہ خبریں اور پیشین گوئیاں بیان کرتے ہیں جو گزشتہ پیغمبروں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کے بارے میں کی ہیں، چونکہ پادری لوگ
اس باب میں غیر تعلیم یافتہ عوام کو سخت مغالطے میں ڈالتے ہیں، اس لئے اُن کے
بیان کرنے سے قبل ہم آٹھ ضروری باتوں کی جانب ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں،
جن سے اُن کو بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔ ۱۔

۱۔ اور بلاشبہ آپؐ کا ذکر پچھلوں کے صحیفوں میں ہے (شعرا)

پہلی بات

اکثر اسرائیلی سفیروں نے جیسے اشعیاہ، ارمیاہ، دانیال،
 حزقیال، عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ نے آنے والے حوادث اور
 پیش آنے والے واقعات کی خبریں دی ہیں، مثلاً بخت نصر کا حادثہ، قادس
 اور سکندر اور اس کے جانشینوں کے حالات، ملک ادوم و مصر و نینوی اور
 بابل کے حوادث وغیرہ، اب یہ چیز بالکل بعید اور ناممکن ہے کہ یہ لوگ ظہورِ مہدی
 کے بارے میں کسی قسم کی خبر و پیش گوئی نہ کرتے، جن کا دین ظہور کے وقت چھوٹی
 سبز بالی کی طرح تھا، پھر وہ ترقی کرتا ہوا استازِ بردستِ عظیم الشان درختِ بنگیا
 جس کی شاخوں میں آسمانی پرندے پناہ لیتے ہیں، جس نے بڑے بڑے سلاطین
 اور جابر بادشاہوں کی شوکت اور سطوت خاک میں ملا دی، اور ان کی گردنوں
 میں اسلام کا طوق ڈال دیا، جس کا دین مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں غرض
 دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے میں پھیل گیا، اور برابر بڑھتا اور ترقی کرتا رہا
 یہاں تک کہ اب اس کے ظہور کو ایک ہزار و دسواں سال ہو چکے ہیں، اور خدا
 نے چاہا تو قیامت تک اسی طرح پھولتا اور پھلتا رہے گا، آپ کی امت میں
 ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں علمائے ربانی، بے شمار حکماء اور اولیاءِ بزرگ
 بڑے سلاطین پیدا ہوں گے، اور یہ واقعہ کوئی معمولی اور سرسری واقعہ نہ تھا،
 اور یقیناً ملکِ ادوم اور نینوی کے حوادث اور واقعات سے اس کی اہمیت
 کم نہیں ہو سکتی، پھر عقلِ سلیم کیونکر اس بات کو جائز مان سکتی ہے کہ ان سفیروں
 نے ایسے چھوٹے چھوٹے اور معمولی واقعات کی تو خبریں اور پیش گوئیاں بیان کی
 ہوں اور جو حادثہ تمام حوادث کے عظیم الشان اور اہم تھا اس کی نسبت ایک حرف بھی نہ کہا؟

بشارت کے لئے مفصل اور واضح ہونا
 ضروری نہیں؛ دوسری بات،
 یہ ہے جانو! پیغمبرِ اکبرؐ کو الے پیغمبر کی نسبت جب
 کوئی خبر یا اطلاع دیتا ہے تو ضروری نہیں
 کہ پوری تفصیلات بیان کرے، کہ وہ

فلاں خاندان میں پیدا ہوگا، فلاں سال ظاہر ہوگا، اور اس کی صفات ایسی ایسی ہونگی
 بلکہ اس قسم کی خبریں عوام کو اجمالی طور پر دی جایا کرتی ہیں، البتہ خواص کو کبھی تو ترانہ
 کی بناء پر بالکل ظاہر اور عیاں ہو جاتی ہیں، اور کبھی ان کا مصداق اُن پر بھی اُس وقت
 تک مخفی رہتا ہے جب تک آنے والا پیغمبرِ نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا، کہ جانے والے
 پیغمبر نے میری ہی نسبت خبر دی تھی، پھر اس کے دعوے کی سچائی اور تصدیق معجزات
 اور علاماتِ نبوت کے ذریعے ثابت بھی ہو جائے، پھر تو اُن کے نزدیک بھی بلاشبہ
 وہ خبر ظاہر اور یقینی بن جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ عتاب کے مستحق بنتے ہیں، جس طرح
 کہ حضرت مسیحؑ نے علماءِ یہود پر عتاب کیا تھا، اور کہا تھا کہ :-

”اے شرع کے عالمو! تم پر افسوس؛ کہ تم نے معرفت کی کبھی چھین لی، تم آپ بھی
 داخل نہ ہوئے اور داخل ہونے والوں کو بھی روکا“ (لوقا، باب ۱۱)

اور عیسائی نظریے کے مطابق تو اس قسم کی خبر کبھی کبھی انبیاء کے لئے بھی مخفی
 اور پوشیدہ بن جاتی ہے، چہ جائے کہ علماء کے لئے، بلکہ اُن کے زعم کے مطابق تو
 کبھی کبھی خود اس نبی کو بھی جس کے متعلق خبر دی گئی تھی، یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں ہی
 اس کا مصداق ہوں، چنانچہ ابخیل یوحنا کے باب اول آیت نمبر ۱۹ میں یوں
 ہے کہ :-

”اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یردشلم سے کاہن اور لادی سے

پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے افسار کیا اور انکار کیا بلکہ یہ افسار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انھوں نے اس سے پوچھا: پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، پس انھوں نے اس سے پھر کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں، تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا، میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیا بان میں پکارنے والے کی آواز ہوں، کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کر دو، یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے، انھوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ، نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (آیات ۱۹ تا ۲۶)

اور الف لام جو النبی میں آیت ۲۵ء میں واقع ہوا ہے وہ عہد کا ہے، اور مراد اس سے وہ مخصوص نبی ہے جس کی خبر و اطلاع موسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے، جیسا کہ کتاب استثناء کے باب ۱^م میں علماء مسیحین کی تصریح کے مطابق موجود ہے، اب یہ کامن اور لادی جو علماء یہود میں سے تھے، اور اپنی کتابوں سے خوب واقف بھی تھے، اور ان کو یحییٰ علیہ السلام کی نسبت یقینی طور پر معلوم تھا کہ وہ

۱۰ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس،

۱۱ عہد نامہ قدیم میں یہ مذکور ہو کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا، اور کتاب میکاہ میں ان کے دوبارہ آنے کی ان الفاظ میں خبر دی گئی ہے: "ہو لنا ک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمھارے پاس بھیجوں گا" (میکاہ ۴: ۵)

۱۲ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ (استثناء ۱۸: ۱)

نبی ہیں، مگر پھر بھی انہوں نے اس باب میں شک کیا کہ وہ مسیح ہیں یا ایلیاہ ہیں، یا وہ مخصوص نبی جس کی اطلاع موسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں پیروں کی علامات ان کی کتابوں میں تصریح کے ساتھ صاف صاف مذکور نہیں تھیں جس سے کم از کم خواص کو اشتباہ پیدا نہ ہو، عوام کا تو کہنا کیا اسی لئے ان لوگوں نے پہلے بھی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ مسیح ہیں؟ ان کے انکار پر پھر دریافت کیا کہ کیا آپ ایلیاہ ہیں؟ جب انہوں نے ایلیاہ ہونے کا بھی انکار کیا، تب پوچھا کہ کیا آپ وہی مخصوص نبی ہیں جن کی اطلاع دی گئی ہے، اور اگر علامات صاف طور پر لکھی ہوئی ہوتیں تو شک کرنے کی کیا گنجائش ہو سکتی.....

تھی بلکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ خود بھی علیہ السلام کو بھی اپنے متعلق یہ علم نہ تھا کہ میں ایلیاہ ہوں، چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا، اور کہا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں، حالانکہ ان کے ایلیاہ ہونے کی شہادت خود عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے، چنانچہ انجیل متی کے باب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت عیسیٰ کا ارشاد اس طرح مذکور ہے:

”چاہو تو مانو، ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے“

اور انجیل متی باب ۱۷، آیت نمبر ۱۱ میں ہے:

”شاگردوں نے اس سے پوچھا کہ پھر فقہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا

ضرور ہے؟ اس نے جواب میں کہا: ایلیاہ البتہ آئے گا، اور سب کچھ بحال

کرے گا، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا ہے، اور انہوں نے اسے

نہیں پہچانا، بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا، اسی طرح ابن آدم بھی آنکے ہاتھ دکھائے گا۔“

آخری عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء یہود نے ان کا ایلیاء ہونا نہیں پہچانا، اور جیسا چاہا ان کے ساتھ برتاؤ کیا، اور حواریوں کو بھی اُن کا ایلیاء ہونا معلوم نہیں ہو سکا، حالانکہ یہ لوگ عیسائی نظریے کے مطابق پیغمبر ہیں، اور نہ صرف پیغمبر بلکہ رُتبے میں موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ کر ہیں، نیز یہ لوگ یحییٰ علیہ السلام پر اعتماد بھی کرتے تھے، بارہا ان کو دیکھا بھی تھا، اور ان کا آنا ان کے معبود اور مسیح سے پہلے ضروری تھا انجیل پوچنا باب اول آیت ۳۳ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ارشاد اس طرح منقول ہے:

”اور میں تو اُسے پہچانتا تھا، مگر جس نے مجھے پانی سے بپتسمہ دینے کو بھیجا، اسی نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو روح کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے، وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے۔“

پادریوں کے کلام کے مطابق ”میں تو اُسے پہچانتا تھا“ والے کلام سے مراد یہ ہے کہ پورے اور ٹھیک طور پر میں نے نہیں پہچانا کہ وہ ”مسیح موعود“ ہے، بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ علیہ السلام کو عیسیٰ کے ”مسیح موعود“ ہونے کی یقینی طور پر.... تین سال تک پہچان نہ ہو سکی، جب تک روح القدس ان پر نازل نہیں ہوئی غالباً مسیح علیہ السلام کا کنواری لڑکی سے پیدا ہونا مسیح ہونے کی کوئی مخصوص علامت نہیں تھی، ورنہ یہ بات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟

مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت کے مطابق اسرائیلی پیغمبروں میں اشرف ترین پیغمبر تھے، جیسا کہ انجیل متی کے باب میں مصرح ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے دعوے کے بموجب

اُن کے خدا اور معبود تھے، اور ان کا آنا بھی مسیح کی آمد سے پہلے ضروری تھا، اور ان کا ایلیا ہونا بھی یقینی تھا، پھر کیسی حیرتناک اور عجیب بات ہے یہ کہ خود بھی علیہ السلام باوجود اشرف الانبیاء ہونے کے آخر عمر تک خود کو نہ پہچان سکے، اور نہ تیس سال تک اپنے معبود کو شناخت کر سکے؟ یہی حال حواریوں کا ہے، کہ جو موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل شمار کئے جاتے ہیں انھوں نے بھی اور دوسرے اسرائیلی پیغمبروں نے بھی کبھی علیہ السلام کی تمام زندگی میں یہ نہ جانا کہ وہ ایلیا ہیں،

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پھر علماء اور عوام بچائے ان کے نزدیک آئیو آئی کے متعلق ان خبروں سے جو جانے والا نبی دے گیا ہے کیا پہچان سکتے ہیں؟ اور ان کے تردد کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ کاہنوں کا رئیس یعنی کاٹفا، یوحنا کی شہادت کے مطابق پیغمبر ہے، جیسا کہ اس کی انجیل کے باب آیت ۵۱ میں تصریح ہے،

مگر ان ہی حضرات نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فتویٰ دیا، اور ان کو بنی ماننے سے انکار کیا، اور توہین کی، جیسا کہ اس کی تصریح انجیل متی کے باب ۱۶ میں ہے، اب اگر مسیح کی علامتیں ان کی کتابوں میں صاف طور سے موجود مذکور تھیں، جن سے ذرہ برابر کسی کو اشتباہ نہ ہو سکے، تو اس بنی کو جس نے مسیح کے قتل کا فتویٰ دیا، اور کفر کیا، کیا ایسا فتویٰ دینے اور کفر کرنے کی مجال ہو سکتی تھی؟

نیز متی اور یوحنا نے اپنی انجیلوں کے باب ۱۶ میں اور مرقس دیوحتا نے اپنی انجیلوں کے باب ۱۶ میں یحییٰ کے حق میں اشعیاء کی دی ہوئی خبر نقل کی ہے، اور یہ کہ یحییٰ نے اقرار

۱۵ اُس سال سردار کاہن ہو کر نبوت کی کہ لیورع اس قوم کے واسطے مرے گا۔ (یوحنا: ۱۵)

کیا کہ یہ خبر میرے حق میں ہے، جیسا کہ یوحنا نے تصریح کی ہے، اور یہ خبر کتاب اشعیا کے باب آیت ۳ میں یوں ہے کہ:

”پکارنے والے کی آواز: بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو، صحرا میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو۔“

مگر نہ تو اس میں بھی علیہ السلام کے مخصوص حالات کا ذکر ہے، نہ ان کی صفات کا بیان ہے، نہ یہ کہ ان کے خراج کا زمانہ اور جگہ کونسی ہے، تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے، اور اگر خود بھی علیہ السلام یہ دعویٰ نہ کرتے کہ یہ خبر میرے حق میں ہے، اسی طرح عہد جدید کے مؤلفین یہ بات ظاہر نہ کرتے تو مسیحی علماء اور ان کے خواص کو بھی اس کا علم نہ ہوتا، غریب عوام کو تو بھلا کیونکر ہو سکتا تھا؟ کیونکہ اس قسم کی غیبی پکار اکثر اسرائیلی پیغمبروں کے حق میں جو اشعیا علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں ثابت ہے، کیونکہ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام پر بھی صادق آتی ہے، کیونکہ وہ بھی یحییٰ علیہ السلام کی طرح یہ منادی کرتے تھے کہ:

”گوئی تو بہ کرد، کیونکہ آسمانی بادشاہت نزدیک آرہی ہے۔“

نیز ناظرین کو باب سے ان خبروں کا حال معلوم ہو جائے گا، جو انجیل کے مؤلفین نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کی ہیں کہ گذشتہ پیغمبران کے حق میں یہ کہہ گئے ہیں،

اس لئے ہم ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبریں یا پیشینگوئیاں بیان کی ہیں، ان میں سے ہر ایک میں

۱۵ اس کی عبارت ص ۱۳۳ پر گزر چکی ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلی صفات مذکور ہیں کہ جس کی بناء پر مخالفت کو اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہو سکتی،

امام رازی کا ارشاد | امام رازیؒ نے باری تعالیٰ کے ارشاد:

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ

تَعْلَمُونَ کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا ہے کہ:

”ظاہر یہی ہے کہ بالباطل میں جو آسے وہ استعانت کے معنی میں ہے، بالکل اسی طرح جیسے کتبت بالقلم میں، اور مطلب یہ ہے کہ حق کو سامعین کے سامنے ان شہادت کی بناء پر جو ان کے سامنے پیش کرتے ہو مشتبہ مت بناؤ، کیوں کہ جو نصوص توریت و انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہیں اپنے خفی ہونے کی وجہ سے استدلال اور دلیل کی محتاج تھیں، مگر یہودی اُن کے بارے میں بیجا جھگڑتے اور غور و تأمل کرنے والوں کو شبہات میں ڈال کر ان نصوص کی دلالت کے طور و طریق میں تشویش پیدا کرتے تھے“

علامہ عبید کیم سیالکوٹی کا ارشاد | علامہ موصوف اپنے بیضاوی کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

”جو چیز مزید شرح کی محتاج ہے، وہ یہ ہے کہ یہ بات حاتنا ضروری ہے کہ ہر نبی نے تعریض و اشارہ والے الفاظ استعمال کئے ہیں، جن کو صرف گہری نگاہ رکھنے والے علماء سمجھ سکتے ہیں، ضرور اس میں کوئی نہ کوئی خدائی حکمت ہے، علماء کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی نازل شدہ آسمانی کتاب ایسی نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر مشتمل نہ ہو، مگر یہ سب کچھ اشارات کے ذریعہ سے ہے“

اور اگر عوام کے لئے صاف صاف اور کھلا ہوا ہوتا، تو پھر ان کے علماء کو چھپانے پر عتاب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی، پھر ان اشارات میں مزید خستہ اور چھیدگی کا بڑا سبب ایک زبان سے دوسری زبان میں اس کا منتقل کرنا، اور ترجمہ کرنا ہے، پہلے عبرانی سے سریانی میں پھر سریانی سے عربی زبان میں نے توریت و انجیل کے الفاظ کا جو خلاصہ اور حاصل ذکر کیا ہے، جب تم اس پر غور کرو گے تو آسانی سے اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت پر دلالت کرنا معلوم ہو سکتا ہے، مگر تعریض اور اشارے کے طور پر گہری نگاہ والے علماء کے لئے تو یقینی اور ظاہر ہے، مگر عوام کے لئے خفی اور غیر ظاہر۔

اہل کتاب کو مسیح اور ایلیا کے علاوہ
ایک ادنیٰ کا انتظار تھا؛ تیسری بات
یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب سوائے
مسیح اور ایلیا کے اور کسی نبی کے منتظر
نہیں تھے، یہ ایسا باطل دعویٰ ہے

جس کی کوئی بنیاد نہیں، بلکہ اس کے برعکس وہ لوگ ان دونوں پیغمبروں کے علاوہ
تیسرے نبی کے بھی منتظر تھے، ابھی ابھی آپ نمبر ۲ میں معلوم کر چکے ہیں، کہ جو علماء
یہودی مسیح کے معاصر تھے انہوں نے یحییٰ علیہ السلام سے پہلے سوال کیا کہ کیا آپ
مسیح ہیں! جب انہوں نے انکار کیا تو پھر پوچھا کہ کیا آپ ایلیا ہیں؟ جب انہوں
نے اس کا بھی انکار کیا تو پھر پوچھا کہ کیا آپ وہی مخصوص اور معین نبی ہیں جن کی خبر موسیٰ
علیہ السلام دے گئے ہیں؟

۱۵ دیکھئے صفحہ ۱۳۲۵ ج ۱۳

۱۶ عیسائی علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یوحنا ۱: ۲۱ میں جو لفظ ”وہ نبی“ استعمال کیا گیا ہے (باقی صفحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مسیح اور ایلیاؑ کی طرح اس نبی کا بھی انتظار کر رہے تھے بلکہ وہ ان کے درمیان اس قدر مشہور تھا کہ اس کے نام لینے کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی، بلکہ اس کی طرف اشارہ ہی کافی تھا، انجیل یوحنا کے باب آیت ۴۰ میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرنے کے بعد یوں کہا گیا ہے کہ:

”پس بھٹیر میں سے بعض نے یہ باتیں سنکر کہا بے شک یہی وہ نبی ہے، اور وہ

نے کہا یہ مسیح ہے۔“

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جو نبی اُن کے ذہنوں میں مہرود اور معین تھا، وہ مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا ہے، اس لئے اس کو مسیح کے مقابلہ میں ذکر کیا،

یہ دعویٰ کرنا بھی قطعی غلط اور باطل ہے | حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاءؑ تھے،
کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں، اور
آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، ابھی آپ
چوتھی بات

نمبر ۳ میں معلوم کر چکے ہیں کہ وہ لوگ نبی آخر الزماں کے منتظر رہا کرتے تھے، جو مسیح اور ایلیاؑ کے سوا کسی شخص تھا، اور چونکہ دلائل سے اس نبی مہرود کی آمد مسیح سے قبل ثابت نہیں ہے، لہذا یقیناً وہ مسیح کے بعد آنے والا ہی ہو سکتا ہے،

پھر دوسرے عیسائی حضرات مسیح کے بعد حواریوں اور پولس کی نبوت کے دعویدار ہیں، بلکہ ان کے علاوہ دوسرے اشخاص کی نبوت کے بھی قائل ہیں، چنانچہ کتاب اعمال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس کے مراد وہی نبی ہیں جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، چنانچہ آزلے کے اس
اپنی تفسیر میں کہتا ہے: ”آیت ۲۱ میں استثناء ۸۱۱۵ کا حوالہ ہے“ (ص ۱۹۹ ج اول)، نیز تمام حوالے
والی باتوں میں اس لفظ پر استثناء ۸۱۱۵ کا حوالہ دیا گیا ہے،

باب آیت ۲۷ میں ہے :

”انہی دنوں میں چند بنی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے، ان میں سے ایک نے جس کا نام اگبس تھا کھڑے ہو کر روح کی ہدایت سے ظاہر کیا، کہ تمام دنیا میں بڑا کال پڑے گا، اور یہ بکھودیں گے عہد میں واقع ہوا۔ (آیات ۲۷، ۲۸)

یہ تمام لوگ بائبل کے فیصلہ کے مطابق انبیاء تھے، جن میں سے ایک کا نام اگبس تھا، اس نے ایک زبردست قحط کی پیشینگوئی کی تھی، پھر اسی کتاب اعمال کے باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے :

”اور جب ہم وہاں بہت روز رہے، تو اگبس نامی ایک بنی یہودیہ سے آیا اس نے ہمارے پاس آکر پولس کا مکہ بند لیا، اور اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر کہا روح القدس یوں فرماتا ہے کہ جس شخص کا یہ مکہ بند ہے اس کو یہودی یروشلم میں اسی طرح باندھیں گے اور غیر قوموں کے ہاتھ میں حوالہ کریں گے۔ (آیات ۱۱، ۱۲)

اس عبارت میں بھی تصریح ہے کہ اگبس نبی تھا،

کبھی کبھی عیسائی حضرات حضرت مسیح کو خاتم الانبیاء ثابت کرنے کے لئے ان کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں، جو انجیل متی باب آیت ۱۵ میں اس طرح منقول ہے :

”جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں

مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔“

اس قول سے اپنے دعوے پر عیسائیوں کا استدلال کرنا بھی عجیب ہی، کیونکہ مسیح علیہ السلام نے جھوٹے پیغمبروں سے احتراز کرنے اور بچنے کا حکم دیا ہے،

نہ کہ سچے نبی سے بھی اسی لئے انھوں نے اپنے کلام میں جھوٹے کی قید لگائی ہو یا اگر یہ فرماتے کہ ”میرے بعد ہر ایک مدعی نبوت سے بچو“ تو بے شک یہ دعویٰ بظاہر درست تھا، اگرچہ عیسائیوں کے لئے پھر بھی مذکورہ حضرات کی نبوت کے ثبوت کے لئے واجب التاویل ہوتا، اور جھوٹے پیغمبر مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد طبقہ ادنیٰ میں بے شمار پیدا ہوئے، جیسا کہ عہد جدید کے موجودہ رسائل سے یہ بات واضح ہے،

کرتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب آیت ۱۲ میں ہے :

”لیکن جو کرتا ہوں وہی کرتا رہوں گا تاکہ موقع ڈھونڈنے والوں کو موقع نہ دوں بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم ہی جیسے نکلیں، کیونکہ ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں، اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہشکل بنالینے ہیں۔“

دیکھئے : عیسائیوں کا مقدس رسول بباگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ جھوٹے اور غدار پیغمبر خود اس کے عہد میں ظاہر ہو چکے ہیں، جنھوں نے مسیح کے سچے رسولوں کا بھیس اختیار کر لیا ہے،

آدم کلارک مشہور مفسر اس مقام کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :
”یہ لوگ جھوٹا دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مسیح کے رسول ہیں، حالانکہ وہ لوگ واقع میں مسیح کے رسول نہ تھے، وہ لوگ دغلو نصیحت بھی کرتے تھے، اور مجاہدات بھی، مگر ان کا مقصد تمام تر جلب منفعت تھا۔“

یوحنا کے پہلے خط کے باب ۴ میں ہے کہ :

”اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو، بلکہ روحوں کو آزماؤ، کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں، کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔“
ان دونوں عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حواریوں ہی کے زمانے میں بکثرت نبوت کے جھوٹے دعوے دار پیدا ہو چکے تھے،

اور کتاب اعمال کے باب ۸ آیت ۹ میں ہے کہ:
”اس سے پہلے شمعون نام کا ایک شخص اس شہر میں جادوگری کرتا تھا، اور سامریہ کے لوگوں کو حیران رکھتا، اور یہ کہتا تھا کہ میں بھی کوئی بڑا شخص ہوں، اور جھوٹے سے بڑے تک سب اس کی طرف متوجہ ہوتے، اور کہتے تھے کہ یہ شخص خدا کی وہ قدرت ہے جسے بڑی کہتے ہیں۔“

اسی کتاب کے باب ۱۳ میں ہے کہ:
”اور اس تمام ٹاپو میں ہوتے ہوئے پافس تک پہنچے، وہاں انھیں ایک بیڑی جادوگر اور جھوٹا نبی بریسورع نام ملا۔“

اسی طرح کے دوسرے بہت سے دجالوں اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے ظاہر ہونے کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل متی کے باب ۲۴ میں دی ہے:

”خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے، کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے، اور کہیں گے میں مسیح ہوں، اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصود ان جھوٹے پیغمبروں اور کاذب میسحوں سے لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے، نہ کہ سچے پیغمبروں سے بھی روکنا، اسی لئے باب نمبر ۷ کے مذکورہ ارشاد کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

”کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟“

رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ، سو آپ سچے پیغمبروں میں سے ہیں، جیسا کہ اس دعوے پر آپ کے پھل شاہد ہیں، جیسا کہ گزشتہ مسکروں سے یہ بات واضح ہو چکی ہو اور اس معاملہ میں منکرین کے مطاعن اور اعتراضات کی کوئی بھی قیمت نہیں ہے، جیسا کہ فصل دوم سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اس لئے بھی کہ ہر شخص جانتا ہے کہ نبی عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور تکذیب کرنے والے ہیں، بلکہ اُن کے نزدیک مسیح سے زیادہ ابتداء دنیا سے ان کے ظہور کے وقت تک کوئی بدکار نہیں ہوا،

نیز ہزاروں علماء اور حکماء جو سب پادریوں ہی کے ہم قوم ہیں، اور مسیحی ہی تھے، مگر انھوں نے اس مذہب کی قباحت محسوس کر کے اس کو چھوڑ دیا، اور اب اس کے منکر ہیں، اور اس کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، اور اس مذہب کا بھی، ان لوگوں نے اپنی رائے کے اثبات کے لئے بہت سے رسالے بھی تالیف کئے، اور یہ رسالے

۱۷ آیت نمبر ۱۶،

۱۷ ”آپ کے پھل شاہد ہیں، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متی، ۱۶:۱ میں جھوٹے اور سچے میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ جس طرح جھاڑیوں سے انگور نہیں توڑا جاسکتا، اسی طرح جھوٹے نبی کو کبھی وہ اوصاف حاصل نہیں ہو سکتے، جو سچے نبی میں ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اوصاف تھے اور جن کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں آیا ہے، وہ درحقیقت شجرہ برکت ہی کے پھل پھول ہیں، جو آپ کے نبی ہونے پر دلالت کرتے ہیں،

اطرافِ عالم میں پھیل چکے ہیں اور یورپ کے ملکوں میں اُن کے ماننے والے دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر جس طرح یہودیوں اور ان حکماء و علماء کا انکار عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہمارے نزدیک غیر معتبر اور باطل ہے، اسی طرح اہلِ ثلاث کا انکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہمارے نزدیک قطعی قبول کے لائق نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح کی بشارتوں کو یہودی
نہیں ملتے، پانچویں بات

وہ پیشینگوئیاں جن کو عیسائی حضرات
مسیح علیہ السلام کے حق میں نقل کرتے
ہیں، یہودیوں کی تفاسیر اور تاویلات کے

تحت وہ مسیح پر صادق نہیں آتیں، اس لئے یہودی مسیح کے منکر ہیں، مگر مسیحی علماء اس باب میں یہودیوں کی تفسیروں اور تاویلوں کو نظر انداز کر کے اُن کی تفسیر ایسے انداز میں کرتے ہیں، جس سے اُن کے خیال میں ان کا مصداق قطعی طور پر عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، صاحب میزان الحق نے باب اولیٰ فصل ۳ صفحہ ۶۴ نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۹ء میں کہا ہے کہ:

”مذہب عیسوی کے علمائے متقدمین نے یہ بالکل صحیح دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے ان آیات کو جن میں یسوع مسیح کی جانب اشارہ تھا، غیر صحیح تاویلات کے ساتھ مندرج کیا، اور ایسی تفسیر کی جو واقع کے خلاف ہے۔“

مؤلف مذکور کا یہ کہنا کہ ان کا یہ دعویٰ قطعی صحیح ہے یقینی طور پر غلط ہے، اس لئے کہ قدیم علماء نے جہاں... یہ دعویٰ کیا ہے وہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ یہودیوں نے کتابوں میں تحریف لفظی کی ہے، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے،

مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح یہودیوں کی تادیلین مذکورہ آیات میں عیسائیوں کے نزدیک ناقابل قبول اور مردود و غیر صحیح اور غیر لائق ہیں، بالکل اسی طرح عیسائیوں کی تادیلات ان پیشینگوئیوں کے بارے میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہیں، ہماری نزدیکی مردود و باطل اور ناقابل قبول ہیں، عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جو پیشینگوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہم لوگ نقل کرتے ہیں، وہ ان خبروں کی نسبت جو انجیل والے مسیح علیہ السلام کے حق میں نقل کرتے ہیں زیادہ واضح طور پر صادق ہیں، اس لئے اگر ہم عیسائیوں کی فاسد تادیلات کی جانب التفات نہ کریں تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا، اور جس طرح یہودیوں نے ان بعض پیشینگوئیوں کی نسبت جو عیسائیوں کے خیال کے مطابق مسیح کے حق میں ہیں بے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ہمارے مسیح منتظر کے حق میں یا کسی دوسرے کے حق میں ہیں، یا کسی کے حق میں بھی نہیں ہیں، اور عیسائی پھر بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسیح کے حق میں ہیں، اور یہودیوں کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے

اسی طرح ہم بھی ان پیشینگوئیوں کی نسبت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہیں عیسائیوں کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے، جو کہتے ہیں کہ ان کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام ہیں، ناظرین عنقریب مشاہدہ کر لیں گے کہ ان پیشینگوئیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آنا بہ نسبت مسیح کے حق میں صادق آنے کے زیادہ لائق اور درست ہے، اس لئے ہم اس دعوے کے زیادہ مستحق ہیں، نہ کہ عیسائی،

حضرت مسیح کی بشارتیں ہمد جدید میں
چھٹی بات

عیسائیوں کے عقیدے کے بموجب ہمد جدید
کے مؤلفین صاحب الہام ہیں، مسیح

کے حق میں بیان کی جانے والی پیشینگوئیاں انہی لوگوں سے منقول ہیں، اس لحاظ سے یہ تمام پیشینگوئیاں عیسائی نظریہ کے مطابق اہامی قرار پاتی ہیں، ہم ان میں سے کچھ پیشینگوئیاں نمونہ کے طور پر اس لئے ذکر کرتے ہیں تاکہ ناظرین ان پیشینگوئیوں کا موازنہ اور مقابلہ ان پیشینگوئیوں کے ساتھ کر سکیں جن کو اس مسلک میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کریں گے،

اور اگر کوئی پادری صاحب بے راہی اختیار کر کے ہماری نقل کردہ پیشینگوئیوں کی تاویل کے درپے ہوں تو ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ پہلے ان پیشینگوئیوں کی توجیہ کریں، جن کو عہد جدید کے مؤلفین نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کیا ہے، تاکہ عقلمند منصف مزاج لوگوں پر فریقین کی بیان کردہ پیشینگوئیوں کا حال روشن ہو جائے، اور دونوں کا مقابلہ قوت و ضعف کے لحاظ سے کر سکیں،

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ جو پیشینگوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بیان کی جاتی ہیں، ان کی تو کوئی معقول توجیہ کی نہ گئی، اور صرف ان پیشینگوئیوں میں تاویل کرنے پر اکتفاء کیا گیا جن کو اس مسلک میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بیان کر رہے ہیں، تو اس کو سوائے اس کے کہ پادری کے بے جا تعصب اور شکست پر محمول کیا جائے، اور کوئی صورت نہ ہوگی، کیونکہ ہم نمبر ۵ میں وضاحت سے کہہ چکے ہیں کہ مخالف کے لئے اس قسم کی پیشینگوئیوں میں تاویل کی کافی گنجائش ہے، ہم نے نمونے کے طور پر عہد جدید کے مؤلفین کی بیان کردہ چند پیشینگوئیوں پر اس لئے اکتفاء کیا ہے کہ جب یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ ان میں بعض پیشینگوئیاں یقینی طور پر غلط ہیں، اور بعض محرف ہیں، اور بعض ایسی ہیں کہ وہ کسی طرح مسیح پر

صادق نہیں آتیں، سوائے اس کے کہ زبردستی اور ہٹ دھرمی سے اُن کو مسیحؑ پر چسپاں کیا جائے، تو اس سے ان پیشینگوئیوں کی حالت کا بھی اندازہ کیا جاسکے گا، جن کے نقل کرنے والے الہامی اور صاحبِ وحی لوگ نہیں ہیں، وہ یقیناً ان سے زیادہ بدتر ہوں گی، اس لئے اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں،
پہلی پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی کے باب میں منقول ہے، جس کا ذکر باب فصل نمبر ۳ کی پچاسویں غلطی کے بیان میں ہو چکا ہے،

یہ اس بناء پر غلط ہے کہ مریمؑ کا حاملہ ہونے کے زمانے میں کنواری ہونا یہودیوں اور مخالفین منکرین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، اور ان کے مقابلے میں عیسائیوں کے پاس مریمؑ کے کنواری ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ مریمؑ مسیحؑ کی پیدائش سے پہلے انجیل اور مسیحؑ کے معاصر یہودیوں کی تصریح کے مطابق یوسف نجار کے نکاح میں تھیں، جو مسیحؑ کو یوسف نجار کا بیٹا کہا کرتے تھے، جیسا کہ انجیل متی باب ۱ آیت ۵۵ اور انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۴۲ میں صاف طور پر مذکور ہے، اور اب تک یہودی یہی کہتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت باتیں کہتے ہیں، نیز اس پیشینگوئی میں کوئی ایسی علامت مذکور نہیں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہو،

۱۔ دیکھئے ص ۴۹۱ ج اول

۲۔ بلکہ اس کے برخلاف ایک ایسی علامت ہے جو ہرگز حضرت مسیحؑ میں نہیں پائی جاتی، اور وہ یہ کہ اس پیشینگوئی میں پیدا ہونے والے نبی کا نام ”عمانویل“ بتلایا گیا ہے، حالانکہ حضرت مسیحؑ کو کسی نے عمانویل کہہ کر کبھی نہیں پکارا،

دوسری پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی باب ۱ آیت ۶ میں منقول ہے، اور جس سے کتاب میخا کے باب ۲ آیت ۲ کی جانب اشارہ ہے، مگر متی کی عبارت میخا کی عبارت کے مطابق نہیں ہے، اور یقیناً دونوں میں سے ایک محرف ہے،

نیز باب کے مقصد شاہد نمبر ۳۲ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسائیوں کے محققین نے میخا کی عبارت کی تحریف کو ترجیح دی ہے، مگر ان کا یہ دعویٰ محض انجیل کے بجاؤ اور تحفظ کے لئے ہے، اس لئے مخالفین کے نزدیک غلط اور باطل ہے،
تین اور پیشینگوئیاں :-

مندرجہ ذیل پیشینگوئیاں غلط ہیں :

- ۱۔ جو انجیل متی کے باب مذکور آیت ۱۵ میں منقول ہے،
- ۲۔ جو باب مذکور کی آیت ۱۷ اور ۱۸ میں منقول ہے،
- ۳۔ جو باب مذکور کی آیت ۲۳ میں منقول ہے،

اور تینوں پیشینگوئیاں غلط ہیں، جیسا کہ باب اول کی فصل نمبر ۳ سے معلوم ہو چکا ہے،

۱۵ متی اور میکا کے اس اختلاف کا ذکر مقدمہ کے ص ۱۲۵۸ اور اس کے حاشیہ پر پہلے باب میں اختلاف نمبر ۶۴، ص ۱۷۱ اور دوسرے باب میں ص ۶۴۲ و ۶۴۳ دج ۱ پر گزر چکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمایا جائے،

۱۵ تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۴۹۴ جلد اول غلطی نمبر ۵۱،

۱۵ دیکھئے ص ۴۹۵ جلد اول غلطی نمبر ۵۳،

۱۵ دیکھئے ص ۴۹۶ جلد اول غلطی نمبر ۵۴،

چھٹی پیشینگوئی :-

وہ ہے جو انجیل متی کے باب ۲۷ آیت ۹ میں منقول ہے، ناظرین باب ۲ مقصد ۲ شاہد نمبر ۲۹ میں معلوم کر چکے ہیں کہ یہ اس بناء پر غلط ہے کہ یہی صورت کتابِ زکریا کے باب میں موجود ہے، مگر اس میں اور اُس واقعہ میں جس کو متی نے نقل کیا ہے کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ زکریا علیہ السلام نے دونوں لائٹھیوں کے نام اور ریوڑ کے چرنے کے ذکر کے بعد یہ کہا ہے :

”اور میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہاری نظر میں ٹھیک ہو تو میری مزدوری کے لئے تیس روپے تول کر دے، اور خدا نے مجھے حکم دیا کہ اسے کہار کے سامنے پھینک دے، یعنی اُس بڑی قیمت کو جو انھوں نے میرے لئے ٹھہرائی، اور میں نے یہ تیس روپے لے کر خداوند کے گھر میں کہار کے سامنے پھینک دیئے“

(آیات ۱۲ و ۱۳)

زکریا علیہ السلام کے ظاہر کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایک حالت کا بیان ہے، نہ کہ کسی مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کی پیشینگوئی، اور یہ کہ دراصل کے لینے والے نیکوں میں سے تھے، جیسے کہ زکریا علیہ السلام، نہ کہ کافروں میں سے جیسے یہود اسکر لوتی۔

ساتویں پیشینگوئی :-

وہ ہے جن کو عیسائیوں کے مقدس پولس نے رسالہ عبرانیہ کے باب آیت

۶۷۵ و ۶۷۶ جلد دوم اور اس کا حاشیہ

میں نقل کیا ہے جس کا حال آپ فصل نمبر ۳ میں معلوم کر چکے ہیں کہ یہ قطعی غلط ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر ہرگز صادق نہیں آتی۔

آنکھوں پیشینگوئی :-

انجیل متی باب ۱۳ آیت ۳۵ میں ہے :

”تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ میں تمثیلوں میں اپنا منہ کھولوں گا

میں اُن باتوں کو ظاہر کروں گا جو بنکے عالم سے پوشیدہ رہی ہیں۔“

یہ زبور نمبر ۷۷ کی آیت ۲ کی طرف اشارہ ہے، لیکن اسے حضرت مسیح پر چسپاں کرنا بے دلیل دعویٰ اور خالص ہٹ دھرمی ہے، اس لئے کہ زبور کی عبارت اس طرح ہے :

”میں تمثیل میں کلام کروں گا، اور تدبیر معہ کہوں گا، جن کو ہم نے سنا، اور

جان لیا، اور ہمارے باپ دادا نے ہم کو بتایا، اور جن کو ہم اُن کی اولاد سے

پوشیدہ نہیں رکھیں گے، بلکہ آئندہ پشت کو بھی خداوند کی تعریف اور اس کی

قدرت اور عجائب جو اس نے کئے بتائیں گے، کیونکہ اس نے یعقوب میں ایک

شہادت قائم کی، اور اسرائیل میں شریعت مقرر کی، جن کی بابت اس نے ہمارے

باپ دادا کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کو ان کی تعلیم دیں، تاکہ آئندہ پشت یعنی وہ

فرزند جو پیدا ہوں گے اُن کو جان لیں اور وہ بڑے ہو کر اپنی اولاد کو سکھائیں

کہ وہ خدا پر آس رکھیں اور اس کے کاموں کو بھول نہ جائیں، بلکہ اس کے حکموں پر

عمل کریں، اور اپنے باپ دادا کی طرح سرکش اور باغی نسل نہ بنیں، ایسی نسل

جن نے اپنا دل درست نہ کیا، اور جس کی رنج خدا کے حضور وفادار نہ رہی“ (آیات ۲ تا ۷)

لہ دیکھئے ص ۷۷، جلد اول، غلطی نمبر ۲۵،

یہ آیتیں صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ ان آیات میں لفظ "میں" سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، اسی لئے انھوں نے اپنے آپ کو صیغہ مشکم سے تعبیر کیا ہے، اور ان آیات میں وہ ان روایات اور حالات کو بیان فرما رہے ہیں، جو انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے سُنے تھے، تاکہ اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق آنے والی نسلوں تک یہ پیغام پہنچا دیں، اور روایت پوری طرح محفوظ رہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۱۵ سے آیت نمبر ۶۵ تک انھوں نے اللہ کے انعامات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، بنی اسرائیل کی شرارتوں اور ان کے سبب ان پر واقع ہونے والی مصیبتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، اور پھر کہا ہے کہ :-

"تب خداوند گویا بندے جاگ اٹھا، اُس زبردست آدمی کی طرح جوئے کے سبب لٹکارتا ہو، اور اس نے اپنے مخالفوں کو مار کر پسا کر دیا، اس نے اُن کو ہمیشہ کے لئے رسوا کیا، اور اس نے یوسف کے خیمے کو چھوڑ دیا، اور فراتیم کے قبیلہ کو زچنا، بلکہ یہوداہ کے قبیلہ کو چنا، اسی کو وصیتوں کو جس سے اس کو محبت تھی اور اپنے مقدس کو پہاڑوں کے مانند تعمیر کیا، اور زمین کے مانند جسے اس نے ہمیشہ کے لئے قائم کیا ہے، اس نے اپنے بندے داؤد کو بھی چنا، اور بھیڑ سالوں میں سے اُسے لے لیا، وہ اسے بچے والی بھیڑوں کی چوپانی سے بٹالیا تاکہ اس کی قوم یعقوب اور اس کی میراث اسرائیل کی گلتہ بانی کرے، سو اس نے خلوص دل سے اُن کی پاسبانی کی، اور اپنے ماہر ہاتھوں سے اُن کی رہ نمائی کرتا رہا۔"

یہ آخری آیتیں بھی صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ زبور

خود حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہے، اور اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں،

نویں پیشینگوئی:

انجیل متی باب آیت ۱۴ میں ہے:

تاکہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا، وہ پورا ہو کہ زبولون کا علاقہ اور نفتالی کا علاقہ دریا کی راہ یردن کے پار غیر قوموں کی گھلیل جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے، انھوں نے بڑی روشنی دیکھی، اور جو موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے اُن پر روشنی چکی۔

یہ کتاب یسعیاہ باب آیت ۲ کی طرف اشارہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

”اس نے قدیم زمانے میں زبولون اور نفتالی کے علاقوں کو ذلیل کیا، پر آخری زمانے میں قوموں کے گھلیل میں دریا کی سمت یردن کے پار بزرگی دی، جو لوگ تاریکی میں چلتے تھے انھوں نے بڑی روشنی دیکھی، جو موت کے سایہ کے ملک میں

لے بزرگی دی“ انبارالحق میں یہ لفظ ماضی ہی کے صیغے سے ذکر کیا گیا ہے، اور انگریزی ترجموں میں بھی یہاں ماضی ہی کا صیغہ ہے، اگرچہ متن میں یہاں اس کے بالکل برخلاف ایک عبارت ذکر کی گئی ہے، مگر متبادل عبارتوں کی فہرست میں اس کی جگہ بعینہ وہ مفہوم ذکر کیا گیا ہے، جو مصنف نے نقل کیا ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں اس لفظ کو مستقبل کے ساتھ بدل دیا گیا ہے، اس میں ”بزرگی دی“ کی جگہ ”بزرگی دے گا“ کے الفاظ مذکور ہیں، عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں بھی یہی مستقبل کا صیغہ مذکور ہے، غالباً اس حرکت کا مقصد بھی یہی ہو گا، کہ اس عبارت کو آسانی سے حضرت مسیح کی پیشگوئی قرار دیا جاسکے۔

رہتے تھے، اُن پر نور چمکا۔

ان دونوں عبارتوں میں بڑا بھاری فرق ہے، اس لئے یقیناً ان میں سے ایک تخریف شدہ ہے، اور پھر اگر اس سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو اشعیاء کے کلام میں ہرگز کوئی دلالت کسی شخص کے بطور کی نہیں ہے، بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشعیاء علیہ السلام خبر دے رہے ہیں کہ ملک زبولون اور نفتالی کے باشندے گذشتہ زمانے میں بڑی گری ہوئی حالت میں تھے، پھر وہ خوش حال ہو گئے، اس لئے اس امر پر ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، یعنی ”ذلیل کیا“، ”بزرگی دی“، ”رُوشنی دیکھی“ اور ”نور چمکا۔“

اور اگر ہم ان الفاظ کے ظاہری مصداق سے ہٹ کر مجازاً ان کو مستقبل کے معنی میں لیں تو مطلب یہ ہے کہ روشنی کا ان کو نظر آنا اور چمک دکھائی دینا بتا رہا ہے کہ ان کے ملک میں صلحاء اور نیک لوگوں کا گزر ہوگا، پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اس کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام ہیں، یہ خالص زبردستی اور ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ اکثر صلحاء اور بزرگوں کا اُس علاقہ میں گزر ہوا ہے، خصوصاً صحابہ کرامؓ اور امتِ محمدیہ کے اولیائے کرام کا بھی، جن کی برکت سے اس علاقہ سے کفر اور تشلیث کی ظلمت اور اندھیری دور ہو کر توحید کی روشنی پھیل گئی، اور مسیح کی تصدیق پورے طور پر ظاہر ہو گئی،

اس موقع پر ہم تطویل کے اندیشہ سے صرف اس مقدار پر اکتفا کرتے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی اسی قسم کی پیشینگوئیاں ہم اپنی تالیف ازالۃ اللادہام وغیرہ میں بیان کر چکے ہیں، اور ان کی کمزوری کی نشاندہی بھی اس مقام پر کر دی ہے،

بائبل کے مترجمین ناموں کا بھی اہل کتاب خواہ انگلی ہوں یا پچھلے، ان کی یہ عام ترجمہ کر دیتے ہیں، ساتویں بات عادت ہے کہ وہ اپنے تراجم میں ناموں کا بھی ترجمہ

کرتے ہیں، اور اصل ناموں کے عوض میں اُن کے معانی بیان کرتے ہیں، یہ بڑا بھاری جبط ہے، جو تمام خرابی کی بنیاد ہے، کبھی کبھی تفسیر کے طور پر اس کلام میں جو اُن کے نزدیک خدائی کلام ہے، اپنی جانب سے کچھ بڑھا دیتے ہیں، اور دونوں میں امتیاز کے لئے کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں کرتے، یہ دونوں چیزیں تقریباً ان کی مادیت ثانیہ بن گئیں اور جو شخص اُن کے مختلف زبانوں میں پائے جانے والے ترجموں میں غور کرے گا اس کو ہمارے اس دعوے کے بہت سے شواہد مل سکتے ہیں۔ ہم بھی نمونہ کے طور پر اس معلم پر کچھ نقل کرتے ہیں:

ترجموں میں تحریف کی مثالیں

پہلی مثال؛

کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۴ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء

میں یوں ہے کہ:

”اسی سبب اس کنویں کا نام (زندہ اور دیکھنے والے کائنات) پڑ گیا“

پس عبرانی زبان میں جو کنویں کا نام تھا اس کا ترجمہ ان لوگوں نے عربی میں کر ڈالا،

دوسری مثال؛

پیدائش کے باب ۲ آیت ۱۴ میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہو کہ:

اسے موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ اصل نام یعنی ”بیرلجی رودی“ لکھا ہے، مگر کیتھولک پہل

میں اس کا انگریزی ترجمہ مذکور ہے،

”امبراہیم نے اس مقام کا نام ایسا مکان (جس کی زیارت کرنے والے پر اللہ رحم فرمائے) رکھا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۲ء میں ہے :

”اس موضع کا نام ایسا خدا جو دیکھ رہا ہے“ رکھا۔“

پہلے مترجم نے عبرانی لفظ کا ترجمہ ”ایسا مکان جس کے زائر پر خدا رحم فرمائے“ کیا اور دوسرے مترجم نے ”ایسا خدا جو دیکھ رہا ہے“ کے ساتھ ترجمہ کیا،

تیسری مثال؛

پیدائش باب ۳ آیت ۲۰ کے عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۲۲ء میں یوں ہو کر:

”پھر یعقوب نے اپنا حال اپنے سارے چھپایا۔“

اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں بجائے ”سارے“ کے لفظ ”لابان“ ہے، پس عربی مترجمین نے نام کی جگہ لفظ ”سالا“ لکھ دیا ہے،

چوتھی مثال؛

پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۰ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۲۲ء میں ہے کہ:

۱۵ یہاں بھی اردو ترجمہ میں اصل نام ”یہوداہیری“ لکھا ہے، مگر کیتھولک بائبل میں اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق ہے،

۱۶ موجودہ اردو اور انگریزی ترجمے میں اس کی جگہ یہ عبارت ہے:

”اور یعقوب لابن ارامی کے پاس سے چھدی سے چلا گیا۔“ لیکن کیتھولک بائبل میں اس کی

جگہ

یہی کالفاظ اب بھی موجود ہے،

”اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، یہاں تک کہ زوہ آجائے

جس کے لئے سب کچھ ہے) اور تو میں اس کی ملیح ہوں گی“

اس میں لفظ ”الَّذِي لَهُ الْكُلُّ“ لفظ ”شیلوہ“ کا ترجمہ ہے، یہ ترجمہ یونانی ترجمہ کے بے شک موافق ہے، مگر عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، یہاں تک کہ وہ آجائے

کہ وہ جس کے لئے ہے، تمام قبیلے اس پر جمع ہو جائیں گے“

اس مترجم نے لفظ ”شیلوہ“ کا ترجمہ ”الذی ہولہ“ کے ساتھ کیا ہے، یہ ترجمہ سریانی ترجمہ کے مطابق ہے، عیسائیوں کے مشہور محقق لیکٹرک نے اس لفظ کا ترجمہ ”انجام“

کے ساتھ کیا ہے، اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں لفظ ”شیل“ استعمال کیا گیا ہے، اور

لاطینی ترجمہ میں ”وہ جو عنقریب بھیجا جائے گا“ کے ساتھ ترجمہ کیا گیا، گویا ہر ترجمہ کرنیوالے

نے اس لفظ کا ترجمہ وہ کیا جو اس کے نزدیک ظاہر و راجح تھا، حالانکہ یہ لفظ اصل میں

اس شخص کے نام کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، جس کی بشارت دی گئی تھی،

پانچویں مثال؛

کتاب خراج باب آیت ۱۴ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۵ء و ۱۸۳۴ء میں ہر کہ:

”پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ”اٰهِيْئِْہٗ اَسْرِثْرَ اٰهِيْئِْہٗ“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے کہ:

۱۵ اردو انگریزی ترجموں میں یہاں بھی اصل لفظ ”شیلوہ آجائے“ مذکور ہے، لیکن کیتھرک بابل میں

اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، اور یہ ترجمہ بھی مصنف کے نقل کردہ ترجمہ سے مختلف ہے، اس نے ”شیلوہ“ کا ترجمہ

”سے کیا ہے“

”مجھے ہماری طرف بھیجا جائے گا“

”خدا نے موسیٰؑ سے کہا کہ وہ ازلی جو کبھی فنا ہونے والا نہیں ہے“

پس لفظ آہیہ اشراہیہ ”بمنزلہ اسم ذات سے استعمال ہوا تھا، جس کو دوسرے مترجم نے ازلی غیر فانی کے ساتھ ترجمہ کر ڈالا،

چھٹی مثال؛

سفر خروج باب آیت ۱۱ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں یوں ہے کہ :-
دریاہی میں رہا کریں گے“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں اس طرح پر ہے کہ :

”نقط نیل میں باقی رہیں گے“

ساتویں مثال؛

سفر خروج باب آیت ۱۵ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۴۴ء میں یوں ہے کہ :
”موسیٰؑ نے ایک قربان گاہ بنائی، اور اس کا نام پروردگار میری عظمت ہو رکھا“
عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ :

”اور اس نے ایک قربان گاہ تعمیر کی جس کا نام اللہ میرا علم ہے رکھا“

اردو ترجمہ اس دوسرے ترجمہ کے مطابق ہے، ہمارا کہنا یہ ہو کہ اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ بات بہر حال اپنی جگہ قطعی ثابت ہے کہ مترجمین نے عبرانی نام کا ترجمہ

۱۔ بات پوری طرح سمجھنے کے لئے اس عبارت کا سیاق و سباق ضمیمہ ۸۶ و ۸۷ اور اس کے حاشیہ پر دیکھئے ،
۲۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجموں میں اس کی جگہ اس کا ترجمہ ”میں جو ہوں سو میں ہوں“ سے کیا گیا ہو،
۳۔ موجودہ اردو اور انگریزی ترجمے اسی کے مطابق ہیں،

کر ڈالا،

آٹھویں مثال:

سفر خروج باب ۳۰ آیت ۲۲ دونوں مذکورہ ترجموں میں یوں ہے کہ:

”خوشبودار مصالحے لینا“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ:

”خالص مشک لینا“

اور مصالحہ میں اور مشک میں بہت بڑا فرق ہے، مگر مترجمین نے عبرانی نام کی تفسیر ان معنی کے ساتھ کی جو جس کے نزدیک رائج تھا،

نویں مثال:

کتاب استثنا باب ۳۴ آیت ۵ دونوں مذکورہ ترجموں میں یوں ہے کہ:

”پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے..... وفات پائی“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں اس طرح ہے کہ:

”پھر موسیٰ نے انتقال کیا، اس جگہ جو خدا کا رسول تھا“

غور کیجئے! اگر اس قسم کے مترجمین محمدی بشارتوں میں رسول اللہ کے لفظ کو اگر کسی

۱۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجمہ میں عبرانی لفظ ”یہوداہ نسی“ لکھا ہے، جس کا ترجمہ حاشیہ پر ”یہوداہ میراجھنڈا ہی“ دیا گیا ہے، البتہ کیتھولک بائبل میں عبرانی لفظ کے بجائے اس کا یہ ترجمہ دیا ہے: ”خدا مجھے بلند کرتا ہے“ ()

۲۔ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

۳۔ موجودہ تمام ترجمے اسی کے مطابق ہیں،

دوسرے لفظ سے بدل ڈالیں، تو اُن سے کیا بعید ہے ؟

دسویں مثال؛

کتاب یوشع کے باب آیت ۱۳ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں یوں ہے کہ :

”کیا یہ نیکوں کی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے ؟“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں ہے کہ :

”کیا یہ سفر مستقیم میں لکھا ہوا نہیں ہے ؟“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۸ء میں لفظ ”یا صار“ ابرار یا مستقیم کی جگہ موجود ہے، نیز

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں لفظ ”یا شر“ اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں لفظ

”یا شا“ ہے، غالباً یا صار یا یا شا، یا یا شر کتاب کے مصنف کا نام ہے، عربی مترجمین

نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کا ترجمہ ابرار یا مستقیم کے ساتھ کر ڈالا،

گیارہویں مثال؛

کتاب یسعیاہ باب آیت ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں یوں ہے کہ :

”خداوند نے مجھے فرمایا کہ ایک بڑی سختی لے، اور اس پر صاف صاف لکھ مہیر

شالال جاش بز کے لئے“

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء اس کے موافق ہے، لیکن عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یوں

ہے کہ :

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں ”آشر کی کتاب“ کا لفظ ہے،

۲۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجمہ اس کے مطابق ہیں، اردو ترجمہ کے حاشیہ پر اس کا ترجمہ ان الفاظ میں

دیا گیا ہے: ”یعنی جلد لوٹ شتاب غارت کر“ اور کینیڈا لک بائبل عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے موافق ہے،

”اور مجھ سے خدا نے کہا کہ ایک بڑی کتاب لو اور اس میں انسانی تحریر کے طرز

پر یہ لکھو کہ بہت جلد ٹوٹ لو بہت جلد سامان چین لو“

آیت۔ اس کا نام جلد ٹوٹ لو اور بہت جلد ٹوٹ لو رکھنا“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ :

”اور مجھ سے خدا نے کہا کہ ایک صحیح کتاب کو، یعنی ایک جدید اور بڑی کتاب اور

اس میں انسانی تیز تحریر میں لکھو کہ ”مال غنیمت ٹوٹ لو، کیونکہ وہ سونے ہے“

دیکھتے بیٹے کا نام ”ہر لال جاشنز“ تھا، عربی مترجمین نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق

اس کا ترجمہ کر ڈالا، جو موجب اختلاف ہوا، اس اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے

عربی ترجمہ ۱۸۱۶ء کے مترجم نے کچھ الفاظ اپنی جانب سے بڑھا دیے،

پھر بتائیے کہ اس قسم کے مترجمین اگر محمدی بشارتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ناموں میں سے کسی نام میں کمی بیشی کر ڈالیں، تو ان سے ذرا بھی بعید نہیں، کیونکہ وہ

لوگ اس قسم کی حرکات میں اپنی عادت سے مجبور ہیں،

بارہویں مثال؛

انجیل متی باب آیت ۱۳ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء و ۱۸۲۴ء میں یوں ہے کہ :

”چاہو تو مانو، ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے، طے شدہ ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں یہ ہے کہ :

”پھر اگر تم اس کو قبول کرنا چاہو تو وہ یہی ہے جس کا آئٹلے شرہ ہے“

۱۔ موجودہ سب ترجمے اس کے مطابق ہیں،

غور کیجئے اس مترجم نے کس ہوشیاری سے ایلیا کے لفظ کو ہڈ لکے ساتھ تبدیل کر دیا، ایسے لوگ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نام کو بشارت میں بدل دلائیں تو کوئی بھی حیرت کی بات نہ ہوگی،

تیرہویں مثال؛

انجیل یوحنا باب ۱ آیت ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ :-

”جب کہ یسوع کو معلوم ہوا“

اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ:

”جب خداوند کو معلوم ہوا“

ان آخری دونوں مترجموں نے لفظ یسوع کو جو عیسیٰ علیہ السلام کا نام تھا، لفظ خداوند کے ساتھ تبدیل کر دیا جو تعظیمی الفاظ میں سے ہے، پھر اس طرح یہ لوگ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو اپنی ناپاک عادت اور عناد کی وجہ سے تحقیری الفاظ کے ساتھ بدل دیں تو کیا تعجب ہو سکتا ہے؟

یہ شہادتیں صاف طور سے اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ لوگ ناموں اور اسماء کے ترجمہ کرنے اور ان کے بجائے دوسرے الفاظ استعمال کرنے میں کس قدر بیباک ہیں،

۱۔ موجودہ انگریزی اور اردو ترجموں میں ”خداوند“ ہی کا لفظ ہے، مگر کیتھولک بائبل میں اس کی جگہ یسوع لکھا ہے،

اصل الفاظ کی جگہ ان کے ترجمے لکھنے کی مثالیں

پہلی مثال؛

انجیل متی باب ۲۷ میں ہے کہ:

اور (نوبت کے قریب) یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: ایل، ایل، لما
شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اور انجیل مرقس باب ۱۵ میں ہے:

اور (نوبت کے قریب) یسوع... بڑی آواز سے چلایا کہ: الہی الہی لما شبقتنی؟ جس کا
ترجمہ اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اس میں الفاظ ای الہی لما ذاکر کتنی انجیل متی میں اور اسی طرح الفاظ جس کا ترجمہ ہے:
اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ انجیل مرقس میں، یقیناً اس شخص کے نہیں
ہو سکتے جو سولی دیا گیا، بلکہ اس کے کلام میں شامل کئے گئے ہیں،

دوسری مثال؛

انجیل مرقس باب ۱۷ آیت ۱۷ میں ہے کہ:

تجن کا نام بوازر جس یعنی گرج کے بیٹے رکھا۔

اس میں لفظ ”گرج کے بیٹے“ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں، بلکہ الحاقی ہے،

تیسری مثال؛

انجیل مرقس باب ۱۷ آیت ۱۷ میں یوں ہے کہ اس سے کہا:

لے پہاں ہرج وہارد و ترجمہ میں اور مرقس کے آئندہ حوالے میں قوسین کی عبارت کی جگہ ”تیسرے پہاں کا لفظ ہی“

”تمیثاً قومی: جس کا ترجمہ ہے اے لڑکی میں تجھے کہتا ہوں اٹھ“

یہ تفسیر ضرور الحاقی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔

چوتھی مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۳۴ ترجمہ مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور آسمان کی طرف دیکھا اور آہ کی، اور کہا افشا، یعنی کھل جا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں یوں ہے کہ:

”اور آسمان کی طرف دیکھا، اور چلایا اور کہا افاتا، وہ جس کے معنی الفتح کے ہیں۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء میں یہ ہے کہ:

”آسمان کی طرف نظر کر کے ایک آہ بھری، اور اس سے کہا: افح یعنی کھل جا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں یوں ہے کہ:

”آدنگھا اٹھائی آسمان کی جانب، اور ردیا اور اس سے کہا کہ افشا یعنی کھل جا۔“

اس عبارت سے اگرچہ صحیح طور پر عبرانی لفظ کا پتہ نہیں چلتا، کہ وہ افشا ہے یا افاتیا الفتح کیونکہ تراجم مختلف ہیں، اور منشاء اختلاف کا اصل لفظ کا صحیح نہ ہونا ہے، مگر یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی کہ لفظ اسی الفتح یا الذی ہوا الفتح، یہ ضرور الحاقی ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا ہر حال جزو ہرگز نہیں ہے،

یہ چاروں مسیحی اقوال جو مثال اول سے یہاں تک ہم نے نقل کئے ہیں، اس امر

پر بخوبی دلالت کر رہے ہیں کہ مسیح علیہ السلام عبرانی زبان ہی میں کلام کیا کرتے تھے،

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہے،

جوان کی اپنی قومی زبان تھی، نہ کہ یونانی زبان میں، اور یہ چیز تشرین عقل و قیاس بھی ہے، کیونکہ آپ عبرانی ہیں، عبرانیہ کے بیٹے ہیں، پرورش اور نشوونما بھی آپ کی اپنی قوم عبرانیوں میں ہوئی، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان انجیلوں میں ان کے اقوال کو یونانی زبان میں نقل کرنا نقل بالمعنی کے طور پر ہے، اور یہ بات علاوہ اس کے کہ ان کے اقوال آحاد کی روایت سے منقول ہیں ایک امر زائد ہے،

پانچویں مثال؛

انجیل یوحنا باب آیت ۳۸ میں یوں ہے کہ:

”انھوں نے اس سے کہلے رہی: (یعنی اے استاد!)“

اس میں ”یعنی اے استاد“ کے الفاظ یقیناً الحاقی ہیں ان دونوں کلام ہرگز نہیں ہیں،
چھٹی مثال؛

باب مذکور کی آیت ۴۱ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں کہا گیا ہے کہ:
”ہم نے مسیح کو جس کے معنی مسیح ہیں پایا۔“

اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ: ”ہم نے مسیح کو جس کا ترجمہ کر سٹوس ہے پایا۔“
اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۴ء فارسی ترجمہ کے مطابق ہے، لہذا دونوں ترجموں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو لفظ اندراوس نے کہا تھا وہی ہے، اور مسیح اس کا ترجمہ ہے، اس کے برعکس فارسی اور اردو ترجموں کی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصل لفظ مسیح ہی اور کہ سٹوس اس کا ترجمہ ہے اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ خریستس ہے، اور مسیح اس کا

۱۷ ”مسیح را کہ ترجمہ ای کر سٹوس می باشد یافتیم۔“

۱۸ موجودہ اردو ترجمہ میں اس کے برعکس عبارت یہ ہے: ”ہم کو خریستس یعنی مسیح مل گیا۔“

ترجمہ ہے، غرض اُن کے کلام سے یہ چیز نہیں معلوم ہوتی کہ اصل لفظ کونسا ہے، اسی ہی،
یا سح یا خر سس، ان الفاظ کے معنی خواہ ایک ہی ہوں، مگر بلاشبہ اندرا س نے جو
کہا ہے، وہ بھی یقیناً تینوں میں سے ایک ہے،

اصول تو یہی ہے کہ جب کوئی لفظ مع اپنی تفسیر کے ذکر کیا جائے، تو ضروری
ہے کہ پہلے اصل لفظ کو ذکر کیا جائے، پھر اس کی تفسیر، لیکن ہم اس سے قطع نظر
کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر مشکوک کوئی سی بھی ہو، بہر حال وہ الحاقی ہی، اندراوس
کے کلام کا جزو نہیں ہے،

ساتویں مثال؛

انجیل یوحنا باب آیت ۴۲ میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول پطرس حواری کے حق
میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے کہ :

”تجھ کو پطرس کے نام سے پکارا جائے، جس کے معنی پتھر ہیں“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ :

”تیرا نام صفا رکھا جائے گا جس کی تفسیر پطرس ہے“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں ہے کہ :

”تجھ کو کیفاس کے نام سے جس کا ترجمہ پتھر ہے لوگ پکاریں گے“

اللہ پتھر برسائے ان کی تختیں اور تیج پر کہ اُن کے کلام سے یہ بات صاف نہیں ہوتی
... کہ اصل لفظ کیا ہے؟ اور تفسیر کیا؟ مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ ان تینوں کے برخلاف یوں ہے: ”تو کیفا یعنی پطرس... کہلائے گا“

یہ تفسیر ہر صورت علی علیہ السلام کا کلام نہیں ہے، بلکہ الحاقی ہے، اور جب کہ ان کی تحقیق اور ترجموں کا حال اپنے معبود .. اور اس کے خلیفہ کے لقب میں یہ ہے، پھر کیونکر ان سے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ محمد یا احمد کے لفظ یا آپ کے کسی لقب کو صحیح سالم باقی رکھیں گے؟
آٹھویں مثال؛

انجیل یوحنا باب آیت ۲ میں ایک حوض کا تذکرہ کرتے ہوئے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں ہے کہ:

”عبرانی میں بیت صیدا نام ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں یوں ہے:

”عبرانی میں بیت حسدا کہلاتا ہے“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۰ء میں یہ ہے کہ:

”عبرانی زبان میں بیت حسدا کہا جاتا ہے، یعنی رحمت کا گھر“

دیکھئے الفاظ صیدا و حسدا و حسدا میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اگرچہ اس کا منشا عیسائیوں کی آسمانی کتابوں میں تصحیح کرنا ہے، مگر ہم اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخری مترجم نے اپنی جانب سے اس کلام میں تفسیر کا اضافہ کر دیا، جو ان کے نزدیک اللہ کا کلام ہے، اب اگر یہ لوگ محمدی بشارتوں میں بھی تفسیر کے طور پر کوئی چیز بڑھادیں تو ان سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

نویں مثال؛

کتاب الاعمال باب نمبر ۹ آیت نمبر ۲۶ میں یوں ہے کہ:

”اور یا فائیں ایک شاگرد تبتیانام جس کا ترجمہ ہرتی ہے“

دسویں مثال؛

کتاب الاعمال باب ۱۳، آیت ۸ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں ہے کہ:

”مگر ایسا س جادو کرنے رکھو کہ اس کے نام کا ترجمہ ہے، اُن کی مخالفت کی“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں ہے کہ:-

”پھر ان دونوں کا مقابلہ علیم جادو کرنے کیا، کیونکہ اس کے نام کا ترجمہ اسی طرح ہے“

اور اردو کے بعض ترجموں میں الماس یا الماء پایا جاتا ہے، ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس کے نام کا ترجمہ محض الحاتی ہے،

گیارہویں مثال؛

ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء اور ۱۸۴۳ء کے مطابق کرسٹینوں کے نام پہلے خط کے

اخیر میں ہے:

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا ملعون ہو، مارنا تا“

۱۵ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۳ء کے مطابق یہاں ملعون کے بجائے محروم کا لفظ ہے ۱۲ از مصنف

۱۵ ”مارنا تا“ (یونانی اور لاطینی زبان میں اس لفظ کا

ترجمہ ہے ”خدا آنے والا ہے“ آوازے ناکس لکھا ہے کہ یہ جملہ پہلے زمانے کے عیسائیوں میں ایک نعرہ کے

طور پر استعمال ہوتا تھا، اور اکثر بیشتر ایک دوسرے سے ملنے کے وقت یہ نعرہ بولا کرتے تھے، چنانچہ

فلپیوں ۴: ۵ اور یعقوب ۸: ۵ میں بھی یہ جملہ استعمال ہوا ہے، (دیکھئے تفسیر عبدنامہ جدید از ناکس)

ص ۳، ۱، جلد ۲، گویا یہ جملہ ایسا ہی تھا جیسے ”مسلمان“۔ ”بحان اللہ“ وغیرہ استعمال کرتے ہیں،

(باقی آئندہ صفحہ پر)

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں ہے :

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا وہ انا تھما ہو، مارنا تھما“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں ہے :

”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا وہ مجرم ہو، مارنا تھما، یعنی خداوند آگیا“

اصل لفظ کی صحت سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آخری مترجم نے اپنی طرف سے تفسیر کا اضافہ کر دیا اور کہا ”یعنی خداوند آگیا“

مذکورہ بالا تمام شواہد تفسیر کے تھے، لہذا ہمارے گزشتہ بیان سے ثابت ہو گیا کہ اعلام و اسماء اور ناموں کا ترجمہ کر دینا یا ان کو دوسرے الفاظ میں تبدیل کر دینا یا اپنی جانب سے تفسیروں کا الحاق، یہ ان کے اگلوں پچھلوں سب کی جلی خصلت ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں کہ ایسے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے کسی نام کا ترجمہ کر ڈالیں، یا کسی دوسرے لفظ سے بدل دیں، یا تفسیر کے طور پر بڑھادیں، یا بغیر تفسیری کوئی چیز ایسی بڑھادیں جس کی موجودگی میں بظاہر استدلال کرنے میں خلل اور کھنڈت پڑ جائے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چنانچہ بعض مترجمین نے تو اس جملے کو جوں کا توں رکھ دیا، اور بعض نے اس کا ترجمہ کر ڈالا،
 ۱۷ ”انا تھما“ (یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ”ملعون“ اور ”مستحق عذاب“ کے آتے ہیں، (آکسفورڈ بائبل کننگارڈنس ص ۱۱) یہاں مترجم نے یہ لفظ جوں کا توں رکھ دیا ہے، اور دوسروں نے اس کا ترجمہ کیا ہے،

۱۸ قدیم انگریزی ترجمہ اسی کے مطابق ہے،

۱۹ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ان تینوں کے برخلاف یوں ہے: ”جو کوئی خداوند کو عزیز نہیں رکھتا ملعون ہو۔ ہمارا خداوند آنے والا ہے“ (۱۔ کرنتھیوں ۱۶: ۲۲)

اور ظاہر بات ہو کہ یہ تحریف و ترمیم کا اہتمام عیسائیوں نے جس قدر مسلمانوں کے خلاف کیا ہے وہ خود اپنے مخالف فرقوں کے خلاف تحریف کے اہتمام سے کہیں زیادہ ہے، اور آپ دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے مخالف فرقوں کے مقابلہ میں کتب مقدسہ کی تحریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، چنانچہ مورن کہتا ہے:-

”یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ بعض جانی بوجھی تحریفات کا ارتکاب ان لوگوں نے کیا ہے جو بائبل دینت اور دیندار کہلاتے ہیں، پھر ان کے بعد یہ تحریضیں اس لئے قبول کر لی گئیں تاکہ ان کے ذریعہ کسی مسلم اور مقبول عام مسئلہ کی تائید کی جاسکے یا اس پر واقع ہونے والا کوئی اعتراض دور کیا جاسکے، مثلاً انجیل لوقا کے باب ۲۲ کی آیت ۴۳ قصداً حذف کر دی گئی، کیونکہ بعض رنداروں کو خیال ہوا کہ فرشتہ کا

لے یعنی یہ بات ثابت ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنے بعض فرقوں کا رد کرنے کے لئے بائبل میں تحریضیں کی ہیں تو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تو اس قسم کی تحریضیں یقیناً زیادہ کی گئی ہوں گی،

۵۲ دیکھئے صفحہ ۵۴، جلد دوم

۵۳ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ گرفتار ہونے سے ایک رات پہلے نہایت پریشانی کے عالم میں جبل زیتون پر تشریف لے گئے، اور چونکہ آپ پریشان تھے، اس لئے ایک فرشتہ آپ کو تعویذ اور تسلی دیتا تھا، عیسائیوں کے جو فرقے حضرت مسیحؑ کو خدا نہیں مانتے تھے، وہ اس آیت استدلال کر کے یہ کہتے تھے کہ اگر مسیحؑ علیہ السلام خدا ہوتے تو نہ آپ پریشان ہوتے اور نہ کوئی فرشتہ آپ کو تسلی دیتا، اس کے برخلاف جو فرقے حضرت مسیحؑ کو خدا مانتے تھے انھوں نے اس دلیل کا کوئی جواب نہ دیا، اگر اس آیت کو دوسرے سے حذف ہی کر دیا، اور عرصہ دراز تک یہ آیت بائبل کے نسخوں سے خارج رہی، بعد میں اسے پھر داخل کر لیا گیا، اپنے باطل نظریات کو منوانے کے لئے اس آیت کے ساتھ جو کھیل کھیلا گیا اس کی داستان متاخرین میں سے بائبل کے مفسر آراءے ناگس نے خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ ہم یہاں اس کے الفاظ جوں کے توں نقل کر رہے ہیں:

(باقی صفحہ آئندہ)

خدا کو تقویت دینا خدا کی خدائی کے منافی ہے، اسی طرح انجیل میں باب اول آیت ۱۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

"On the genuineness of these two verses our authorities are much divided; before the end of the fourth century, on the testimony of St. Hilary and St. Jerome, there were manuscripts in circulation which omitted them. *The probability is that they were omitted in some early copies as being of doubtful theological tendency*; the idea that our Lord could show weakness to such an extreme degree, or need the consolation of an angel *seemed to play into the hands of these heretics who denied His Divinity*. In such cases an omission is always more likely than an insertion. It is difficult to imagine an orthodox copyist having....the skill to write it exactly in the style and vocabulary of Luke." (Italics mine) - (commentary P. 187 V. I)

یعنی ان دو آیتوں کی اصلیت کے بارے میں ہمارے مستند ماخذ میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، سینٹ ہیری اور سینٹ جیروم کی شہادت کے مطابق چوتھی صدی کے خاتمے سے پہلے بائبل کے ایسے نسخے رائج تھے جن میں یہ آیتیں حذف کر دی گئی تھیں، یہ بات قرین قیاس ہے کہ انھیں اس لئے حذف کیا گیا ہوگا، کہ یہ دو آیتیں کچھ مشرک قسم کا مذہبی رجحان رکھتی ہیں، یہ خیال کہ ہمارا خداوند اس قدر انتہائی درجہ کی کمزوری دکھا سکتا ہے، یا اسے کسی فرشتہ کی تسلی کی ضرورت ہو سکتی ہے، اس نظریے کے بارے میں یہ سمجھا گیا کہ یہ ان بدعتی مسروقوں کے ہاتھوں پڑ سکتا ہے، جو ہمارے خداوند کی خدائی کے منکر ہیں، اور اس قسم کی صورتوں میں کسی آیت کا حذف کر دینا زیادہ آسان ہوتا ہے، بہ نسبت اس کے کہ کوئی آیت بڑھائی جائے، اس لئے کہ یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ ایک پرانے زمانے کا کاتب اتنی مہارت رکھتا ہوگا کہ وہ لوقا کی زبان اور اس کے اسلوب تحریر میں کچھ لکھ سکے، (تفسیر عہد نامہ جدید، ص ۱۸۷ ج ۱)

سے ۳۰ ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے "کالفظ حذف کر دیا گیا، نیز اس باب کی آیت
 ۲۵ سے "پہلا بیٹا" کالفظ مٹا دیا گیا، تاکہ مریم کی راجی بکارت پر کوئی حرف نہ آوے
 اور کرختیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۵ آیت ۵ میں "بارہ" کے بجائے "گیارہ"
 کالفظ لکھ دیا گیا، تاکہ پولس پر جھوٹ کا الزام نہ لگ سکے، کیونکہ یہود اہل کربوتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیکھئے! اس عبارت میں یہ مفتر جو اکثر مقامات پر بائبل کی غلطیوں کی تاویل میں
 ایڑی چوٹی کا زور لگا یا کرتا ہے، یہاں واضح الفاظ میں اس بات کا اعتراف کر رہا ہے، کہ محض اپنے نظریہ
 کو ایک مخالف فرقے کے اعتراض سے بچانے کے لئے اس عبارت کو بائبل سے حذف کر دیا گیا۔
 اس کے ساتھ ہی آخری جملوں میں اس نے وضاحت کے ساتھ یہ بات بھی بتلا دی کہ اگر تحریف
 کرنے والے کا تبکے لئے ممکن ہوتا تو وہ یہاں اپنی طرف سے کوئی جملہ بڑھانے میں بھی دریغ نہ کرتا،
 لیکن مشکل پیش آگئی کہ اس بچاؤ میں اتنی صلاحیت نہ تھی کہ وہ لوقا جیسی زبان اور اس کا جیسا
 اسلوب تحریر اختیار کر سکتا، اس لئے اس نے کوئی عبارت بڑھانے کے بجائے اس آیت کو
 حذف کر دینے ہی میں عافیت سمجھی، اب خدا را غور فرمائیے کہ جس کتاب کے ساتھ
 اس قسم کی ستم ظریفیاں محض فرقہ وارانہ اختلافات میں اپنی رائے منوانے کے لئے رد رکھی گئی ہوں
 اس میں ایک غیر مذہب کے دلائل کو توڑنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا؟ اور کیا ایسی کتاب پر
 دین و مذہب جیسے اہم معاملے میں کوئی اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

(حاشیہ صفحہ ۱۵) اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یوسف نجار نے جب حضرت مریم کو حاملہ پایا تو انہیں اپنے
 گھر لے آئے اور "اس کو نہ جانا جب تک اس کے (پہلا) بیٹا نہ ہوا" اس عبارت میں "پہلا" کالفظ یہ
 بتلا رہا ہے کہ حضرت مریم سے حضرت یسوع کے بعد دوسرے بیٹے بھی ہوئے ہیں، لہذا اس سے اس
 عیسائی نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ حضرت مریم ہمیشہ باکرہ رہی ہیں، اور حضرت عیسیٰ کے بعد بھی ان سے
 کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس لئے اس عبارت میں سے "پہلا" کالفظ سرے سے اڑا دیا گیا، چنانچہ مروجہ
 اردو ترجمہ میں یہ لفظ نہیں ہے، جب کہ انگریزی ترجمہ میں اب تک firstborn کالفظ مروجہ
 ہے، (دیکھئے کنگ جیس درژن مطبوعہ ۱۹۵۸ء)

پہلے مرجھا تھا، اسی طرح انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۲۲ میں بعض الفاظ چھوڑ دیئے گئے،
اور یہ الفاظ بعض مرشدین نے بھی اس خیال سے چھوڑ دیئے کہ ان سے فرقہ ایرین
کی تائید ہوگی، نیز انجیل لوقا باب اول آیت ۳۵ کی سریانی، فارسی، عبرانی اور ایٹھوپیائی غیر ترجموں
میں اور بہت مرشدوں کی عبارتوں میں بعض الفاظ بڑھادیئے گئے، تاکہ فرقہ یوٹی کینس کا مقابلہ
کیا جاسکے جو حضرت عیسیٰؑ میں دو صفتیں ماننے سے کرتا تھا ۱۱

غور فرمائیے کہ جب ہندو طبقوں کی یہ کیفیت ہر تو بیدینیوں کا کیا حال ہوگا؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ
تحریف قصدی خواہ تبدیل کی صورت میں ہو یا کسی زیادتی کی شکل میں، یہ تو تمام عیسائیوں کی عام
ثانیہ ہی، اس لئے بعض وہ پیشینگوئیاں اور خبریں جو متقدمین علمائے اسلام نے جیسے امام قرطبیؒ

۱۱ اس عبارت میں پولس حضرت مسیحؑ کے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:
آس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا ۱۱ (۱۔ کر ۱۵: ۵) یعنی بارہ حواریوں کو نظر آئے، حالانکہ اس وقت بارہ میں
سے ایک یعنی بہوداہ اسکر یوٹی مرجھا تھا (دیکھئے متی ۵: ۲) چنانکہ اس سے لازم آتا تھا کہ پولس نے ایک
غلط بات کہی، اس لئے یہاں بارہ کے بجائے گیارہ کا لفظ لکھ دیا گیا چنانچہ کیتھولک بائبل میں یہاں
eleven یعنی گیارہ کا لفظ لکھا ہوا ہے، اگرچہ باقی تمام ترجموں میں لفظ بارہ اب تک
موجود ہے،

۱۲ اس آیت میں حضرت مسیحؑ کا قیامت کے بارے میں یہ ارشاد مذکور ہے کہ: "آس گھڑی کی بابت کوئی
نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا، مگر باپ" اس سے لازم آتا ہے کہ بیٹا باپ کی طرح خدا نہ ہو،
چنانچہ فرقہ ایرین حضرت مسیحؑ کے خدا نہ ہونے پر اس سے استدلال کرتا تھا، اس لئے بعض لوگوں نے یہاں
نہ بیٹا کے لفظ کو اڑا دیا، تاکہ یہ اعتراض نہ ہو سکے، ————— بلکہ بعض عیسائی علماء کا کہنا تو یہ ہے کہ
یہ لفظ متی ۳۰: ۲۵ میں بھی موجود تھا، اور کسی نے وہاں کبھی اسے اسی وجہ سے حذف کر دیا (دیکھئے تفسیر
محمد نامہ جدید از ناکس ص ۱۰۵ جلد ۱)

۱۳ دیکھئے تفسیر محمد نامہ جدید از ناکس ص ۱۲۰ جلد اول

وغیرہ، بیان کئے ہیں مگر وہ ان کے بعض الفاظ مشہور زمانہ تراجم کے موافق نہیں ہیں، اس کی بڑی وجہ غالباً یہی تحریف و تغیر ہے، کیونکہ ان علماء اسلام نے وہ باتیں عربی ترجمہ سے نقل کی ہیں جو ان کے عہد میں رائج تھا، اور بعد میں اس ترجمہ میں حذف و اضافہ تغیر و تبدل کر دیا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب ترجموں کا باہمی اختلاف بھی ہو لیکن پہلی وجہ قرین صواب ہے، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تحریف کی مذموم عادت ان کے تراجم اور رسالوں میں آج بھی جاری ہے، میزان الحق کو یہی ملاحظہ کر لیجئے کہ اس کے تین نسخے ہیں، پہلا نسخہ قدیم ہے، جس کا رد صاحب تفسیر نے لکھا، جب اس کا علم مصنف میزان الحق کو ہوا تو اس نے فوراً قدیم نسخہ کی اصلاح کر لی، اور بعض مقامات پر اضافہ اور بعض میں کچھ حذف، اور کہیں پر تبدیلی کا عمل کیا، پھر یہ اصلاح شدہ نسخہ طبع ہو گیا، جس میں استفسار کا جواب بھی شامل ہے، اس دوسرے نسخہ کا ہم نے معدل اعوجاج میزان کے نام سے رد لکھا، اور اس میں ان تمام مقامات کی ہم نے نشان دہی کی جہاں جدید نسخہ قدیم نسخہ کے خلاف تھا، اگرچہ میری یہ کتاب بعض موانع کی وجہ سے ہندوستان میں ابھی تک طبع نہ ہو سکی، مگر ایک دوست نے حل الاشکال کا رد استیشار کے نام سے لکھا ہے، جو نہ صرف شائع ہو چکا ہے بلکہ ہندوستان میں اس نے کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کی، مزہ کی بات یہ ہے کہ جہن وقت رد چھپا اور شائع ہو کر جگہ جگہ مشہور ہو رہا تھا، اس وقت مصنف میزان الحق خود ہندوستان میں موجود تھے،

اس کی طباعت کو بھی دنل سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے، لیکن آج تک مؤلف میزان الحق کو اس کے جواب میں ایک حرف لکھنے کی جرأت نہیں ہو سکی، مجھ کو بعض معتبر لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ مؤلف میزان الحق

نے تیسری مرتبہ اپنی کتاب میں اصلاح کر ڈالی، اور ترکی میں اس کو طبع کرایا،

اس تیسرے نسخہ میں مصنف نے جہاں جہاں تغیر ضروری تھا اصلاح جیسے باب اول کی دوسری فصل کی ابتداء میں، اسی طرح دوسرے مقامات پر، اب جس شخص نے محض استفسار کا مطالعہ کیا ہو اور میزان الحق کا قدیم نسخہ اس کی نظر سے نہ گذرا ہو، بلکہ صرف دوسرا یا تیسرا نسخہ اس کے پیش نظر ہو، اور وہ مصنف استفسار کے بیان کردہ نقل کی تصحیح جو میزان الحق کے کلام سے متعلق ہے ان دونوں نسخوں سے کرنا چاہے تو بعض مقامات پر وہ اس نقل کو ان دونوں نسخوں کے مطابق نہیں پائے گا،

اسی طرح اگر کوئی محض اعوجاج میزان کو دیکھے، اور اتفاق سے اس کی نظر سے میزان کا پہلا اور دوسرا نسخہ نہ گذرا ہو، بلکہ اس نے صرف تیسرا نسخہ مطبوعہ ترکیہ مطالعہ کیا ہو، اور وہ اس نقل کی تصحیح مطبوعہ ترکیہ سے کرنا چاہے، تو یقیناً بعض جگہوں پر نقل کو اس نسخہ کے مطابق نہ پائے گا، اب اگر اس کو عیسائیوں کی اس عادت کا علم نہیں ہو کہ وہ اصل میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں، تو وہ ضرور گمان کرے گا کہ رد کرنے والے ناقل نے نقل کرنے میں غلطی کی ہے، حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ یہ نتیجہ ہے اس شخص کی تحریف و تغیر کا جس کے کلام کا رد کیا گیا ہو اور رد کرنے والا ناقل اپنی نقل میں سچا ہے، غرض کہنا یہ ہے کہ یہ تحریف اور تغیر و تبدل

کا سلسلہ اُن کے ترجموں اور کتابوں رسالوں میں آج تک چلا آ رہا ہے،

پولس ہمارے نزدیک معتبر شخص نہیں | آٹھویں بات یہ ہے کہ پولس عیسائیوں کے
آٹھویں بات | نزدیک خواری کے رتبہ اور درجہ کا شخص ہے

مگر ہمارے نزدیک نہ تو وہ مقبول ہے نہ ہم اس کو سچا عیسائی مان سکتے ہیں، اس کے برعکس وہ ہمارے خیال میں پکا منافق، اعلیٰ درجہ کا جھوٹا، اور جھوٹ کی تعلیم و تلقین کرنے والا اور اُن فریب کاروں اور غداروں میں سے ہے جو مسیح کے عروج آسمانی کے بعد بڑی کثرت سے برساتی کیڑوں کی طرح نمایاں ہو گئے تھے، جیسا کہ نمبر ۷ کے ذیل میں معلوم ہو چکا، یہی وہ شخص ہے جس نے مسیحی مذہب کا بیڑا غرق کیا، اور اس کے ملنے والوں کے لئے حرام چیزوں کو حلال بنا ڈالا،

یہ شخص شروع شروع میں ادل طبقہ کے عیسائیوں کو کھلم کھلا اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتا رہا، مگر جب اس نے محسوس کیا کہ علانیہ ایذا رسانی سے اپنی توقع کے مطابق خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ سکے گا تو وہ منافقانہ طور پر اس مذہب میں داخل ہو گیا، اور مسیح کے نائب اور رسول ہونے کا مدعی بن گیا، ساتھ ہی زہد و اتقار کی کافی سناس کی، غرض اس پردہ میں اس نے وہ کچھ کیا جو ردش ہے، عیسائیوں میں یہ شخص اپنے ظاہری زہد و اتقار کی وجہ سے مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، نیز اس سبب سے بھی کہ اس نے عیسائیوں کو تمام تکالیف شرعیہ سے بے نیاز اور سبکدوش کر دیا تھا، جس طرح قرن ثانی کے بہت سے عیسائیوں میں "منتش" نامی شخص نے اپنے زاہد و ریاضت گزار ہونے کی وجہ سے قبولیت حاصل کر لی تھی، اور پھر دعویٰ کر بیٹھا کہ میں ہی "نارقلیط موعود" ہوں، عیسائیوں نے اس کے زہد و ریاضت

۱۵ یعنی شریعت کے تمام احکام منسوخ کر دیئے تھے، (دیکھئے کتاب اعمال ۱۵: ۲۸، ۲۹)

کی بناء پر سچا مان لیا، جیسا کہ بشارت نمبر ۱۸ میں آنے والا ہے،
محققین علماء اسلام نے اگلے ہوں یا پچھلے غرض سب ہی نے اس کو رد کیا ہے،
امام فتویٰ رحمہ اللہ اپنی کتاب میں سلسلہ صوم کی بحث میں بعض پادریوں کو جواب
دیتے ہوئے اس پولس کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی پولس ہی وہ ذات شریف ہے جس نے تمھارے دین کو برّا
اور تمھاری عقلوں کو اندھا کر دیا، یہی وہ شخص ہے جس نے صحیح دین سچی کو بدل ڈالا،
جس کے حق میں نہ تم نے کوئی خبر سنی ہے اور نہ کوئی نشان ملتا ہے، اس شخص نے
تم کو تمھارے قبلہ سے منحرف کیا، اور ہر وہ چیز جو مذہب میں حرام تھی اس کو جلال
کر ڈالا، اس لئے اس کے احکام تمھارے یہاں بے شمار رائج ہو گئے۔

اسی طرح مصنف تجلیل من حرف الانجیل نے اپنی کتاب کے باب ۱ میں عیسائیوں کے
عیوب بیان کرتے ہوئے اس پولس کے حق میں یوں فرمایا ہے:

”اس پولس نے بڑی لطیف تدبیر اور مکاری سے عیسائیوں کے دین کو ملیا میٹ کر ڈالا
کیونکہ اس نے دیکھا کہ عیسائیوں کی عقلیں اس قدر مسخ ہو چکی ہیں کہ جوابات بھی اُن کے
سامنے پیش کی جائے وہ بڑی آسانی سے اس کو قبول کر لیتے ہیں، اس غیبت نے
توریت کے تمام آثار و نشانات کو مٹا دیا۔“

ہمارے دوسرے علماء بھی یہی فرماتے ہیں، ان حالات میں ہمارے نزدیک اسکی
بات قطعی مردود اور ناقابل قبول ہے، اور اس کے خطوط جو عہد جدید میں موجود ہیں سب
سب واجب الرد ہیں، ہم اس کی بات پھوٹی کوڑھی غرض بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں
اس لئے ہم اس مسلک میں اس کی کوئی بات نقل نہیں کریں گے، نہ اس کا کوئی قول

ہمارے مقابلہ میں حجت ہو سکتا ہے،

اب جب آپ مذکورہ بالا آٹھ باتوں کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں، تو یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واقع ہوئی ہیں، ان میں سے بیشتر آج تک باوجودیکہ ان کتابوں میں بے شمار تحریف ہو چکی ہو موجود ہیں، اور جس شخص کو جانے والے پیغمبر کی پیشینگوئی اور بشارت کا طریقہ آنے والے پیغمبر کی نسبت معلوم ہو چکا ہے، پھر یہ شخص انصاف کی نگاہ سے ان بشارتوں کو دیکھے، اوطان کا مقابلہ ان بشارتوں سے کرے جن کو انجیل والوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نقل کیا ہے، اور جن میں سے کچھ نمبر میں آپ کو معلوم ہو چکی ہیں، وہ ضروریہ اعتراف اور یقین کرنے پر مجبور ہو گا کہ محمدی بشارتیں بہت قوی اور مضبوط ہیں، ہم اس مسلک میں علماء پر ڈسٹنٹ کی معتبر کتابوں سے صرت ۸ بشارتیں ذکر کرتے ہیں۔

حضور کی تشریف آوری کی پہلی پیشینگوئی

کتاب استنار باب ۸ آیت ۷ میں ہے :-

”اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں اُن کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا، اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ مئے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے، اور اگر تو

اپنے دل میں کہے کہ جبات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان
یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے، اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا
جدانہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بکر
کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔ (آیات ۱، ۲ تا ۲۲)

یہ بشارت نہ یوشع کی بشارت ہے جیسا کہ آجکل کے علماء یہود کا خیال ہے، اور نہ
عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے جیسا کہ علماء پرولٹنٹ کا دعویٰ ہے، بلکہ یہ دس وجوہ
کی بناء پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے،

پہلی دلیل؛

ناظرین کو نمبر ۱ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے
ہمعصر تھے، وہ ایک دوسرے نبی کے منتظر تھے جس کی اس باب میں بشارت دی گئی
تھی، ان کے نزدیک یہ شخص جس کی بشارت دی گئی عیسیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا ہی تھا، لہذا
یہ نبی جس کی بشارت دی گئی تھی یوشع ہو سکتے ہیں، اور نہ عیسیٰ ہو سکتے ہیں،

دوسری دلیل؛

اس بشارت میں لفظ "تیری مانند" واقع ہوا ہے، اور یوشع اور عیسیٰ علیہ السلام پر
یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام جیسے ہوں، اول تو اس لئے کہ یہ دونوں

۱۔ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۳۲۱ ج ۱، اور اس کا حاشیہ۔

۲۔ مشرین بائبل متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ علماء یہود نزول مسیح کے وقت حضرت مسیح کے
علاوہ جس نبی کے منتظر تھے وہ وہی نبی تھا جس کی بشارت استثناء ۱۱۸ میں دی گئی ہے، مثلاً
دیکھئے، ناکس کی تفسیر ص ۹۹، جلد اول۔

بزرگ اسرائیلی ہیں، اور یہ بات غیر ممکن ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰؑ جیسا کوئی دوسرا پیدا ہو سکے جیسا کہ سفر ہستتنا، باب ۳۲ کی مندرجہ ذیل آیت ۱۰ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ:

”بنی اسرائیل میں کوئی بنی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے رو بردہا میں کہیں، نہیں اٹھا۔“

اب اگر کوئی شخص موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں ان جیسا پیدا ہو جائے تو اس قول کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا،

دوسرے اس لئے کہ موسیٰؑ اور یوشعؑ میں کوئی بھی مماثلت موجود نہیں ہے، کیوں کہ موسیٰؑ علیہ السلام صاحب کتاب اور ایسی نئی شریعت رکھتے ہیں جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہے، اس کے برعکس یوشعؑ ایسے نہیں ہیں، بلکہ موسیٰؑ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے،

اسی طرح موسیٰؑ علیہ السلام اور عیسیٰؑ علیہ السلام کے درمیان کامل طور پر مماثلت نہیں پائی جاتی، کیونکہ عیسیٰؑ عیسائی نظریہ کے مطابق خدا اور رب ہیں، اور موسیٰؑ ان کے محض ایک بندے ہیں، اسی طرح عیسائی مسلک کے مطابق عیسیٰؑ مخلوق کی شفاعت کی بناء پر ملعون ہو چکے ہیں جیسا کہ پولس نے گلیٹیوں کے نام خط کے باب نمبر میں تصریح کی ہے، اور موسیٰؑ ملعون نہیں ہوئے، اسی طرح عیسیٰؑ علیہ السلام اپنے مرنے کے بعد جہنم میں داخل ہوئے، جیسا کہ عیسائیوں کے عقائد میں اس کی تصریح ہے، بخلاف موسیٰؑ علیہ السلام کے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہے، اسی طرح مسیحؑ کو عیسائی خیال کے مطابق سولی دی گئی تھی، تاکہ وہ اپنی امت کے لئے کفارہ بن جائیں، اور موسیٰؑ علیہ السلام کو اپنی امت کے کفارہ کے مور پر سولی

لے ”مسیح جہنم کے لئے لعنت بنا، اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت چھڑایا“ (گلیٹیوں ۳: ۱۳)

۱۵ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۳۹۰ جلد دوم .

نہیں دی گئی، نیز موسیٰ علیہ السلام کی شریعت حدود و تعزیرات اور غسل و طہارت کے احکام نیز کھانی اور پنی جلنے والی حریم چیزوں پر مشتمل ہے، اس کے برعکس عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت اس قسم کے احکام سے خالی ہے جس کی شہاد موجودہ مروجہ تہذیبیں دے رہی ہیں، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں رئیس اور مطاع تھوئے احکام اپنی قوم اور ملت پر پوری قوت سے جاری کرتے تھے، اس کے برعکس عیسیٰ علیہ السلام میں وہ صفت موجود نہیں ہے تیسری دلیل؛

اس بشارت میں لفظ "ابنی" کے بھائیوں میں سے "واقع ہوا ہے، بلاشبہ اُس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے بارہ خاندان حاضر اور موجود تھے، اب اگر اس بشارت کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیلی ہوگا تو پھر یہ کہنا مناسب تھا کہ "ان ہی میں سے" نہ یہ کہ "ان کے بھائیوں میں سے" اس لفظ کا حقیقی استعمال یہی ہو سکتا ہے کہ اس بشارت والے نبی کا کوئی تعلق اور رشتہ صلیبی یا بطنی بنی اسرائیل کے ساتھ نہ ہو، چنانچہ حضرت ہاجرہؑ کے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بارے میں جو وعدہ کیا گیا تھا اس میں یہ لفظ اپنے اسی حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے، کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۲ میں ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے مطابق اس طرح ہے:

"اور اپنے سب بھائیوں کے سامنے (مضارب) نصب کرے گا۔"

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں ہے:

"وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بے سارہے گا۔"

۱۵ کیونکہ ان کے چند متبعین کے سوا دوسرے لوگ اُن کی اطاعت نہیں کرتے تھے،
 ۱۶ یہ لفظ انجاء الحق میں اسی طرح نقل کیا گیا ہے: "قبالة جميع اخوته ينصب المضارب"
 مگر ہم اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے، مروجہ اردو ترجمہ نیا ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء کے مطابق ہے ۱۲ اتنی

اسی طرح حضرت اسماعیل ہی کے حق میں کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۸ میں ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے مطابق اس طرح ہے :

”وہ اپنے سب بھائیوں کے آخر میں رہا۔“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء میں ہے :

”یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بے شک تھے۔“

یہاں بھائیوں سے مراد عیسو اور احق علیہ السلام کی نسل کے لوگ ہیں جو ابراہیم کے بیٹے تھے، اور کتاب گنتی باب ۱۲ آیت ۱۷ میں ہے :

”اور موسیٰ نے قادس سے دوم کے بادشاہ کے پاس ایلیچی روانہ کئے، اور کہلا بھیجا

کہ تیرا بھائی اسرائیل یہ عرض کرتا ہے کہ تو ہماری سب مصیبتوں سے جو ہم پر آئیں

واقف ہے۔“

اور کتاب استثنا باب ۲ آیت ۲ میں ہے :

”تب خداوند نے مجھ سے کہا کہ تم اس پہاڑ کے باہر باہر بہت چل چکے، شمال کی

طرت مڑ جاؤ، اور تو ان لوگوں کو تاکید کرنے کہ تم کو بنی عیسو تمھارے بھائی جو شجر

میں رہتے ہیں ان کی سرحد کے پاس سے ہو کر جانا ہے۔“

اس مقام پر بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنو عیسو ہیں، یہ صحیح ہے کہ لفظ ”بنی اسرائیل“

کے بھائیوں ”خود بعض بنی اسرائیل کے لئے قومیت کے بعض مقامات پر استعمال کیا گیا

ہے، مگر یہ استعمال مجازی ہے، اور حقیقی استعمال کو ترک کر کے مجازی استعمال اس وقت

۱۵ یہ موجودہ اردو ترجمے کی بھی عبارت ہی جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۱ء کے مطابق ہے،

تک خست یار کرنا جائز نہیں جب تک معنی حقیقی پر محمول ہونے کے لئے کوئی قومی مانع موجود نہ ہو، اور یوشعؑ اور عیسیٰؑ دونوں اسرائیل ہیں، اس لئے یہ بشارت اُن پر ہرگز صادق نہیں آسکتی،

چوتھی دلیل؛

اس بشارت میں لفظ ”برپا کر دوں گا“ پایا جا رہا ہے، یوشع علیہ السلام اُس وقت موسیٰؑ کے پاس موجود ہیں، بنی اسرائیل میں داخل ہیں، اور اسی زمانے میں بنی بھی تھے، ان پر یہ لفظ کیونکر صادق آسکتا ہے؟

پانچویں دلیل؛

اس بشارت میں لفظ ”اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا“ پایا جاتا ہے، یہ اُس چیز کی جانب اشارہ ہے کہ اُس نبی پر کتاب نازل ہوگی، اور یہ کہ وہ اُمّی ہوگا، اور کلام کو محفوظ کرے گا، یہ چیز یوشعؑ پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اُن میں دونوں باتیں موجود نہیں ہیں،

چھٹی دلیل؛

اس بشارت میں ایک جملہ یہ ہے: ”اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ تو میں اُن کا (انتقام) اس سے لوں گا“ اور اس جملہ کا مقصد اس نبی کی عظمت ظاہر کرتا ہے، جس کی بشارت دی جا رہی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ وہ نبی

۱۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس بشارت سے حضرت عیسیٰؑ مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ لوقا ۱۴: ۱۶ اور ۱۷: ۲۲ میں تصریح ہے کہ آپ نے کتاب یسعیاہ پڑھی تھی اور اُمّی نہ تھے،

۲۔ اخبار الحق میں جس ترجمہ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے اس میں انتقام ہی کا لفظ ہے، مگر موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ ”حساب“ کا لفظ مذکور ہے،

اس وصف میں دوسرے پیغمبروں سے امتیازی درجہ رکھتا ہو،

اس کے ساتھ ہی یہاں جس انتقام کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے مراد آخرت کا عذاب یا وہ دنیوی مصیبتیں نہیں ہو سکتیں جو غیبت منکرین کو پیش آئیں، کیونکہ اس قسم کا انتقام کسی خاص نبی کے انکار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کے انکار کا نتیجہ ہی ہوگا، ایسی صورت میں انتقام سے مراد تشریعی انتقام ہی ہو سکتا ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نبی اللہ کی طرف سے اپنے منکرین سے انتقام لینے کے لئے مامور ہوگا، پھر ایسی حالت میں اس کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام کیونکر ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان کی شریعت حدود اور سزاؤں قصاص و جہاد سے قطعی خالی ہے،

ساتویں دلیل؛

کتاب اعمال باب ۳ آیت ۱۹ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۴ء کے مطابق اس طرح ہے:

پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں، اور وہ اس صبح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے، ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں، چنانچہ موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا

۱۰ یعنی اس کا مطلب ہوگا کہ جو لوگ اس نبی کے احکام کو نہ مانیں، ان کے لئے اس کی شریعت میں مختلف سزائیں مقرر کی گئی ہوں گی، موجودہ اردو ترجمہ اس کے بالکل مطابق ہے، اس لئے ہم نے اسی کی عبارت نقل کر دی ہے،

اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت یحییٰ نیست و نابود کر دیا جائیگا۔

(آیات ۱۹ تا ۲۳)

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء میں یہ عبارت اس طرح ہے:

”توبہ نہائید و باز گشت کنید تا کہ گناہان شما محو شوند تا کہ زمان تازگی از حضور

خداوند بیاید، و یسوع مسیح را کہ نداء بشامی شود باز فرستد، زیرا کہ باید کہ آسمان اورا

نگاہ دارد تا وقت ثبوت آنچه خداوند بزبان پیغمبران مقدس خود از ابام تدیم

فرمودہ است کہ موسیٰ بیداران ما گفت کہ خدائے شما خداوند پیغمبرے را مثل من از

برائے شما از میان برادران شما مبعوث خواهد نمود و ہرچہ اول شما گوید شمار است کہ

اطاعت نہائید، و ایں چنین خواهد بود کہ ہر کس کہ سخن آں پیغمبر را نشنود از قوم برید خواهد شد

غور فرمائیے یہ عبارت خاص کر فارسی ترجموں کے پیش نظر صاف و صریح اس امر

پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ نبی مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے، اور مسیح کے لئے

ضروری ہوگا کہ وہ اُس نبی کے ظہور کے وقت تک آسمان ہی میں قیام پذیر رہیں، مسیحوں

میں سے جو لوگ تعصب کی عینک اٹار کر پطرس کی عبارت میں غور کرے گا تو اس پر واضح

ہو جائے گا کہ پطرس کا یہ قول علماء پر وٹسٹنٹ کے اُس دعوے کی دھجیاں اڑا رہا ہے کہ نہ

بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے،

یہ ساقوں دلائل کامل و مکمل طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ بشارت پورے طور پر محمد

صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ غیر مسیح بھی ہیں، اور بہت سی چیزوں میں

۱۔ کتاب اعمال کی یہ عبارت پطرس کی ایک تقریر کا جز نہی،

موسیٰ علیہ السلام کے مماثل بھی، مثلاً:

- ① اللہ کا بندہ اور رسول ہونا،
- ② دونوں کا ماں باپ سے پیدا ہونا،
- ③ دونوں کا شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہونا،
- ④ دونوں کی شریعت کا سیاستِ مدنی پر مشتمل ہونا،
- ⑤ دونوں کی شریعت میں جہاد کا حکم،
- ⑥ دونوں کی شریعت میں عبادت کے وقت پاک و صاف ہونا،
- ⑦ ناپاک، حائضہ اور نفاس والی عورت پر دونوں شریعتوں میں غسل کا واجب ہونا۔
- ⑧ کپڑوں کے بول و براز سے پاک ہونے کی شرط،
- ⑨ بغیر ذبح کئے ہوئے جانور اور بت کی قربانی کا حرام ہونا،
- ⑩ آپ کی شریعت کا بدنی عبادتوں اور جسمانی ریاضتوں پر مشتمل ہونا،
- ⑪ زنا کی سزا کا حکم دینا،
- ⑫ حدود اور قصاص اور سزاؤں کی تعیین،
- ⑬ آپ کا ان سزاؤں کے جاری کرنے پر قادر ہونا،
- ⑭ سود کو حرام کرنا،
- ⑮ آپ کا غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینے والے کے انکار کا حکم دینا،
- ⑯ توحیدِ خالص کا حکم دینا،
- ⑰ آپ کا اپنی امت کو یہ حکم دینا کہ مجھ کو اللہ کا صرف بندہ اور رسول کہو نہ کہ خدا کا بیٹا یا خدا،

۱۸) آپ کی وفات کا بستر پر ہونا،

۱۹) موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کا مدفون ہونا،

۲۰) اپنی امت کی وجہ سے آپ کا ملعون نہ ہونا،

غرض اسی قسم کی اور بہت سی مشترک چیزیں ہیں جو غور کرنے سے دونوں کی شریعتوں میں پائی جاتی ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ مَّا أَرْسَلْنَا

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا، ۱۷

آپؐ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے بھی ہیں، اس لئے کہ آپ اسمعیلؑ کی

نسل سے ہیں، آپ پر کتاب بھی نازل ہوئی، آپ اُمّی بھی تھے، اللہ نے اپنا کلام آپ کے

منہ میں ڈالا، آپ وحی کے مطابق کلام کرتے تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ثُمَّ مَا

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ آپ کو جہاد کا حکم بھی دیا گیا تھا،

آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے سردارانِ قریش قیصر و کسریٰ جیسے سلاطین

سے انتقام لیا، اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے سے قبل مبعوث

ہوئے، حضرت مسیح کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے ظہور تک آسمان میں رہیں

۱۷ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں مسیحاؤں کا عقیدہ ہے،

۱۸ مرقم،

۱۹ مولانا سید ناصر الدینؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "نور جاوید" میں ص ۴۲۴ سے ۴۶۶ تک حضرت عیسیٰؑ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تینوں سے زیادہ مشابہتیں مدلل طور پر بیان فرمائی ہیں، اور اس سلسلہ میں

مختلف پادریوں کے اعتراضات کا مفصل اور تشفی بخش جواب دیا ہے، یہ پوری بحث نہایت قابلِ قدر ہے،

تاکہ ہر چیز اپنی اصل کی جانب لوٹ جائے، اور شرک و تثلیث و بت پرستی مٹ جائے، اس آخری دور میں عیسائیوں کی کثرت سے کسی شخص کو شبہ نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بڑی تفصیل کے ساتھ یقینی طور پر اطلاع دی ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانے کے قریب اس قوم کی بڑی کثرت ہوگی، اور یہ وقت بالکل قریب ہے، انشاء اللہ عنقریب امام موصوف کا ظہور ہوئیوالا ہی، اور حق غالب ہونے والا ہے، اور دین تمام اللہ ہی کے لئے مخصوص ہو جانے والا ہی، اللہ ہم کو اپنے دین کے مددگاروں میں شامل فرمائے،

اس بشارت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو نبی اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن کا خدا نے حکم نہیں دیا، وہ مارا جائے گا، اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے تو آپ ہلاک کر دیئے جاتے، اللہ نے قرآن عزیز میں یہی فرمایا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ،	اور اگر یہ رسول ہماری طرف بعض باتیں جھوٹی منسوب کرتے تو ہم ان کے قوت سلب کر کے ان کی رگ قلب کاٹ ڈالتے یہ
---	---

حالانکہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ خدا نے آپ کے حق میں فرمایا:

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، | اور اللہ لوگوں کے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور کسی شخص کو آپ کے ہلاک کرنے کی جرأت نہ ہو سکی، اس کے برعکس عیسیٰ اہل کتاب کے نظریہ کے مطابق قتل بھی کئے گئے

سولی پر بھی چڑھائے گئے، نعوذ باللہ

نویں دلیل

خدا نے جھوٹے نبی کی یہ علامت بیان فرمائی کہ اس کی دی ہوئی خبریں اور آنے والے واقعات کی پیشگوئیاں سچی نہیں ہو سکتیں؛ حالانکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مستقبل کے واقعات کی خبریں اور پیشگوئیاں بیان کیں، جیسا کہ مسلک اول سے معلوم ہو چکا ہے۔ ان خبروں میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہو چکا ہے، اس لئے قاعدہ کے بموجب آپ سچے نبی ہوئے نہ کہ جھوٹے،

دسویں دلیل

علمائے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ تسلیم کیا کہ توریت میں آپ کی بشارتیں موجود ہیں، مگر ان میں سے

بعض نے اسلام قبول کیا، اور بعض اپنے کفر سابق پر قائم رہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ کافرا، جو کافروں کا سردار تھا، اور یوحنا کے دعوے کے مطابق نبی تھا، اس نے یہ جاننے کے باوجود کہ عیسیٰ ہی درحقیقت ”مسیح موعود“ ہیں آپ پر ایمان نہیں آیا، بلکہ آپ کے کافر ہونے اور قتل کا فتویٰ دیا، جیسا کہ اس کی تصریح یوحنا نے اپنی انجیل کے باب ۱۲ میں کی ہے،

یحزق آئندہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودیوں کا ایک بڑا زبردست عالم اور دولت مند تھا، آپ کی صفات کی بناء پر آپ کو پہچانتا تھا، کہ واقعی آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں، مگر اپنے دین کی محبت اس پر غالب آگئی اور اپنے مذہب پر قائم رہا، یہاں تک کہ جنگ احد کے موقع پر اتفاق سے یوم السبت تھا، کہنے لگا کہ اے یہودیو! خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ محمدؐ کی نصرت و اعانت تم پر فرض ہے، یہودیوں نے جواب دیا کہ آج تو یوم السبت ہے، کہنے لگا سبت کوئی چیز نہیں،

اور یہ کہہ کر ہتھیار سنبھال کر نکلا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چلا، اور اپنے بعد کے لئے اپنی قوم کو وصیت کر گیا کہ اگر آج میں مارا گیا تو میرا تمام مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، آپ کو اختیار ہے کہ اللہ جیسا کہ آپ کو کہے تصرف کریں، پھر لڑتے ہوئے مارا گیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجزئین یہودیوں میں سب بہتر شخص تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے اموال اپنے قبضہ میں لے لئے، مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر داد و دہش اور خیرات و صدقات اسی مال سے ہوتی تھی،

اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی
تین واقعات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

یہودیوں کی مذہبی درس گاہ میں تشریف لے گئے، اور فرمایا تم اپنے سب بڑے عالم کو پیش کرو، لوگوں نے کہا ایسا شخص عبد اللہ بن صوریہ ہے، آپ نے اس کو خلوت میں لے جا کر اس کو اس کے مذہب کا واسطہ اور ان انعامات کا جو یہودیوں پر اللہ نے کئے، اور من دسلوئی کے عطیہ اور بدلی کے سایہ کا واسطہ دیا، اور قسم دی کہ کیا تجھ کو یقین ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں؟ کہنے لگا بے شک، اور سارے یہودی بھی ایسا ہی علم یقین رکھتے ہیں، جیسا کہ میں رکھتا ہوں، اور آپ کے اوصاف اور حالات تو ریت میں مذکور ہیں، مگر یہودیوں نے آپ پر حسد کیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تجھ کو کونسی چیز مانع ہے؟ کہنے لگا کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ آپ کا اتباع کریں گے اور اسلام قبول کریں گے پھر میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا،

حضرت صفیہ بنت محیی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور قبار میں آپ کا قیام ہوا، آپ کے پاس میرے باپ محیی بن اخطب اور میرے چچا ابویاسر بحالت مغلی حاضر ہوئے، اور غروب شمس تک وہاں سے واپس نہیں ہوئے، پھر دونوں اس حالت میں آئے کہ بہت سست اور گرتے پڑتے کمزور چال سے چلتے تھے، میں نے ان کی دبستگی اور دل جوئی کی کوشش کی، مگر دونوں میں سے ایک بھی میری جاس فکری وجہ جن میں مبتلا تھا تقاضا نہیں کیا، پھر میں نے اپنے چچا کو باپ سے کہتے سنا کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کی بشارت توریت میں دی گئی ہے؟ میرے والد نے جواب دیا، بیشک، چچا نے کہا، کیا تم کو اس کا یقین اور وثوق ہے؟ کہا ہاں، کہنے لگے تمہارے دل میں ان کی طرف سے کس قسم کا خیال ہے؟ کہا، خدا کی قسم! جب تک زندہ ہوں عداوت ہی رہے گی، اب دہل دلائل اس پیشین گوئی کے سلسلہ میں پورے ہو چکے ہیں،

ایک اعتراض کا جواب | اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ”بنی اسرائیل کے بھائی“ بنی اسمعیل میں منحصر نہیں ہیں، کیونکہ

عیسوی اولاد اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی قطورا کے بیٹوں کی اولاد بھی تو سب کے سب بنی اسرائیل کے بھائی ہوتے ہیں، تو پھر اس کا مصداق کیا ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں؟

جواباً گزارش ہے کہ بیشک یہ لوگ بھی بنی اسرائیل کے بھائی ہوتے ہیں مگر اول تو ان میں کوئی ایسا شخص ظاہر نہیں ہوا، جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوتا، دوسرے اللہ کا کوئی وعدہ اس قسم کا ان کے لئے نہ تھا، اس کے برعکس

بھائیوں میں سے بھی ہیں،

نیز اس وجہ سے بھی کہ لفظ ”من بین اخوتک“ ابن حاجب کی رائے کے مطابق لفظ ”جن بیک“ سے بدل اشتغال واقع ہوا ہے، جن کے نزدیک اس قسم کے بدل ہونے کے لئے کلیۃً اور جزئیۃً کا تعلق دونوں کے درمیان پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ بدل اور مبدل منہ کے درمیان ادنیٰ تعلق کافی ہے جیسو جَاءَ فِی زَیْدٍ اَخُوہُ یَا جَاءَ فِی زَیْدٍ غَلَامُہُ، یا پھر ابن مالک کی رائے کے مطابق بدل احزاب کے باور بہر صورت مبدل منہ یقیناً مقصود نہیں، اس کے مقصود نہ ہو پرچہ چیز مزید شاہد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے آیت نمبر ۱۱ میں اللہ کے اس وعدہ کا اعادہ کیا تو اس میں لفظ ”تمہارے درمیان سے“ سرے سے موجود ہی نہیں ہے،

نیز پطرس حواری نے اس قول کو نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ نہیں پایا جاتا کہ جیسا کہ دلیل نمبر ۱ سے معلوم ہو چکا ہے، اسی طرح استفانوس نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے، اس میں بھی ان الفاظ کا کوئی ذکر نہیں جیسا کہ کتاب الاعمال کے باب نمبر ۱ میں مصرح ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ،

”یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا“

ان مقامات میں اس لفظ کو ساقط کر دینا بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ

مقصود نہیں ہے، اس لئے بدل ہونے کا احتمال زیادہ قوی ہے،

بشارت کے الفاظ میں تحریف	صاحب استفسار نے فرمایا ہے کہ لفظ ”تمہارے“
ہوتی ہے، اس کی تین دلیلیں	درمیان سے ”الحاقی ہے، جو تحریف کے طور پر

لہ دیکھیں ص جلد ۱۴

بڑھایا گیا ہے، جس کی تین دلیلیں ہیں،

۱۔ اس موقع پر تمام بنی اسرائیل اللہ کے کلام کے مخاطب ہیں، نہ کہ کچھ لوگ اس لئے ”تمہارے درمیان سے“ کا خطاب ساری قوم کو ہوگا، لہذا تمہارے بھائیوں میں سے ”کا لفظ قطعی لغو اور بیکار بن جاتا ہے“؛ مگر چونکہ یہ لفظ دوسرے مقامات پر بھی استعمال کیا گیا ہے اس لئے اس کو صحیح ماننا پڑے گا، اس کی بجائے لفظ من بینک کو الحاقی تسلیم کرنا پڑے گا، جس کو تحریف کے طور پر بڑھایا گیا ہے،

۲۔ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے اللہ کے کلام کو نقل فرماتے ہیں، تو اس موقع پر یہ لفظ ذکر نہیں فرماتے، اور یہ امر قطعی غیر ممکن اور ناجائز ہے کہ موسیٰ کا قول خدا کے قول کے خلاف ہو،

۳۔ حواریوں نے جب کبھی اس کلام کو نقل کیا ہے اس میں کسی جگہ ”تمہارے درمیان سے“ کا لفظ نہیں پایا جاتا،

اگر کوئی صاحب اس پر یہ اعتراض کریں کہ کسی کو اگر تحریف کرنا تھی تو سارے کلام کو محرف کر سکتا تھا، صرف ایک لفظ کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی؟

جواباً یہ عرض کیا جائے گا کہ ہم نے ہمیشہ عدالتی محکموں میں یہ دیکھا ہے کہ جن دستاویزوں میں تحریف اور تغیر کیا جاتا ہے اس میں محرف الفاظ کی تبدیلی اور

۱۔ اس لئے کہ جب یہ کہہ دیا گیا کہ وہ بنی تمہارے درمیان سے مبعوث کیا جائے گا اور مخاطب بنی اسرائیل ہیں، تو لامحالہ اس کا مطلب ہوا کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا، پھر اسے علیحدہ ذکر کرنیکی ضرورت نہ رہی،

۲۔ یعنی استثنا ۱۸: ۱۸ میں پوری عبارت صفحہ ۱۳۸ جلد پہر گندہچی ہے،

۳۔ دیکھئے اعمال باب ۱ اور ۳: ۱۹۔

تحریف کو اسی دستاویز کے دوسرے حصے اور مقامات عموماً ثابت کر دیتے ہیں، اسی طرح جھوٹے گواہ خود اپنے بیان کے دوسرے حصوں جھوٹے اور دروغ گو ثابت ہو جاتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی عادت اور سنت یوں ہی جاری ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کی تدابیر کو فیل اور ناکام بنا دیا کرتے ہیں، اور خدا کی مہربانی سے دین میں خیانت کرنے والوں کی خیانت کا بھانڈا سرسراہ پھوٹ جاتا ہے، اللہ کی اس عادت کا مقتضی یہ ہے کہ خیانت کرنے والوں سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے یا کوئی چوک ہو جائے جس سے ان کی خیانت الم نشرح ہو جائے،

دوسری بات یہ ہے کہ ایسا کوئی بھی مذہب نہیں ہے جس میں تنوینی صدی لوگ خائن ہوں، اور کوئی بھی دیانتدار نہ ہو، اس لئے جن خائنتوں اور دھوکہ بازوں نے دونوں عہدوں کی کتابوں میں تحریف و تغیر کیا تھا ان کی تاک میں کچھ دیانتدار لوگ بھی آخر دنیا میں موجود تھے، اس اندیشے کی وجہ سے پورے کلام اور تمام عبارت کو بدلنے اور تحریف کرنے کی ان خائنتوں کو جرأت نہ ہو سکی، ہمارے خیال میں یہ جواب اہل کتاب کی عادت کے پیش نظر دیا گیا ہے، جو اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، دوسرے اعتراض | اب رہا دوسرا اعتراض اس کے جواب میں ذیلی شہادت کا جواب | ملاحظہ فرمائیے، انجیل یوحنا کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”اگر تم موسیٰ کی تصدیق کرتے تو میرا بھی یقین کرتے، اس لئے کہ اس نے

میرے حق میں لکھا ہے۔“

اس میں اس بات کی کسی درجہ میں بھی تصریح نہیں کی گئی... کہ موسیٰ نے فلاں مقام پر عیسیٰ کے حق میں لکھا ہے، بلکہ اس عبارت سے صرف اتنی بات

سمجھ میں آتی ہے کہ موسیٰ نے کسی مقام پر عیسیٰ کے حق میں بھی لکھا ہے، یہ اُس صورت میں بھی صحیح ہوگا جب کہ توریت میں کسی جگہ بھی اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہو، اتنی بات ہم بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، جیسا کہ خود ناظرین کو بشارت نمبر ۳ کے ذیل میں عنقریب معلوم ہو جائے گا، اگر ہکوان دجہ کی بناء پر جو ہم بیان کر چکے ہیں، اس چیز کا انکار ہے کہ ان کے قول کا اشارہ اُس پیشینگوئی کی جانب ہو جس کی گفتگو ہو رہی ہے، حالانکہ یہ معترض صاحب میزان الحق باب فصل نمبر ۳ میں یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ سفر تکوین باب آیت ۵ کا اشارہ حضرت عیسیٰ ہی کی طرف ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تصریح کے لئے اتنی بات کافی ہے، بیشک اگر عیسیٰ علیہ السلام یوں فرماتے کہ موسیٰ نے اپنی پانچوں کتابوں میں سے کسی کتاب میں میرے سوا کسی پیغمبر کی جانب اشارہ نہیں کیا، تو اس صورت میں اس دہم کی گنجائش نکل سکتی تھی،

دوسری بشارت کتاب استثناء باب آیت ۲۱ میں ہے:

استثناء کی ایک اور عبارت ”انہوں نے اس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غرت

اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا، سو میں بھی ان کے ذریعہ سے جو کوئی

لے عیسائی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتاب پیدائش ۱۲: ۳ اور ۱۸: ۱ اور ۴: ۱۰ میں حضرت مسیح کی پیشینگوئی مذکور ہو جو ظاہر ہو کہ (ان کے خیال کے مطابق) حضرت موسیٰ ہی نے کی تھی، پھر حضرت مسیح کا یہ ارشاد کہ موسیٰ نے میرے آنے کی پیشینگوئی کی ہو، ان آیتوں کی طرف اشارہ کیوں نہیں ہو سکتا، حضرت مسیح نے یہ کب کہا ہو کہ استثناء ۱۸: ۵ کی آیت میرے حق میں ہو،

بلکہ آپ پیچھے پڑ چکے ہیں کہ حضرت مسیح نے تو اس بشارت کے اپنے حق میں ہونے سے صاف انکار کیا ہو، یوحنا ۹: ۱ میں صاف لکھا ہو کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ پوچھا کہ کیا آپ دیہی نبی ہیں جسکی بشارت حضرت موسیٰ نے استثناء ۱۸: ۵ میں دی تھی تو حضرت مسیح نے صاف انکار کر دیا، تفصیل کیلئے

ملاحظہ کیجئے ص ۳۳۳ اور ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ جلد ہذا اور ان کے حواشی،

امت نہیں ان کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعہ سے ان کو غصہ دلاؤں گا۔

اس میں نادان قوم سے مراد عرب ہیں کیونکہ یہ لوگ انتہائی گمراہ اور جاہل تھے، ان کو کوئی علم بھی نصیب نہ تھا، نہ علوم شرعیہ، نہ علوم عقلیہ، سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہ جانتے تھے، ادھر یہودیوں کی نگاہ میں یہ لوگ اس لئے بے انتہا حقیر و ذلیل تھے کہ وہ باندی یعنی حضرت ہاجرہ کی نسل سے تھے،

اب آیت کا مقصود یہ ہوا کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اپنے باطل معبودوں کی عبادت کی بناء پر مجھ کو غیرت پر برا بیخندہ کیا ہے، اس لئے میں بھی ایسے لوگوں کو منتخب اور مقبول بنا کر ان کو غیرت دلاؤں گا، جو ان کی نگاہ میں سخت حقیر و ذلیل ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنا یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ اہل عرب میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے صراطِ مستقیم کی جانب لوگوں کی رہنمائی کی، جیسا کہ سورہ جمعہ میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ:

”باری تعالیٰ وہ ہے جس نے ناخواہ لوگوں

میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا

جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت

کریں اور انہیں پاک و صاف بنائے اور

انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔“

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ

رَسُولًا مِنْهُمْ لِيُتْلُوا

عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيَهُمْ

وَيُعَلِّمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ،

(آیت ۲)

جاہل قوم سے مراد یونانی لوگ ہرگز نہیں ہیں، جیسا کہ پولس کے رد میوں کے

نام خط کے باب سے مفہوم ہوتا ہے، اس لئے کہ یونانی لوگ مسیح م کے ظہور سے

لے مصنف انہار الحق نے جس عربی ترجمہ مطبوعہ شام سے یہ عبارت نقل کی ہے، اس میں یہاں نادان کے بجائے جاہل قوم کا لفظ ہے،

تین سو سال قبل ہی علوم و فنون میں دنیا کی تمام اقوام سے فائق ہو چکے تھے، تمام بڑے بڑے مشاہیر حکماء سقراط و بقراط و فیثاغورس و افلاطون و ارسطو طالیس و ارسطیدس و بلنیاس و اقلیدس و جالینوس وغیرہ جو علوم الہیات و ریاضیات اور طبیعیات اور ان کی فروع کے امام ہیں مسیح سے پیشتر ہو چکے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنے فنون میں کمال کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے، اس کے ساتھ ہی یہ لوگ توریت کے احکام اور اس کے قصوں سے اور عہد عتیق کی تمام کتابوں سے ہفتادہ ترجمہ کے ذریعہ جو یونانی زبان میں مسیح سے ۲۸۶ سال قبل معرض وجود میں آچکا تھا، کامل طور پر واقفیت رکھتے تھے، لیکن یہ لوگ مذہب موسوی کے معتقد نہ تھے، بلکہ اشیاء کی جدید حکمت کی تحقیق و جستجو کے درپے رہتے تھے، چنانچہ یہی مقدس "پولس صاحب" کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب اول آیت ۲۲ میں رقمطراز ہیں:

"اور یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں، مگر ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں،

جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور (یونانیوں) کے نزدیک ہوقنی ہے ۛ

اس لئے استثنائے مذکور بالا عبارت میں جاہل قوم سے مراد یونانی ہرگز نہیں

ہو سکتے، اور پولس نے رومیوں کے نام خط میں جو کچھ کہا ہے وہ یا تو قابل تاویل ہے،

یا باطل اور مردود، اور ہم نمبر ۸ میں بیان ہی کر چکے ہیں، کہ پولس کی کوئی بات ہمارے

نزدیک لائق اعتبار نہیں،

ۛ اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، قدیم و جدید انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں، لیکن موجودہ

اردو ترجمہ میں "یونانیوں" کے بجائے "غیر قوموں" کا لفظ لکھ دیا گیا ہے،

استثنا کی تیسری بشارت کتاب استنار کے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۲ء کے
فاران سے جلوہ گر ہوگا، باب ۳۳ میں ہے:

”خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر
ہوا، اور (ہزاروں) قدسیوں میں سے آیا، اس کے دلہنے ہاتھ پر ان کے لئے
آتش شریعت تھی۔“

خداوند کے سینا سے آنے کا مطلب ہے، خدا کا موسیٰ کو توریت عطا فرمانا
اور کوہ شعیر سے طلوع ہونے کا مطلب خدا کا عیسیٰ کو انجیل عطا فرمانا، کوہ فاران

۱۵ اخبار الحق میں یہی لفظ ہے، کیتھولک بائبل اس کے مطابق ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں
اس کی جگہ ”لاکھوں“ کا لفظ ہے، اور انگریزی ترجمہ (کنگ جیمز ورژن میں دس ہزار)
مذکور ہے،

۱۶ سینا کوہ طور کا دوسرا نام ہے،

۱۷ کوہ شعیر (شام میں ایک پہاڑ ہے، جسے آجکل جبل الخلیل کہا جاتا ہے، حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے، راز الذالاجوبۃ الفاخرة للقرانی علیہ
ہمش الفارق ص ۲۳۸) علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ”ساعیر“ (شعیر) کے نام سے آج تک
وہاں ایکستی موجود ہے (ہدایۃ الحیاری، ص ۳۶۲)

۱۸ ”فالان“ (Paran) یہ پیشگوئی شاید تمام پیشگوئیوں میں سب سے زیادہ
صریح ہے، اس لئے کہ اس میں کوہ فاران کا لفظ موجود ہے، اس لئے ہم اس پر کسی قدر تفصیل سے
گفتگو کرنا چاہتے ہیں،

لفظ فاران کی تحقیق | چونکہ اس عبارت میں لفظ ”فاران“ صراحتہ موجود ہے، اس لئے
یہودی نصاریٰ اس کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے ”فاران“ کے چار محقق وقوع بیان
کئے گئے ہیں:-
(باقی بر صفحہ آئندہ)

سے جلوہ گر ہونے سے اللہ کے قرآن نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ فاران

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۱) بیت المقدس کا نام ہے (از کتاب الفارق بین المخلوق والخالق، مصنفہ باچہ جی زادہ، ص ۲۸۵ مصر ۱۳۲۲ء)

(۲) اُس وسیع میدان کا نام فاران ہے جو قادس سے کوہ سینا تک پھیلا ہوا ہے، اور جس کی شمالی حد کنعان، جنوبی حد کوہ سینا، مغربی حد ملک مصر اور مشرقی حد کوہ شعیر ہے، اور اس صحراء کے اندر ضرر، سینا، سن وغیرہ کے نام سے چھوٹی چھوٹی وادیاں شامل ہیں (دیکھئے نقشہ بائبل مرتبہ جان اسٹرلنگ شائع کردہ لندن جیوگرافیکل سوسٹی ٹیوٹ متضمنہ آکسفورڈ بائبل کنکارڈس، نقشہ نمبر ۲، بی ۳ د ۳)

(۳) قادس ہی کا نام فاران ہے (از خطبات احمدیہ مصنفہ سر سید احمد خاں ص ۹۹، مطبوعہ نفیس اکاڈمی کراچی ۱۹۶۲ء)

(۴) فاران اُس وادی کہ کہتے ہیں جو کوہ سینا کے مغربی نشیب پر واقع ہے (ایضاً) لیکن ہماری نظر میں یہ چاروں توجیہات بالکل غلط ہیں، پہلی تو اس لئے کہ آج تک کسی مغربی یا مشرقی جغرافیہ داں کا یہ دعویٰ نہیں مل سکا کہ بیت المقدس کا دو سمرانام فاران ہے، اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ اگر تورات کی پیشگوئی میں فاران سے مراد بیت المقدس ہو تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوگا، حالانکہ شعیرے آشکار، ہونے کا مطلب بھی حضرت عیسیٰ ہی کی بشارت ہے، اس صورت میں یہ بلاوجہ تکرار ہوگا، پھر "فاران" کے لغوی معنی "صحراء" ہیں، اور پیدائش ۲۰:۲۱ و گنتی ۱۲:۱۰ وغیرہ میں بھی تصریح ہے کہ وہ ایک بیابان ہے، حالانکہ بیت المقدس نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے، اُسے بیابان نہیں کہا جاسکتا،

دوسری توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ "فاران" ایک بڑا صحرا ہے جس کے تحت "صور"، سینا وغیرہ سب داخل ہیں، اس پر پہلا اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ "فاران" سے جلوہ گر ہونے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نزول مراد ہے، حالانکہ یہ بات اس سے پہلے "تھارنڈ سینا سے آیا" دئے جملہ میں کہی جا چکی ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲ آیت ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے

(بقیہ ماثیہ ص گزشتہ) اور بہت واضح انداز میں کہی جا چکی ہے، اب ایک مبہم جملہ میں اس کا اعادہ بالکل بیکار ہو جاتا ہے، بالخصوص جبکہ دونوں جملوں کے درمیان ”شجر سے ان پر آشکارا ہوا“ کا جملہ بھی حامل ہے،

نیز توریت کی بہت سی عبارتیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ”فاران“ صور، سینا وغیرہ کے صحراؤں سے بالکل الگ ایک صحرا ہے، صور، سینا وغیرہ اس کا جز نہیں ہیں مثلاً کتاب گنتی میں ہے: ”بنی اسرائیل دشت سینا سے کوچ کر کے نکلے، اور وہ ابر دشت فاران میں ٹھہر گیا“ (گنتی ۱۰: ۱۲ مزید دیکھئے پیدائش ۶: ۱۲، گنتی ۱۶: ۱۲، ۱۶: ۱۳، ۳: ۱۳، ۲۵: ۱۳ وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ دشت سینا الگ ہے، اور دشت فاران الگ،

تیسری توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ قادس کا دوسرا نام فاران ہے، اس کی تردید کے لئے کتاب پیدائش کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے: ”اور حواریوں کو ان کے کوہ شجر میں مارتے مارتے ایل فاران تک جو مہابان سے لگا ہوا ہے، لے آئے، پھر وہ لوٹ کر عین مصفات یعنی قادس پہنچے“ (پیدائش ۱۳: ۶، مزید ملاحظہ ہو گنتی ۱۳: ۲۶) اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ قادس اور فاران الگ الگ وادیاں ہیں،

چوتھی توجیہ کے سلسلے میں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ بلاشبہ بعض جغرافیہ دانوں نے بیان کیا ہے کہ کوہ سینا کے قریب ایک صحرا فاران کہلاتا تھا، لیکن تحقیق اس بات کی کرنی ہے کہ آیا اس پیشینگوئی میں وہی فاران مراد ہے یا کوئی اور؟

اس بات کو تو عیسائی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس پیشینگوئی میں جس فاران کا تذکرہ ہے اس سے وہی فاران مراد ہے، جس کے بارے میں کتاب پیدائش میں کہا گیا ہے کہ حضرت ہارون اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اس میں سکونت اختیار کی تھی، (دیکھئے آکسفورڈ سائیکلو پیڈیا بائبل کنکلوڈنس، ص ۲۱۴، لفظ Paran) اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے کون سے دشت فاران میں سکونت اختیار کی تھی؟ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس میں حضرت اسمعیلؑ کا حال بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سو اس امر میں کوئی شک نہیں کہ تمام مستند مورخین حضرت اسمعیلؑ کی سکونت کی جگہ "حجاز" قرار دیتے ہیں، اور قدیم کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام نے حجاز میں سکونت اختیار کی تھی، چنانچہ اپوکرلیفا کی کتاب باروخ میں ہے:

"In Theman none had caught sight of it, even the sons of Ager, so well schooled in earthly wisdom."

یعنی "تیمان" میں بھی کسی نے اسے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ہاجرہ کے بیٹوں نے بھی جو دیوہی عقل و ہوش کے اعتبار سے بہت قابل ہیں" (باروخ ۳: ۲۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہاجرہ کے بیٹے حضرت باروخ علیہ السلام کے زمانے میں "تیمان" میں آباد تھے، تیمان، یمن کا قدیم نام ہے، جو حجاز سے بالکل متصل ہے، اور حضرت باروخ علیہ السلام کے زمانے تک حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام کی اولاد حجاز سے وہاں تک یقیناً پھیل گئی ہوگی،

یہی وجہ ہے کہ توریت سامری کا وہ عربی ترجمہ جسے آر کوئی ٹن صاحب نے ۱۸۵۱ء میں بمقام گڈنی بنادرم شائع کیا تھا، اس میں "فاران" سے ارض حجاز مراد لی ہے، اور فاران کے لفظ کے آگے قوسین میں حجاز کا لفظ لکھ دیا ہے، اس ترجمہ کی عبارت یہ ہے:

اُسکن فی بریۃ فران (الحجاز) واخذت لہ امۃ امرأۃ من ارض مصر" (منقول از خطبات احمدیہ ص ۹۸)

اس کے علاوہ مشرقی جغرافیہ نگار فاران کے دو محل وقوع بیان کرتے ہیں، ایک ارض حجاز اور دوسرے سمرقند کے قریب ایک علاقہ (دیکھئے معجم البلدان للشیخ یاقوت الحموی ص ۲۲۵ ج ۴ بیروت ۱۳۳۸ھ) ظاہر ہے کہ حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام سمرقند کے علاقہ میں آباد نہیں ہوئے، تو اب ارض حجاز متعین ہے،

(باقی صفحہ آئندہ)

”اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا، اور
تیر انداز بنا، اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا، اور اس کی ماں نے ملکِ مصر
سے اُس کے لئے بیوی لی۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جن عیسائی علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اسماعیل
علیہ السلام کوہ سینا کے مغربی نشیب پر سکونت پذیر ہوئے تھے، ان کے دلائل کا تفصیلی رد
مرسید احمد خاں صاحب نے بہت مدلل طور سے کر دیا ہے، (دیجئے خطبات احمدیہ صفحہ
۱۰۲ تا ۱۱۰ و ۳۳۶ تا ۳۴۷) یہاں اس کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے، جو صاحب چاہیں
وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ — بہر کیف یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اس پیشگوئی میں
”فاران“ سے مراد ”حجاز“ یا ”مکہ مکرمہ“ کے پہاڑ ہیں، اب یہ پیشگوئی کئی اعتبار سے قرآن کریم کے
مطابق ہو گئی،

اس لئے کہ اس بشارت میں ”خداوند کے سینا سے آنے“ کا ذکر ہے، جو حضرت موسیٰ
کی طرف اشارہ ہے، پھر ”شجرے آشکار“ ہونے کا تذکرہ ہے، جو حضرت عیسیٰ کی طرف تلخ
ہے، اور آخر میں ”فاران سے جلوہ گر“ ہونے کا لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت
ہے، قرآن کریم نے اسی بشارت کو سورہ تین میں بالفاظ ذیل ادا کیا ہے:

وَالثِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ	تسم ہر انجیر اور زیتون کی، طور سینا کی،
سَيْنَيْنِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ	اور اس امن والے شہر کی۔

سب جانتے ہیں کہ انجیر اور زیتون والا ملک شام ہے، جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے، اور
وہی کوہ شجر کا مہد ہے، طور سینا حضرت موسیٰ سے عبارت ہے، اور بلدا میں سے محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے، پھر ایک اور بات پر غور فرمائیے، اس پیشگوئی کے پورے
الفاظ یہ ہیں:

”خداوند سینا سے آیا، اور شجرے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس
ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا، اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت

(باقی صفحہ آئندہ)

یہ بات یقینی ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی سکونت مکہ میں رہی ہے، یہ مطلب لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کہ جو آگ جس وقت طلوع سینا سے روشن ہوئی، اسی

ان کے لئے تھی، ہاں وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے، اس کے ساتھ مقدس تھے تیرے ہاتھ میں ہیں، اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں، اور تیری باتوں کو مانیں گے۔ یہ حضرت موسیٰ کا آخری کلام ہے جس میں آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر دی ہے، اس بشارت میں کوہ فاران سے نور الہی کے طلوع ہونے کی خوشخبری کے ساتھ چار باتیں بیان کی گئی ہیں جو قرآن مجید کے سورہ فتح والے بیان کے عین مطابق ہیں،

(۱) ”وہ دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا“

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ،
”محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں“

واضح رہے کہ فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی جو فاران سے طلوع ہونے والے اس نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل میں داخل ہوئے تھے،

(۲) ”اُس کے ہاتھ میں ان کے لئے آتشیں شریعت ہوگی“

أَشْرَأُ عَلَى الْكَافِرِ،
”وہ خدا کے منکروں پر سخت ہوں گے“

(۳) ”وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا“

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ،
”اُن میں ایک دوسرے پر مہرباں ہوں گے“

(۴) ”اے خدا، اس آنے والے پیغمبر کے سارے مقدس لوگ (یعنی صحابہ) تیرے ہاتھ میں

ہیں، اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے“

مَرَّكُم مَّرْكَا سَجَلًا يَسْتَفْعُونَ
”دیکھتے ہو تم ان کو خدا کے آگے رکوع اور

سجود میں جھکے ہوئے، خدا کی مہربانی اور خوشنودی

کے طلبگار ہیں، اطاعت اور عبادت کے

اثر سے ان کے چہروں میں نورانیت ہے“

أَثَرِ السُّجُودِ،

(باقی صفحہ آئندہ)

وقت کوہِ شعیب سے ظاہر ہوئی، اور کوہِ فاران سے بھی، اور وہ آگ بہ یک وقت ان تمام مقامات پر پھیلی، کیونکہ خدا اگر کسی جگہ صرف آگ کو پیدا کر دے تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ خدا اس مقام سے آیا، مگر اسی وقت جبکہ اس واقعہ کے بعد اس مقام پر وحی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیا اس تجزیہ کے بعد بھی اس بات میں کوئی شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہو؟
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْحِيدِ ۚ يَهْتَبِعُ لَهُمُ الْوَحْيُ قُرْآنًا

اس بشارت میں قرآن کی یہ بشارت چونکہ خامی صریح تھی، اس لئے اس کی عبارت تراجم کی تحریفیں میں ترمیم و تحریف کی بھی خامی مشن کی گئی ہے، پہلے تو ”دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا“ والے جملے میں ترمیم کی گئی ہے، قدیم اردو ترجموں میں یہ جملہ اسی طرح مذکور ہے ردیحے تفسیر حقانی ختم سورہ شعراء آیت ۵۱: ۵۲ تَفْنِي زُبُرَ الْأَقْلَامِ، اور سیرۃ النبی، مولانا سید سلیمان ندوی ص ۸۱۳ ج ۳، انگریزی ترجمہ (کنگ جیمز ورن) مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں بھی یہی الفاظ ہیں، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے: ”اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔“ یہاں سے ”دس ہزار“ کا لفظ اڑا دیا گیا ہے، غالباً اس لئے کہ اُس سے فتح مکہ کے وقت صحابہ کی تعداد ظاہر ہوتی تھی، اور کیتھولک بائبل (ناکس ورن) میں ”دس ہزار“ اور ”لاکھوں“ کے بجائے ”ہزاروں“ کا لفظ لکھ دیا گیا ہے،

پھر اسی پر بس نہیں، علامہ سید باچہ جی زاہد نے نقل کیا ہے کہ ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت ۱۳۸۵ھ میں یہ پورا جملہ ہی سرے سے حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کی جگہ ایک ایسا جملہ بڑھا دیا ہے جس کا کوئی ذکر سابقہ ترجموں میں نہیں تھا، اس میں یہ جملہ ہے: ”وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ یعنی ”وہ قدس کے ٹیلوں سے آیا“ (لاحظہ ہو الفارق بین المخلوق والمخالق، ص ۳۸۵)

تحریف کی دوسری مشن تیسرے جملہ یعنی ”اپنے لوگوں سے محبت کرے گا“ پر ہوئی ہے، یہ الفاظ قدیم اردو ترجموں کے ہیں (سیرۃ النبی، ص ۸۱۳ ج ۳) موجودہ کیتھولک بائبل میں بھی یہی الفاظ ہیں، مگر جدید اردو اور انگریزی ترجموں میں اسے بدل کر یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے: ”وہ شیک قوموں سے محبت رکھتا ہے“۔ اور اس طرح اس جملہ کو قرآنی (باقی صفحہ آئندہ)

نزول بھی ہوا کسی عتاب و عقوبت کا، ادھر ان لوگوں کو یہ تسلیم ہے کہ اس حلقہ کے بعد طور سینا میں وحی کا نزول ہوا، اس لئے ضروری ہوگا کہ اسی طرح کو شعیر اور فاران پر بھی وحی کا نزول ہو،

کتاب پیدائش باب آیت ۲۰ میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے اسمعیل علیہ السلام کے حق میں جو وعدہ فرمایا اس کی عبادت

ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۲۸۲ھ میں یوں ہے:

اور اسمعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اُسے برکت دوں گا، اور اُسے برومند کروں گا، اور اُسے بہت بڑھاؤں گا، اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے، اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

اس میں ایک بڑی قوم کا لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر رہا ہے، اس لئے کہ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں کوئی شخص حضور کے سوا موجود نہیں ہو کہ جو بڑی قوم والا ہو، ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ نے ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی دعا کو نقل فرمایا ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں باپ بیٹوں نے اللہ سے مانگی تھی، اور وہ یہ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا	اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک پیغمبر
مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ	انہی میں سے بھیجے، جو ان کے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جملے ”رحماء بینہم“ سے جو مطابقت تھی وہ ختم ہو گئی،

یہ قودہ تبدیلیاں ہیں جن سے بشارت کے اصل مفہوم پراثر پڑتا ہے، اور اس کے علاوہ اسی ایک جملہ میں بابل کے تراجم میں جو بے پناہ اختلافات ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے شاید کئی صفحات درکار ہوں ۱۲ محمد تقی،

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ الْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں
کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور انہیں
پاک و صاف کر دے، بلاشبہ آپ عزت و
حکمت والے ہیں۔

امام قرطبی نے اپنی کتاب کی قسم ثانی فصل اوّل میں کہلے کہ :

بعض سمجھ دار لوگوں نے جو یہودیوں کی زبان سے واقف اور ان کی بعض
کتابیں پڑھے ہوئے تھے، اپنی ہوشیاری سے معلوم کر لیا کہ توریت کی
مذکورہ عبارت کے دو موقعوں سے اعداد کے اس قاعدہ کے بموجب جس کو
یہودی اپنے یہاں بکثرت استعمال کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی
نکلتا ہے، اول تو دال کے لئے اس زبان میں "بہاراد" کا لفظ استعمال ہوتا ہے،
اور ان حروف کے اعداد کل ۹۲ ہوتے ہیں، اس لئے کہ باء کے دو ہیں اور
میم کے چالیس، الف کا ایک، دال کے چار، دوسرے میم کے چالیس، الف کا
ایک، دوسری دال کے چار، کل ۹۲، اسی طرح لفظ محمد کے اعداد بھی ۹۲
ہوتے ہیں، اس لئے کہ میم کے چالیس، حاء کے آٹھ اور دوسرے میم کے
چالیس، دال کے چار، کل ۹۲،

اسی طرح دوسرا لفظ "بڑی قوم" لغت یہودی میں اس کی جگہ "لغوی غل"
کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس میں لام کے تیس اور غین کے تین ہیں، کیونکہ یہودی
کے یہاں غین کا استعمال جیم کی جگہ کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ان کی لغت
میں جیم اور صاد سرے موجود ہی نہیں ہیں، اور واؤ کے ۶ اور یا کے دس پھر

عین کے تین اور وال کے چار واؤ کے عہد اسلام کے عین، ان سب کا مجموعہ

بھی ۹۲ ہی ہوتا ہے۔

حضرت سلطان بائزید خان مرحوم عہد میں عبد اللہ نامی ایک یہودی عالم مشرف بہ اسلام ہوا، اور ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کیا، جس کا نام ”الرسالۃ الہادیۃ“ رکھا، اس میں کہتا ہے کہ:

”یہودیوں کے بڑے بڑے عالموں کی اکثر دیسی بڑے جملوں کے حروف سے ماخوذ ہوتی ہیں، یعنی حروف ابجد کے قاعدے سے، کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو علمائے یہود ان کے پاس جمع ہوئے، اور کہا کہ یہ عمارت چار سو بیس سال قائم رہے گی، پھر دیران ہو جائیگی یہ بات انھوں نے لفظ ”ہزات“ کے اعداد سے نکالی،

پھر امام موصوف کہتے ہیں کہ:

”اس دلیل پر معترضین نے اعتراض کیا کہ ”ہزاداد“ میں جو آہے وہ نفس کلمہ کی نہیں ہے، بلکہ یہ ادات ہے، اور حروفِ وصلہ میں سے ہے، اب اگر اس سے محمد کے نام کی تخریج کی جائے گی، تو ایک دوسری بات کی ضرورت پیش آئے گی، ادویوں کہنا پڑے گا ”ہزاداد“ جو اب یہ کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ تسلیم شدہ ہے کہ جب کسی کلمہ میں ایسی دو آہ جمع ہو جائیں جن میں ایک ادات ہو اور دوسری نفس کلمہ کی ہو تو ادات کو حذف کر دیا جائے گا اور کلمہ الی آہ کو باقی رکھا جائے گا، اس قاعدہ پر اکثر و بیشتر مقامات میں معترضین کے یہاں بھی عمل درآمد پایا جاتا ہے، اس لئے یہ اعتراض لغو ہے۔“

ہم کہتے ہیں کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسٹے گرامی میں سے "مادامہ" بھی ہے، چنانچہ قاضی عیاضؒ کی شفا میں صاف طور پر مذکور ہے:

پانچویں بشارت

کتاب پیدائش باب ۴۹ آیت ۱۰ ترجمہ عربی

۱۲۲ء، ۱۸۳۱ء، ۱۸۴۲ء میں یوں ہے کہ:

"یہود اے سلطنت نہیں چھوٹے گی، اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا، جب تک شیلوہ نہ آئے اور قریں اس کی مطیع نہ ہوئی" لفظ شیلوہ کے معنی میں اہل کتاب کا بڑا شدید اختلاف ہے، جو ساتویں بات میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے،

عبدالسلام مذکور نے رسالہ ہادیہ میں یوں کہا ہے کہ، "اس آیت میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی حکومت کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے، کیونکہ حاکم سے مراد موسیٰؑ ہیں، اس لئے کہ یعقوبؑ کے بعد موسیٰؑ تک کوئی شخص صاحب شریعت نہیں آیا، اسی طرح قانون دینے والا سے مراد عیسیٰؑ ہیں، کیونکہ موسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ تک ان کے سوا کوئی صاحب شریعت نہیں آیا، اور ان دونوں کے

۱۰ شرح شفا، ص

۱۱ دیکھئے صفحہ ۲۶۳ جلد ۱ اور اس کا حاشیہ،

۱۲ صاحب رسالہ ہادیہ نے اس پیشینگوئی کے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان میں ایک جملہ یہ ہے: "یہود اے حاکم نہیں بنے گا، اور نہ اس کے پاؤں سے راسم بنے گا"۔ راسم کے معنی انگریزی ترجمہ میں صاحب شریعت (Law-giver) (مذکور ہیں)۔

بعد سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی صاحب شریعت نہیں ہوا، یعقوب علیہ السلام کے قول فی آخر الایام سے معلوم ہوا کہ اس کا مصداق ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے کہ حاکم اور صاحب شریعت کے حکم ختم ہو جانے کے بعد آخری ددر میں سوائے آپ کے اور کوئی نہیں آیا، نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ لفظ ”وہ آجائے جس کے لئے وہ ہے“ سے مراد حکم ہے، کیونکہ آیت کا سیاق و سباق یہی بتاتا ہے، اور لفظ ”اور تمام قومیں اس کی مطیع ہوں گی“ یہ اس بات کی صریح علامت ہے اور واضح دلیل ہے کہ اس کا مصداق یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ تمام قومیں آپ کے سوا کسی کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہوتیں،

البتہ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس عبارت میں کسی جگہ زبور کا ذکر نہیں ملتا، حالانکہ موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان ترتیب میں اس کا نمبر ہے، تو بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ زبور میں اول تو سرے سے احکام ہی نہیں ہیں، پھر داؤد علیہ السلام خود صاحب شریعت مستقلہ نہیں ہیں، بلکہ موسیٰ کے تابع ہیں، اور اس مقام پر یعقوب کی پیشگوئی میں صاحب احکام لوگوں کا بیان ہو رہا ہے،

ہم کہتے ہیں کہ حاکم کا مصداق موسیٰ اس لئے ہیں کہ آپ کی شریعت جبری

لہ ”فی آخر الایام“ اخبار الحی کے عربی نسخوں میں ایسا ہی ہے، مگر ہمیں بائبل کا کوئی ترجمہ ایسا نہیں مل سکا جس میں ”شیلہ“ کے ساتھ ”فی آخر الایام“ کا لفظ ہو، ممکن ہے کہ صاحب رسالہ ہادیہ جس بائبل سے نقل کر رہے ہیں اس میں یہ لفظ موجود ہو،

اور انتقامی ہے، اور راسم یعنی صاحبِ شریعت سے مراد عیسیٰ ہیں، اس لئے کہ آپ کی شریعت جبری نہیں ہے، نہ انتقامی ہے، اور اگر لفظ عصا سے مراد دنیوی سلطنت ہو اور اسی طرح مدبر سے مراد دنیوی حاکم ہو، جیسا کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادریوں کے رسالوں اور ان کے بعض ترجموں سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ لفظ ”شیلوہ“ سے نہ تو مسیح یہود مراد لینا درست ہے، جیسا کہ یہودی دعویٰ کرتے ہیں، نہ اس کا مصداق عیسیٰ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے،

پہلی بات تو اس لئے غلط ہے کہ دنیوی سلطنت اور دنیوی حاکم تو یہوداہ کے خاندان سے بخت نصر کے زمانے سے ختم ہو چکے ہیں، جس کو اب دو ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، اور آج تک کبھی مسیح یہود کی بھنگ تک کان میں نہیں پڑی،

دوسری بات، سو وہ اس لئے غلط ہے کہ یہ دونوں چیزیں خاندانِ یہوداہ سے عیسیٰ کے ظہور سے چھ سو سال قبل ہی مٹ چکی تھیں، جب کہ بخت نصر نے یہوداہ کی اولاد کو بابل کی طرف جلا وطن کیا، اور تقریباً ۶۳ سال ان کی یہی حالت رہی نہ کہ ستر سال، جیسا کہ بعض علمائے پروٹسٹنٹ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں۔ پھر ان لوگوں پر انٹیوکس کے عہد میں جو مصیبتیں پڑیں وہ دنیا کو معلوم ہیں، کیونکہ اس نے اونیاس عالمِ یہود کو اس کے منصب سے معزول کر کے اس کے بھائی یاسون کے ہاتھ اس عہدہ کو ۶۰ اشرفیوں کے عوض فروخت کر دیا، اس لئے مسیح یہود کہتے ہیں کہ جس مسیح کے آنے کا عہد نامہ قدیم میں تذکرہ ہے وہ ابھی تک نہیں آیا، ابھی اس کا انتظار ہے،

... طرح کہ وہ یہ ٹیکس کی رقم سالانہ ادا کیا کرے، پھر اس کو بھی معزول کر کے اس کے بھائی مینالادس کے ہاتھ ۶۶۰ اشرفیوں کے عوض یہ منصب فروخت کر دیا، پھر جب اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی تو یاسون نے اپنے لئے اس عہدے کی واپسی کا مطالبہ کیا، اور اورشلیم میں ہزاروں کالشکر لے کر داخل ہوا، اور جس شخص پر بھی اسے اپنے مخالف اور دشمن ہونے کا گمان ہوتا اس کو قتل کر دیتا تھا، حالانکہ مینالادس کے مرنے کی خبر غلط تھی، یہ سنکر انٹیوکس نے اورشلیم کا محاصرہ کر لیا، اور شدہ قبل مسیح میں دوبارہ اس کا مالک بن گیا، وہاں کے باشندوں میں چالیس ہزار انسانوں کو قتل کیا، اور اتنے ہی لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کتاب مرشد الطالبین مطبوعہ ۱۲۵۲ء جلد ۲، فصل ۲۰ تاریخی جدول کی بحث میں صفحہ ۴۸۱ پر لکھا ہے:

”اس نے اورشلیم کو خوب لوٹا، اور اتنی ہزار انسانوں کو قتل کر ڈالا“

صرف اس قتل عام پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ عبادت خانوں میں جو بیش قیمت سامان موجود تھا، جس کی قیمت اندازاً آٹھ سو اشرفیاں تھیں، اس سب کو لوٹ لیا اور تشرمان گاہ کی اہانت کے لئے وہاں ایک خنزیر کو ذبح کیا، پھر انطاکیہ کی طرف لوٹا، اور ایک نہایت کمینے شخص فیلپس کو یہودیوں کا حاکم بنا دیا، اور اپنے چوتھے سفر مہر کے وقت ابولونیوس کو بیس ہزار کالشکر لے کر اورشلیم کی جانب روانہ کیا، اور حکم دیا کہ اورشلیم کو اجاڑ دے، وہاں کے باشندوں میں سے تمام مردوں کو قتل کرے، اور عورتوں بچوں کو بونڈی غلام بنائے، چنانچہ یہ لشکر روانہ

لے دیکھئے مکابہوں کی پہلی کتاب، باب اول دوم،

ہوا، اور ایسی بے خبری کی حالت میں جب کہ اہل شہر یوم السبت کے متبرک دن میں نماز کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے، اچانک اُن پر حملہ کر دیا، اور سوائے اُن چند لوگوں کے جو کسی پہاڑ یا غار میں بھاگ کر درپوش ہو گئے، اور کوئی شخص نہیں بچ سکا، شہر والوں کے اموال کو خوب لوٹا، پوری بستی میں آگ لگا دی، ستونوں کو گرا دیا، مکانات کو اجاڑ ڈالا، اپنی مہدم شدہ مکانات کے ملبہ سے اکرا پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ بنایا، جہاں پر فوجی پہرہ عبادت خانہ کے اطراف و جانب کی نگرانی کے لئے لگا دیا گیا، اور جو شخص بھی عبادت خانہ کے قریب آتا فوراً قتل کر دیا جاتا۔

پھر انٹیوکس نے اثانیوس کو اس کام کے لئے بھیجا، کہ وہ یہودیوں کو یونانی بت پرستی کی تعلیم دے، اور جو شخص اس حکم کی تعمیل میں چون دھرا کرے وہ قتل کر دیا جائے، چنانچہ اثانیوس اور سلیم پہونچا، جس کے ساتھ کچھ کافر یہودی بھی معین و مددگار بن گئے، اور مذبح مقررہ کو حکماروک دیا گیا، اور یہودی مذہب کی عبادت کے تمام طریقوں کو منسوخ قرار دیا، عہد عتیق کے تمام نسخے جس قدر تلاش سے مل سکے سب کو جلادیا، اور سیکل کی عمارت کو جیوٹر کی عبادت گاہ بنا دیا اور یہودیوں کی تشریان گاہ پر جیوٹر کا بت نصب کر دیا، اور جس شخص کو انٹیوکس کا مخالف پایا قتل کر ڈالا۔

اس قیامتِ صغریٰ میں صرف متاثیاس کا، جن مع اپنے پانچ بیٹوں کے کسی نہ کسی طرح بچ کر اپنے وطن کی جانب بھلے گئے، اور اپنے قریبی محاندان کے

۱۷ دیکھئے صفحہ ۱۲۲ جلد ۱ کا حاشیہ،

لوگوں میں پناہ لے کر قوت اور طاقت پیدا کی، اور ان کافروں سے اپنی قوت و طاقت کے بقدر بدلہ لیا جیسا کہ تواریخ کی کتابوں میں ان واقعات کی تصریح موجود ہے،
 ایسی حالت میں یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکر صادق آ سکتی ہے؟ اور اگر کوئی صاحب یہ کہنے لگیں کہ سلطنت اور حکومت کے باقی رہنے کا مطلب بشارت میں امتیاز قومی ہے، جیسا کہ آجکل بھی کچھ لوگ اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اُس وقت بھی اس بشارت سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہو سکتے، یہ صورت حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک باقی چلی آتی تھی، ملک عرب کے مختلف حصوں میں ان لوگوں کے بکثرت مضبوط قلعے اور املاک موجود تھیں، اس طرح یہ لوگ کسی کے ماتحت اور مطیع نہیں تھے، جیسا کہ خیبر وغیرہ کے یہودیوں کی نسبت تاریخ شاہد ہے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان یہودیوں پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی گئی، اور ہر ملک میں دوسروں کی ذلیل رعایا بن گئے، اس لئے ”شیلوہ“ کا صحیح مصداق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں، نہ تو مسیح یہود اس کا مصداق ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام،

۱۔ دیکھئے ۱۔ مکایہوں ۲: ۲۰، ۳۰،

۲۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ سلطنت کے باقی رہنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا قومی امتیاز باقی رہے گا، اور بحیثیت قوم انھیں عزت و شوکت نصیب رہے گی،

۳۔ لہذا اگر ”شیلوہ“ سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہوتے تو آپ کی تشریف آوری کے بعد یہودیوں کا قومی امتیاز ختم ہو جانا چاہئے تھا، اس لئے کہ بشارت میں یہ کہا گیا ہے کہ: ”یہودیوں کا قومی امتیاز شیلوہ کے آنے تک باقی رہے گا، جب حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی سینکڑوں سال تک ان کا قومی امتیاز باقی رہا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح ”شیلوہ“ نہیں تھے،

چھٹی بشارت

زبور نمبر ۴ میں اس طرح ہے:

”میرے دل میں ایک نفیس مضمون جوش مار رہا ہے
میں وہی معنی سنائوں گا جو میں نے بادشاہ کے حق میں قلمبند کئے ہیں،
میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے، توہنی آدم میں سب حسین ہے، تیرے
ہونٹوں (پر نعمت بھی ہے) اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا،
اے فز بردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور شوکت ہے اپنی کمرے
حامل کر، اور سچائی اور حیل اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں
اقبال مندی سے سوار ہو، اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت کا دم دکھائے گا،
تیرے تیر تیر ہیں، وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں لگے ہیں، انہیں تیری
سامنے زیر ہوتی ہیں، اے خدا تیرا تخت ابد الابد ہے، تیری سلطنت کا
عصا راستی کا عصا ہے، تو نے صداقت سے محبت رکھی، اور بدکاری سے
نفرت، اسی لئے خدا! تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمرد
سے زیادہ مسح کیا ہے، تیرے ہر لباس سے مراد و عود اور تاج کی خوشبو
آتی ہے، ہاتھی دانت کے محلوں میں سے تاردار سازوں نے تجھے خوش
کیا ہے، تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں، بلکہ تیرے بچے ہاتھ اذیر
کے سونے سے آراستہ کھڑی ہے، اے بیٹی سن! غور کر اور کان لگا، اپنی قوم
اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا، اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہو گا،

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں قوسین کی جگہ ”میں لطافت بھری ہے“ کے الفاظ ہیں،

کیونکہ وہ تیرا خداوند ہے، تو اسے سجدہ کر، اور صندوق کی بیٹی ہدیہ لے کر حاضر ہوگی
 قوم کے دولت مند تیری رضا جوئی کریں گے، بادشاہ کی بیٹی محل میں سرتاپا
 حسن افزہ ہے، اس کا لباس زلفیت کا ہے، وہ بیل بولے دارلباس میں
 بادشاہ کے حضور میں پہچانی جائے گی، اس کی کنواری ہیلیاں جو اس کے
 پیچھے پیچھے چلتی ہیں تیرے سامنے حاضر کی جائیں گی، وہ اُن کو خوشی اور خرمی
 سے لے آئیں گے، وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوں گی، تیرے بیٹے تیری
 باپ دادا کے جانشین ہوں گے، جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار
 مقرر کرے گا، میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا، اس لئے
 امتیں ابد الابد تیری شکر گزندی کریں گی“ (آیات انا، ۱)

یہ بات تمام اہل کتاب کو تسلیم ہے کہ واؤد علیہ السلام نے اس زبور میں
 ایک ایسے نبی کی بشارت دی ہے جو ان کے بعد ظاہر ہوگا، اور یہودیوں کے
 نزدیک اس وقت تک کوئی ایسا نبی جو ان صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف
 ہو ظاہر نہیں ہوا، علماء پروٹسٹنٹ اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی عیسیٰ ہیں
 اور مسلمانوں کا لگے ہوں یا پچھلے یہ دعویٰ ہے کہ اس نبی کا مصداق حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

ہمارا خیال یہ ہے کہ اس زبور میں جس نبی کی بشارت دی گئی ہے اس کی
 حسب ذیل صفات کا ذکر کیا گیا ہے :

① وہ بے انتہا حسین ہوگا۔

② وہ تمام انسانوں میں افضل ہوگا،

- ③ نعمت اس کے دونوں ہونٹوں سے پہے گی،
- ④ وہ برکتوں والا ہوگا،
- ⑤ وہ تلوار لٹکانے والا ہوگا،
- ⑥ وہ طاقتور ہوگا،
- ⑦ حق و صداقت اور وقار و سکون والا اور سچائی کا علمبردار ہوگا،
- ⑧ اُس کے ہاتھ سے عجیب طور سے ہدایت ہوگی،
- ⑨ اُس کا تیر تیز ہوگا،
- ⑩ قومیں اس کے ماتحت ہو جائیں گی،
- ⑪ وہ نیکی کو پسند کرنے والا اور گناہ کو مبغوض رکھنے والا ہوگا،
- ⑫ بادشاہوں کی بیٹیاں اس کی خدمت گزار ہوں گی،
- ⑬ تحفے اور ہدیے اس کو پیش کئے جائیں گے،
- ⑭ قوم کے دولتمند اس کے مطیع ہو جائیں گے،
- ⑮ اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ دنیا کی سردار بنے گی،
- ⑯ اس کا نام تمام نسلوں میں یکے بعد دیگرے مشہور اور مذکور ہوگا،
- ⑰ قومیں اس کی ہمیشہ مدح و ثناء کریں گی،

یہ تمام خوبیاں اور اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ کامل اور مکمل طور پر نمایاں ہیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بشارت کا صحیح مصدق ہونا

نمبر ۱۱ کی دلیل یہ ہو کہ
ابو ہریرہؓ کا بیان ہو کہ،

”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور حسین کسی کو نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آفتاب آپ کے روئے مبارک سے طلوع ہو رہا ہے، جب آپ مسکراتے تھے تو دیوار تک چمک جاتی تھی، م معبود رضی اللہ عنہا آپ کے کچھ اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: دُور سے آپ تمام انسانوں سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے آپ تمام دنیا سے زیادہ حسین اور شیریں نظر آتے تھے۔“

نمبر ۲ کی شہادت کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ذیل کافی ہے، قرآن حکیم میں فرمایا کہ:

قُلْنَا الرُّسُلَ فَمَنْ يَعْصِي	”ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ،	بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔“

مفسرین کہتے ہیں کہ ”وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی اللہ نے آپ کو متعدد درجہ سے تمام نبیوں سے بلند کیا ہے،

امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں خوب سیر حاصل بحث فرمائی ہے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

أَنَا سَيِّدُ دُنْيَا أَدَمَ يَوْمَ	میں قیامت کے روز آدم کے بیٹوں کا
الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ،	سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔“

”لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللہ علیہ وسلم كَانَ شَمْسٌ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ“ أخرجه الترمذی وابن سعد والبیہقی عن ابی ہریرۃ (جمع الفوائد، ص ۹، ج ۲) والنخعات الکبریٰ ص ۲، ج ۱، ”وَلَمْ يَجِدْ إِذَا ضَلَّ سَبِيلَهُ“ فی الجہاد فی ہذہ الروایۃ واسماء بنت ربابہ أخری، أخرجه البزار والبیہقی عن النخعات الکبریٰ صفحہ ۴، جلد ۱)

”أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ رِكَزُ الْعَمَالِ، ص ۱۰۱، ج ۶“

یعنی یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ اللہ کی نعمت کے اعتراف کے طور پر کہتا ہوں،

نمبر ۳، اس کے ثبوت دینے یا دلیل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آپ کی فصاحت و بلاغت کا موافق و مخالف سب کو اعتراف و اقرار ہے، راویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام و گفتگو کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ صحیح اور سچ لہجے والے تھے، اس لئے آپ فصاحت کے لحاظ سے افضل و اکمل مرتبہ رکھتے تھے،

نمبر ۴۔ کے ثبوت کے لئے اللہ کا ارشاد قرآن کریم میں موجود ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ،

پر رحمت بھیجتے ہیں ۛ

لاکھوں کروڑوں انسان پانچوں نمازوں میں آپ پر درود شریف پڑھتے ہیں،

نمبر ۵ بھی ظاہر اور عیاں ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

”مجھ کو خدا نے تلوار دے کر بھیجا ہے“

نمبر ۶ کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی قوت جسمانی کمال درجہ پر تھی، مشہور واقعہ ہے کہ رکانہ جو عرب کا نامی گرامی اور مشہور پہلوان تھا اور جس کی جسمانی قوت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی مسلمان ہونے سے قبل ایک مرتبہ تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ کی کسی گھائی میں ملا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو خدا

۱۔ ”انا الرسول بالسيف“ لم اجده، وانا المحدث ”انا نبی الملمحة“ اخرجہ الحکیم عن
حدیثہ (کنز، ص ۱۱ ج ۶)۔

سے نہیں ڈرتا؟ اور میری دعوت قبول نہیں کرے گا؟ کہنے لگا اگر مجھ کو آپ کے سچا ہونے کا یقین ہو جائے تو بیشک میں آپ کی اتباع کے لئے تیار ہوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر میں تجھ کو چھڑا دوں تو کیا پھر تجھ کو میرے سچا ہونے کا یقین آجائے گا؟ کہنے لگا ضرور! آپ نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا، اور بالکل بے بس کر دیا، اس نے کہا کہ اے محمدؐ! ذرا دوبارہ گرا کر دکھائیے، آپ نے دوبارہ بھی اس کو ٹنچ دیا، کہنے لگا، اے محمدؐ! بڑی ہی عجیب بات ہے، آپ نے فرمایا، اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اس سے بھی زیادہ عجیب چیز... دکھا سکتا ہوں بشرطیکہ تو خدا سے ڈر کر میری پیروی کرے، کہنے لگا وہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے سامنے اس درخت کو ملاتا ہوں، چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا، وہ آپ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا، پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس چلا جا، وہ اپنی جگہ لوٹ گیا،

رکانہ یہ معجزات دیکھ کر جب اپنی قوم کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ اے بنی عبدمناف! میں نے محمدؐ سے بڑھ کر کوئی جادوگر نہیں دیکھا، اور پھر جو کچھ واقعہ گذرا تھا وہ سنایا رہی آپ کی شجاعت و بہادری سراسر اس کی شہادت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا حسب ذیل قول دے رہا ہے:

”میں نے آپؐ سے زیادہ نہ کسی کو بہادر دکھانہ دیر، اور نہ آپؐ سے زیادہ کسی کو سخی پایا۔“

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

۱۰ اخرجہ للبیہقیؒ والبیہقیؒ عن ابی امامہ (الخصائص الکبریٰ ص ۱۲۹ و ۱۳۰ ج ۱ اول)

۱۱ اخرجہ الدارمیؒ عن ابن عمرؓ (خصائص، ص ۴۲ ج ۱ اول)

جب لڑائی کی آگ بھڑک جاتی تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے بچنے کی کوشش کرتے تھے، ایسے موقع پر ہم سب میں آپ ہی دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے، مجھ کو وہ منظر یاد ہے جب کہ بدر کے دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لئے ہوئے تھے، اور آپ ہم سب میں دشمن کے زیادہ قریب تھے، اس روز آپ نے سب لوگوں سے زیادہ شدید جنگ کی۔^۱

نمبر ۲، امامت اور سچائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلیل القدر صفات میں ہیں، چنانچہ نضر بن حارث نے قریش سے کہا تھا کہ:

”محمدؐ نے تم میں بچپن سے نشوونما پائی ہے، اس تمام دور میں وہ تم میں مقبول اللہ پسندیدہ اور بات کے سچے پکے، امانت میں اپنے درجے کے ثابت ہوئے (اب جب انکے بالوں میں سفیدی آگئی اور جو کچھ بھی وہ تمھارے پاس لائے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادو گر ہیں، نہیں؛ خدا کی قسم: وہ ہرگز جادو گر نہیں ہیں)۔“^۲

ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا تو پوچھا کہ محمدؐ نے جو کچھ دعویٰ کیا ہے، کیا اس سے پہلے تم نے ان کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے پایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں،^۳

نمبر ۳ کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جنگ بدر اور جنگ حنین کے موقع پر خاک

۱۔ أخرجه أحمد والطبرانی في الأوسط عن علي (خصائص، ص ۲۰۳، ج ۱)

۲۔ لقد كان محمدٌ فيكم غلاماً حدثاً أَرْضَاكُمْ فِكُمْ وَأَمَدَّكُمْ حَدِيثاً وَأَعْلَمَكُمْ أَمَانَةَ الْحَقِّ۔ أخرجه ابن السني وبقی
وابو نعیم عن ابن عباس (الخصائص، ص ۱۱۴، ج ۱)

۳۔ الحديث طويل معروف أخرجه البخاري،

کی ایک لمٹھی بھر کر کافروں کے مُنہ اور چہروں پر دے ماری، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی ایک کافر بھی ایسا نہ تھا جو اس کی زد سے بچ رہا ہو، بلکہ سب کو اپنی آنکھوں کی پڑ گئی، اور شکست کھا کر بھاگے، اور مسلمانوں نے ان کو قتل اور قید کیا، اس قسم کے واقعات یہ آپ کے ہاتھوں کی عجیب ہدایت و رہنمائی ہے جس سے گمراہ کو ہدایت نصیب ہو سکتی ہو، نمبر ۹ کا ثبوت یہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد قدیم زمانے سے تیر اندازی کی ماہر چلی آتی تھی، جس کو دنیا جانتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کام بڑا مرغوب تھا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: "عَنْقَرِیْتُ تَمَ لُؤْگَ رُومِیوں پر فتح حاصل کر دے گا اور اللہ تمھارے کام کی کفایت کرے گا، اس لئے تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی کے کھیل سے عاجز نہ رہے" دوسری جگہ فرمایا: "اے بنی اسمعیل! تیر اندازی کیا کر دینو کہ تمھارے باپ بھی تیر انداز تھے" اور فرمایا کہ: "جس نے تیر کا فن سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے"

نمبر ۱۱ کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا طیبہ ہی میں اللہ کے دین یعنی اسلام میں لوگ جو حق اور فوج در فوج داخل ہونے لگے تھے، اور صرف دو سال سے بھی کم مدت میں مسلمان ہزاروں سے

۱۔ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۱۲۹۷، ۱۲۹۸ جلد ہذا،

۲۔ لم أحبہ،

۳۔ "ارموا بنی اسمعیل فان ابکم کان رامیا" اخرجه البخاری عن سلمة بن الاکوع مرفوعاً (صح الفوائد صفحہ ۱۹ ج ۲)

۴۔ "من تعلم الرمی ثم ترک فلیس منی" اخرجه مسلم عن عقبہ بن عامر مرفوعاً (ایضاً)

متجاوز ہو کر لاکھوں ہو گئے،

نمبر ۱۱ تو اس قدر معروف و مشہور ہے کہ جس کا اقرار و اعتراف کٹر سے کٹر مخالفین کو بھی ہے، جیسا کہ مسلک نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا ہے،

نمبر ۱۲، یہ ایک حقیقت ہے کہ شاہزادیاں اور امیرزادیاں طبقہ اولیٰ کے مسلمانوں کی حرم سرا میں داخل ہوئیں، اور ان کی خادما میں بننے کا فخر حاصل کیا، اُن میں سے شہر بانو جو یزدجر شاہ ایران کی بیٹی تھیں، امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں داخل ہوئیں،

نمبر ۱۳ و ۱۴ کے ثبوت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ اور منذر بن سادہ بن بحر بن حکمران اور سلطان عمان مطیع و فرمانبردار ہو کر اسلام میں داخل ہوئے، نیز ہرقل قیصر روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ ارسال کیا، قبطیوں کے بادشاہ مقوقس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین باندیاں، تین حبشی غلام، ایک خوب صورت نچر اور دراز گوش گھوڑا اور بیش قیمت کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے،

نمبر ۱۵ کی دلیل یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بہت سے خلیفہ بنے، اور مختلف ممالک حجاز و یمن، مصر و مغرب، شام و فارس، ہندوستان میں ہزاروں امراء و سلاطین آپ کی نسل سے ہوتے رہے، اور آج تک حجاز و یمن اور دوسرے بعض ملکوں میں بے شمار امراء و حکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے پائے جاتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ بھی آپ ہی کی نسل کا ظاہر ہوں گے اور دنیا میں خدا کے خلیفہ بنیں گے، آپ کے مبارک عہد ہی میں اللہ کا دین تمام

دینوں پر غالب ہو کر رہے گا،

نمبر ۱۷۱ء کی شہادت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسان مختلف قوموں اور قبیلوں کے پانچوں وقت بلند آواز سے مختلف ملکوں میں **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ** کی صدائیں لگاتے ہیں اور ان پانچوں اوقات میں ان گنت اور بے شمار نمازی آپ پر درود پڑھتے ہیں اور لاکھوں حافظ و قاری آپ کے منشور کو حفظ کرتے ہیں، مفسرین آپ کے لکے ہوئے قرآن کے معانی کی تفسیر اور واعظ لوگ آپ کے وعظ کی تبلیغ کرتے ہیں، بڑے بڑے علماء اور سلاطین روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور دروازے کے باہر سے آپ پر درود پڑھتے ہیں، اور اپنے چہروں کو روضہ اقدس کی مبارک خاک سے رگڑتے ہیں، اور آپ سے شفاعت کی توقع رکھتے ہیں،

اس کے برعکس یہ شہادت کسی طرح پر بھی علمائے پروٹسٹنٹ کے باطل دعوے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں صادق نہیں آتی، اس لئے کہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ کتاب اشعیاء کے باب ۵۳ میں دی ہوئی بشارت بھی عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے، اور اس کی عبارت یہ ہے :

”نہ اس کی کوئی شکل و صورت ہے، نہ خوب صورتی، اور جب ہم اس پر نگاہ کریں تو کچھ حسن و جمال نہیں، کہ ہم اس کے مشتاق ہوں، وہ آدمیوں میں حقیر و مردرد، مرد غمناک اور بے کس کا آشنا تھا، لوگ اس سے گویا روپوش تھے، اس کی تحقیر کی گئی، اور ہم نے اس کی کچھ قدر نہ جانی“

غور کیجئے! یہ اوصاف ”زبور“ کے بیان کردہ اوصاف کی ضد اور برعکس ہیں،

اس لئے عیسیٰ علیہ السلام پر حسین اور طاقت ور ہونا صادق نہیں آئے گا، نہ اُن پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ تلوار لٹکانے والا ہوگا، اور نہ یہ کہ اس کا تیز بھال والا ہوگا، نہ یہ کہ دولت مند لوگ اس کے مطیع بنیں گے، نہ یہ کہ اس کی خدمت میں ہدایا اور تحفے بھیجے جائیں گے،

اس کے برعکس عیسائی نقطہ نظر کے مطابق لوگوں نے عیسیٰ کو گرفتار کیا، ذلیل کیا، اُن کا مذاق اڑایا، کوڑوں سے اُن کو مارا، پھر اُن کو سولی پر لٹکایا، اسی طرح نہ اُن کے بیوی تھی، نہ بیٹا، لہذا یہ بات بھی صادق نہ آسکے گی، کہ بادشاہوں کی بیٹیاں اس کے گھر میں داخل ہوں گی، نہ یہ کہ اس کی اولاد اپنے بڑوں کی جگہ زمین کی بادشاہ ہوگی،

ایک ضروری تنبیہ | ترجمہ آیت نمبر ۸ جو ہم نے نقل کیا ہے وہ زبور کے اس فارسی ترجمہ کے مطابق ہے جو ہمارے پاس تھا، اسی طرح زبور کے اردو ترجموں میں بھی ایسا ہی ہے، اور پولس نے اس آیت کو اپنے عبرانیوں کے نام خط کے پہلے باب ترجمہ عربی ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے،

”تو نے راست بازی سے محبت اور بدکاری سے عداوت رکھی، اسی سبب سے خدا یعنی تیرے خدا نے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ مسیح کیا۔“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۷ء عربی ترجمہ کے مطابق ہیں، اس لئے جو

ترجمہ میری نقل کے مخالف ہوگا وہ درست نہ ہوگا، اور اس کی تردید کے لئے ان کے مقدس کا کلام کافی ہوگا،

ادھر آپ حضرات باب کے مقدمہ میں یہ بات معلوم کر چکے ہیں کہ لفظ ”معبود“ اور ”رب“ وغیرہ کا استعمال عوام کے لئے بھی ہوا ہے، چہ جائیکہ خواص لوگ زبور علیہ کی آیت نمبر ۶ میں یوں ہے کہ:

”میں نے کہا تھا کہ تم الہ ہو، اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو“

اس لئے صاحب مفتاح الاسرار کا یہ اعتراض قابلِ پیش رفت نہیں ہو سکتا کہ زبور کی آیت مذکورہ اس طرح ہے کہ:

”تو راست بازی سے محبت اور بدکاری سے عداوت رکھی، اسی سبب کے

لے اللہ تیرے معبود نے تجھے خوشی کے تیل سے تیرے ساتھیوں کی بہ نسبت

تجھے زیادہ مسح کیا“

اور مسیح کے علاوہ اور کسی شخص کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں ہو سکتے کہ اے

اللہ! اقل تو ہم کو اس ترجمہ کی صحت تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ترجمہ ان کے مقدس کے کلام کے خلاف ہے،

دوسرے اگر ہم اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو بھی ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ دعویٰ

صریح طور پر باطل ہے، اس لئے کہ لفظ ”اللہ“ اس مقام پر حقیقی معنی میں استعمال

نہیں ہو رہا ہے، بلکہ مجازی معنی مراد ہیں، اس کی دلیل لفظ ”تیرا معبود ہے“ کیونکہ

حقیقی خدا کا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا، پھر جب معنی مجازی مراد ہوئے تو جس طرح

لے مطلب یہ ہے کہ صاحب مفتاح الاسرار نے زبور کی عبارت جس طرح نقل کی ہو (باقی صفحہ ۲۷۹)

عیسیٰ کے حق میں صادق آسکتا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی صادق ہوگا، زبور کی ایک اور عبارت بشارت نمبر ۱۴۹ آیت میں ہے:

خداوند کی حمد کرو، خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ اور مقدسوں کے مجمع میں اس کی مدح سرائی کرو، اسرائیل اپنے خالق میں شادمان رہے، سرزندہ اور صیون اپنے بادشاہ کے سبک شادمان ہوں وہ مانچتے ہوئے اس کے نام کی ستائش کریں، وہ دف اندستار پر اس کی مدح سرائی کریں، کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوشنود رہتا ہے، وہ طیموں کو نجات سے زینت بخشتے گا، مقدس لوگ جلال پر فخر کریں، وہ اپنے بستروں پر خوشی سے نغمہ سرائی کریں، ان کے منہ میں خدا کی تجید اور ہاتھ میں دودھاری تلوار ہو، تاکہ قوموں سے انتقام لیں، اور امتوں کو سزا دیں، ان کے بادشاہوں کو زنجیروں سے جکڑائیں، اور ان کے سرداروں کو لوہے کی بیڑیاں پہنائیں، تاکہ ان کو وہ سزا دیں جو مر قوم ہے اس کے سب مقدسوں کو یہ شرف حاصل ہے“ (آیت ۹۱ تا ۹۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس میں تو اللہ کو خطاب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ اے اللہ! تیرے معبود نے تجھے خوشی کے تیل سے زیادہ مسح کیا، اس میں اللہ کا ایک معبود ثابت کیا گیا ہے، اب ظاہر ہے کہ اس عبارت میں لفظ اللہ سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکے، کیونکہ اللہ کا کوئی معبود نہیں ہوتا، جو اسے مسح کرے، لامحالہ یہ کہا جائے گا کہ یہاں اللہ سے مراد اس کے مجازی معنی یعنی حضرت عیسیٰ کی ناسوتی حیثیت ہے، اور اس طرح لفظ اللہ بابتیل کی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے، جیسا کہ زبور ۸۲: ۶ کی مثال ابھی مصنف نے بیان فرمائی،

دیکھئے اس زبور میں جس نبی کی بشارت دی گئی ہے اس کو بادشاہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کے فرمانبرداروں کو مقدس لوگ کہا گیا ہے، اور ان کے اوصاف میں ہے ان کا تسبیح و تحنید پر فخر کرنا، اور ان کے منہ میں خدا کی تحنید ہونا، اور دودھاری تلواریں ان کے ہاتھوں میں ہونا، ان کا دوسری قوموں سے انتقام لینا، اور ملامت کرنا، نیز ان کا بادشاہوں اور اشراف کو لوہے کی زنجیروں اور طوقوں میں مقید کرنا ذکر کیا گیا ہے،

اب دیکھئے صاف طور پر اُس نبی کا مصداق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں، جن پر یہ تمام مذکورہ اوصاف سو فی صدی صادق آتے ہیں،

سلیمان علیہ السلام کو اس کا مصداق قرار دینا اس لئے درست نہیں کہ اہل کتاب کے نظریہ کے مطابق ان کی سلطنت اپنے باپ کی سلطنت سے زیادہ وسیع نہیں ہو سکی، اور اس لئے بھی کہ وہ ان کے عقیدہ کے مطابق (نحوہ باللہ) آخر عمر میں مرتد اور بت پرست ہو چکے تھے۔

عین علیہ السلام بھی اس کا مصداق اس لئے نہیں ہو سکتے کہ وہ تو ان اوصاف مذکورہ سے کوسوں دور ہے، کیونکہ وہ گرفتار کئے گئے، اور ان کے خیال کے بموجب قتل کر دیئے گئے، اسی طرح ان کے اکثر حواریوں کو زنجیروں اور طوقوں میں مقید کیا گیا، پھر کافر بادشاہوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے،

آٹھویں بشارت کتاب یسعیاہ

کتاب یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۹ میں ہے:

”دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں، اور میں نئی بتاتا ہوں، اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں:

اے سمندر پر گزرنے والو! اور اس میں بننے والو! اے جزیروں اور ان کے باشندو! خداوند کے لئے نہا گیت گاؤ، زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو، بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد گھاؤں اپنی آواز بلند کریں، رسلح کے لئے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں وہ

۱۔ ”رسلح“ اظہار الحق میں مصنف نے جن عربی ترجمہ سے نقل کیا ہے اس میں (رسلح) کی جگہ (چٹان) کا لفظ ہے، موجودہ انگریزی ترجموں میں بھی ایسا ہی ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ اور عربی ترجمہ مطبوعہ میں یہاں ”رسلح“ کا لفظ ہے، اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل عبرانی میں یہاں لفظ ”رسلح“ ہی ہے، مگر چونکہ ”رسلح“ کے معنی چٹان کے ہیں، اور بائبل کے مترجمین اکثر مقامات کے ناموں کا بھی ترجمہ کر ڈالتے ہیں، اس لئے انھوں نے اس کی جگہ چٹان لکھ دیا، اس تحقیق سے یہ پیشگوئی اور زیادہ قطعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو جاتی ہے، کیونکہ ”رسلح“ مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو قدیم اہل عرب میں بھی اسی نام سے مشہور تھا، قیس بن ذریج کا شعر ہے ۵

لَعَمْرُكَ اَنْتَی لَاحِبٌ سَلْعًا ۚ لِرَوْیْتِهِ دَمْنٌ اُكْنَفٌ سَلْعٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ”رسلح“ کے نام سے مشہور معروف تھا، باقی برخواستہ

خداوند کا حلال ظاہر کریں، اور جزیروں میں اس کی شہادت خواتی کریں، خداوند
بہادر کی مانند نکلتے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا، وہ نصرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (دیکھئے صحیح مسلم میں غزوہ تبوک کے تحت حضرت کعبہ کی مشہور طویل
حدیث) اور آج بھی سلع کے نام سے مشہور ہے، اب اس جملہ پر غور فرمائیے جو کتاب یسعیاہ
میں مذکور ہے: "سلع کے بنے والے گیت گائیں" آپ کو معلوم ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کی بچیاں یہ عربی نغمہ گارہی تھیں:۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ۖ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

ہم پر ثنیاۃ الوداع کی گھاٹیوں سے چودہویں کا چاند طلوع ہوا ہے،

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ثنیاۃ الوداع درحقیقت کوہ سلع ہی کے سلسلہ کی گھاٹیاں ہیں
جن کا آج بھی ہر شخص مدینہ طیبہ میں مشاہدہ کر سکتا ہے،

یہ درست ہے کہ سلع کے نام سے ایک قلعہ شام کی وادی موسیٰ میں بھی واقع تھا
(معجم البلدان حموی، ص ۲۳۷ ج ۳ والقاموس المحیط، ص ۳۹ ج ۳) لیکن کئی وجوہ سے کتاب
یسعیاہ کی مذکورہ پیشینگوئی میں وہ سلع مراد نہیں ہو سکتا، اول تو اس لئے کہ آکسفورڈ
بائبل کنکارڈنس کے مؤلفین اس لفظ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عرب کا قدیم مرکزی شہر جس کی بنیاد بنی عیسو نے رکھی تھی، (ص ۲۶۵، لفظ

(

واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے داماد تھے (پیدائش ۲۸: ۹،
و ۲۵: ۱۳ و ۳۶: ۳) اور وادی موسیٰ کا قلعہ شام میں ہے، اسے عرب کا شہر نہیں کہا جاسکتا
دوسرے اس لئے کہ اس پیشینگوئی میں لفظ سلع سے پہلے یہ جملہ ہے کہ "قیدار
کے آباد گادوں اپنی آواز بلند کریں" جس سے معلوم ہوا کہ سلع سے مراد وہ سلع ہے جو قیدار
کی بستیوں کے قریب ہو، قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحبزادے کا نام تھا، (لہ تواریخ
۳۱: ۱) اور ان کی اولاد ملک عرب کے بیابان میں آباد تھی، جیسا کہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مارے گا، ہاں وہ للکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا، میں بہت
مدت سے چپ رہا، میں خاموش ہو رہا، اور ضبط کرتا رہا، پر اب میں دروڑ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کتاب یسعیاہ ۲۱: ۱۲ تا ۱۷ سے صاف ظاہر ہوتا ہے، اسی صورت
میں سلع سے مراد شام کا کوئی علاقہ مراد نہیں ہو سکتا،

تیسرے اس لئے کہ جو بشارت حضرت یسعیاہ کے واسطے سے اس باب ۲۲ میں
بیان کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ پہلے باب نمبر ۲۴ آیت ۲ میں اس طرح ہے کہ:
”میں نے مشرق سے اس کو برپا کیا جس کو وہ صداقت سے اپنے قدموں
میں بلاتا ہے“

اس جملہ میں کہا گیا ہو کہ وہ نبی مشرق سے مبعوث ہوگا، اور مشرق کا لفظ تورات میں عام
طور سے ملک عرب کے لئے استعمال ہوا ہے، (دیکھئے ارض انقرآن مولانا سید سلیمان ندوی)،
چوتھے اس لئے کہ اگر سلع سے مراد شام والا سلع ہو تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد
حضرت عیسیٰ ہوں گے، حالانکہ اس بشارت میں یہ کہا گیا ہے کہ ”خداوند بہادر کی مانند
نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائیگا“ اس جملہ اور اس کے بعد کے تمام جملے اس
بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے وہ جہاد کرے گا اور اپنے
دشمنوں کو تہس نہس کر ڈالے گا، اور حضرت عیسیٰ نے نہ صرف یہ کہ جنگ نہیں کی، بلکہ
عیسائیوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ انھیں ان کے دشمنوں نے سولی دیدی تھی، (معاذ اللہ)
پانچویں اس لئے کہ اس بشارت کا (آخری جملہ پوری وضاحت کے ساتھ اس بات
کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے، اس کا خصوصی مشن بت پرستی کا استیفاء
کرنا ہوگا، اور اسے زیادہ بہت پرستوں سے واسطہ پڑے گا، حالانکہ عیسیٰ کی کم دیش پوری زندگی
یہودیوں کے مقابلے میں گزری ہے، بت پرستوں سے آپ کو کوئی قابل ذکر واسطہ نہیں رہا،
اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عرب میں مبعوث ہوئے تھے جہاد کے
ذریعے دشمنانِ خدا کو ذلیل و خوار بھی کیا، اور آپ کی ملکی زندگی کے تیرہ سال (باقی صفحہ آئندہ)

دال کی طرح چسلاؤں گا، میں یا پتوں گا در زور سے سانس لوں گا۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو دیران کر ڈالوں گا، اودان کے سبزہ زاروں کو خشک کر دوں گا، اودان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا، اور تالابوں کو سکھا دوں گا اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا، میں اُن کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا، میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور ادھنچی نچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا، میں ان سے یہ سلوک کر دوں گا اور ان کو ترک نہ کر دوں گا، جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے، اور بہت شرمندہ ہوں گے» (آیات ۹ تا ۱۷)

یہ عبارت آیت ۹ کی جس جملے سے شروع ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اشعیا علیہ السلام پہلے کچھ زمانہ ماضی کی خبریں دے چکے ہیں اور اس کے بعد زمانہ آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں، اور جس کی پہلے خبر دی تھی

زبانیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) پورے کے پورے بت پرستوں سے مقابلہ کرنے میں صرف ہوئے، اور جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پورے جزیرہ عرب میں کوئی ایک بھی بت پرست بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان ناقابل انکار وجود کی بناء پر اس پیشگوئی کا مصداق سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا (ماشیہ صفحہ ۱۷) معنی کا خیال ہے کہ اس باب نمبر ۴۲ میں آیت سے پہلے جس نبی کی علامات ذکر کی گئی ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہیں بلکہ کسی اور نبی کی ہیں، لیکن بعض دوسرے اہل علم مثلاً مولانا سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ وہ علامات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں، اور ہمیں بھی یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے، باب ۴۲ کی ابتدائی آیتیں یہ ہیں، ”دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس کے حالات اس نبی کے برعکس ہیں جس کی... خبر اس باب کے آخر تک دی گئی ہو چنانچہ اس باب کی آیات نمبر ۲۳ میں ارشاد ہے کہ :

”تم میں کون ہے جو اس پر کان لگائے؟ ہو آئندہ کی بابت توجہ سنے“

اور نئے گیت سے مراد عبادات کے وہ نئے طریقے ہیں جو شریعت محمدی میں پائے جاتے ہیں، اور رُکِ زمین کے آخری حصہ کے باشندوں اور جزیروں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی وہ قوموں میں عدالت جاری کر چکا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا، اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا، اور نثمنائی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہو گا، اور ہمت نہ ہائے گا، جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے، جس نے آسمان کو پیدا کیا، اور مان دیا جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا۔ جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے، یعنی خداوند خدا یوں منسرمات ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ پکڑاؤں گا، اور تیری حفاظت کروں گا، اور لوگوں کے ہمد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے، اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے، یہودا ہی ہی ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھوئی ہوئی صورتوں کے لئے روانہ رکھوں گا۔

ہمارے نزدیک یہ عبارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حق میں ہے، اور اسی کے بعد جو جملہ ہے کہ ”دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں اور میں نبی بتاتا ہوں“ (باقی برصفا آئندہ)

شہروں اور خشکی کے تمام علاقوں کے لئے ان کے عام ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عام ہونے کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے، بالخصوص لفظ قیدار اس کی طرف قوی اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیدار بن اسمعیل کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لکاریں کے الفاظ اس خاص عبادت کی طرف اشارہ ہے جو حج کے زمانے میں ادا کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں انسان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وہ درحقیقت ایک جملہ معترضہ ہے، جس کا مقصد اپنی اس پیشینگوئی کی اہمیت کو اس طرح واضح کرنا ہے کہ میں نے جو پچھلی پیشینگوئیاں اس سے پہلے کی تھیں وہ واقع ہو کر رہیں، اس لئے یہ بھی ضرور واقع ہوگی۔

مذکورہ عبارت کئی وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہو سکتی، اول اس لئے کہ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ "ہمت نہ ہائے گجا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے" حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی عدالت اور حکومت سے پہلے ہی آسمان پر تشریف لے گئے۔

دوسری اس لئے کہ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ "میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا" حالانکہ عیسائی نظریہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھتے وقت خدا کو چلا کر پکارتے رہ گئے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) ان کا انتقال ہو گیا، اور اسلامی عقیدے کے مطابق بھی انھیں حکومت کم از کم حاصل نہ ہو سکی،

تیسرے اس لئے کہ اس عبارت کا آخری جملہ بھی اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے وہ خاص طور سے بت پرستی کا خاتمہ کرنے کو اپنا مقصد بنائے گا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بت پرستوں سے کوئی خاص واسطہ نہیں ہے اس کے برخلاف یہ بشارت سرفی صدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ صحابہ کے دُور میں ایک مشہور (باقی بر صفحہ آئندہ)

لبیک اللہم لبیک کی صدا لگاتے ہیں، اسی طرح تجزیروں میں ان کی شمار خوانی کریں
کے الفاظ اذان کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ لاکھوں کروڑوں انسان دنیا کے مختلف
حصوں میں پانچوں وقت بلند آواز سے اذان کہتے ہیں،

اسی طرح ”خداوند بہادر مرد کی طرح نکلے گا، وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیبت
دکھائے گا۔ ان الفاظ سے جہاد کے مضمون کی جانب حسین اشارہ کیا گیا ہے

ربقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہودی عالم تھے جو مسلمان ہو گئے تھے، ان سے جب پوچھا گیا کہ تورات
کی کونسی عبارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیتی ہے؟ تو انھوں نے ایک
عبارت کا عربی ترجمہ کر کے بتلایا، وہ عبارت کتاب یسعیاہ کی اس عبارت کے سونی
مطابق ہے،

ہم بخاری کی کتاب التفسیر سے حضرت کعب بن جریج کی بیان کردہ عبارت ایک ایک
جملہ کر کے نقل کرتے ہیں، اسے کتاب یسعیاہ کے ایک ایک جملے سے ملاتے جائیے:

(۱) قال فی التوراة یا آیتھا النبی	تورات میں اللہ نے کہا، ی کہ لے نبی!
انا ارسلنک شاھداً ومبشراً	ہم نے تمہیں بھیجا ہے دراصل ایک تم
	شاہد اور خوشخبری دینے والے ہو

یسعیاہ میں ہے ”وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا“

(۲) وحرز الاممین، ”امیوں کی پناہ ہو، (امتی سے مراد وہ

ہیں جنہیں پہلی شریعت ملی ہو)“

یسعیاہ میں ہے ”ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا۔“

(۳) آمنت عبدی ورسولی، ”تم میرے بندے اور میرے رسول ہو“

یسعیاہ کے شروع میں ہے: ”دیکھو میرا خادم“ اور پھر ہے ”میں نے اپنی روح اس کی ڈالی“

(باقی بر صفحہ آئندہ)

یعنی آپ کا اور آپ کے متبعین کا جہاد محض خدا کے لئے ہوگا، اور اسی کے حکم سے ہوگا، نفسانی خواہشات کی لذتوں سے خالی ہوگا، اس لئے اللہ نے اس نبی کے اور اس کے متبعین کے خروج کو اپنی خروج سے تعبیر فرمایا۔

اسی طرح آیت نمبر ۱۲ میں جہاد کی مشروعیت کی وجہ پر روشنی ڈالی، اور آیت نمبر ۱۶ میں اہل عرب کی حالت کا نقشہ کھینچا، کہ یہ لوگ احکام خداوندی سے قطعاً (بقیہ ماحشیہ صفحہ آئندہ)

(۴) سَمِيتُكَ بِالْمُتَوَكِّلِ ،
”میں نے تیرا نام خدا پر بھروسہ رکھنے والا رکھا“

یسعیاہ میں ہے: ”میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں... میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا۔“

(۵) فَمَنْ يَفْظُ وَلَا غَلِيظٌ وَلَا يَدْفَعُ
الْيَمِيْنَةُ بِالْيَمِيْنَةِ وَالْحَكْمُ
يَعْفُو وَيَصْفَحُ ،
”وہ سنگدل اور سخت نہ ہوگا (یعنی) کمزوروں کو ہستائے گا، اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا، بلکہ معاف کرے گا،“

اشعیاہ علیہ السلام تمثیل دستعار میں کہتے ہیں: ”وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑیگا اور ٹٹمائی ہوئی کو نہ بھجائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا۔“

(۶) وَلَا سَخَابَ بِالْأَسْوَاقِ ،
”اور نہ وہ بازاروں میں شور کرنے والا ہوگا“

یسعیاہ میں ہے: ”وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔“

(۷) وَلَنْ يَتَّبِعُهُ اللَّهُ حَتَّى يَتَّقِيَهُ
بِهِ الْمَلَأَ الْعُجُجَاءُ ،
”اور خدا اس وقت تک اس کی روح قبض نہ کریگا جب تک اس کے ذریعہ وہ کچھ دین کو سبھا نہ کر لے گا۔“

یسعیاہ میں ہے: ”وہ ماندہ نہ ہوگا، اور ہمت نہ ہارے گا، جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے۔“

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ناواقف، بت پرستی کرنے اور گندی جاہلی رسموں میں مبتلا تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ان کے حق میں شہادت دی ہے کہ اگرچہ وہ اس سے پہلے بالکل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

یہاں تک کہ لوگ کہہ اٹھیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں :-

(۸) فَيَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یسعیاہ میں ہے: ”یہوداہ میں ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی عورتوں کے لئے روانہ رکھوں گا“ (واضح رہی کہ بائبل میں ”یہوداہ“ کا لفظ ”اللہ“ کی جگہ استعمال ہوتا ہے)

وہ اس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں

(۹) فَيَقْتَحِمُ بِهِ أَعْيُنًا عَمِيًّا وَإِذَا نَاصَتْهَا وَقُلُوبًا غَلْفًا،

بخاری تفسیر سورہ فتح بروایت ابن عمرؓ کو کھول دے گا :-

یسعیاہ میں ہے: ”لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے، اسیروں کو قید سے نکالے، اودان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہوئے ہیں قید خانہ سے چھڑائے“

اس پیشین گوئی کا ایک ایک حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اور بائبل کی عبارت میں کہیں کہیں تقدیم و تاخیر یا صیغوں کا فرق ضرور ہے، مگر اتنا فرق تو بائبل کے تقریباً ہر نسخہ میں دوسرے نسخہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے،

پھر اسی عبارت میں آنے والے نبی کے لئے ”خادم“ یا ”بندہ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے، دوسرے انبیاء میں سے کسی کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے، کسی کو روح اللہ اور کسی کو خلیل اللہ، لیکن محمد اللہ کا خصوصی... خطاب حضور ختم المریت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملا ہے، اس کے ساتھ لفظ ”برگزیدہ“ استعمال کیا گیا ہے، جو ”مُصْطَفًى“ کا ترجمہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معروف لقب ہی (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سیرۃ النبی ص ۸۰۰ ج ۳)

ناداقت اور کھلی گمراہی میں تھے، میں ان کو ترک نہ کروں گے الفاظ سے اس مہم کے مرحوم ہونے کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے، ”غَيْرِ الْمَعْصُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ اسی طرح آپ کی شریعت کے دائمی اور ابدی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے، پھر ”جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو، وہ چھپے پٹھیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے“ ان الفاظ سے خدا کی جانب سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ بت پرست اور صنم کے پجاری یعنی عرب کے مشرکین اور صلیب کی عبادت کرنے والے قدسیوں کی تصویروں کی پوجا کرنے والوں کو بڑی ذلت و رسوائی نصیب ہوگی۔

پھر جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا بھی فرما دیا، کیونکہ عرب کے مشرکین اور ہرقل... شاہ روم کسریٰ شاہ فارس نے نور محمدی کے بجھانے میں کوئی بھی کسر اٹھانہ رکھی تھی، مگر ان کو سوائے ناکامی اور رسوائی کے اور کچھ پتے نہیں پڑا۔ یہاں تک کہ عرب کا خطہ شرک کے اثر سے پاک ہو گیا، کسریٰ کی سلطنت قطعی اور کلی طور پر پاش پاش ہو گئی، اور شام کے عیسائیوں کی حکومت بھی ملیا میٹ ہو گئی، دوسرے ملکوں میں سے بعض جیسے بخارا، کابل، وغیرہ ان کا عمل دخل قطعی ختم ہو گیا، اور بعض ممالک میں برائے نام اثر باقی رہ گیا، جیسے ہند، سندھ وغیرہ، اور توحید کے جھنڈے مشرق سے مغرب تک گر گئے،

نوی بشارت کتاب یسعیائے

کتاب یسعیاء باب آیت میں ہے :

آئے بائجہ : توجو بے اولار تھی نغمہ سرائی کر، توجس نے ولادت کا درد

برداشت نہیں کیا، خوشی سے گا، اور زور سے چلا، کیونکہ خداوند فرماتا ہے

کہ بکس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر دالی کی اولاد زیادہ ہو اپنی خیمہ گاہ کو وسیع کر دو

اور اپنی میخیں مضبوط کر، اس لئے کہ تیرا بی اور بانیں طرت بڑھے گی، اور تیری

نسل قوموں کی وارث ہوگی، اور دیران شہر دل کو بسائے گی، تو نہ گھبرا، کیونکہ تو

پھر رسوا نہ ہوگی، اور اپنی جوانی کا تنگ بھول جائے گی، اور اپنی بیوگی کی عار کو

پھر یاد نہ کرے گی، کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے، اس کا نام رب الافواج

ہو، اور تیرا فدیہ دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے، وہ تمام روئے زمین کا

خدا کہلائے گا، کیونکہ تیرا خدا فرماتا ہے کہ خداوند نے تجھ کو مژدہ اور دل آزد

بیوی کی طرح ہاں جوانی کی مطلق بیوی کی مانند پھر بلایا ہے، میں نے ایک دم

کے لئے تجھے چھوڑ دیا، لیکن رحمت کی فرادانی سے تجھے لے لوں گا، خداوند

تیرا نجات دینے والا فرماتا ہے کہ ہر کی شدت میں میں نے ایک دم کے لئے تجھ سے

منہ چھپایا، پر اب میں ابدی شفقت سے تجھ پر رحم کروں گا، کیونکہ میرے لئے

یہ طوفان نوح کا سامنا معاملہ ہے، کہ جس طرح میں نے قسم کھائی تھی کہ پھر

زمین پر نوح کا سامنا کبھی نہ آئے گا، اسی طرح اب میں نے قسم کھائی

ہے کہ میں تجھ سے پھر کبھی آزد نہ ہوں گا، اور تجھ کو نہ گھڑکوں گا، خداوند تجھ پر

پانچ سو نو کے پیرے پھلا درخت نہ کر اپنی دودھ پیاں پوی

رحم کرنے والا یوں فرماتا ہے کہ پہاڑ تو جاتے رہیں، اور ٹیلے ٹل جائیں لیکن میری شفقت کبھی تجھ پر سے جاتی نہ رہے گی، اور میرا صلح کا عہد نہ ٹلے گا۔ اے مصیبت زدہ اور طوفان کی ماری اور تسلی سے محروم ادیکھ! میں تیری پتھروں کو سیاہ سیختہ میں لگاؤں گا، تیری بنیاد نیلیم سے ڈالوں گا، میں تیرے سنگروں کو لعلوں اور تیرے پھانکوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیلیں مٹی قیمت پتھروں بناؤں گا، اور تیری سب فرزند خداوند تعلیم پائیں گے، اور تیری فرزندوں کی سلاخ ہوگی، تو راست بازی سے پائیدار ہو جائے گی، تو ظلم سے دور رہے گی کیونکہ تو بخیر ہوگی اور بہشت سے دور رہے گی، کیونکہ.....

وہ تیرے قریب نہ آنے گی۔ زیادہ دیر وہ پڑوسی آئیگا جو میرا ساتھ نہیں تھا، اور جو قریب تھا وہ تجھ سے قریب ہو جائے گا، دیکھ! میں نے تُو بار کو پیدا کیا جو کونلوں کی آگ دھونکتا اور اپنے کام کے لئے ہتھیار نکالتا ہے، اور غارت گرد کو میں نے ہی پیدا کیا کہ ٹوٹ مار کرے، کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے گا کام نہ آئے گا، اور جو زبان عدالت میں تجھ پر چلے گی تو اسے مجرم ٹھیرائے گی، خداوند فرماتا ہے یہ میرے بندوں کی میراث ہے، اور ان کی راست بازی بھٹسہری، ان آیات کی روشنی میں غور لیجئے تو معلوم ہوگا کہ بائبل سے مراد مکہ مکر رہی

۱۵ اس جملے کے ترجمے میں بائبل کے ترجمہ کے لئے بہت اختلاف پکاتے ہیں مصنف نے یہ جملہ اس طرح نقل کیا ہے۔ مگر موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: "مکن ہے کہ وہ کبھی اکٹھے نہ ہوں" پر میرے حکم سے نہیں جو تیرے خلاف جمع ہوں گے۔ وہ تیرے ہی سبب گریں گے۔ انگریزی ترجمہ بھی اس کے مطابق ہے، البتہ کیتھولک بائبل کی عبارت قریب قریب وہی ہے

اس لئے کہ اس مقام پر اسمعیل علیہ السلام کے بعد نہ کوئی پیغمبر آیا نہ وحی نازل ہوئی، بخلاف اورشلیم کے کہ وہاں بکثرت پیغمبر آتے رہے، اور وحی نازل ہوتی رہی، ”بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد“ سے مراد حضرت ہاجرہ کی اولاد ہے، کیونکہ ان پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ اس مطلقہ عورت کی طرح تھیں جس کو گھر سے نکال دیا گیا ہو اور وہ جنگل میں رہنے لگی ہو، اور اسی وجہ سے اللہ کے اس وعدہ میں جو ہاجرہ سے اسمعیل کے حق میں کیا گیا تھا، یہ الفاظ کہے گئے تھے ”وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا“ جیسا کہ کتاب پیدائش باب میں صاف لکھا ہے، اسی طرح ”شوہر دالی کی اولاد“ سے مراد حضرت سارہ کی اولاد ہے،

گویا خدا نے سرزمین مکہ کو خطاب کرتے ہوئے تسبیح و تہلیل اور شکر یہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ اولاد ہاجرہ میں سے بہت سے افراد کو سارہ کی اولاد سے فضیلت عطا کی گئی، لہذا اپنے باشندوں کی فضیلت کی بناء پر خود مکہ کو بھی فضیلت نصیب ہوئی، پھر جو کچھ خدا نے وعدہ کیا تھا اس کو اس طرح پورا فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور افضل البشر خاتم النبیین بنا کر ہاجرہ کی نسل سے پیدا کیا، آپ ہی اس آیت کے مصداق ہیں کہ... میں نے لوہار کو پیدا کیا جو کوئلوں کی آگ کو دھونکتا ہے یہ اور آپ ہی بائبل کی زبان میں وہ غارت گر ہیں جن کو مشرکین کے ہلاک کرنے کے لئے خدا نے پیدا کیا۔ پھر اس پیغمبر کی بدولت مکہ کو کشادگی اور فراخی ایسی نصیب ہوئی جو دنیا کے کسی عبادت خانے کو میسر نہیں ہوئی، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے اس زمانے تک دنیا میں کوئی عبادت خانہ کعبہ کی شان

کا نظر نہیں آتا، اور جو تعظیم و تکریم ۱۲۸۰ سال سے متواتر سالانہ حجاج کی طرف سے اس کو برابر حاصل ہوتی رہی ہے، وہ بیت المقدس کو اس کی پوری زندگی میں صرف دو مرتبہ نصیب ہوئی ہے، ایک بار تو اس وقت جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے، پھر دوسری بار یوسیاہ کی حکومت کے اٹھارہویں سال میں، اور خدا نے اگر چاہا تو مکہ کی تعظیم قیامت تک باقی رہے گی، جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے کہ: "تو نہ گہرا کیونکہ تو پھر سوانہ ہوگی اور رحمت کی فراوانی سے تجھے لے لوں گا، اور ابدی شفقت سے تجھ پر رحم کروں گا، اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تجھے پھر کبھی آزر دہ نہ ہوں گا اور نہ تجھ کو گھڑکوں گا، اور میری شفقت کبھی تجھ سے جاتی نہ رہے گی، اور میرا صلح کا عہد کبھی نہ ٹلے گا۔"

دنیا کو مسلوب ہے کہ مکہ کے فرزندانوں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی، اور بائیس سال کے قلیل عرصہ میں زمین کے ایک بڑے حصہ پر اپنی فتوحات کے پرچم لہرائے اور ویران زمینوں کو آباد کیا، غور فرمائیے اس قسم کا غلبہ اور تسلط عہد آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اتنی قلیل مدت میں کسی ایسے شخص کے لئے مسنا نہیں گیا جس نے نئے دین کا دعویٰ کیا ہو، یہ اللہ کے اس فرمان کا ثمرہ ہے کہ "تیری نسل قوموں کی وارث ہوگی اور ویران زمینوں کو بسائے گی۔" اسلامی سلاطین نے اگلے ہوں یا پھلے ہمیشہ کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی تعمیر و آبادی اور اس کی آرائش میں جان توڑ کوششیں کیں، مکہ میں اور اس کے آس پاس تالاب اور کنویں... چٹے بنوائے، عرصہ دراز سے یہ خدمت جلیلہ

۱۵ جب یوسیاہ کو گم شدہ تورات کا نسخہ اچانک مل گیا تھا (دیکھئے ۲ سلاطین، باب ۲۲)

سلاطین آل عثمان کے متعلق چلی آرہی ہے، خدا ان کے اسلاف کی مغفرت فرما کر ان سے راضی ہو، اور ان کی آنے والی اولاد کے اقبال کو ترقی عطا فرمائے، ان کی سلطنت کو ترقی اور ان کو عدل و الصاف اور نیک کاموں کی توفیق بخشے، یہ لوگ برابر حرمین شریفین کی خدمت اُسی زمانے سے آج تک کرتے آئے ہیں، یہاں تک کہ ان کا لقب ہی خادم الحرمین ہو گیا، جو ان کے لئے باعثِ فخر اور ان کی نگاہوں میں سب سے زیادہ معزز لقب ہے،

اسلام کے ظہور سے اس زمانے تک باہر کے لوگ مکہ کا قرب اور نزدیکی کہ محبوب رکھتے ہیں، بالخصوص اس زمانے میں ہر سال مختلف ملکات و دور و علاقوں سے لاکھوں کی تعداد میں شیعِ حرم کے پروانے مکہ پہنچتے ہیں، اور خدا نے جو وعدہ اپنے اس کلام میں فرمایا تھا کہ "کوئی ہتھیار جو تیرے خلاف بنایا جائے گا کام نہ آئے گا" وہ اس طرح پورا کیا کہ مخالفین سے جو شخص بھی اس کی مخالفت کے لئے کھڑا ہوا خدا نے اس کو ذلیل کر دیا،

اصحابِ قیل کا قصہ کون نہیں جانتا، کہ ابرہہ بن صباح انشرم جب نجاشی شاہ حبشہ کی جانب سے ملکِ یمن کا حکمران بنا تو اُس نے دارالسلطنت صنعاء میں قلین نامی ایک عمارت کعبۃ اللہ کے مقابلے میں بنوائی، اس کی خواہش تھی کہ قبائلِ عرب کعبۃ اللہ کو چھوڑ کر میری خود ساختہ عبادت گاہ کا طواف اور حج کیا کریں، جب اس کی تیئنا پوری نہ ہوئی تو جذبہ انتقام کے ماتحت خانہ کعبہ کے مہدم کرنے کا ناپاک جذبہ پیدا ہوا، اور اس کے گرانے کا حلف اٹھایا، اسی مذموم ارادہ کے ساتھ ایک زبردست فوج ہاتھیوں کی لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا، وہ

خود جس ہاتھی پر سوار تھا اس کا نام محمد تھا، جو بڑا قوی ہیکل اور تمام ہاتھیوں میں
شایاں تھا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبدالمطلب کو اس خطرے کی اطلاع ہوئی
تو آپ اس کے پاس تشریف لائے، اور اس کے سامنے ملک ہمامہ کی آمدنی کا
ایک ثلث اس شرط کے ساتھ پیش کرنا چاہا کہ ابرہہ واپس لوٹ جائے، مگر
اس نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنے ہاتھی کو حملے کے
لئے آگے بڑھایا، لیکن جب اس کو حرم کی جانب چلنا چاہا تو وہ گھٹنوں کے بل
بیٹھ جاتا اور ہرگز نہ ہلتا، اس کے برعکس جب یمن... یا اور کسی جانب اس کا رخ
موڑ دیا جاتا... تو نہایت تیزی کے ساتھ دوڑنے لگتا، اسی موقع پر اللہ نے
پرندوں کا لشکر بھیج دیا، جس میں سے ہر ایک پرندے کی چونچ میں ایک پتھر اور
دو دو پتھریاں دونوں پنجوں میں مسور کے دانے سے بڑی اور چنے سے چھوٹی موجود
تھیں، اور پرندوں نے وہ پتھریاں برساتنا شروع کیں، جس کسی کے سر میں وہ پتھری
لگتی بدن کے پار ہو کر سر میں سے نکلتی، ہر پتھری پر اس شخص کا نام کندہ ہوتا تھا،
جس کے لگتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فوج بھاگ کھڑی ہوئی، اور راستہ ہی
میں ہلاک اور برباد ہو گئی، خود ابرہہ کی موت بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ
اس طرح ہوئی کہ تمام بدن گل گیا اور انگلیاں جھڑ گئیں، جوڑا لگ ہو گئے، دل
پھٹ گیا، اس کا دزیر ابو یحیوم اسی افسانہ غری میں بھاگتا ہوا نجاشی کے
پاس اس حال میں پہنچا کہ ایک پرندہ اس کے سر پر حلقہ کئے ہوئے تھا،
اس نے نجاشی کو یہ واقعہ سنایا اور اس نے داستان درد انگیز ختم کی اور پرندے

نے پتھری اس کے سر پر دے ماری اور وہ وہاں پر ڈھیر ہو کر رہ گیا، حق تعالیٰ سبحانہ نے سورہ فیل میں اسی واقعہ پر روشنی ڈالی ہے،

نیز اس وعدہ مذکورہ کی بناء پر کانا دجال مکہ کی حدود میں داخل نہ ہو سکے گا، اور نامراد واپس ہوگا، احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

دسویں بشارت، کتاب اشعیاء

کتاب اشعیاء باب ۶۵ آیت ۱ میں ہے:

”جو میرے طالب نہ تھے میں ان کی طرف متوجہ ہوا، جنہوں نے مجھے ڈھونڈنا نہ تھا مجھے پایا، میں نے ایک قوم سے جو میرے نام نہیں کہلاتی تھی فرمایا، دیکھ میں حاضر ہوں، میں نے سرکش لوگوں کی طرف جو اپنی فکر کی پیسردی میں برسی راہ پر چلتے ہیں ہمیشہ ہاتھ پھیلائے والے لوگ جو ہمیشہ میرے روبرو باغوں میں فربانیاں کرنے اور اینٹوں پر خوشبو جلانے سے مجھے برا فروختہ کرتے ہیں، جو قبروں میں بیٹھتے اور بت خانوں میں پوشیدہ جگہوں میں رات کاٹتے اور سور کا گوشت کھاتے ہیں، اور جن کے برتنوں میں نفرتی چیزوں کا شور باوجود ہے، جو کہتے ہیں تو الگ ہی گھڑا رہ، میرے نزدیک نہ آ، کیونکہ میں تجھ سے زیادہ پاک ہوں، یہ میری ناک میں دھوئیں کی مانند اور دن بھر جلنے والی آگ کی طرح ہیں، دیکھو

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ یہ لفظ ہے: ”پوشیدہ جگہوں میں سرتے“

میرے آگے یہ قلمبند ہوا ہے، پس میں خاموش نہ رہوں گا بلکہ بدلہ دوں گا۔

خداوند فرماتا ہے ہاں ان کی گور میں ڈال دوں گا (آیات ۶۳ تا ۶۴)

غور فرمائیے ”جو میرے طالب نہ تھے“ جنہوں نے مجھے ڈھونڈھا نہ تھا“

ان سے مراد کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس سے مراد اہل عرب ہیں، کیونکہ یہ پیارے خدا کی ذات و صفات اور اس کی شریعتوں سے قطعی ناواقف تھے، اس لئے وہ تو نہ اللہ کے متعلق کوئی سوال کرتے تھے اور نہ اس کے طالب تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہ نے اہل عرب کی اس حالت کا نقشہ آیت ذیل میں یوں کھینچا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ظاہر ہے کہ اس کا مصداق یونانی لوگ نہیں ہو سکتے، جیسا کہ بشارت ^۱ سے معلوم ہو چکا ہے، اور جو وصف آیت نمبر ۲ و ۳ میں مذکور ہے وہ یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک پر صادق آتا ہے، اور جو اوصاف آیت نمبر ۴ میں مذکور ہوئے ہیں وہ عیسائیوں کی حالت پر خوب چسپاں ہوتے ہیں، جس طرح آیت کا بیان کردہ وصف یہود پر زیادہ فٹ ہوتا ہے، پس اللہ نے ان کو رد کیا، اور امت محمدیہ کو پسند فرمایا۔

۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۳۹ جلد ہفتم،

۲۔ یعنی ”میں نے سرکش لوگوں کی طرف“ الخ ۳۔ یعنی جو کہتے ہیں تو اللہ ہی مہر ارہ الخ

گیارہویں بشارت حضرت انیال کا خواب

کتاب دانی ایل باب میں ہے کہ شاہ بابل بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اور بھول گیا، پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب اور اس کی تعبیر معلوم ہو گئی، جسے آپ نے بادشاہ کے سامنے اس طرح بیان فرمایا:

مے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی وہ بڑی مورت جس کی رونق تیرے برابر تھی، تیرے سامنے کھڑی ہوئی، اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی، اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا اس کا سینہ اور بازو چاندی کے اور اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں، اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے، تو اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا، اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا، اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے، اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کی مانند ہوئے، اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا، اور تمام زمین میں پھیل گیا، وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔

اے بادشاہ تو شہنشاہ ہے، جس کو آسمان کے خدا نے بادشاہی اور توانائی اور قدرت و شوکت بخشی ہے، اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چرندے اور ہوا کے پرندے تیرے حوالہ

کر کے تجھ کو ان سب کا حاکم بنایا ہے، وہ سونے کا سر تو ہی ہے، اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی، اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی، اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی، اور جس طرح لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب آتا ہے، ہاں جس طرح لوہا سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا اور کھپتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی، اور کھیل ڈالے گی، اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تصرف ہوگا، مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا، اس میں لوہے کی مضبوطی ہوگی، اور چونکہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں، اس لئے سلطنت کچھ قوی اور کچھ ضعیف ہوگی، اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا مٹی سے ملا ہوا تھا وہ بنی آدم سے آمیختہ ہوں گے، لیکن جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسا ہی وہ بھی باہم میل نہ کھائیں گے، اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا، جو تا ابد نیست نہ ہوگی، اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالہ نہ کی جائے گی، بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی، اور وہی ابد تک قائم رہے گی، جیسا تو نے دیکھا کہ وہ پتھر ہاتھ لگا بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا، اور اس نے لوہے اور تانے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، خدائے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے، اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی ہے (آیات ۳۱ تا ۴۵)

ظاہری اور باطنی بادشاہت اور حکومت عطا کی، آپ کے متبعین قلیل مدت میں مشرق و مغرب پر چھائے گئے، اسی طرح فارس کے ان تمام علاقوں پر بھی قابض ہو گئے جن سے اس خواب اور اس کی تعبیر کا تعلق ہے،

غرض یہی وہ ابدی بادشاہت ہے جو کبھی نہ مٹے گی، اور یہ حکومت کسی دوسری قوم کو نصیب نہ ہوگی، اس کا کمال و عروج عنقریب امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں ہوگا، مگر اس سے قبل کچھ عرصہ کے لئے کمزوری اور ضعف ضرور واقع ہوگا، چنانچہ اس زمانے میں اس کی بعض علامات کا مشاہدہ ہو رہا ہے اُن کے ظہور پر یہ نقص ختم ہو جائے گا، اور دین تمام تر اللہ کے لئے ہو کر رہے گا۔ لہذا یہی وہ پتھر ہے جو پہاڑ سے جدا ہو گیا تھا، اور جس نے ٹھیکرے، لوہے، تانبے، چاندی، سونے کو پیس ڈالا تھا اور خود بڑا بھاری پہاڑ بن گیا تھا، اور تمام رُوسے زمین پر چھل گیا تھا، اس کا مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے،

بارہویں بشارت، حنوک علیہ السلام کی زبانی

یہود احواری نے اپنے خط میں اس چیز کا ذکر کیا ہے جو حضرت حنوک علیہ السلام نے دی تھی، حضرت حنوک، حضرت آدم سے ساتویں پشت میں ہیں، اور عیسائی مورخین کے مطابق ان کے عروج آسمانی کے تین ہزار سترہ سال کے بعد حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے، یہ عبارت ہم عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۷۴ء سے نقل کرتے ہیں:

”خداوند اپنے مقدس جماعتوں کے ساتھ آیا، تاکہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے ان سب کاموں کے سبب سے جو انھوں نے بے دینی سے کئے ہیں، اور ان سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں تصور وار ٹھیرائے۔“

آپ کو چوتھے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ ”خداوند“ کا اطلاق بائبل میں بکثرت ”مخدّم“ اور ”محلّم“ کے معنی میں کیا گیا ہے، اس بحث کے اعادے کی ضرورت نہیں، البتہ لفظ ”مقدس“ عہد قدیم اور عہد جدید دونوں میں ان نیک مؤمنین کے لئے استعمال ہوا ہے جو زمین پر موجود ہوں، مندرجہ ذیل عبارتیں اس پر گواہ ہیں:

۱۔ کتاب ایوب باب ۵ آیت ۱ میں ہے:

”ذرا پکار کیا کوئی ہے جو تجھے جواب دے گا؟ اور مقدسوں میں تو کس کی طرف پھرے گا؟“

اس آیت میں ”مقدسوں“ سے مراد زمین کے مؤمنین ہیں علماء پر وٹسٹنٹ نظریے کے مطابق تو ظاہر ہے، اور علماء کیتھولک کے لئے بھی اس سے زمین ہی کے مقدس لوگ مراد لینا ضروری ہے، کیونکہ وہ مٹھرجس میں ان کے نزدیک مقدسوں کی ارواح غم و آلام کا شکار رہتی ہیں، اور پاپا کے مغفرت نامہ دیئے بغیر

۱۔ موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ ”لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا“ کا لفظ ہے،

۲۔ آیت ۱۴ و ۱۵،

۳۔ یعنی جہنم، تفسیر کے لئے دیکھئے ص ۲۴۲ جلد ۱۲ کا حاشیہ،

نجات نہیں پاسکتیں، وہ مظہرِ توحصرت مسیح کے بعد وجود میں آیا ہے، حضرت یوب علیہ السلام کے وقت اس کا وجود نہ تھا،

(۲) کرتھیوں کے نام پہلے خط، باب اول آیت نمبر ۲ میں ہے:
”خدا کے اس کلیسیا کے نام جو کرتھس میں ہے، یعنی ان کے نام جو یسوع مسیح میں پاک کئے گئے، اور مقدس لوگ ہونے کے لئے بلائے گئے۔“
اس آیت میں بھی ان لوگوں کو مقدس کہا گیا ہے جو کرتھس میں موجود تھے،
(۳) رومیوں کے نام خط باب ۱۲ آیت نمبر ۱۳ میں جو مقدس کی احتیاجیں رفع کر دے۔“

(۴) اسی خط کے باب ۱۵ آیت ۲۵ میں ہے:
”لیکن بالفعل تو مقدسوں کی خدمت کرنے کے لئے یروشلم کو جانا ہوں
کیونکہ مکدینہ اور اخیہ کے لوگ یروشلم کے غریب مقدسوں کے لئے کچھ
چندہ کرنے کو رضا مند ہوئے۔“

یہاں مقدسوں سے مراد یروشلم میں موجود مقدس لوگ ہیں:
(۵) فلپیوں کے نام خط کے باب اول آیت ۱ میں ہے:
”مسیح یسوع کے بندوں پولس اور تیمتھس کی طرف سے فلپی کے سب مقدسوں کے
نام جو مسیح یسوع میں ہیں۔“

یہاں ”مقدس“ سے مراد فلپی کے باشندے ہیں،
(۶) تیمتھس کے نام پہلے خط باب ۵ آیت ۱۰ میں ڈیکونوں کی صفات بیان
کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

”مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں۔“

اس موقع پر مقدسوں کا مصداق وہ مؤمنین ہیں جو دنیا میں موجود تھے، اس کی دودلیلیں ہیں، ایک تو یہ کہ مقدس جو آسمان پر موجود ہیں وہ ایسی ارواح ہیں جن کے پاؤں نہیں ہوتے، دوسرے ڈیکھوں کے لئے آسمان پر جانا ممکن نہیں،

جب قارئین کو الفاظ رب، مقدس، قدیس کے استعمال کا حال معلوم ہو چکا، تو اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ ”خداوند“ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مقدس جماعتوں کا مصداق صحابہ کرام ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو بصیغہ ماضی یعنی ”آیا“ کے ساتھ تعبیر اس لئے کیا گیا کہ آپ کی بعثت یقینی تھی، پھر آپ اپنے صحابہ میں تشریف فرما ہوئے، اور کفار سے بدلہ لیا، منافقین اور خطاکاروں کو ان کی منافقانہ حرکتوں اور اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخیاں کرنے پر ملامت اور مذمت کی، مشرکین کو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی رسالت تسلیم نہ کرنے اور بت پرستی پر سرزنش کی، یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم کے حق میں بے جا الزامات لگانے اور دوسرے بعض واہیات عقائد کھنڈ پر مٹاتا کی، عیسائیوں کو خدا کی توحید میں خلل اور کوتاہی پر، نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں افراط پر اور بعض عیسائیوں کو صلیب پرستی اور سورتی پوجا اور واہیات عقائد پر ملامت کی،

تیرہویں بشارت، آسمانی بادشاہی

انجیل متی باب آیت ۱ میں ہے،

اُن دنوں میں یوحنا پتسمہ دینے والا آیا، اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی

کرنے لگا کہ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔

اور متی باب ۴ آیت ۱۲ میں ہے:

جب اس نے (حضرت عیسیٰؑ نے) سنا کہ یوحنا پکڑا دیا گیا تو گھلیل کو روانہ ہوا..... آیت ۱۴: اس وقت یسوع نے منادی کرتا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے..... آیت ۲۳: اور یسوع تمام گھلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا۔

اور متی ہی کے باب میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے یہ دعا سکھائی:۔۔۔

”تیری بادشاہی آئے۔“

اور انجیل متی کے باب ۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے اسرائیلی شہروں میں بھیجا تو منجملہ دوسری وصیتوں کے ایک نصیحت یہ بھی کی کہ:

”اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“

اور انجیل لوقا باب ۹ آیت ۱ میں ہے کہ:

”پھر اُس نے اُن بارہ کو بلا کر ہمیں سب بد روحوں پر اور بیماریوں کو دور کرنے کے لئے قدرت اور خستیاں بخشا، اور انھیں خدا کی بادشاہی کی منادی کرنے اور بیمار کو اچھا کرنے کے لئے بھیجا۔“

... باب میں ہے:

”ان باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقرر رکھے، اور جس جس شہر اور جگہ کو

خود جانے والا تھا، وہاں انھیں دودو کر کے اپنے آگے بھیجا،
 آیت ۸: ”جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے
 سامنے رکھا جائے کھاؤ، اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے کہو کہ خدا
 کی بادشاہی تمہارے نزدیک آپہنچی ہے، لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے
 لوگ تمہیں قبول نہ کریں، تو اس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو
 تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑے دیتے ہیں، مگر
 یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آپہنچی ہے“

معلوم ہوا کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں بزرگوں نے، نیران کے حواری
 اور ستر شاگردوں نے آسمانی بادشاہت کی خوش خبری سنائی، اور عیسیٰ علیہ السلام
 نے بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ بشارت دی جن الفاظ سے یحییٰ علیہ السلام نے خوشخبری
 دی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بادشاہت جس طرح عہد یحییٰ میں ظاہر نہیں ہوئی، اسی طرح
 عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھی ظاہر نہیں ہوئی، اور نہ ہی حواریوں اور ستر شاگردوں
 کے دور میں بلکہ ان میں سے ہر ایک اس کی بشارت دیتا گیا اور اس کی خوبیاں
 بیان کرتا رہا، اس کی آمد کا متوقع رہا، اس لئے آسمانی بادشاہت کا مصداق وہ
 طریقہ نجات ہرگز نہیں ہو سکتا جو شریعت عیسوی کی شکل میں ظاہر ہوا، ورنہ عیسیٰ
 علیہ السلام اور حواری اور ستر شاگرد یوں کہتے کہ وہ قریب آنے والا ہے، اور وہ ان کو
 نمازوں میں پڑھنے کے لئے تعلیم دیتے کہ اور تیری بادشاہی آئے۔
 کیونکہ یہ طریقہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کے دعویٰ کرنے کے بعد ان کی
 شریعت کی شکل میں ظاہر ہی ہو چکا تھا،

لہذا ثابت ہوا کہ اس کا مصداق درحقیقت وہ طریقہ نجات ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نمودار ہوا، اور یہ سب حضرات اسی عظیم الشان طریقہ کی بشارت دیتے رہے، اور خود آسمانی حکومت یا بادشاہت کے الفاظ بھی اس امر پر واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ پادشاہت حقیقہً سلطنت اور قوت ... کی شکل میں ہو سکتی ہے کہ عاجزی اور کمزوری کی صورت میں، اسی طرح مخالفین کے ساتھ جنگ و جدل اسی سبب سے ہوگا۔

نیز یہ الفاظ یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اس کے قوانین کی بنیاد ضروری ہے کہ کسی آسمانی کتاب پر ہوا، اور یہ تمام باتیں صرف شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں،

عیسائی علماء اگر یہ کہتے ہیں کہ اس بادشاہت سے ساری دنیا میں ملت مسیح کا پھیل جانا اور اس کا نزول عیسیٰ کے بعد ساری دنیا پر چھا جانا مراد ہے، تو یہ تاویل بالکل کمزور اور ظاہر کے خلاف ہے اور وہ مثالیں جو عیسیٰ علیہ السلام سے انجیل متی کے باب ۱۳ میں منقول ہیں وہ اس خیال کی تردید کرتی ہیں، مثلاً آپ نے فرمایا کہ آسمان کی بادشاہی اس آدمی کے مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا، پھر فرمایا کہ ”آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بویا“

پھر فرمایا کہ:

”آسمان کی بادشاہی اس خمیر کی مانند ہے جسے کسی عورت نے لے کر تین پیمانے آٹے میں ملا دیا، اور وہ ہوتے ہوتے سب خمیر ہو گیا“

غور کیجئے کہ آسمانی بادشاہت کو ایک ایسے انسان سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس نے کھیتی بوئی، نہ کہ کھیتی بڑھنے اور کاٹنے کے ساتھ، اسی طرح رانی کے دانہ سے تشبیہ دی، نہ کہ اس کے عظیم الشان درخت بننے سے اسی طرح خمیر کیستہ اس کی تشبیہ دی گئی نہ کہ سارے آٹے کے خمیر بننے کے ساتھ،

اسی طرح انجیل متی کے باب ۲۱ میں جو تمثیل بیان کی گئی ہے وہ بھی اس تاویل کو غلط قرار دیتی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو جو آگے پھل لاتے دیدی جائے گی۔“

یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آسمانی بادشاہت سے مراد بذات خود نجات کا طریقہ ہے، تمام عالم میں اس کا پھیلنا اور سارے جہان پر چھا جانا مراد نہیں، در نہ پھر اس کی اشاعت کا ایک قوم سے چھن جانا اور دوسری قوم کو دیا جانا کچھ بھی مطلب نہیں رکھتا، سچی بات تو یہ ہے کہ اس بادشاہت سے مراد وہی بادشاہت ہے جس کی خبر دانیال علیہ السلام اپنی کتاب کے باب میں دے گئے ہیں، اس لئے اس بادشاہت کا اور سلطنت کا صحیح مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سوا اور کوئی نہیں ہے،

چودہویں بشارت آسمانی بادشاہی کی مثال

(انجیل متی باب ۱۳ آیت ۳۱ میں یوں ہے:

۵۲ دیکھئے کتاب ہذا، ص ۱۳۴ جلد ہذا،

۱۵ آیت ۳۳،

”اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رانی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بویا وہ سب بچوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں“

لہذا آسمانی بادشاہت ... وہی طریقہ نجات ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے ظاہر ہوا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں نشوونما پائی جو ساری دنیا کے نزدیک کاشتکار اور فلاح تھے، اس لئے ان میں اکثر لوگ دیہات کے باشندے تھے، علوم اور صنعتوں سے بے بہرہ، جسمانی لذتوں اور دنیوی

لہ یہی بشارت ہو جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ فتح میں اس طرح فرمایا:

وَمَثَلُهُمْ فِي الْآيَاتِ كَزُرِّعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً
فَأَنزَلَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ مُوقٍ
يَعْجِبُ الزُّرَّاعُ،

اور ان کی مثال انجیل میں کھیت کی مانند ہے جس نے
اپنی بال نکالی پھر اسے مضبوط کیا، پھر موٹا ہوا، پھر
اپنی ٹہنیوں پر کھڑا ہوا کھیت والوں کو مسرور اور
خوش کر رہا ہے۔

(فتح: ۲۷)

یہی تمثیل مرقس ۲۰: ۱۳ تا ۳۲ اور لوقا ۱۳: ۱۸ و ۱۹ میں بھی بیان کی گئی ہے، اور مرقس

۲: ۲۶ کے یہ الفاظ قرآنی الفاظ کے زیادہ قریب ہیں:

”اس نے کہا خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے، اور وہ بیج اس طرح لگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے، زمین آپسے آپ بھل لاتی ہے پہلے پتی پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دانے، اور پھر جب آناج پک چکا تو وہ فی الفور زہتی لگاتا ہے، کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔“

مکلفات اور آرائشوں سے آزاد تھے، خصوصاً یہودیوں کے نقطہ نگاہ سے، اس لئے کہ یہ لوگ حضرت ہاجرہ کی اولاد سے تھے، آپ کی بعثت اسی قوم میں ہوئی، لہذا آپ کی شریعت ابتداء میں رانی کے دانہ کی مانند بظاہر چھوٹی ٹیسی شریعت تھی، مگر وہ اپنے عام اور عالمگیر ہونے کی وجہ سے قلیل مدت میں ترقی پا کر اتنی بڑی ہو گئی کہ تمام مشرق و مغرب کا احاطہ کر لیا، یہاں تک کہ جو لوگ کبھی بھی کسی شریعت کے پابند اور مطیع نہ ہوتے تھے وہ بھی اس کے دامن سے وابستہ ہو گئے،

پندرہویں بشارت متین انکی مزدوری

انجیل متی باب ۲۰ آیت ۱ میں ہے:

”آسمان کی بادشاہی اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا، تاکہ اپنے تاکستان میں مزدور لگائے، اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھیرا کر انھیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا، پھر پہرہ دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اور دن کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا، اور ان سے کہا: تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ، جو واجب ہے تم کو دوں گا، پس وہ چلے گئے، پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا، اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر چوتھے نکل کر اور دن کو کھڑے پایا، اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے؟ انھوں نے اس سے کہا، اس لئے کہ کسی ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا، اس نے ان سے کہا کہ تم بھی تاکستان میں جاؤ۔ تاکستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پھلپھل سے لے کر پہلوں تک ان کی مزدوری دیدے، جب وہ گھر آئے جو گھنٹہ بھر

دن ہے لگائے گئے تھے تو ان کو ایک ایک دینار ملا، جب پہلے مزدور آئے تو انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ایک ہی دینار ملا، جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے، کہ ان پھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے ان کو ہمارے برابر کر دیا، جنھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ تھی، اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا، میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا، کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا؟ جو تیرا ہے اٹھالے۔۔۔ اور چلا جا، میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پھلے کو بھی اتنا ہی دوں، کیا مجھے رد نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کر دوں؟ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے؟ اس طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخریہ (آیات ۱۶ تا ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے کہ آخر دن کا مصداق بلاشبہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ لوگ ہی اجرت میں مقدم کئے جائیں گے، یہی لوگ باوجود پھلے ہونے کے اول

۱۵ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ علی ما جہا الصلوٰۃ والسلام کی مثال بعینہ اس طرح دی ہے، صحیح بخاری میں بالکل صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث موجود ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمھاری مدت قیام گزشتہ امتوں کے مقابلے میں ایسی ہی جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت، تورات والوں کو تورات دی گئی، تو انھوں نے عمل کیا، یہاں تک کہ جب آدھا دن گزر گیا تو وہ عاجز ہو گئے، اور انھیں ایک

انما بقاء کم فیما سلف قبکم
من الہم کما بین صلوٰۃ العصر
الی غروب الشمس اوتی اهل
التوراة التوراة فعملوا حتی اذا
اتصف النہار ثم عجزوا

ہوں گے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہم پھلے ہونے کے ساتھ پہلے ہیں۔ نیز فرمایا کہ: جنت تمام پیغمبروں کے لئے اس وقت تک حرام کر دی جائیگی جب تک کہ میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام کر دی جائے گی جب تک اس میں میری امت داخل نہ ہو جائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

قیراط دیا گیا (قیراط سونے چاندی کا ایک وزن ہے) پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی انھوں نے نماز عصر تک کام کیا، پھر حبسز ہو گئے، تو انھیں بھی ایک ایک قیراط دیا گیا پھر یہی قرآن دیا گیا ہم نے عذاب تک کا کیا تو میں دودھ قیراط دیئے گئے، اس پر پہلی دو کتابوں والے کہنے لگے کہ پروردگار آپ نے ان لوگوں کو دودھ قیراط دیئے اور میں ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے زیادہ کام کیا، اللہ تعالیٰ نے ان سے جواب میں فرمایا کہ کیا میں نے تمھاری اجرت کے معاملہ میں تم پر کوئی ظلم کیا؟ وہ کہنے لگے نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

فَاعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثَمَّ
اَوْتِيَ اَهْلَ الْاَنْجِيلِ الْاَنْجِيلَ
فَعْمَلُوا اِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ ثَمَّ
عَجَزُوا فَاَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا
ثَمَّ اَوْتَيْنَا الْقُرْآنَ فَعْمَلْنَا
اِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَاَعْطَيْنَا
قِيرَاطِينَ قِيرَاطِينَ فَعَالَ
اَهْلَ الْكِتَابِ اِنِّى رَتَبْنَا
اَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قِيرَاطِينَ قِيرَاطِينَ
اَعْطَيْنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا وَكُنَّا
اَكْثَرُ عَمَلًا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
هَلْ ظَلَمْتُمْ مَنْ اَجْرَكُمْ مِنْ شَيْءٍ
قَالُوا لَا، قَالَ هُوَ فَضْلِي اَوْتِيَهُ مِنْ

اشاء، (صحیح بخاری کتاب مواقیات الصلوة باب من ادرك ركعة من العصر، ص ۷۹، ج ۱ ص ۱۱۷ المطابع کراچی)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے، اہم مالکؓ نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اس کے علاوہ معجم طبرانی میں حضرت سمرہؓ سے بھی ایک روایت قسیمی کی منقول ہے جس کا مفہوم تقریباً یہی ہے (کنز العمال، ص ۲۲۲ ج ۶ فضائل الامۃ)

(حاشیہ صفحہ ۲۱۳) ۱۔ نحن الآخر اننا لنبقون يوم القيامة ۲۔ اخرج هذا والخطيب عن ابى هريرة (كنز العمال ص ۲۲۲)

سَوَّطُھوینِ بشارت، آخری قوم

انجیل متی باب ۲۱ آیت ۳۳ میں ہے :

”ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا، جس نے تانستان لگایا، اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا، اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا، اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا، اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو بیٹا، اور کسی کو قتل کیا، اور کسی کو سنگسار کیا، پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا، جو پہلوں سے زیادہ تھے، اور انھوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا، آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تولیہ لے کر آئیں گے، جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا، یہی وارث ہے، آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں، اور اسے پکڑ کر تانستان سے باہر نکالا، اور قتل کر دیا، پس جب تانستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بُری طرح ہلاک کرے گا، اور تانستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دینا جو موسم پر اس کو پھل دیں، یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ:

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا،

وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا،

یہ خداوند کی طرف سے ہوا ،

اور ہماری نظر میں عجیب ہے ؟

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو جو اس کے پھل لئے دیدی جائے گی، اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پس ڈالے گا، اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہو۔
(آیات ۲۱ تا ۳۵)

ذرا غور کیجئے: اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے، اور اس کا احاطہ گھیرنے اور اس میں شیرۃ انگور کے لئے حوض کھدوانے اور بُرج بنولنے سے محرمات اور مباحات اور اولاد و نواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، سرکش مایوں سے مراد جیسا کہ کاہنوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں اور بھیجے ہوئے نوکر وں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور باغ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ان کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا، اور وہ پتھر جس کو معماروں نے زد کر دیا تھا یہ کنایہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور وہ اُمت جو اس کے پھل لئے گی اس کا اشارہ اُمتِ محمدیہ کی جانب ہے، اور یہی وہ پتھر ہے کہ جو اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا، اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ پس گیا،

ربا عیسائی علماء کا یہ بے بنیاد دعویٰ کہ اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح ہیں جو یہ

چند وجہ سے باطل اور غلط ہے :

پہلی وجہ داؤد علیہ السلام نے زبور نمبر ۱۱۸ میں یوں فرمایا ہے کہ :

تجسّس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا،
یہ خداوند کی طرف سے ہوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہے »

اب اگر اس پتھر کا مصداق حضرت مسیح کو مانا جائے جو نسلًا خود بھی یہودی ہیں،
کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود اور خود داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تو
پتھر یہودیوں کی نگاہوں میں یہ عجیب کیوں نظر آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کونے کے سرے
کا پتھر بن گئے؟ بالخصوص داؤد علیہ السلام کی نظر میں اس کے عجیب ہونے کی کیا
وجہ ہے؟ جب کہ عیسائیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں
عیسیٰ علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے تھے، اور ان کے خدا ہونے کے معتقد تھے،
ہاں یہ بات بنی اسماعیل کے کسی فریق کے بلے میں درست ہو سکتی ہے، اس لئے کہ یہودی
بنی اسماعیل کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، اور ان میں سے کسی شخص کا ترقی
پاکر کونے کے سرے کا پتھر بن جانا ان کے لئے یقیناً تعجب خیز ہو سکتا ہے،

دوسری وجہ یہ کہ اس کلام میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص اس پتھر پر
گرے گا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اور جس پر وہ پتھر
گرے گا اس کو پیسے دے گا۔ یہ وصف کسی صورت میں حضرت مسیح پر صادق نہیں
آتا، کیونکہ مسیح کا قول ہے،

اے ہانبل کے شراح اس بات پر متفق ہیں کہ انجیل متی کی مذکورہ عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نے کتاب مقدس کی جس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا، وہ زبور ۱۱۸: ۲۲ کی یہی عبارت ہے،

اگر کوئی میری باتیں سنکر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا
کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں، بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں۔
جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۱۲ میں موجود ہے، اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر اس کا صادق آنا محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ آپؐ بدکاروں شریروں کی تنبیہ پر
مامور تھے، لہذا اگر وہ آپؐ پر گریں گے تب بھی شکستہ اور ریزہ ریزہ ہوں گے اور
اگر وہ ان پر مسلط ہوں گے تو ہیں دیں گے،

تیسری وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تیسری اور دوسری
پنچیروں کی مثال ایسے محل کی ہے جس کی عمارت بڑی خوبصورت
ہی، مگر اس کے کسی حصہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے، دیکھنے والے
کہتے ہیں، اور عمارت کی خوب صورتی کو دیکھ کر عیش عیش کرتے اور حیرت کرتے ہیں
سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے، اس عمارت کی تکمیل مجھ سے ہوئی، اور مجھ پر رسولوں
کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دوسرے دلائل سے ثابت ہے جیسا
کہ نمونہ کے طور پر کچھ گندستہ مسکوں میں ہم نے ذکر کئے ہیں، اس بنا پر اس بشارت
کے سلسلہ میں اگر آپؐ کے قول سے بھی استدلال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا،

۱۰ یہاں مجرم ٹھہرانے سے مراد سزا کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا ہی، چنانچہ موجودہ عربی ترجمہ میں یہاں
لَا اَدْبَنُہ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "میں اسے سزا نہیں دیتا" اور انگریزی ترجموں میں
کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں "میں اس
کے لئے سزا کا فیصلہ نہیں کرتا،

۱۱ رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء، مسلم فی الفضائل و احمد فی مسندہ (صحیح القوائد، ص ۱۷۷، ج ۲)

چوتھی وجہ | خود حضرت مسیحؑ کے ظاہر کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر
بیٹا نہیں ہو سکتا۔

بشارت ۱، مکاشفہ کی پیشینگوئی

کتاب مکاشفہ باب ۲ آیت ۲۶ میں ہے:

”جو غالب آئے اور جو میرے کاموں کے موافق آخر تک عمل کرے میں اسے
قوموں پر خستیاں دوں گا، اور وہ لوہے کے عصا سے اسی پر حکومت کرے گا جس
طرح کہ کھار کے برتن چکنا چور ہو جاتے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ایسا اختیار اپنے
باپ سے پایا ہے، اور میں اسے صبح کا ستارہ دوں گا، جس کے کان ہوں وہ
سنے کہ روح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے“ (آیات ۲۶ تا ۲۹)

دیکھئے یہ غالب جس کو تمام امتوں پر قوت اور تسلط عطا کیا گیا، اور جس نے
لوہے کی لاٹھی سے ان کی نگرانی کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ
شانہ نے آپؐ کے حق میں فرمایا ہے کہ:

وَيُضْرِكُ اللَّهُ لَصْرًا عَزِيزًا ۝ اَوَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَدْعُ الْغُلَبَةَ اِلَيْهِ

مشہور کاہن سطح، صاحب البرادۃ نے آپؐ ہی کو اس کا مصداق ٹھہرایا تھا، منقول

ہو کہ شب ولادت میں کسریٰ نوشیرواں کا ایوان پھٹ گیا، اور اس کے چودہ کنگرے
گر پڑے، نیز فارس کی آگ بجھ گئی، جو ایک ہزار برس سے کبھی نہیں بجھی تھی،

۱۔ اس لئے کہ آپؐ بیٹے اور پتھر دونوں کا ذکر علاحدہ ملحدہ کیا ہے،

اور سادہ کا چشمہ بالکل خشک ہو گیا، موزان نے خواب میں دیکھا کہ بڑے فوی اونٹ عربی اونٹوں کو لئے جارہے ہیں، اور دریائے دجلہ کو پار کر کے اس کے قریبی شہروں میں پھیل گئے،

ان مسلسل واقعات کے پیش آنے پر کسریٰ نے بدحواس اور خوف زدہ ہو کر عبدالمسح کو سلیم کاہن کے پاس بھیجا، جو شام میں مقیم تھا، عبدالمسح جب اس کے پاس پہنچا تو وہ سکران موت میں مبتلا تھا، اس نے سلیم کو یہ تمام واقعات سنا جس کا جواب سلیم نے یہ دیا کہ:

جَب تِلَاوَت کی کثرت ہو، لائیلی والا ظاہر ہو جائے، سادہ کا چشمہ خشک ہو جائے، اور فارس کی آگ بجھ جائے، تو اس کے بعد اہل فارس کے لئے بابل میں قیام کی کوئی گنجائش نہیں، اور نہ سلیم کے لئے شام میں کسی خواب گاہ کی، اہل فارس میں آئندہ چند مرد و عورت پادشاہ ہوں گے، جو کنگروں کی شمار کے مطابق ہوں گے، اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔

یہ کہتے ہی سلیم کی رُوح قفسِ عنصری سے جدا ہو گئی، عبدالمسح نے واپس آ کر نو شیرداں کو سلیم کی تعبیر سے مطلع کیا، تو کسریٰ کہنے لگا کہ چوڑہ پادشاہوں کی بادشاہت کے لئے بڑا طویل عرصہ درکار ہے، اتنے وقت میں تو بہت سے کام انجام پا سکتے ہیں،

اس سلیم کاہن نے یہ کہا تھا کہ قصرِ کسریٰ کے کنگروں کی تعداد کے مطابق چند پادشاہ حکومت کریں گے، پھر کسریٰ کی سلطنت ختم ہو جائے گی، کسریٰ کے محل میں چوڑہ کنگرے تھے، اس لئے نو شیرداں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ابھی اس سلطنت کے خاتمہ کے لئے بہت مدت درکار ہے،

مگر ہوا یہ کہ دس بادشاہ تو یکے بعد دیگرے صرف چار سال کی قلیل مدت میں ختم ہو گئے، اور باقی بھی خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کی خلافت تک ختم ہو گئے، ان کا سب سے آخری بادشاہ یزدگرد نامی خلافت عثمانی میں ہلاک ہوا۔

مکاشفہ کی مذکورہ بشارت میں صبح کے ستارہ کا مصداق قرآن کریم ہی حق تعالیٰ شانہ نے سورہ نسا میں ارشاد فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا | اور ہم نے تمہارے پاس ایک واضح روشنی بھیجی

اسی طرح سورہ تغابن میں فرمایا گیا:

فَأَمِّنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ | تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول

الَّذِي أَنْزَلْنَا، | پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے

اس بشارت کو نقل کرنے کے بعد صولت لفظیغیم کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

”میں نے پادری ویٹ اور ولیم سے مناظرہ کے وقت کہا کہ لوہو کی لاٹھی دے کا مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ بٹنٹے ہی دونوں پادری گھبرا گئے، پھر کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیشگوئی تمہو اتیرہ کے لوگوں کے سامنے کی ہے، اس لئے اس شخص کا ظہور تمہو اتیرہ میں ہونا چاہئے، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵ تمہو اتیرہ (Thyarira) (روم میں صوبہ کدنیہ کے قریب ایک شہر تھا،

اعمال ۱۶: ۱۳) اور مکاشفہ کی اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے الہام کے ذریعے یوحنا کو ایک عبارت لکھوا کر یہ کہا کہ یہ پیغام تمہو اتیرہ کے کلیسا کو پہنچا دو (مکاشفہ ۲: ۱۷) اس پیغام میں یہ پیشگوئی ذکر کی گئی ہے، پادریوں کے اعتراض کا مطلب یہی ہے کہ جب اس پیشگوئی کے مخاطب تمہو اتیرہ کے لوگ ہیں تو مسلمانوں کی حکومت وہاں تک پہنچنی چاہئے،

کوہاں جانیکا کسی بھی اتفاق نہیں ہوا، میں نے پوچھا کہ یہ کنسہ کس مقام پر ہو؟ انہوں نے لغت کی کتابوں میں دیکھ بھال کر کہا کہ یہ مقام استنبول کے قریب روم کے علاقہ میں ہے، میں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام عمر فاروقؓ کے دور میں اس مقام پر نہ صرف گئے ہیں، بلکہ اس کو فتح کیا ہے، اور صحابہ کے بعد عموماً وہاں پر مسلمانوں ہی کا تسلط اور حکومت رہی ہے، پھر آل عثمان رضی عہدہ دراز سے اس پر قابض ہیں، اور آج تک انہی کی حکومت قائم ہو، یہ پیشینگوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صریح ہے۔

تنبیہ فاضل عباس علی جا جموی ہندی نے پہلے عیسائیوں کے رد میں ایک بڑی کتاب صولۃ الضیغ علی اعداء ابن مریم کے نام سے تصنیف کی تھی، پھر انہوں نے پادری ویٹ اور پادری ولیم سے شہر کانپور میں مناظرہ کیا، جس میں دونوں پادریوں کو جواب اور قائل ہونا پڑا، پھر اپنی کتاب کا خلاصہ بنام خلاصہ صولۃ الضیغ تصنیف کیا، یہ مناظرہ مصنف میزان الحق کے مناظرہ سے جو اکبر آباد میں ہوا تھا، بائیس سال قبل ہوا ہے۔

اٹھارہویں بشارت، فارقلیط

یہ پیشینگوئی انجیل یوحنا کے آخری ابواب میں درج ہے، ہم عربی ترجمہ مطبوعہ لندن ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء سے اس کو نقل کرتے ہیں، انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ میں ہے کہ:

”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے، اور میں باپ سے

لے انہار الحق میں جس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے ۱۲۷۱ اس میں ایسا ہی ہے، موجودہ ترجموں میں یہاں

درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا (فارقلیط) بخشے گا، کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کا رُوح جسے دنیا مائل نہیں کر سکتی، کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے، تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، اور تمہارے اندر ہو گا۔
(آیات ۵ تا ۷)

اور اسی باب کی آیت ۲۶ میں ہے:

”لیکن (فارقلیط) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں

یاد دلانے گا۔“

پھر آیت ۳۰ میں ہے:

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔“

اور انجیل یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶ میں ہے:

”لیکن جب وہ (فارقلیط) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کا رُوح جو باپ کے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا، اور تم بھی گواہ ہو، کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔“

۵۲۰ قدیم تراجم میں یہاں ”فارقلیط“ ہی کا لفظ مذکور ہے، لیکن موجودہ اردو ترجموں میں اس کی جگہ ”مددگار“، ”ذکیل“ یا ”شفیع“ کے الفاظ ہیں، عربی ترجموں میں ”معزّی“ (تسلّی دین والا) کا لفظ ہے، اور انگریزی ترجموں میں بھی (کے الفاظ مذکور ہیں، درحقیقت فارقلیط کے یہ تمام ترجمے غلط ہیں، جیسا کہ عنقریب آپ کو معلوم ہو گا،

اور باب ۱۶ آیت ۷ میں ہے:

”لیکن میں تم سے بچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا، گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے، عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے، مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنئے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ جلال ظاہر کرے گا، اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دیگا کہ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے، اس لئے کہ میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دیگا“ (آیات ۱۶ تا ۱۷)

ان عبارتوں سے استدلال کرنے سے پہلے ہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، پہلی تو یہ کہ آپ تمہید کے ساتویں امر میں معلوم کر چکے ہیں کہ اہل کتاب اگلے ہوں پچھلے عموماً اسماء اور ناموں کا ترجمہ کرنے کے عادی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ طبرانی..... زبان بولتے تھے نہ کہ یونانی، اس کے بعد اس بات میں کوئی بھی شک باقی نہیں رہتا کہ حضرت عیسیٰؑ نے جس شخص کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی،

لے دیکھئے جلد ۱۴، ص ۱۳۵۶،

چوتھے انجیلی نے اس کے نام کا اپنی عادت کے مطابق یونانی میں ترجمہ کر ڈالا، پھر عربی ترجمہ کرنے والوں نے یونانی لفظ کو معرب کر کے فارقلیط بنا دیا، ہم کو ایک اردو رسالہ جو کسی پادری کا لکھا ہوا ہے ۱۸۶۸ء میں ملا، جو کلکتہ میں طبع ہوا تھا، اور جس میں لفظ فارقلیط کی تحقیق کی گئی تھی، اس کے مؤلف نے دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا مقصود اس رسالے کی تحریر سے مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو فارقلیط کے لفظ سے پیدا ہوئی ہے، اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۔

یہ لفظ یونانی لفظ سے عربی بنایا گیا ہے، لہذا اگر ہم یہ فرض کریں کہ اصل یونانی لفظ "پارا کلیطوس" ہے تو اس کے معنی معین و مددگار اور کار ساز و دوکیل کے ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ اصل لفظ "پیرکلوٹوس" ہے تو پھر اس کے معنی محمدؐ اور احمدؑ کے قریب ہو جاتے ہیں، علماء اسلام میں سے جن کسی نے اس بشارت سے استدلال کیا ہے، یہ ہی سمجھ کر کیا ہے کہ اصل لفظ "پیرکلوٹوس" ہے جس کے معنی محمدؐ اور احمدؑ کے معنی میں ہیں، اس لئے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمدؐ اور احمدؑ کی پیشینگوئی کی ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ پارا کلیطوس ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں میں بہت ہی معمولی فرق ہے، کیونکہ یونانی حرف آپس میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، اس لئے "پیرکلوٹوس" کسی نسخہ

میں گویا مصنف کا دعویٰ یہ ہو کہ اصل میں حضرت عیسیٰ نے اپنے والے کا نام "احمد" ذکر کیا تھا، لیکن چونکہ عہد قدیم و جدید کے مصنفوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہو کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر ڈالتے ہیں اس لئے انھوں نے یونانی زبان میں لفظ "احمد" کا ترجمہ "پیرکلوٹوس" سے کر دیا، عربی مترجمین

میں "پارا کلی طوس" سے بدل گیا، پھر عیسائی حضرات نے اس نسخہ کو دوسرے نسخوں پر ترجیح دینی شروع کر دی، اور جو شخص بھی اس کتاب کے باب اور مسلک نمبر ۶ کے امر نمبر، میں انصاف کی نگاہ سے غور کرے گا وہ یقینی طور پر مان لے گا کہ اس قسم کی چیز دیندار عیسائیوں سے کچھ بھی بعید نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ ان کے یہاں اس کو مستحسن اور بہتر شمار کیا جاتا ہو،

دوسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ظہور محمدی سے قبل اس امر کا دعویٰ کیا کہ لفظ فار قلیط کا مصداق ہم لوگ ہیں، مثلاً دوسری صدی عیسوی میں نٹلیس نامی عیسائی نے جو بڑا ریاضت گذار، عابد اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا متقی تھا، ایٹلیا کے کوچک میں مسیح کے قریب دعویٰ کیا کہ فار قلیط موجود جس کے آنے کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام کر گئے ہیں میں ہی ہوں، اور بہت سے لوگ اس کے متبع ہو گئے، جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے، ولیم میور نے بھی اپنی تاریخ بزبان اردو مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے باب میں اس کا اور اس کے ماننے والوں کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اپنے متعلق "فار قلیط" ہونے کا دعویٰ کیا تھا، یعنی منسوب ہونے والی پاک روح" یہ شخص بڑا متقی اور بہت

۱۵ مونٹینس (Montanus) (دوسری صدی عیسوی کا ایک مدعی نبوت ہے، جس کے پیرو فرقے کو مونٹینسٹ کہا جاتا ہے، اس نے کلیسا کے عام روزوں میں بھی اعتنا کر دیا تھا، یہ خشک غذاؤں کے علاوہ ہر چیز سے حبسنا کی تلقین کیا کرتا تھا، (کلیرک: شارٹ ہسٹری، ص ۴۶)

ریاضت کرنے والا تھا، اسی لئے اس کو قبول عام چل ہو گیا۔
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ فارقلیط کی آمد کا انتظار ابتدائی عیسوی صدیوں میں
 بڑی شدت کے ساتھ کیا جا رہا تھا، اور اسی لئے لوگ اس کا مصداق ہونے کا
 دعویٰ کیا کرتے تھے، اور بہت سے لوگ ان کے دعویٰ کو قبول کر لیتے تھے،
 للبتویخ کا مصنف کہتا ہے کہ:

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودی اور عیسائی بھی ایک نبی کی
 آمد کے منتظر تھے، اس چیز سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا فائدہ پہنچا کیونکہ
 آپؐ نے بھی یہی دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ نبی ہوں جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔“
 اس کے کلام سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانے میں بھی اہل کتاب ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے جو سچا ہوگا، کیونکہ
 نجاشی شاہ حبش کے پاس جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا، تو
 اس نے فوراً کہا ”میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے اہل کتاب منتظر
 تھے“ اور جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر کیا کہ:

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں نے آپ
 سے اللہ آپ کے چچا زاد بھائی یعنی جعفر بن ابی طالب سے بیعت کر لی ہے،
 اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔“

۱۔ سرسید احمد خاں نے گاڈ فری ہیگنس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ موشن کے بعد آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کچھ ہی پہلے ایک اور شخص نے بھی فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا تھا،
 جس کا نام مینس تھا (خطبات احمدیہ ص ۴۵۵)

یہ گنجائی پہلے نصرانی تھا، اسی طرح قبیلوں کے سرور مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا کہ :

”یہ خط محمد بن عبد اللہ کے نام ہے، مقوقس شاہ قبط کی طرف سے، آپ پر سلام ہو، اما بعد، میں نے آپ کا خط پڑھا، اور جو مضمون اس میں لکھا تھا اس کو سمجھا، اور جس چیز کی آپ نے دعوت دی اس کو سمجھا، مجھ کو معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے، جو آنے والا ہے، مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں مبعوث ہوگا، میں نے آپ کے بھیجے ہوئے قاصد کی عزت کی“

یہ مقوقس اگرچہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے اپنے خط میں اس بات کا تو اقرار کیا ہے کہ مجھے یقین ہو کہ ایک نبی باقی ہے، یہ بادشاہ بھی عیسائی تھا، اور ظاہر ہے کہ اُس وقت ان دونوں بادشاہوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنے یا خون کھلنے کا کوئی امکان نہ تھا، کیونکہ آپ کو کوئی دنیوی شوکت اُس وقت حاصل نہ تھی، اسی طرح جارود بن العلاء مع اپنی قوم کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور کہا کہ :

”خدا کی قسم، آپ حق کو لے کر آئے ہیں، اور سچی بات کہی ہے، قسم ہواں خدا کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے آپ کے اوصاف انجیل میں پڑھے ہیں، اور بتول کے بیٹے نے آپ کی بشارت دی ہے، بہت سی سلامتی ہو آپ کے لئے، شکر ہوا اس ذات کا جس نے آپ کو عزت دی، مشاہدہ کے بعد سننے کی گنجائش نہیں، اور نہ یقین کے بعد شک کی، اپنا دست مبارک بڑھائیے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں“

اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ۛ

پھر اس کی ساری قوم مسلمان ہو گئی، یہ جارود پڑا زبردست عیسائی عالم تھا، اس نے یہ تسلیم کیا کہ بتول کے بیٹے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی ہے معلوم ہوا کہ عیسائی لوگ بھی اس نبی کے آنے کے منتظر تھے، جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے گئے تھے،

اس تنبیہ کے بعد اب ہماری گزارش یہ ہے کہ وہ اصل عبرانی لفظ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا قطعی معدوم ہے، اور جو یونانی لفظ موجود ہے وہ صرف ترجمہ ہے، مگر ہم اصل لفظ کی بحث کو چھوڑتے ہوئے اس یونانی لفظ ہی پر بحث کرتے ہیں کہ اگر اصل یونانی لفظ ”پیرکلوٹوس“ ہے، تب تو ظاہر ہے کہ یہ مسیح کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسے لفظ کے ساتھ دی گئی ہے جو محمدؐ ”احمد“ کے قریب قریب ہم معنی ہے، یہ چیز اگرچہ عیسائیوں کی عام عادت کے پیش نظر قرین قیاس ہے، مگر ہم اس احتمال کو چھوڑنے ہیں، کیونکہ اس صورت میں مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم نہ ہو سکے گی، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ چلئے آپ ہی کا دعویٰ کہ اصل یونانی لفظ ”پارا کلیٹوس“ ہے، اگر مان لیا جائے تب بھی ہمارے استدلال کے لئے مضر نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس کے معنی ”منسوب کیا گیا“ اور ”مددگار“ اور ”دکیل“ کے ہیں، یا پھر اس کے معنی ”سفارش کرنے والا“، جیسا کہ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں موجود ہے، اور یہ سب اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے پورے صادق آتے ہیں،

اب ہم اولاً ثابت کریں گے کہ وہ فارقلیدہ نبی جن کی بشارت دی گئی تھی اس کا

مصدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں نہ کہ وہ روح جو پینٹکسٹ کے دن حواریوں پر نازل ہوئی تھی اور جس کا ذکر کتاب الاعمال کے باب میں آیا ہے، پھر ہم اس سلسلہ میں عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب پیش کریں گے، پہلے دعوے کے حسب ذیل دلائل ہیں:-

۱۔ پینٹکسٹ Pentecost (یہودیوں کا ایک مذہبی تہوار جسے "ہفتوں کی عید" Feast of weeks بھی کہا جاتا ہے، یہ تہوار گہیوں کی فصل کاٹنے کی خوشی میں منایا جاتا تھا، جس کے تفصیلی احکام تورات میں دیئے گئے ہیں (دیکھئے خروج ۲۳: ۱۶، ۲۴: ۲۸، ۲۶: ۳۱ تا ۳۱، احبار ۵: ۲۳ تا ۲۱ و استثناء ۱۹: ۱۲ تا ۱۶)۔

پینٹی کوسٹ کے معنی یونانی زبان میں "پچاسویں دن" کے ہیں، اور چونکہ یہ تہوار عید فصح کے پچاسویں دن منایا جاتا تھا، اس لئے اسے پینٹی کوسٹ کہتے ہیں، ۱۶ رنیمان (اپریل) کے بعد پورے سات ہفتے دن گزار کر یہ دن آتا تھا، اور اس میں شکرانہ کے طور پر مختلف رسوم ادا کی جاتی تھیں۔

۵۔ کتاب اعمال باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ کے عروج آسمانی کے بعد جب عید پینٹکسٹ کا دن آیا تو یکایک آسمان سے عجیب قسم کی آوازیں آئیں، لوگوں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آگ کے شعلوں کی مانند پھٹتی ہوئی زبانیں نظر آئیں، اور ہر ایک کو یہ محسوس ہوا کہ کوئی ان کی اپنی مادری زبان میں خدا کی عظمت و مہجلا کے کام بتلا رہا ہے، لوگ سخت حیرت میں تھے کہ پطرس حواری نے اس کی تشریح اس طرح کی کہ یہ روح القدس ہو، جو یسوع مسیح کے حکم سے تم پر نازل ہوئی ہے، اور اس کا مطالبہ یہ ہے کہ تم سب ایمان لے آؤ، چنانچہ عین ہزار یہودی فوراً مسلمان ہو گئے، (اعمال ۲: ۱ تا ۴۲)۔

بائبل کے تمام شارحین یہ کہتے ہیں کہ انجیل یوحنا میں جس فار قلیط کی تشریف آوری کا وعدہ کیا گیا ہو اس سے مراد یہی روح القدس ہے (مثلاً دیکھئے ناکس کی تفسیر، ص ۲۵۰ جلد اول) مصنف عیسائیوں کے اس دعویٰ کا رد فرما رہے ہیں،

فارقلیط مراد روح القدس نہیں، آنحضرت ہیں،

پہلی دلیل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کی بشارت دینے سے قبل فرمایا کہ،
”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔“

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ آگے فارقلیط کی جو بشارت دی جا رہی ہے حواری اسے توجہ کے ساتھ سنیں، اور ذہن نشین رکھیں اور یہ سمجھ لیں کہ آگے بیان کی جانے والی بات نہایت اہم اور ضروری ہے، اب اگر فارقلیط سے عیسیٰ علیہ السلام کی مراد وہ روح تھی جو پینٹیکوسٹ کے دن نازل ہونے والی تھی، تو اس فقرہ کے کہنے کی کوئی بھی ضرورت نہ تھی، کیونکہ اس بات کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حواری اپنے اور اس روح کے دوبارہ نازل ہونے کو مستبعد خیال کریں گے، جب کہ اس سے قبل وہ اس سے مستفیض ہو چکے تھے، بلکہ اس استبعاد کی قطعاً گنجائش نہیں، کیونکہ وہ روح جب کسی پر نازل ہوگی اور اس میں سمائے گی تو اس کا سنایاں اثر خود ظاہر ہوگا، ایسی صورت میں اس سے متاثر ہونے والے کے لئے انکار کا وہم بھی نہیں ہو سکتا، اور پھر عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق اس کا ظہور کسی ایسی شکل میں ہرگز نہیں ہو سکتا، جس میں استبعاد کا احتمال ہو سکے، اس لئے یقیناً اس سے مراد وہی نبی ہر

۱۔ موجودہ ترجموں میں یہاں عمل کرو گے“ کا لفظ ہے، جس کی وجہ سے مصنف کا استدلال اتنا واضح نہیں رہتا، قدیم تراجم میں عمل کرو“ ہی کے الفاظ ہیں،

جس کی بشارت دی گئی،

اب اہل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت مسیحؑ نے تجربات کی روشنی اور فور نبوت کے ذریعہ یہ سمجھ لیا کہ ان کی اُمت کے بیشتر افراد اس نبیؑ کی نبوت کا انکار اس کے ظہور کے وقت کریں گے جس کی بشارت دی جا رہی ہے، اس لئے انھوں نے سب سے پہلے اس فقرہ کے ساتھ اس کی تاکید کی، پھر ان کی آمد کی اطلاع دی،

دوسری دلیل روح القدس عیسائیوں کے نزدیک اپنے باپ کے ساتھ مطلقاً متحد ہے، اور بیٹے کے ساتھ اس کی لاہوتی حیثیت سے حقیقی اتحاد رکھتی ہے، اس لئے اس کے حق میں ”دوسرا فارقلیط“ کا عنوان صادق نہیں آتا۔ اس کے برعکس جس نبی کی بشارت دی جا رہی ہے، اس کے حق میں یہ قول بلا تکلف صادق آتا ہے،

تیسری دلیل وکیل ہونا یا سفارشی ہونا نبی کے خواص میں سے ہے، یہ لفظ اس روح پر صادق نہیں آسکتا جو خدا کے ساتھ متحد ہے، لہذا یہ دونوں صفات روح پر صادق نہیں آسکتیں، اور یقیناً اس نبیؑ پر جس کی بشارت دی گئی، بلا تکلف صادق آتی ہیں،

۱۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کے آنے کی خوش خبری دی تو لامحالہ فارقلیط کوئی ایسی شخصیت ہونی چاہئے جو حضرت عیسیٰؑ سے جدا ہو، حالانکہ روح القدس عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی لاہوتی حیثیت سے جدا نہیں ہے،

چوتھی دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :

”وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلانے گا۔“

عہد جدید کے کسی رسالہ سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ حواری اُن باتوں کو بھول گئے تھے جو مسیحؑ نے کہی تھیں، اور اس رُوح نے جو یوم الدار میں نازل ہوئی ان کو یاد دلائی ہوں،

پانچویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ :

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔“

یہ کلام واضح طور سے اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس سے مراد وہ روح نہیں ہو سکتی، کیونکہ دلیل اول میں آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ حواریوں کی جانب سے اس کو نہ ماننے کا گمان کیا ہی نہیں جاسکتا تھا، لہذا اس کہنے کی قطعی ضرورت نہ تھی، اور حکیم دانشمند کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کوئی فضول بات کہے، چہ جائیکہ ایک عظیم الشان نبی، اب اگر ہم اس کلام سے وہی نبی مراد لیں جس کی بشارت دی گئی تھی تو کلام اپنے صحیح مقام پر رہے گا، اور بہت ہی پسندیدہ ہوگا، کیونکہ دوبارہ ایک مضمون کی تاکید پر مشتمل ہے۔

چھٹی دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ :

”وہ تمہاری گواہی دے گا۔“

۱۵ یوحنا ۱۴، ۲۶ ، ۱۵ یوحنا ۳۰، ۱۱ ، ۱۵ یوحنا ۲۶ ،

دیکھئے اس رُوح نے کسی کے سامنے مسیح کے حق میں کوئی شہادت نہیں دی، اس لئے کہ جن شاگردوں پر وہ رُوح نازل ہوئی، ان کو کسی کی شہادت کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ مسیح کو کماحقہ پورے طور پر جانتے پہچانتے تھے، پھر ایسے لوگوں کے سامنے شہادت دینا محض بیکار ہے، رہے وہ منکرین جن کو واقعی شہادت کی ضرورت تھی، سو اس رُوح نے ان میں سے کسی کے سامنے شہادت نہیں دی اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے لئے اور ان کے سچے ہونے اور اس الوہیت کے دعوے کرنے سے برأت کی شہادت دی، جو کفر و گمراہی کی سب سے بڑی قسم ہے، قرآن کریم کے متعدد مواقع پر ماں بیٹے دونوں کی برأت اور پاکدامنی مذکور ہے، اور احادیث میں تو بکثرت ملتی ہے،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ :

ساتویں دلیل

”اور تم بھی گواہ ہو، کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء اور اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۳ء میں

لفظ ایضاً کا ترجمہ بھی موجود ہے لہذا لفظ ایضاً ان ترجمہ میں جن سے ہم نے یوحنا کی عبارت نقل کی ہے قصداً یا سہواً چھوٹ گیا ہے، یہ قول واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ حواریوں کی شہادت فارقلیط کی شہادت کے علاوہ دوسری شہادت ہے، لیکن اگر اس سے مراد وہ رُوح لی جاتے جو نپتیکست کے دن نازل ہوئی تو دونوں شہادتیں پھر الگ الگ نہ ہو سکیں گی، کیونکہ اس رُوح نے بعینہ وہی شہادت دی جو حواریوں نے

۵۲ موجودہ ترجموں میں یہ لفظ موجود ہے،

۱۵: ۲۶،

دی تھی، کوئی مستقل شہادت نہیں تھی، اس لئے کہ یہ روح معبود اور معبود کے ساتھ متحد تھی، اور نازل، حلول، استقرار اور شکل و صورت جیسے جسمانی عوارض سے پاک تھی، اس لئے بائبل کی تصریح کے مطابق یہ ایک تیز آندھی کی طرح آتشیں زبانوں کی صورت میں نمودار ہوئی تھی، پھر کتاب اعمال کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں پر مستقر ہو گئی، لہذا جن لوگوں پر یہ روح نازل ہوئی تھی ان کی کیفیت بعینہ اُس شخص کی طرح تھی جس پر حق مسلط ہو گیا ہو، جس طرح ایسی حالت میں جن کا کلام بعینہ اُس شخص کا کلام بن جاتا ہے، اسی طرح روح کی شہادت بعینہ حواریین کی شہادت بن گئی تھی، لہذا دونوں کی شہادت کو الگ الگ شہادتیں نہیں کہا جاسکتا،

اس کے برخلاف اگر فارقلیطؑ مراد نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے تو دو شہادتیں مانی جاسکتی ہیں، حواریوں کی الگ اور فارقلیط کی الگ،

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا،

آٹھویں دلیل

• اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہیں آئے گا۔

لیکن اگر جاؤں گا تو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

ملاحظہ کیجئے! اس میں حضرت مسیحؑ اس کی آمد کو اپنے جانے پر معلق کر رہے ہیں، حالانکہ وہ روح حواریوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی ہی میں نازل ہو چکی تھی، جب کہ آپ نے ان کو اسرائیلی شہروں کی جانب روانہ کیا تھا، اس وقت روح کا نازل عیسیٰؑ کی روانگی پر موقوف نہیں کیا گیا تھا، نتیجہ صاف ہے کہ فارقلیط سے مراد وہ روح ہرگز نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کا مصداق یقیناً وہی شخص ہو سکتا ہے جس سے حواریوں نے عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے سے قبل کس قسم کا فیض حاصل نہیں

کیا، اور اس کی آمد مسیح کی روانگی پر موقوف ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ کی تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد ہوئی، اور آپ کی آمد عیسیٰ کی روانگی پر موقوف بھی تھی، اس لئے کہ دو مستقل شریعتوں والے پیغمبروں کا وجود ایک زمانہ میں ممکن نہیں ہے، ہاں اگر دوسرا پہلے رسول کی شریعت کا متبع ہو یا دونوں کسی ایک شریعت کے تابع ہوں تو بیشک اس طرح کے دو یا دو سے زیادہ بھی پیغمبر ایک زمانہ اور ایک مقام پر آ سکتے ہیں، اس قسم کے بے شمار انبیاء حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں آچکے ہیں،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

نویں دلیل

وہ دنیا کو ملامت کرے گا۔

یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصیحتی جلی کے درجہ میں ہے، کیوں کہ آپ ہی ایسے شخص ہیں جنہوں نے سارے جہان کو لکھارا، اور ملامت کی، بالخصوص یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر ایسی ملامت کی جس میں شاید کوئی کٹر معاند اور متعصب دشمن ہی شک کر سکتا ہے، اور آپ ہی کے خلف الشیخہ امام مہدیؑ کا نے دجال اور اس کے ماننے والوں کے قتل کرنے میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق اور معاون ہوں گے، بخلاف نازل ہونے والی روح کے کہ اس کا ملامت کرنا کسی اصول کے ماتحت درست نہیں ہوتا، اور اس کے نزول کے بعد بھی حواریوں کا منصب ملامت کرنے کا نہ تھا، اس لئے کہ وہ لوگ قوم کو ترغیب اور وعظ کے ذریعہ دعوت دینے تھے،

لیکن پادری رائیں اپنی کتاب موسوم بدافع البہتان میں جو اردو زبان میں ہے، اور خلاصہ صولۃ الفیغیم کے رد میں لکھی گئی ہے، اس کے جواب میں کہتا ہے:

”ملامت کرنے کے الفاظ نہ تو انجیل میں موجود ہیں، اور نہ ہی انجیل کے کسی ترجمہ میں، بلکہ اس کو مدعی نے محض اس لئے بڑھا دیا ہے تاکہ یہ بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح طور پر صادق آجائے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامت اور دھمکی بہت دی، مگر اس قسم کا مغالطہ دینا اور دھوکہ دہی مومنین اور اللہ سے ڈرنے والوں کی شان سے بعید ہے“

یہ بات قطعی باطل اور غلط ہے، اس لئے کہ یہ پادری یا تو جاہل دھوکہ باز ہیں یا ایسا شخص جو نہ قرآن نہ مغالطہ دینا چاہتا ہے بلکہ ایمان سے بھی خالی اور خوف خداوندی سے بھی عاری ہے، اس لئے کہ یہ الفاظ ان عربی تراجم میں جن سے میں نے یہ حنا کی عبارت نقل کی ہے موجود ہیں،

نیز اس عربی ترجمہ مطبوعہ رد ما عظمیٰ ^{۱۸۶۱ء} میں بھی پائے جاتے ہیں، ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت ^{۱۸۶۱ء} کی عبارت اس طرح ہے کہ:

”اور جب وہ آئے گا تو گناہ پر ملامت کرے گا“

اور ترجمہ عربی مطبوعہ ^{۱۸۶۱ء} و ^{۱۸۶۵ء} میں اور فارسی تراجم مطبوعہ ^{۱۸۶۱ء} و ^{۱۸۶۵ء} میں الزام کا لفظ موجود ہے، اور تکبیت اور الزام دونوں الفاظ تو بیخ اور ملامت کے قریب قریب ہیں، مگر اس پادری کی کیا شکایت کی جائے، جبکہ ”اس خانہ ہمہ آفتاب است“ کے مطابق تمام علماء بیروت سنٹ کی یہ عام

۱۵ موجودہ ترجموں میں ”قصود دار تھیرے گا“ کے الفاظ موجود ہیں،

عادت بن گئی ہے، اسی وجہ سے فارسی اور اردو کے ترجموں نے فارقلیط کو چھوڑ دیا، مسلمانوں میں یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مشہور ہو چکا ہے، کیونکہ یہ لوگ جو اس کے اسلاف ہیں انہوں نے بھی رُوح کی جانب مَوْنِثِ ضمیر سے راجع کیں، تاکہ عوام کو اس اشتباہ میں مبتلا کیا جائے کہ اس کا مصداق کوئی مَوْنِث ہے نہ کہ مذکر،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ :

دسویں دلیل

”گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے“

یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط منکرین عیسیٰ پر ظاہر ہو کہ ان کو مسیح پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ملامت کریں گے، یہ بات نازل ہونے والی رُوح پر قطعی صادق نہیں آتی، کیونکہ وہ لوگوں پر ملامت کرنے کے لئے ظاہر نہیں ہوئی،

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ :

گیارہویں دلیل

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم

ان کی برداشت نہیں کر سکتے“

اس جملے کی روشنی میں بھی فارقلیط سے رُوح مراد نہیں لی جاسکتی، کیونکہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے احکام میں کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا، اس لئے کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اس نے حواریوں کو تثلیث کے عقیدے اور سارے عالم کو دعوت دینے کا حکم دیا تھا، ایسی شکل میں اس نے عیسیٰ علیہ السلام

لے یوحنا ۱۶: ۹ ،

کے ان اقوال میں جو آپ نے عروج آسمانی تک ارشاد فرمائے تھے، کون سی زائد یا
کا اضافہ کیا ؟

بلکہ اس روح کے نزول کے بعد ان لوگوں نے سوائے بعض احکامِ عشرہ کے
جو سفرِ خروج کے باب میں مذکور ہیں جملہ احکامِ توریت کو ختم کر دیا، تمام محرمات
کو حلال کر ڈالا، ایسی صورت میں ان کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے
کہ وہ لوگ اس کے برداشت کی استطاعت نہیں رکھتے، کیونکہ ان لوگوں کو تو
تعظیمِ سبت جیسے عظیم الشان حکم کو ختم کر دینے کی بھی استطاعت حاصل ہوئی، جو
توریت کا بڑا حکم تھا، اور یہودی محض اس وجہ سے عیسیٰ کو مسیح موعود تسلیم نہیں
کرتے تھے، انھوں نے اس حکم کی کوئی رعایت نہیں کی تھی، لہذا ان لوگوں کے
لئے تمام احکام کو ختم کر دینے کا قبول کر لینا آسان تھا، البتہ ایمان کی کمزوری اور
ضعفِ قوت کی وجہ سے جو عیسیٰ کے عروج تک رہی، احکام کی زیادتی کو قبول
کرنا یقیناً ان کی استطاعت سے خارج تھا، چنانچہ اس کا اعتراف علماءِ پروٹسٹنٹ
بھی کرتے ہیں،

اس تمام گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فارقلیط کا مصداق
ایک ایسا نبی ہو سکتا ہے جس کی شریعت میں شریعتِ عیسوی کی نسبت کچھ احکام
زائد ہوں گے، اور ان کا اٹھانا کمزور مکلفین کے لئے گراں ہوگا، بلاشبہ ایلے
نبی صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں،

بارہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ:

”وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔“

یہ کلام اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ فارقلیط ایسا شخص ہو گا جس کی بنی اسرائیل تکذیب کریں گے، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ اس کی سچائی کا حال بیان کریں، اسی بناء پر خصوصیت کے ساتھ یہ بات ارشاد فرمائی، اس کے برعکس نازل ہونے والی رُوح کے حق میں جھٹلائے جانے کا احتمال ہی نہ تھا،

مزید برآں یہ کہ یہ رُوح ان کے نزدیک عین معبود تھی، پھر ایسی صورت میں اس کے حق میں یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ”جو کچھ سنے گا وہی کہے گا“ اس لئے اس کا مصداق بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ آپ کے حق میں جھٹلائے جانے کا احتمال تھا، اور آپ عین خدا بھی نہیں ہیں، اور آپ ہی ایسے شخص ہیں جو وحی کے علاوہ کوئی بات نہیں فرماتے تھے، چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

اور یہ اپنی خواہش سے نہیں کہتا وہ
تو صرف وحی ہی جو اس کے پاس آتی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ،

دوسری جگہ فرمایا:

”میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں
جس کی وحی میری طرف کی جاتی ہے،

إِنِّي أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ
إِلَيَّ،

۱۳: ۱۶، ۱۷ اس لئے کہ جب رُوح القدس معبود ٹھہری تو اسے کچھ کہنے کے لئے... کس سے سننے کی کیا ضرورت ہے؟

تیرہویں دلیل

عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

”مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔“

یہ بات رُوح پر ہرگز صادق نہیں آتی، کیونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق وہ قدیم غیر مخلوق اور قادرِ مطلق ہے، کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو اس کو فی الحال حاصل نہ ہو، بلکہ اس کی توقع ہو، اس کے جس قدر کمالات ہیں اس میں بالفعل سب موجود ہیں، اس لئے ضروری ہو کہ جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ اس قسم کا ہو جس کے حق میں کمال متوقع ہو،

مگر چونکہ یہ کلام اس امر کا شبہ ڈال رہا تھا کہ شاید وہ نبی شریعت عیسوی کا متبع ہوگا، اس لئے اس کو دُور کرنے کے لئے بعد میں یہ کہہ دیا کہ،
 جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے
 حاصل کرتا ہے ۛ

مطلب صاف ہو گیا کہ جو چیز بھی فارقلیط کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوگی
گویا کہ وہ مجھ سے حاصل کی، چنانچہ یہ مقولہ مشہور ہے:

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ | حُوَالۃ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

۱۵ مطلب یہ ہے کہ جب روح القدس کو تمام کمالات بالفعل حاصل ہیں تو اسے کسی سے حاصل کر کے خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بات تو صرف ایسی شخصیت پر صادق آسکتی ہے جو کمالات بتدریج حاصل ہوتے ہوں، اسے پہلے کسی بات کا علم نہ ہو، بعد میں اسے کوئی علم عطا کرے، یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتی ہے،

۱۵۔ یہاں تک مصنف نے تیرہ دلائل ذکر فرمائے ہیں، اس کے علاوہ ایک چودہویں دلیل کتاب اعمال کے اس باب کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے، (باقی جرحہ آئندہ)

عیسائیوں کے پانچ اعتراضات اُن کا جواب پہلا اعتراض؛

اب ہم اُن اعتراضات کو زیر بحث لاتے ہیں جو عیسائی حضرات اور بالخصوص پروٹسٹنٹ علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فارقلیط ہونے پر وارد کرتے ہیں؛
ان میں سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ خود بائبل میں فارقلیط کی تفسیر روح القدس اور روح الحق کے ساتھ کی گئی ہے، جس کا مصداق تیسرا اقنوم ہے، پھر اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس میں روح القدس کے نزول کا واقعہ مذکور ہو، اس میں لکھا ہے کہ جب روح القدس آتشین زبانوں کی شکل میں لوگوں کو نظر آئی تو وہ بہت حیران ہوئے اس پر پطرس نے اس کی تشریح کی، اور انھیں بتلایا کہ یہ روح القدس ہے، جو تم پر برکت نازل کرنے کے لئے آئی ہے،

سوال یہ ہو کہ اگر فارقلیط سے مراد یہی روح القدس تھی تو جناب پطرس کو سب سے پہلے یہ بات کہنی چاہئے تھی کہ اس روح کے نزول سے تعجب کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، اس کے نزول کی بشارت خود حضرت مسیح علیہ السلام دے کر گئے ہیں، حالانکہ جناب پطرس نے اپنی طویل تقریر میں کہیں اس بات کا حوالہ نہیں دیا کہ یہ وہی فارقلیط ہے جس کا وعدہ حضرت مسیح نے کیا تھا، اگر فارقلیط سے مراد یہ روح ہوتی تو جناب پطرس کیلئے یہودیوں کے سامنے حضرت مسیح کی حقانیت ثابت کرنے کا بہترین موقع تھا، بالخصوص جبکہ جناب پطرس کی پوری تقریر یسوع مسیح پر ایمان لانے کی دعوت پر مشتمل ہے، ایسے موقع پر تو وہ ہرگز اس بات کو ذکر کرنے سے نہ چوکے،

اس کے علاوہ کتاب اعمال کا مبینہ مصنف لوقا خود انجیل کا مصنف بھی ہے، خود اس نے بھی پینٹی کوسٹ کا یہ واقعہ ذکر کر کے ایک لفظ بھی اس کے (باقی صفحہ آئندہ)

لفظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کیونکر درست ہے،

جواب یہ ہے کہ مصنف میزان الحق نے اپنی تالیفات میں دعویٰ کیا ہے کہ روح اللہ

روح القدس، روح الحق، روح الصدق، روح فم اللہ کے الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں مآقبات مفتاح الاسرار نسخہ فارسی مطبوعہ ۱۲۵۵ء باب ۲ فصل نمبر صفحہ ۵۳ میں کہتا ہے:

”لفظ روح اللہ اور روح القدس توریت و انجیل میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔“

نیز حل الاشکال فی جواب کشف الاستار میں کہتا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) متعلق یہ نہیں کہا کہ اس طرح یسوع مسیح کی فارقلیط والی پیشینگوئی پوری ہو گئی، حالانکہ بائبل کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس کے تمام مصنفین کا یہ معمول ہے کہ جب وہ کوئی ایسا واقعہ ذکر کرتے ہیں جسکی خبر کسی پچھلے نبی نے دی ہو تو اس کا فوراً حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح فلاں نبی کا قول پورا ہوا، (مثلاً دیکھئے انجیل لوقا ۳: ۳ و ۹: ۱۳ و اعمال ۲۰: ۱۱)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوقا نے روح القدس کے نزول کا قصہ بیالیس آیتوں میں ذکر کیا ہے مگر ان میں کہیں یہ نہیں کہا کہ اس واقعہ کے ذریعہ یسوع مسیح کی پیشینگوئی پوری ہو گئی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح بات یہ ہے کہ جناب پطرس نے یہاں حضرت یوحنا کی طرف سے سلام کی ایک پیشینگوئی بھی ذکر فرمائی اور کہا کہ:

”یہ وہ بات ہے جو یوحنا کی معرفت کہی گئی ہے“ (اعمال ۱۶: ۱۲)

مگر حضرت مسیح کا کہیں نام نہیں لیا، کیا یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جس فارقلیط کی خوشخبری دی تھی اس سے مراد یہ روح القدس کا نزول نہ تھا، بلکہ کچھ اور تھا؟

”جس شخص کو توریت و انجیل سے ذرا بھی مناسبت اور شعور ہوگا، اس کو معلوم ہو کہ الفاظ روح القدس و روح الحق اور روح فم اللہ وغیرہ یہ سب روح اللہ کے معنی میں ہیں، اسی لئے میں نے اس کو ثابت کرنا ضروری نہیں سمجھا۔“

اب جب آپ یہ بات سمجھ گئے تو تھوڑی دیر کے لئے ہم اس دعویٰ کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ سب الفاظ مرادف اور ہم معنی ہیں، لیکن ہم یہ بات ماننے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہیں کہ ان الفاظ کا استعمال دونوں عہد کی کتابوں میں ہر جگہ اقنوم ثالث ہی کے معنی میں ہوا ہے، اس لئے ہم بھی پادری صاحب کی طرح کہتے ہیں کہ جس شخص کو دونوں عہد کی کتابوں کا تھوڑا سا شعور بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ الفاظ اقنوم ثالث کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوئے ہیں، کتاب حزقی ایل باب ۳، آیت ۴ میں کہ جو لوگ حضرت حزقی ایل علیہ السلام کے معجزے سے زندہ ہو گئے تھے ان سے خطا کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا:

”اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا۔“

ظاہر ہے کہ اس قول میں اللہ کی روح سے مراد نفس ناطقہ انسانی ہے، نہ کہ وہ اقنوم ثالث جو عیسائیوں کے زعم میں عین خدا ہے، نیز یوحنا کے پہلے خط باب ۴ آیت ۱ میں ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۷۷ء کے مطابق اس طرح ہے:

”اے عزیز و اہر ایک روح کا یقین نہ کرو، بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں، کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے

۱۸۷۷ء موجودہ اردو ترجمہ اس کے مطابق ہے، اس لئے یہ عبارتیں اسی سے نقل کر دی گئی ہیں ۱۲ تفسیر

ہیں، خدا کے روح کو ہم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع

مسیح مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے: (آیات ۲)

پھر آگے آیت ۶ میں ہے:

”جو خدا کو جانتا ہے وہ ہماری سنتا ہے، جو خدا سے نہیں وہ ہماری نہیں سنتا

اسی سے ہم حق کی روح اور گمراہی کی روح کو پہچان لیتے ہیں۔“

تراجم عربی مطبوعہ ۱۸۲۱ء، ۱۸۳۱ء، ۱۸۴۳ء، ۱۸۵۲ء میں بھی اسی کے موافق

عبارتیں موجود ہیں، ان میں سے پہلی عبارت میں ”خدا کی روح“ اور آیت ۶ کی عبارت

میں ”حق کی روح“ اقنوم ثالث بجائے ”واعظ حق گو“ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں

اسی لئے اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء کے مترجم نے لفظ ”روح“ کا ترجمہ ”واعظ“ کے

ساتھ کیا ہے، اور پہلی آیت میں لفظ ”ارواح“ کا ترجمہ ”واعظین“ کے ساتھ اور

دوسری آیت میں لفظ ”روح“ کا ترجمہ ”واعظ من جانب اللہ“ اور آیت ۶ میں

”حق کی روح“ کا ترجمہ ”سچے واعظ“ سے کیا ہے، اسی طرح لفظ ”گمراہی کی روح“

کا ترجمہ ”گمراہ کن واعظ“ کیا گیا ہے،

بہر کیف ان عبارتوں میں خدا کی روح اور روح حق سے مراد اقنوم ثالث جو

عین خدا ہے نہیں لیا جاسکتا، اگر حضرت عیسیٰ نے فارقلیط کو روح حق قرار دیا ہے

تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے، کیونکہ دونوں کے معنی واعظ حقانی کے ہیں جیسا

کہ یوحنا کے رسالہ ۱ میں روح اللہ اور روح الحق اسی معنی میں استعمال ہوا ہے

لہذا ان دونوں الفاظ کا اطلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بلاشبہ صحیح ہے،

۱۔ یہ تمام بحث اس تقدیر پر ہے کہ مصنف نے روح القدس اور روح حق کو ہم معنی قرار دیا ہے

یہ فاضل آل حسن نے اپنی مشہور کتاب آہستہ میں ۱۴۹۴ء پر ثابت کیا ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معانی جدا جدا ہیں اور روح حق سے مراد روح القدس نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، (ملاحظہ ہو تفسار بر حاشیہ از الہ الامام ص ۲۵۳)

دوسرا اعتراض

عیسائیوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشینگوئی کے مطابق
حجاری ہیں، اس لئے فارقلیط کا ظہور ان کے زمانہ میں ہونا

ضروری ہے، چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے عہد میں ظاہر نہیں ہوئے، اس لئے
وہ اس کا مصداق نہیں ہیں،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بھی بہت کمزور ہے، اس لئے کہ اس کا نتیجہ
تو یہ نکلتا ہے کہ خطاب کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ ضمیر خطاب کے ضرور مراد ہوں
لیکن یہ بات ہر مقام پر ضروری نہیں ہے، مثلاً انجیل متی باب ۲۶ آیت ۶۴ میں
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سردار کاہن اور بڑے بڑوں کو خطاب کرتے
ہوئے ارشاد فرمایا،

”بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی
طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر کتے دیکھو گے۔“

دیکھئے جن لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات فرمائی تھی
آج ان کو مرے ہوئے اٹھارہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، لیکن انہوں نے
کبھی حضرت عیسیٰ کو آسمان کے بادلوں پر کتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں سب
لوگ یہی کہتے ہیں کہ انجیل متی کی اس عبارت میں ”تم“ کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں
جو اس وقت سامنے موجود تھے، بلکہ اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح
علیہ السلام کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے۔

۱۵ اس ارشاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اپنے نزول کی پیشینگوئی فرما رہے ہیں،

بعینہ یہ بات ہم فارقلیط کی بشارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب وہ لوگ نہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تھے، بلکہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت موجود ہوں گے،

تیسرا اعتراض عیسائیوں کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کے حق میں یہ بات کہی گئی ہے کہ دنیا نہ اس کو دیکھے گی نہ پہچانے گی، اور تم اسے پہچانو گے، یہ چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہیں آتی، کیونکہ آپ کو تو لوگوں نے دیکھا بھی اور پہچانا بھی،

لیکن یہ اعتراض بھی محض لغو اور بے اصل ہے، اس لئے کہ عیسائی بھی اس جملے کو حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی پر محمول کرتے ہیں، بلکہ وہ ہماری نسبت اس کلام کی تاویل کرنے پر زیادہ مجبور ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک تو روح القدس عین خدا ہے اور دنیا بہ نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کو زیادہ جانتی پہچانتی ہے، اس لئے لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ پہچاننے سے مراد مکمل اور حقیقی معرفت ہے، اس تاویل کے بعد پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے صادق آنے میں کچھ بھی اشتباہ باقی نہ رہے گا اور آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ دنیا اس کی پوری پوری حقیقی پہچان نہیں رکھتی، اور تم اس کی پوری حقیقی پہچان رکھتے ہو، رویت سے مراد بھی معرفت ہی ہوگی،

۱۵ "پہچانی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ نہ اُسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے، تم اسے جانتے ہو الحق" (یوحنا ۱۴: ۱۷)

۱۶ اور کتاب اعمال میں تصریح ہے کہ روح القدس کو آتشیں زبانوں کی شکل میں پہچانے دیکھا اور پہچانا،

اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ ”تم“ کے بعد ”دیکھنے“ کے لفظ کا اعادہ نہیں کیا۔
بلکہ صرف یہ کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو۔ اور اگر دیکھنے سے مراد ظاہری آنکھوں کے
دیکھنا ہی لے لیا جائے تب بھی یہاں ”نہ دیکھنے“ سے مراد بعینہ وہ معنی ... ہوں گے
جو انجیل متی باب ۱۳ آیت ۱۳ میں لئے گئے ہیں، اس کی عبارت ہم عربی ترجمہ مطبوعہ
۱۸۱۶ء و ۱۸۲۵ء سے نقل کرتے ہیں:

”میں ان سے تمثیلوں میں اس لئے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے
اور سنتے ہوئے نہیں سنتے، اور نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں یسعیاء کی پیشینگوئی
پوری ہوتی ہے کہ تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے، اور آنکھوں سے دیکھو گے
پر ہرگز (تمہیں کچھ نظر نہ آئے گا)۔“

اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں رہتا، ہم نے اوپر ”دیکھنے“ اور ”جاننے“
کے معنی بیان کئے ہیں، اگرچہ یہ مجازی معنی ہیں، لیکن ان کا استعمال اس کثرت سے
ہوتا ہے کہ حقیقت عرفیہ بن گئے ہیں، بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ارشادات میں یہ الفاظ اس معنی میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں،

۱۷ یعنی دنیا کے لمبے میں تو یہ کہا کہ وہ اسے دیکھتی ہو نہ جانتی ہے، اور حواریوں سے فرمایا کہ تم اسے
جانتے ہو یہاں دیکھنے کا ذکر نہیں کیا، معلوم ہوا کہ دیکھنے سے مراد بھی جاننا ہی ہے،
۱۸ اظہار الحق میں جن تراجم کے حوالے سے عبارت نقل کی گئی ہے، ان میں یہاں لا بتصر و ن
کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ قوسین میں کیا گیا ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں قوسین کی جگہ یہ
لفظ ہے: ”معلوم نہ کرو گے۔“

۱۹ گویا جس طرح متی کی اس عبارت میں نہ دیکھنے سے مراد نہ قبول کرنا ہے، اسی طرح
فارقلیط کی پیشینگوئی میں بھی یہی مراد ہوگا،

انجیل متی باب آیت ۲۷ میں ہے:

”کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے، اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے اور اس کے جن پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔“

اور انجیل یوحنا باب آیت ۲۸ میں ہے:

”جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے، اس کو تم نہیں جانتے۔“

اور یوحنا ہی کے باب آیت ۱۹ میں ہے:

”نہ تم مجھے جانتے ہو، نہ میرے باپ کو اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے۔“

اور یوحنا باب آیت ۲۵ میں ہے: ”مے عادل بنا؛ دینا تو تجھے نہیں جانا، مگر میں نے تجھے جانا۔“

اور باب ۱۲ آیت ۷ میں ہے:

”اگر تم نے مجھے جانا ہوتا تو میرے باپ کو بھی جانتے، اب اسے جانتے

ہو اور دیکھ لیا ہے، فلپس نے اس سے کہا، اے خداوند! باپ کو ہمیں دکھا،

یہی ہمیں کافی ہے، یسوع نے اس سے کہا اے فلپس: میں اتنی مدت تمھارے

ساتھ ہوں، کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا،

تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟“

آپ نے دیکھا کہ ان تمام اقوال میں جاننے اور پہچاننے سے مراد مکمل

معرفت اور دیکھنے سے مراد بھی معرفت ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ مذکورہ اقوال

میں سے ایک بھی درست نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو تو عام لوگ بھی پہچانتے تھے، چہ جائیکہ یہود کے سردار، کاہن، مشائخ اور

حارثین اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اہل تثلیث کے یہاں بھی ممکن نہیں ہے،

چوتھا اعتراض | عیسائیوں کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ فارقلیط کے حق میں یہ کہا گیا تھا کہ:

”وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہے“

اس کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط اس خطاب کے وقت حواریوں کے پاس موجود اور مقیم تھا، پھر اس کا مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ بائبل کے دوسرے تراجم اس کے خلاف ہیں، ترجمہ عربی ۱۸۲۵ء میں ہے کہ:

”وہ تمھارے ساتھ رہنے والا ہے، اور تمھارے اندر ہوگا“

فارسی تراجم مطبوعہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۳۱ء اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۱۴ء و ۱۸۳۹ء سب کے سب ان دونوں ترجموں کے مطابق ہیں، اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۰ء میں اس طرح ہے:

”وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہوگا“

۱۷ اصل عربی عبارت یہ ہے: ”لَا اِنَّكَ مُسْتَقِرٌّ مَعَكُمْ وَ سَيَكُونُ فِيْكُمْ“ موجودہ اردو ترجمہ میں یہ عبارت اس طرح ہے: ”وہ تمھارے ساتھ رہتا ہے اور تمھارے اندر ہوگا“ قدیم انگریزی ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے، البتہ کیتھولک بائبل میں یہ جملہ بالکل مختلف ہے: اس کی عبارت یہ ہے:

یعنی ”وہ مسلسل تمھارے ساتھ رہے گا، نہیں، وہ تم میں ہوگا“ (یوحنا ۱۴: ۱۷)

۱۸ اصل عربی عبارت ”لَا اِنَّكَ مَّا كُنْتَ مَعَكُمْ وَ يَكُونُ فِيْكُمْ“ موجودہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۶ء میں بھی یہی الفاظ ہیں،

معلوم ہوا کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ آئندہ تم میں پیدا ہوگا، پھر تو کسی طور پر بھی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے، اب رہا یہ لفظ کہ ”مقیم عندکم“ تو اس کے معنی ہرگز یہ نہیں لئے جاسکتے کہ وہ فی الحال تم میں مقیم ہے، کیونکہ یہ مسیح کے دوسرے کلام کے معارض اور منافی ہوگا، جس میں یوں کہا گیا ہے کہ:

”میں باپ سے درخواست کر دوں گا تو وہ تمہیں دوسرا (فارقلیط) بھجئے گا“

اسی طرح حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد کہ:

”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہوگا تو تم یقین کر لو“

نیز یہ فرمانا کہ:

”اگر میں نہ جاؤں تو وہ (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا“

وضاحت کے ساتھ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ فارقلیط زمانہ آئندہ میں آئینا ہے، پھر اس کے سوا اور کیا تاویل کی جاسکتی ہے کہ اپنے بعد میں آنے والے قول کی طرح یہ بھی استقبال کے معنی میں ہے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں تمہارے پاس قیام کرے گا، پھر اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آنے میں کوئی خدشہ نہیں ہو سکتا، اور بائبل کے دونوں عہد ناموں میں زمانہ آئندہ کی باتوں کو حال بلکہ بعض اوقات ماضی کے صیغوں سے بکثرت تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً کتاب حزقی ایل باب ۳ کی ابتداء میں حضرت حزقیل علیہ السلام نے یا جوج و ماجوج کے نکلنے اور اسرائیلی پہاڑوں پر پہنچ کر اس کے ہلاک ہونے کی خبر دی ہے، اور اس کے بعد

۱۵ یوحنا ۱۳: ۱۵ ، ۱۶ یوحنا ۱۳: ۲۰ ، ۱۷ یوحنا ۱۶: ۷ ،

آیت ۸ میں فرمایا ہے :

”دیکھ وہ پہنچا اور وقوع میں آیا، خداوند خدا فرماتا ہے، یہ وہی دن ہے جس کی بابت میں نے فرمایا تھا“

اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۳۹۷ء میں یہ جملہ اس طرح ہے :

”اینگ رسید و بوقوع پیوست“

دیکھئے : اس جملہ میں کس طرح ایک آئندہ ہونے والے واقعہ کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اس لئے اس کا ہونا یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر تھا، حالانکہ دو ہزار چار سو پچاس سال گزر جانے کے باوجود اب تک یہ واقعہ ظاہر نہیں ہو سکا،

اسی طرح انجیل یوحنا باب آیت ۲۵ میں ہے :

”میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے، بلکہ ابھی ہے کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے، اور جو سنیں گے وہ جیئیں گے“

اس عبارت میں ”بلکہ ابھی ہے“ پر غور فرمائیے کہ اٹھارہ سو سال سے زیادہ مدت گزرنے کے باوجود یہ گھڑی اب تک نہیں آئی، اور اب تک کسی کو معلوم بھی نہیں کہ کب آئے گی،

عیسائیوں کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ کتاب اعمال | پانچواں اعتراض
کے باب اول آیت ۴ میں ہے :

”اور ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ، بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو، جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو، کیونکہ

یوحنا نے تو بانی سے بہتمہ دیا، مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد رُوح القدس سے
بہتمہ پاؤ گے۔

عیسائی علماء کا کہنا ہے کہ اعمال کی یہ عبارت واضح طور سے اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ فارقلیط سے مراد پینتکست کے دن نازل ہونے والی رُوح القدس تھی،
اس لئے کہ اس عبارت میں باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط کا وعدہ ہے،
اس کا جواب یہ ہے کہ باپ کے وعدے کا مصداق صرف فارقلیط کو قرار
دینا دعویٰ بلا دلیل ہے، بلکہ تیرہ درجہ سے غلط ہے، جن کی تفصیل قارئین کو معلوم
ہو چکی ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشینگوئی ایک مستقل علیحدہ چیز ہے،
اور رُوح کے دوبارہ نازل کرنے کا وعدہ ایک دوسری مستقل چیز ہے، اللہ نے
دونوں وعدے پورے فرما دیئے، پہلے وعدے کو فارقلیط کے آنے سے تعبیر کیا،
اور یہاں پر باپ کے وعدے سے تعبیر کیا، زیادہ سے زیادہ یہ نقص لازم آیا
کہ فارقلیط کی بشارت یوحنا نے نقل کی اور باقی انجیل والوں نے اس کو نقل
نہیں کیا، ادھر یوحنا نے صرف اس رُوح کے نازل ہونے کے وعدے کو نقل کیا، جو
پینتکست میں نازل ہوئی، مگر یوحنا نے اس کو نقل نہیں کیا، لیکن اس میں کچھ

۱۵۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام، یاد رکھتے یوحنا کے ساتھ بائبل میں جہاں بھی بہتمہ کا لفظ آجائے
تو... سمجھ لیجئے کہ اس سے مراد حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں،

۱۶۔ ”اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا، لیکن جب تک
عالم بالا سے تم کو قوتِ لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو“ (لوقا ۲۲: ۴۹) اس عبارت کا اہلو
بھی یہ بتلا رہا ہے کہ اس سے مراد فارقلیط نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں ”نازل کروں گا“ کہا گیا ہے جبکہ
فارقلیط کے لئے ”بھج دوں گا“ کہا گیا تھا، نازل کرنے کا اطلاق رُوح القدس پر اور بھیجے کا اطلاق

مضائق نہیں، کیونکہ یہ لوگ کبھی معمولی باتوں کے نقل کرنے میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً اور شلیم جاتے ہوئے مسیح کا گدھے پر سوار ہونا کہ اس کی روایت پر چاروں انجیلوں کا اتفاق ہے، اور کبھی کبھی بڑے اور اہم معاملات کے نقل کرنے میں آپس میں اختلاف کر جاتے ہیں،

کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ ایک بیوہ کے بیٹے کو زندہ کرنے کا واقعہ صرف لوقا نقل کرتا ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا ستر شاگردوں کو بھیجنے کا واقعہ اور دس کوڑھیوں کو اچھا کرنے کا ذکر بھی صرف لوقا کرتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور انجیلی ان واقعات میں سے ایک کو بھی بیان نہیں کرتا، حالانکہ یہ عظیم الشان واقعات ہیں،

اسی طرح مقام قانائے گلیل میں دعوتِ ولیمہ کا ذکر صرف یوحنا ہی کرتا ہے، حالانکہ اس میں مسیح علیہ السلام سے پانی کو شراب بنادینے کا معجزہ ظاہر ہوا، جو مسیح کا سب سے پہلا معجزہ ہے، اور ان کی بزرگی کے ظاہر ہونے کا ذریعہ، اور یہی واقعہ شاگردوں کے ان پر ایمان لانے کا سبب بنا، یا مثلاً اور شلیم کے بیت صیدا میں بیمار کو اچھا کر دینے کا واقعہ صرف یوحنا ذکر کرتا ہے، حالانکہ یہ ایک بڑا معجزہ ہے، اس لئے کہ یہ بیمار ۳۸ سال سے مسلسل بیمار چلا جاتا تھا، یا اس عورت کا واقعہ جو زنا کے الزام میں پکڑی گئی تھی، یا مثلاً اور زازاندھوں کو مینائی دینے کا واقعہ جو مسیح کا بڑا معجزہ شمار ہوتا ہے، جس کی تصریح باب میں ہے، یا مردوں میں سے عاذار کے زندہ کرنے کا واقعہ،

یہ تمام واقعات صرف انجیلِ یوحنا میں ہیں، باوجود عظیم الشان واقعات

ہونے کے ان میں سے کسی واقعہ کو کوئی دوسرا انجیلی قطعی ذکر نہیں کرتا،
 یہی حالت متی اور مرقس کی ہے، جو بعض معجزوں اور واقعات کے بیان
 کرنے میں منفرد ہیں، اور کوئی ان واقعات کو ان کے سوا ذکر نہیں کرتا،
 اب چونکہ اس مسلک میں بحث طویل ہوتی جاتی ہے، اس لئے ہم بشارت
 کے نقل کرنے میں اتنی ہی مقدار کو کافی سمجھتے ہیں، جو ہم نے ان کی معتبر کتابوں سے
 نقل کر دی ہیں، اور وہ بشارتیں جو دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں، اور جو ہمارے
 زمانے میں معتبر شمار نہیں کی جاتیں ان کو میں نے نقل نہیں کیا، البتہ ان بشارتوں
 سے فارغ ہونے کے بعد نمونہ کے طور پر ایک بشارت ان میں سے بھی نقل کرتا ہوں:

دیگر کتب میں بشارت کی مثال

پادری سیل نے اپنے ترجمہ قرآن مجید کے مقدمہ میں انجیل برناباس سے

لہ انجیل برنابا کا تعارف | برنابا یا برناباس (Barnabas)
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک جلیل القدر حواری ہیں، انجیل برناباس انہی کی طرف منسوب ہے
 دو سکر حواریوں کی طرح انہوں نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح حیات اور آپ کے
 ارشادات کو جمع کیا تھا، لیکن یہ انجیل عرصہ دراز سے دنیا سے غائب تھی، مگر شدہ کتابوں
 میں اس کا ذکر آیا کرتا تھا، جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۲۳۴ جلد اول پر گیسہو مو کے حوالہ سے آپ
 پڑھ چکے ہیں۔ لیکن نسخہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے پوری دنیا کو سوچنے
 سمجھنے پر مجبور کر دیا، مذکورہ سن میں شاہ پروشیا کے ایک مشیر کو جس کا نام کریمر تھا، ایشرم
 کے مقام پر کسی کتب خانے سے ایک کتاب ہاتھ لگی، جو اطالوی زبان میں تھی، اور اس پر لکھا ہوا
 تھا کہ یہ برناباس کی انجیل ہے، اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات درج تھے
 اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا مصنف برناباس ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

ایک بشارت محمدی یوں نقل کی ہے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس وقت تک صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ کریمؐ نے یہ اطالوی نسخہ ایسٹریڈم کے کسی صاحب حیثیت آدمی سے حاصل کیا تھا، جو اسے ایک انتہائی قیمتی کتاب سمجھتا تھا، کریمؐ نے یہ نسخہ شہزادہ آلیو جین سا فومی کو تحفہ کے طور پر دیدیا، اس کے بعد ۱۸۳۷ء میں یہ آسٹریا کے پایہ تخت وائنا کے شاہی کتب خانہ میں منتقل ہو گیا، ادب اب تک وہیں ہے، اس کے بعد اٹھارہویں صدی کے اوائل ہی میں حٹلی کے مقام پر ڈاکٹر ہلمن کو انجیل برناباس کا ایک اور نسخہ دستیاب ہوا جو ہسپانوی زبان میں تھا، یہی نسخہ مشہور مستشرق جارج سیل کو ملا تھا، جس سے اس نے اپنے ترجمہ فترآن میں مختلف اقتباسات نقل کئے، اور مصنفؑ نے یہاں یہ قسباس اسی سے نقل کیا ہے،

مستشرق سیل نے اس ہسپانوی نسخہ پر جو نوٹ لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ اطالوی نسخہ کا ہسپانوی ترجمہ ہے جو کسی اردغانی مسلمان مصطفیٰ عنزی نے کیا ہے، مصطفیٰ عنزی ہی نے اس کے شروع میں ایک دیباچہ بھی لکھا ہے، جس میں اطالوی نسخہ کی دریافت کا پورا حال تحریر ہے،

اس کا خلاصہ یہ ہو کہ تقریباً سو طویں صدی کے خستام پر ایک لاطینی راہب فرامینو کو آریٹوس بشپ کے کچھ خطوط دستیاب ہوئے، ان خطوط میں سے ایک خط میں آریٹوس نے پولس کی خوب قلعی کھولی تھی، اور یہ لکھا تھا کہ انجیل برناباس میں پولس کی حقیقت پوری طرح واضح کی گئی ہے، اس وقت سے فرامینو انجیل برناباس کی تلاش میں تھا، اتفاق سے اسے اس زمانے کے پوپ سکس خیم کا تقرب حاصل ہو گیا، اور ایک دن وہ پوپ کے ساتھ اس کے کتب خانے میں چلا گیا، وہاں پہنچ کر پوپ کو فہم آ گئی، فرامینو نے وقت گزاری کے لئے کتابیں دیکھنے کا ارادہ کیا، حسن اتفاق سے اس نے پہلی بار جس کتاب پر ہاتھ ڈالا وہ انجیل برناباس کا اطالوی نسخہ تھا، فرامینو اسے حاصل کر کے بیدخوش ہوا، اور اسے آستین میں چھپا کر لے آیا،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اے برنابا: نو (جان لے) کہ گناہ کتنا ہی چھوٹا ہوا اللہ اس پر سزا.....

۱۷ انجیل برناباس میں حضرت مسیح کا یہ ارشاد اس وقت منقول ہے جبکہ (برناباس کی روایت کے مطابق) آپ کو ایک مرتبہ آسمان پر اٹھانے کے بعد حضرت مریم اور حواریوں کی درخواست پر دوبارہ دنیا میں بھیجا گیا، اور حواریوں نے آپ سے سوال کیا کہ سولی کا اصل واقعہ کیا تھا؟ مصنف کے زمانے میں انجیل برناباس کا عربی ترجمہ نہیں ہوا تھا، اس لئے انھوں نے جارج سیل کے ترجمہ قرآن سے یہ عبارت نقل کی ہے، اور جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے جارج سیل کے پاس ہسپانوی نسخہ تھا، اس لئے یہ عبارت غالباً ہسپانوی نسخہ کی ہو، یہی وجہ ہے کہ اس عبارت کے بعض جملے مطبوعہ عربی ترجمہ سے مختلف ہیں، اس لئے کہ عربی ترجمہ اطالوی نسخے سے کیا گیا ہے، ہم حواشی پر اس اختلاف کی طرف اشارہ کریں گے، جس سے معلوم ہوگا کہ ہسپانوی اور اطالوی نسخوں میں کوئی خاص معنوی تفاوت نہیں ہے، ————— یہاں قوسین کی عبارت کی جگہ عربی ترجمہ میں یہ جملہ ہے: تو مجھے سچ جان۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ پوری روایت مستشرق سیل نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھی ہو اور بتایا ہے کہ مصطفیٰ عزمی نے یہ واقعہ ہسپانوی نسخہ کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے، یہ ہسپانوی نسخہ جو سیل کے پاس تھا، اب گم ہو چکا ہے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ سیل کے پاس ۱۷۷۷ء میں یہ نسخہ ڈاکٹر ہیوٹ کے پاس آ گیا تھا، اور اس نے اپنے لکچروں میں بتایا ہو کہ دو جگہ معمولی اختلاف کے علاوہ اطالوی اور ہسپانوی نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اب دنیا میں صرف قدیم اطالوی نسخہ موجود ہے، اسی سے ڈاکٹر منکھوس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا، پھر مصر کے ایک مسیحی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے انگریزی سے اس کا عربی میں ترجمہ کیا، جسے علامہ رشید رضا مصری نے ۱۹۰۵ء میں اپنی ایک مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا، ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس انجیل کی فصلوں پر آیتوں کے نمبر ڈالے ہیں، اصل نسخہ میں یہ نمبر موجود نہ تھے، (باقی صفحہ آئندہ)

دیتا ہے، اس لئے کہ اللہ گناہ سے راضی نہیں ہے، (اور) جب میری ماں اور میرے (شاگردوں) نے دنیا کی خاطر مجھ سے محبت کی (تو اللہ اس بات پر ناراض ہوا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ عربی ترجمہ ہندوستان میں پہنچا تو مولوی محمد علیم صاحب انصاری ردو لوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا، جو ۱۹۱۶ء میں لاہور سے شائع کیا،

یہ بھی انجیل برناباس کی مختصر تائید جو ڈاکٹر خلیل سعادت کے عربی دیباچہ سے ماخوذ و ملخص ہے، یہاں اتنا اشارہ کر دینا اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برناباس معروف اناجیل اربعہ سے مندرجہ ذیل بنیادی اختلافات رکھتی ہے:

- ۱۔ اس میں حضرت مسیحؑ نے اپنے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے سے واضح طور سے انکار کیا ہے،
 - ۲۔ اس میں حضرت مسیحؑ نے بتایا ہے کہ وہ مسیح یا مسیاجس کی بشارت عہد قدیم کے صحیفوں میں دی گئی ہو، اس سے مراد میں نہیں ہوں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،
 - ۳۔ برناباس کا بیان ہے کہ حضرت مسیحؑ کو سولی نہیں دی گئی، بلکہ انہیں آسمان پر اٹھا گیا۔ ان کے بجائے یہود اہ اسکر لوتی کی صورت بدل دی گئی تھی، اور اسی کو پھانسی دی گئی،
 - ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ حضرت اسحقؑ نہیں بلکہ اسمعیل علیہ السلام تھے،
- یہ امور چونکہ اسلامی عقائد کے سونی ضد مطابق ہیں اس لئے اکثر مسیحی علماء اس انجیل کو کسی مسلمان کی خود ساختہ کتاب قرار دیتے ہیں،

مسئلہ چونکہ اہم ہے اس لئے ہم یہاں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو کریں گے آئندہ حواشی میں ہم پہلے اس انجیل کے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اس کی اصلیت اور استناد کے مسئلہ پر کچھ عرض کریں گے، واللہ الموفق،

(حاشیہ صفحہ ۱۵۰) ۱۵ مطبوعہ عربی ترجمہ میں ہے: "سخت سزا دیتا ہے"

۱۵ یہاں عربی ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں: "غضبناک ہوتا ہے" ۱۶ عربی ترجمہ: "پس اسی لئے"

۱۷ عربی ترجمہ: "میرے ان امانتدار شاگردوں نے جو میرے ساتھ تھے"

اور اپنے انصاف کے تقاضہ سے اس نے ارادہ کیا کہ ان کو (اس دنیا میں) اس (نادرست عقیدہ پر) سزا دے تاکہ انہیں عذابِ جہنم سے نجات ملے، اور انہیں وہاں تکلیف نہ ہو، اور اگرچہ میں بے قصور ہوں، لیکن جب بعض لوگوں نے میرے بارے میں یہ کہا کہ یہ اللہ ہے اور اللہ کا بیٹا ہے، تو اللہ نے اس بات کو برا سمجھا اور اس نے ارادہ کیا کہ قیامت کے دن شیطان مجھ پر نہ ہنسیں اور میرا ٹھٹھا نہ کریں، لہذا اس نے اچھا سمجھا کہ ہنسی اور ٹھٹھا یہوداہ کی موت کی وجہ سے دنیا میں ہو جائے، اور لوگوں کو یہ گمان ہو کہ مجھے سولی دی گئی، لیکن یہ (اہانت اور تمسخر) باقی رہے گا، یہاں تک کہ محمد رسول اللہ آجائیں، جب وہ آجائیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ کریں گے، اور یہ شبہ لوگوں کے دل سے نکل جائے گا۔ بلاشبہ یہ بشارت بڑی عظیم الشان بشارت ہے، خواہ عیسائی حضرات کتنا ہی

۱۵ عربی ترجمہ: ”نیوی غم سے“

۱۶ عربی ترجمہ: ”اس محبت پر“

۱۷ عربی ترجمہ میں یہ جملہ نہیں ہے،

۱۸ عربی میں یہ لفظ نہیں ہے،

۱۹ انجیل برناباس فصل نمبر ۲۲ آیات ۷ تا ۲۰ عربی ترجمہ ص ۳۱۸، اردو ترجمہ ص ۳۰۶،

۲۰ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برناباس کے کچھ اور قسبات ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، ہمارے پاس اس انجیل کے عربی اور اردو ترجمے ہیں، ہم یہاں ہر اقتباس میں دونوں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں، اردو ترجمہ پر اس لئے اکتفاء نہیں کیا گیا کہ وہ ایک مسلمان عالم کا کیا ہوا ہے، اس کے برخلاف عربی ترجمہ ڈاکٹر خلیل سعادت کا ہے جو عیسائی ہیں:

(۱) لست اھلاً ان احل رباطات

(۱) لست اھلاً ان احل رباطات میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس

زور لگائیں اور اعتراض کریں کہ یہ انجیل غیر معتبر ہے، محض اس لئے کہ ہمارے ہمسلسلہ

﴿وَلَا جُرمَوقَ اَوْ سِیورِ جِذاءِ وِمولِ
اللّٰہِ الَّذِی تَمُوْنُہٗ مَسْیًا
الَّذِی خَلَقَ قَبْلِی وِیَا تِی بَعْدِی﴾
(فصل ۴۲ و آیت ۱۴)

(۲) وَلِمَا رَآیْتَهُ اَمْتَلَا تَعِزَّاء
قَائِلًا یَا مُحَمَّدُ لَیْکُنَ اللّٰہُ مَعَكَ
وَلِیَجْعَلْنِی اَهْلًا اَنْ اَحِلَّ
سِیْرَ حِلِّ اَنْتَ،

(فصل ۲۴ آیت ۳۰)

(۳) الْحَقُّ اَقُولُ لَکُمْ مَتَکَلِّمًا مِّنْ
الْقَلْبِ اِنِّیْ اَقْشَعُ لَانَ الْعَالَمِ
سِیْدَ عَوْنِی الْهَادِ عَلٰی اَنْ
اَقْدَمَ لِاَجْلِ هٰذَا اَحْسَابًا لِّعِزِّ
اللّٰہِ الَّذِی نَفْسِی وَاَقْفَہُ فِی
حَضْرَتِہٖ اِنِّیْ رَجُلٌ فَاِنْ کَسَاثَرُ
النَّاسِ، (فصل ۲۵ آیت ۱۰ تا ۱۳)

میں بھی ایک فنا ہونیوالا آدمی ہوں تمام انسانوں جیسا یہ (عربی ترجمہ ص ۸۲) (اردو ترجمہ ص ۸۲)

(۴) اِجَابَ التَّلَامِیْذِ یَا مَعْلَمَ مِنْ
عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ الرَّجُلُ الَّذِی
تَتَکَلَّمُ عَنْہُ الَّذِی سِیَّأَتِیْ اِلَی الْعَالَمِ
اِجَابَ یَسُوْعَ بِاِبْتِهَامِ قَلْبِہٖ اِنَّہٗ
مُحَمَّدٌ سَوَّلَ اللّٰہُ (فصل ۲۶ آیات ۱-۲)

رسول اللہ کے جوتے کے بند بعلین
کے تیسے کھولوں جن کو تم مسیّا کہتے ہو
وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے
بعد آئے گا (عربی ترجمہ ص ۶۸ اردو ترجمہ ص ۶۸)
”اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی
سے بھر کر کہنے لگا اے محمد! اللہ تیرے
ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے
کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں“

(عربی ترجمہ ص ۶۹ اردو ترجمہ ص ۷۰)

”میں تم سے سچ کہتا ہوں دل سے باتیں
کرنا ہوا کہ ہر آئینہ میرے بھی رونگھے ٹکڑے
ہوں گے، اس لئے کہ دنیا مجھ کو معبود
کہے گی، اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے حضور
میں حساب پیش کروں“ اللہ کی زندگی جانی
کی قسم جو، وہ اللہ کہ میری جان اس کے
حضور میں کھڑی ہونے والی ہو کہ بیشک

”شاگردوں نے جواب میں کہا، اے معلم! وہ آدمی

کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ پاؤ
اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟ یسوع
نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا: بیشک وہ
محمد رسول اللہ ہے“ (عربی ترجمہ ص ۷۲)

(اردو ترجمہ ص ۷۲)

کی مجلس نے اس کو رد کر دیا ہے، اس لئے کہ باب اڈل میں ہم نے جو کچھ اس سلسلے میں
 ... عرض کیا ہے اس کے بعد اس سلسلے میں ان کے رد کرنے یا قبول کرنے کا کوئی بھی
 اعتبار نہیں کیا جاسکتا، پھر یہ انجیل ان قدیم انجیلوں میں سے ہے جس کا تذکرہ دوسری
 میسری صدی کی کتابوں میں موجود ہے، اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اس انجیل نے ظہور
 محمدی سے دو سو سال پہلے یہ سب کچھ دیا تھا، جب کہ یہ بات کسی کی طاقت
 میں نہیں ہے کہ بغیر خداوندی اہام کے اس قسم کی سچی خبر اس کے وقوع سے دو سو
 سال پہلے دے سکے، نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ یقیناً یہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے،
 اس کے جواب میں اگر عیسائی حضرات یہ مہمل بات پیش کرنے لگیں کہ ممکن
 ہے ظہور محمدی کے بعد کسی مسلمان نے اس انجیل میں تحریف کر دی ہو، تو میں عرض
 کروں گا کہ یہ احتمال بہت ہی بعید ہے، مسلمانوں نے تو کبھی موجودہ انجیل اربعہ
 کی طرف بھی التفات نہیں کیا، بنا باکی غیر مشہور انجیل کی جانب تو وہ کیا توجہ
 کرتے؟ اور پھر یہ بات اور زیادہ بعید ہے کہ کسی ایک مسلمان کی تحریف بزنا باکی
 انجیل میں اتنی موثر ہو جائے کہ عیسائیوں کے یہاں جو نسخے موجود ہیں ان کو بھی
 بدل ڈالے، حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ علماء اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں جو مسلمان
 ہو گئے تھے انھوں نے دونوں عہد کی کتابوں سے بشارتوں کو نقل کیا، اور اس میں
 تحریف کی، اب ہم ان کے زعم فاسد کی بناء پر کہتے ہیں کہ تمھارے دعوے کے مطابق
 ان علماء نے تحریف کی اور ان کی یہ تحریف ان کتابوں میں جو ان کے پاس موجود تھیں ان
 بشارتوں کے مقامات پر موثر نہیں ہوئی، تو پھر کسی مسلمان کا انجیل بزنا با... میں
 تحریف کر دینا ان نسخوں میں جو ان کے پاس موجود تھے کیسے موثر ہو گیا؟ اس لئے یہ

احتمال محض باطل اور کمزور ہے،

۱۵ اب ہم قدرے تفصیل سے اس انجیل کی اصلیت پر گفتگو کریں گے، جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے ہمارے نزدیک اس انجیل کا پایہ اعتبار بائبل کے کسی صحیفہ سے کم نہیں ہے، بلکہ بعض دلائل ایسے ہیں جن کی بناء پر ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب بنیادی طور پر برناباس حواری ہی کی لکھی ہوئی ہے،

انجیل برناباس کی حقیقت | انجیل برناباس کی حقیقت اور اس کی اصلیت کی تحقیق کرنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ برناباس کون ہیں؟ حواریوں میں ان کا مقام کیا تھا؟ اور ان کے عقائد و نظریات کیا تھے؟ ان کے تعارف کا ایک جملہ سب سے پہلے ہمیں لوقا کی کتاب اعمال میں ملتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اور یوسف نام ایک لاوی تھا، جس کا لقب رسولوں نے برناباس یعنی نصیحت کا بیٹا رکھا تھا، اور جس کی پیدائش کپڑس کی تھی، اس کا ایک کھیت تھا جسے اس نے بیچا، اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی۔“

(اعمال ۴: ۳۶ و ۳۷)

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ برناباس حواریوں میں بلند مقام کے حامل تھے اور اسی وجہ سے حواریوں نے ان کا نام ”نصیحت کا بیٹا“ رکھ دیا تھا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ انھوں نے خدا کی رضا جوئی کی خاطر اپنی ساری دنیوی پونجی تبلیغی مقاصد کے لئے صرف کر دی تھی

اس کے علاوہ برناباس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہی تمام حواریوں کے پولس کا تعارف کرایا تھا، حواریوں میں سے کوئی یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھا، کہ وہ ساؤل جو کل ہم لوگوں کو ستاتا اور تکلیف پہنچاتا رہا ہے، آج اخلاص کے ساتھ ہمارا دوست اور ہم مذہب ہو سکتا ہے، لیکن یہ برناباس ہی تھے جنھوں نے تمام حواریوں کے سامنے پولس کی تصدیق کی اور انھیں بتایا کہ یہ فی الواقعہ تمھارے ہم مذہب ہو چکا ہے (باقی صفحہ آئندہ)

ضروری اطلاع

ہم نے یہ بشارات سب سے پہلے کتاب اعجاز عیسوی میں ترجمہ مطبوعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چنانچہ لوقا یوس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس نے یرشلیم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی، اور سب اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے، مگر برناباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اس نے اس سے باتیں کیں، اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی“

(اعمال ۹: ۲۶ و ۲۷)

اس کے بعد ہمیں کتاب اعمال ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولس اور برناباس عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے ہم سفر رہے، اور انھوں نے ایک ساتھ تبلیغ عیسائیت کا فریضہ انجام دیا۔ دیکھئے اعمال ۱۱: ۳۰ و ۱۲: ۲۵ و ابواب ۱۳ و ۱۴ و ۱۵) یہاں تک کہ دوسرے حواریوں نے ان دونوں کے بارے میں یہ شہادت دی کہ: ”یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی ہیں۔“ (اعمال ۱۵: ۲۶)

اعمال کے پندرہویں باب تک برناباس اور پولس ہر معاملہ میں شہر و شکر نظر آتے ہیں لیکن اس کے بعد اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو بطور خاص توجہ کا مستحق ہے، اتنے عرصہ تک ساتھ رہنے اور تبلیغ و دعوت میں اشتراک کے بعد اچانک دونوں میں اس قدر سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا روادار نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ کتاب اعمال میں کچھ اس قدر ناگہانی طور سے بیان کیا گیا، کہ قاری پہلے سے اس کا مطلق اندازہ نہیں لگا سکتا، لوقا لکھتے ہیں:

(باقی صفحہ آئندہ)

۱۵۸ء سے نقل کیں، اور یہ کتاب ۱۵۸۲ء مطابق ۱۵۸۲ء میں طبع ہو کر

مگر پولس اور برنباس انطاکیہ ہی میں رہے، اور بہت سے اور لوگوں کے ساتھ خداوند کا کلام سکھاتے اور اس کی منادی کرتے رہے، چند روز بعد پولس نے برنباس سے کہا کہ جن جن شہروں میں ہم نے خدا کا کلام سنایا تھا آؤ پھر ان میں چل کر بھائیوں کو دیکھیں کہ کیسے ہیں؟ اور برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ لے چلیں، مگر پولس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص پھولیہ میں کنارہ کر کے اس کام کے لئے ان کے ساتھ نہ گیا تھا، اس کو ہمراہ لے چلیں، پس ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور برنباس مرقس کو لے کر جہاز پر کپڑس کو روانہ ہوا، مگر پولس نے سیلاں کو پسند کیا، اور بھائیوں کی طرف سے خداوند کے فضل کے سپرد ہو کر روانہ ہوا، اور کلیسیاؤں کو مضبوط کرتا ہوا سورہ اور کلیہ سے گذرا۔

(اعمال ۱۵: ۳۵ تا ۴۱)

کتاب اعمال میں بظاہر اس شدید اختلاف کی وجہ صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ، برنباس یوحنا مرقس کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا، اور پولس اس سے انکار کرتا تھا، لیکن ہماری رائے میں اس شدید اختلاف کا سبب صرف اتنی معمولی بات نہیں ہو سکتی، بلکہ دونوں کی یہ دائمی جدائی دراصل کچھ بنیادی اختلافات کی بناء پر عمل میں آئی تھی، اس بات کے مندرجہ ذیل شواہد ہیں:

(۱) لوقا نے کتاب اعمال میں ان کے ”اختلاف“ اور ”جدائی“ کو بیان کرنے کے لئے جو یونانی الفاظ استعمال کئے ہیں وہ غیر معمولی طور پر سخت ہیں، مسٹراسی، ایم، بلیک لاک، اپنی کتاب اعمال کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اب لوقا ایمان داری کے ساتھ دونوں رفقاء (پولس اور برنباس) کے درمیان دفع ہونے والے اختلاف کی المناک کہانی لکھتا ہے، جو لفظ اس نے استعمال

ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئی، اور اس نے شہرت دوام حاصل کی، مگر

کیا ہے یعنی Paraxusmus وہ بڑا سخت لفظ ہے، اور

انگریزی مترجم K. J. V. نے اس لفظ کے ترجمہ میں لفظ sharp

رہبر کا اضافہ بالکل درست کیا ہے۔ پولس اور برناباس ایک دوسرے

سے بالکل جدا ہو جاتے ہیں یہاں پھر جدائی کے لئے یونانی زبان کا ایک ایسا

لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بڑا سخت ہے، اور عام طور سے استعمال نہیں کیا

جاتا، یہ لفظ عہد نامہ جدید میں یہاں کے علاوہ صرف مکاشفہ ۱۴: ۱۲ میں ملتا ہے

جہاں آسمانوں کے تباہ ہو کر جدا ہونے کا ذکر ہے۔

(دکنٹری آن ایکٹس مرتبہ آروی، جی ٹاسکر، ص ۱۱۹)

کیا اتنا شدید اختلاف جس کے لئے غیر معمولی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں،

صرف اس بناء پر پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یوحنا کو رفیق سفر بنانا چاہتا ہے اور دوسرا

سیلاس کو؟ اس قسم کے اختلافات بلاشبہ بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی بناء

پر ہمیشہ کے لئے کسی دیرینہ رفاقت کو خیر باد نہیں کہا جاتا، بالخصوص جبکہ یہ رفاقت

اس مقصد کیلئے ہو جس کے تقدس اور پاکیزگی کے دونوں معترف ہیں، وہ برناباس جو تبلیغ دین کے

لئے اپنی ساری پونجی ملا کر حواریوں کے قدموں میں میسر کر سکتا ہو کیا صرف اپنے ایک رشتہ دار کی وجہ سے تبلیغ و دعوت

میں ایسی رخنہ اندازی کو گوارا کر سکتا ہے؟

(۲) پھر لطف کی بات یہ ہو کہ بعد میں پولس یوحنا مرقس کی رفاقت کو گوارا کر لیتا ہے،

چنانچہ تیمتھیس کے نام اپنے دوسرے خط میں وہ لکھتا ہے:

”مرقس کو ساتھ لے کر آجا، کیونکہ خدمت کے لئے وہ میرے کام کا ہے“

(۲۔ تیمتھیس ۱۱: ۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مرقس سے پولس کا اختلاف بہت زیادہ اہمیت کا حامل

نہ تھا، اس لئے اس نے بعد میں اس کی رفاقت کو گوارا کر لیا، (باقی بر صفحہ آئندہ)

چونکہ عیسائیوں کے تراجم اور کتابوں کا یہ حال ہے کہ پچھلی مطبوعات میں بہ نسبت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لیکن یہ پورے عہد نامہ جدید یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں کہیں نہیں ملتا کہ بعد میں برنباس کے ساتھ بھی پولس کے تعلقات درست ہو گئے تھے، اگر جھگڑے کی بناء مرقس ہی تھا تو اس کے ساتھ پولس کی رضامندی کے بعد برنباس اور پولس کی دوستی کیوں بھوار نہ ہوئی؟

۳۔ جب ہم خود پولس کے خطوط میں برنباس سے اس کی ناراضی کے اسباب تلاش کرتے ہیں تو ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ برنباس سے اس کی ناراضی کا سبب یوحنا مرقس تھا اس کے برخلاف ہمیں ایک جملہ ایسا ملتا ہے جس سے دونوں کے اختلاف کے اصل سبب پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے، گلیتیوں کے نام اپنے خط میں پولس لکھتا ہے:

”لیکن جب کیفا (یعنی پطرس) انطاکیہ میں آیا تو میں نے رد برد ہو کر اس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا، اس لئے کہ بعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غرقوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا

(گلیتیوں ۲: ۱۳ تا ۱۴)

اس عبارت میں پولس دراصل اُس اختلاف کو ذکر کر رہا ہے جو حضرت مسیحؑ کے عروج آسمانی کے کچھ عرصہ کے بعد یرושلم اور انطاکیہ کے عیسائیوں میں پیش آیا تھا، یرושلم کے اکثر لوگ پہلے یہودی تھے، اور انھوں نے بعد میں عیسائی مذہب قبول کیا تھا، اور انطاکیہ کے اکثر لوگ پہلے بت پرست یا آتش پرست تھے، اور حواریوں کی تعلیم و تبلیغ سے عیسائی ہوئے تھے، پہلی قسم کو بائبل میں ”یہودی مسیحی“ (Jewish Christians) اور دوسری قسم کو ”غیر قوم کے لوگ“ (Gentile Christians) (باقی صفحہ آئندہ)

سابق مطبوعات کے کچھ نہ کچھ تفاوت اور تغیر ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ ہم اس کتاب

دباقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہا گیا ہے، یہودی مسیحیوں کا کہنا یہ تھا کہ ختنہ کرانا اور موسوی شریعت کی تمام رسموں پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی لئے انھیں "مختون" بھی کہا جاتا ہے، اور "غیر قوموں" کا کہنا یہ تھا کہ "ختنہ" ضروری نہیں، اس لئے انھیں "نامختون" کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ یہودی مسیحیوں میں چھرت چھات کی رسم جاری تھی، اور وہ غیر قوموں کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے، پولس اس معاملہ میں سو فی صد غیر قوموں کا حامی تھا، اور ختنہ اور موسوی شریعت کی رسوم کی منسوخی اس کے انقلاب انگیز نظریات میں سے ایک نظریہ ہے، جسے ثابت کرنے کے لئے اس نے اپنے خطوط میں جا بجا مختلف دلائل پیش کئے ہیں، (ملاحظہ ہو رد میوں ۲: ۲۵ و ۳۰: ۳ و ۴: ۹ و ۱۹: ۱۰ و گلتیوں ۶: ۵ و ۶: ۱۵ و فلپیوں ۳: ۱۳ و کولسیوں ۲: ۱۱ وغیرہ)

اوپر ہم نے گلتیوں کے نام خط کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں پولس نے جناب پطرس اور برناباس پر اسی لئے ملامت کی ہے کہ انھوں نے انطاکیہ میں رہتے ہوئے مختونوں کا ساتھ دیا، اور پولس کے ان نئے مریدوں سے علیحدگی اختیار کی جو ختنہ اور موسوی شریعت کے قائل نہ تھے، چنانچہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پادری جے پیٹر سن اسمتھ لکھتے ہیں:

"پطرس اسی اجنبی شہر (انطاکیہ) میں زیادہ تر ان لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو یروشلیم سے آئے تھے، اور جو اس کے پرنے ملاقاتی تھے، لہذا بہت جلد وہ ان کا بھیل ہونے لگتا ہے، دو سر مسیحی یہودی پطرس سے متاثر ہوتے ہیں یہاں تک کہ برنابا بھی غیر قوم مریدوں کی علیحدگی اختیار کرنے لگتا ہے، اس قسم کے سلوک کو دیکھ کر ان نو مریدوں کی دل شکنی ہوتی ہے، جہاں تک ممکن ہے پولس اس بات کی برداشت کرتا ہے، مگر بہت جلد وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے، گویا اس نے سے اسے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کرنی پڑتی ہے" (حیات و خطوط پولس، ص ۸۸ و ۸۹ مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

پنجاب ریلیجیئس سوسائٹی، لاہور (دباقی بر صفحہ آئندہ)

کے مقدمہ میں بھی اس پر تنبیہ کر چکے ہیں، اس لئے اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) واضح رہے کہ یہ واقعہ برنباس اور پولس کی جدائی سے چند ہی دن پہلے کا ہے، اس لئے کہ انطاکیہ میں پولس کی آمد یرושلیم میں حواریوں کے اجتماع کے بعد ہوئی تھی اور یرושلیم کے اجتماع اور برنباس کی جدائی میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے، لوقا نے دونوں واقعات کتاب اعمال کے باب ۵ اہی میں بیان کئے ہیں،

اس لئے یہ بات انتہائی قرین قیاس ہے کہ پولس اور برنباس کی وہ جدائی جس کا ذکر لوقا نے غیر معمولی طور پر سخت الفاظ میں کیا ہے، یوحنا مرقس کی ہمسقری سے زیادہ اس بنیادی اور نظریاتی اختلاف کا نتیجہ تھی، پولس اپنے نئے مریدوں کے لئے ختنہ اور موسوی شریعت کے احکام کو ضروری نہیں سمجھتا تھا، اور اس نے چار چیزوں کے سوا ہر گوشت کو حلال کر دیا تھا، اور برنباس ان احکام کو پس پشت ڈالنے کے لئے تیار نہ تھا جو بائبل میں انتہائی تاکید کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب ہے:

”اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہو اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے، اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا، اور یہ اُس عہد کا نشان ہو گا جو میرے اور تمھارے درمیان ہے، تمھارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اُسے کسی پر دیسی سے خرید ہو جو تیری نسل سے نہیں، لازم ہے کہ تیرے خاندان اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمھارے جسم میں ابدی عہد ہو گا، اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہو اور اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔“

(پیدائش ۱۷: ۱۰ تا ۱۴)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

”اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے“ (احبار ۱۲: ۳)

(باقی صفحہ آئندہ)

اس بشارت کو کسی دوسرے سال کے مطبوعہ ترجمہ میں جس کا حوالہ ہم نے دیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ختنہ کی گئی تھیں، چنانچہ انجیل لوقا میں ہے:

”اور جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کی ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ (لوقا ۲: ۲۱)

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی ارشاد ایسا منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے،

لہذا یہ بات عین قرین قیاس ہے کہ وہ برنباس جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے براہ راست ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، پولس سے اس بناء پر برگشتہ ہوا ہو کہ وہ ایک عرصہ دراز تک اپنے آپ کو سچا عیسائی ظاہر کرنے کے بعد مذہب عیسوی کے بنیادی عقائد و احکام میں تخریف کا مرتکب ہو رہا تھا، شروع میں برنباس نے پولس کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ وہ آپ مخلص عیسائی سمجھتے تھے، لیکن جب اس نے غیر اقوام کو اپنا مرید بنانے کے لئے مذہب کی بنیادوں کو منہدم کرنے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کا سلسلہ شروع کیا تو وہ اس سے جدا ہو گئے، اور اسی بناء پر پولس گلیتیوں کے نام خط میں برنباس کو ملامت کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ:

”مگر جب وہ آگئے تو مخمخونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کی طرح ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔“ (گلیتیوں ۲: ۱۳)

اس بات کو پادری جے پیٹر سن اسمتھ بھی محسوس کرتے ہیں کہ پولس اور برنباس کی جدائی کا سبب صرف مرقس نہ تھا، بلکہ اس کے پس پشت یہ نظریاتی اختلاف بھی کام کر رہا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”برنباس اور پیٹرس نے جو کہ بڑے مالی حوصلہ شخص تھے، ضرور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا، اور یوں وہ وقت دور ہو جاتی ہے، لیکن باوجود اس کے یہ احتمال

(باقی صفحہ آئندہ)

نہ پائیں تو ان کو ہمارے بیان میں شک نہیں کرنا چاہیے، بالخصوص وہ نسخے جو ۱۸۵۲ء

دبقیہ عاشیہ صفحہ گذشتہ) ضرور گذرتا ہے، اگر ان کے درمیان کچھ نہ کچھ رنجش رہ جاتی ہے،

جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے، (حیات و خطوط پولس، ص ۸۹ و ۹۰)

مندرجہ بالا بحث کو ذہن میں رکھ کر اب انجیل برنباس پر آجائیے، ہمیں اس انجیل کے بالکل شروع میں جو عبارت ملتی ہے یہ ہے:

اے عزیزو! اللہ نے جو عظیم اور عجیب ہو

اس آخری زمانہ میں ہمیں اپنے نبی

یسوع مسیح کے ذریعہ ایک عظیم رحمت

آزایا اس تعلیم اور آیتوں کے ذریعے

جنہیں شیطان نے بہت لوگوں کو گمراہ

کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، جو تقویٰ کا دعویٰ

کرتے ہیں، اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے

ہیں، مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، ختنہ کا

انکار کرتے ہیں، جس کا اللہ نے ہمیشہ

کے لئے حکم دیا ہے، اور ہر نجس گوشت

کو جائز کہتے ہیں، انہی کے بارے میں

پولس بھی گمراہ ہو گیا، جس کے بارے میں

میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر افسوس کے

ساتھ، اور وہی سبب جس کی وجہ سے

وہ حق بات لکھ رہا ہوں جو میں نے یسوع

کے ساتھ رہنے کے دوران سنی اور دیکھی

ہو، تاکہ تم نجات پاؤ، اور تمہیں شیطان

گمراہ نہ کرے، اور تم اللہ کے حق میں

ایمعا الاعزاء ان الله العظیم

العجیب قد انتقدنا فی هذه

الایام الاخیرۃ بنبیہ یسوع مسیح

برحمۃ عظیمۃ للتعلیم والایات

التي اتخذها الشیطن ذریعۃ

لتضلیل کثیرین بدعوی تقویٰ

مبشرین بتعلیم شدید الکفر

داعین المسیح ابن الله و

رافضین الختان الذی امر به

الله دائماً مجوزین کل لحم

نجس الذین ضل فی عداہم

ایضا پولس الذی لا یحکم عنده

الام مع الامی وهو السبب

الذی لاجلہ اسطر ذلك

الحق الذی رأیتہ وسمعتہ

انشاء معاشرتی یسوع لکی تخلصوا

ولا یضلکم الشیطن فتہلکوا

فی دینونة الله وعلیہ فاحذروا

(باقی صفحہ آئندہ)

کے بعد کے طبع شدہ ہیں، اسی لئے کہ اگر علمائے پروٹسٹنٹ نے اس بشارت کو ترجمہ نہ کر

ہلاک ہو جاؤ، اور اس بناء پر ہر اس شخص سے
بچو جو تمہیں کسی نئی تعلیم کی تبلیغ کرتا ہو،
جو میرے لکھنے کے خلاف ہو، تاکہ تم ابدی
نجات پاؤ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کل احد یبشرکم
و بتعلیم جدید مضاد لہما لکتبہ
لتخلصوا خلاصاً ابدیاً،
(برنباس ۱۱ تا ۹)

کیا یہ عین مشرین قیاس نہیں ہے کہ پولس سے نظریاتی اختلاف کی بناء پر جدا ہونے کے
بعد برنباس نے جو عرصہ دراز تک حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ رہے تھے،
..... حضرت مسیح کی ایک سواخ لکھی ہو، اور اس میں پولس کے نظریات
پر تنقید کر کے صحیح عقائد و نظریات بیان کئے گئے ہوں،

یہاں تک ہماری گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بائبل میں برنباس کا جو کردار پیش
کیا گیا ہے، اور اس میں پولس کے ساتھ ان کے جن اختلاف کا ذکر ہے، ان کے پیش نظر یہ بات
چنداں بعید نہیں ہے کہ برنباس نے ایک ایسی انجیل لکھی ہو جس میں پولس کے عقائد
نظریات پر تنقید کی گئی ہو، اور وہ مرزہ عیسائی عقائد کے خلاف ہو،

اگر یہ بات آپ کے ذہن نشین ہو گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ انجیل
برنباس کو برنباس نے تصنیف سمجھنے کے راستے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ دور ہو گئی،
اس لئے کہ عام لوگوں اور بالخصوص عیسائی حضرات کے دل میں اس کتاب کی طرف ایک
بہت بڑا ————— بلکہ شاید سب سے بڑا ————— شبہ اسی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ انھیں
اس میں بہت سی باتیں ان نظریات کے خلاف نظر آتی ہیں جو پولس کے واسطے سے ہم تک پہنچ
ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ اس کتاب کی بہت سی باتیں انجیل اربعہ اور مرزہ عیسائی نظریات کے خلاف ہیں تو وہ کسی
طرح یہ باور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ یہ واقعی برنباس کی تصنیف ہے، انسانی کمپیوٹر یا امریکانہ کامیونٹیکار اس انجیل

ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم یہ معلوم کر سکیں کہ انجیل
برنباس کے اصلی مضامین کیا تھے؟ تاہم اس نام سے اطالوی زبان میں ایک طویل
مصحفہ آجکل پایا جاتا ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے اور جس میں توہم پرستی

نقص کر کے ہوئی لکھا ہے۔

(باقی آئندہ صفحہ)

سے اپنی طباعت میں حذف کر دیا، تو یہ بات ان کی عادت سے جو تقریباً طبعی ہو چکی ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا ایک مضبوط عنصر موجود ہے، سنہ ۱۹۰۶ء میں لانس ڈیل اور لارڈ

اے ایڈٹ کیا تھا، اور ان کا خیال تھا کہ یہ کسی ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے

عیسائی مذہب چھوڑ دیا تھا، اور غالباً یہ تیرہویں اور سولہویں صدی کے درمیان کسی

دقت لکھی گئی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا امریکانا، ص ۲۶۲ ج ۳ مقالہ برنباس)

آپ نے دیکھا کہ فاضل مقالہ نگار نے اس کتاب کے ناقابل اعتبار ہونے پر کوئی تھوس دلیل

پیش کرنے کے بجائے چھوٹے ہی اس پر تبصرہ کیا ہے کہ: "جو اسلامی نقطہ نظر سے لکھا

گیا ہے" اور اس بات کو کتاب کے جعلی ہونے پر کافی دلیل سمجھ کر آگے یہ بحث شروع کر دی

ہو کہ اس کا لکھنے والا کون تھا؟ اور یہ کب لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہو کہ پولس کے نظریات و عقائد

اور اس کے بیان کردہ واقعات ذہنوں میں کچھ اس طرح جم بیٹھ چکے ہیں کہ جس کتاب میں ان کے

خلاف کوئی بات کہی گئی ہو، اسے کسی حواری کی طرف منسوب کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتے،

لیکن اوپر جو گذارشات ہم نے پیش کی ہیں، ان کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی

ہو کہ اگر برنباس کی کسی تصنیف میں پولس کے عقائد و نظریات کے خلاف کوئی عقیدہ

یا واقعہ بیان کیا گیا ہو تو وہ کسی طرح تعجب خیز نہیں ہو سکتا، اور محض اس بنا پر اس تصنیف کو

جعلی قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ پولس کے نظریات کے خلاف ہے، اس لئے کہ مذکورہ

بالا بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ پولس اور برنباس میں کچھ نظریاتی اختلاف تھا، جس کی

بنائ پر وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے،

اس بنیادی نکتہ کو قدرے تفصیل اور وضاحت سے ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ

تاکہ انجیل برنباس کی اصلیت کی تحقیق کرتے ہوئے وہ غلط تصور ذہن سے دور ہو جائے

جو عام طور سے شعوری یا غیر شعوری طور پر آہی جاتا ہے،

اس کے بعد آئیے دیکھیں کہ کیا واقعی برنباس نے کوئی انجیل لکھی تھی؟ جہاں تک

ہم نے اس موضوع پر مطالعہ کیا ہے اس بات میں دو رائیں نہیں ہیں کہ برنباس نے

ایک انجیل لکھی تھی۔ عیسائیوں کے قدیم ماخذ میں برنباس کی انجیل (باقی صفحہ آئندہ)

کچھ بھی بعید نہ ہوگا، فاضل حیدر علی قرشی اپنی کتاب مسیح بہ سیف المسلمین بزبان اردو کے

رہقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا تذکرہ ملتا ہے، اخبارالحق (ص ۲۳۲ ج ۱) میں اکیس سو مو کے حوالہ سے جن گم شدہ کتابوں کی ہر سب نقل کی گئی ہے اس میں انجیل برنباس کا نام بھی موجود ہے، امریکانا (ص ۲۶۲ ج ۳) کے مقالہ برنباس میں بھی اس کا اعتراف کیا گیا ہے،

چونکہ انجیل برنباس دوسری انجیلوں کی طرح رواج نہیں پاسکی، اس لئے کسی غیر جانبدار کتاب کے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے مضامین کیا تھے؛ لیکن کلیسا کی تاریخ میں ہمیں ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس سے اس کے مندرجات پر ہلکی سی روشنی پڑتی ہے، اور جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ برنباس کی انجیل میں عیسائیوں کے عام عقائد و نظریات کے خلاف کچھ باتیں موجود تھیں، وہ واقعہ یہ ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بہت پہلے) ایک پوپ جیلا شیس اول کے نام سے گزرا ہے، اس نے اپنے دور میں ایک فرمان جاری کیا تھا، جو فرمان جیلا شیس (

سے مشہور ہے، اس فرمان میں اس نے چند کتابوں کے بڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا، ان کتابوں میں سے ایک کتاب انجیل برنباس بھی ہے (دیکھئے انسائیکلو پیڈیا امریکانا، ص ۲۶۲ ج ۳ مقالہ برنباس اور جمپرس انسائیکلو پیڈیا، ص ۱۹۷ ج ۶ مقالہ جیلا شیس اور مقدمہ انجیل برنباس از ڈاکٹر خلیل سعادت مسیحی)،

اگرچہ بعض مسیحی علماء نے جیلا شیس کے اس فرمان کو بھی جعلی اور غیر مستند قرار دیا ہے، (مثلاً انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ جیلا شیس) لیکن اس کی کوئی دلیل ہمیں معلوم نہیں ہو سکی اور امریکانا کے مقالہ نگاروں نے اسے تسلیم کیا ہے، وَالْمُنِثُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّاسِ،

بہر کیف؛ اگر یہ فرمان درست ہے تو سوال یہ ہے کہ جیلا شیس نے انجیل برنباس کے مطالعہ کو کیوں ممنوع قرار دیا؟ خاص طور سے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ پوپ جیلا شیس بدعتی فرقوں کا مقابلہ کرنے میں بہت مشہور ہے، یقیناً اس نے اس کا مطالعہ اس لئے ممنوع کیا ہوگا کہ اس میں عام عیسائی نظریات کے خلاف کچھ باتیں موجود تھیں اور ان سے کسی فرقے کی تائید ہوتی تھی،

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صفحہ ۶۳ و ۶۴ پر لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ منقذ گذشتہ) اس واقعہ سے اتنا اشارہ اور مل جاتا ہے کہ انجیل برنباس عام عیسائی نظریات کے خلاف تھی، اب تک جتنی باتیں ہم نے عرض کی ہیں وہ خارجی قرائن ہیں جن سے موجودہ انجیل برنباس کی اصلیت پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے، اس کے بعد ہم کتاب کے اندرونی قرائن سے بحث کرتے ہوئے مختصر آدہ داخلی شہاد میں بیان کریں گے جن سے اس کتاب کے اصلی یا جعلی ہونے کا پتہ چل سکتا ہے، پہلے وہ قرائن ذکر کئے جاتے ہیں جن سے اس کتاب کا اصلی ہونا معلوم ہوتا ہے،

اگر یہ کتاب اصلی نہیں ہے تو یقیناً کسی مسلمان کی بھی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ اکثر نصرانی علماء کا دعویٰ یہی ہے۔ اور لامحالہ اس کے لکھنے والے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس کتاب کو برنباس کی تصنیف سمجھ کر لوگ عیسائیت سے برگشتہ ہو جائیں، لیکن اس کتاب میں کئی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو اسے کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینے سے انکار کرتی ہیں، (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب میں ایک درجن سے زائد مقامات پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی کا ذکر کیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر تو لمبی لمبی فصلیں آپ ہی کے ذکر جمیل سے بھری ہوئی ہیں، مثلاً دیکھئے ۶:۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۰، ۹:۳۲، ۱۹:۴۴، ۱۱:۵۲، ۹:۵۴، فصل نمبر ۷۲، ۸:۱۹۶، ۷:۵۷، ۱۱:۶۳، ۸:۱۳۶، ۱۱:۵، ۷:۱۷۶، ۱۷:۲۲۰، اب آپ غور فرمائیے کہ جو شخص اتنا ذہین... اور وسیع المطالعہ ہو کہ انجیل برنباس جیسی کتاب تصنیف کر کے اسے حواریوں کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کر سکتا ہو، کیا وہ اتنی موٹی سی بات نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس کثرت کے ساتھ بار بار آپ کا اسم گرامی ذکر کرنے سے لوگ شبہ میں پڑ جائیں گے، جو شخص معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہو وہ کبھی ایسی غلطی نہیں کر سکتا، یہ جعل ساز کی فطرت ہی کہ وہ شبہ میں ڈالنے والی کھلی باتوں پر ہیز کی کوشش کرتا ہے، ایسے موقع پر اس کے لئے آسان راستہ یہ تھا کہ وہ صرف ایک دو جگہوں پر آپ کا اسم گرامی ذکر کرتا، اور بس! بلکہ اس سے بھی بہتر طریقہ یہ یہ تھا کہ انجیل یوحنا میں فارقلیط کے نام سے جو پیشینگوئی مذکور ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

پادری ارشگان اردنی نے کتاب مسیحیہ کا ترجمہ اردنی زبان میں ۱۶۶۶ء میں کیا تھا

(یعنی حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسے جوں کی توں نقل کر کے فارقلیط کے بجائے آپ کا اسم گرامی لکھ دیا
انجیل برنباس کو چڑھے تو اندازہ ہو گا کہ اس کا لکھنے والا نہ صرف یہ کہ بائبل کا وسیع علم رکھتا
ہے بلکہ انتہائی ذہین اور زیرک ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اپنے مذہب کو حق ثابت کرنے کے
جوش میں اس نے اس قدر سامنے کی بات کو نظر انداز کر دیا ہو؟

(۲) اگر اس انجیل کا مصنف کوئی مسلمان ہو تو جگہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
اسم گرامی ذکر کرنے سے اس کا مقصد یقیناً یہ ہو کہ قرآن کریم کی اس آیت کو درست
ثابت کر کے جس میں کہا گیا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صراحتاً آپ کا نام لے کر آپ کی
تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ ایسی صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ وہ اس
کتاب میں ہر جگہ یا کم از کم ایک جگہ آپ کا نام **أَحْمَدٌ** ذکر کرتا، اس لئے کہ قرآن کریم
کی جس آیت کی وہ تصدیق کرنا چاہتا ہے اس میں یہی نام ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِ يَأْتِيهِمْ أَهْلُ الْأَنْبَاءِ (اور میں) اس رسول کی خوش خبری
دینے والا بنا کر (بھیجا گیا ہوں) جو میرے
بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ہر جگہ آپ کا اسم گرامی **مُحَمَّدٌ** ذکر کیا گیا
ہو، اور کسی ایک جگہ بھی **أَحْمَدٌ** کا لفظ موجود نہیں ہے،

(۳) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ کہلوا یا گیا ہے کہ عہدِ ریم کی
کتابوں میں جس **”مسیح“** یا **”مسیا“** کی بشارت دی گئی ہے، اس سے مراد میں نہیں ہوں، بلکہ **”محمد
رسول اللہ“** (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں (فصل نمبر ۹، آیت ۱۳)۔

اگر اس کتاب کا لکھنے والا کوئی مسلمان ہے تو اسے یہ بات لکھنے کی ضرورت نہیں تھی
کیونکہ یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے، اور اس کے لکھنے سے بھی خواہ مخواہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں
بعض حضرات کا کہنا ہو کہ لکھنے والے نے کسی کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ سب کچھ
نہیں لکھا تھا، بلکہ یہ کتاب دراصل ایک تخیلی (Emaginary) (باقی صفحہ ۱۵۲۳)

جوشیہ ۳۳ء میں مطلع انٹونی پورٹولی میں چھپا ہے، اس ترجمہ کے باب ۲۲ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کتاب ہے، جس میں لکھنے والے نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح حیات کیسی ہونی چاہئے،

یہ بات کسی حد تک قرین قیاس ہو سکتی تھی، لیکن انجیل برناباس کو پڑھنے کے بعد اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے، اڈل تو ایسی صورت میں مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنا چاہئے تھا، اس کی بجائے اس نے اسے برناباس کی طرف کیوں منسوب کیا؟ پھر اس کتاب میں بہت سی باتیں اسلامی تصورات کے بالکل خلاف ملتی ہیں، ان کی کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً:

(۱) فصل نمبر ۲۰۹ آیت ۴، فصل نمبر ۲۱۵ آیت ۳ اور فصل نمبر ۲۱۹ آیت ۱ میں کچھ فرشتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، جن میں جبریل کے علاوہ میخائیل، رفائیل، اور اوریل بھی مذکور ہیں، مؤخر الذکر تینوں ناموں سے اسلامی ادب بالکل نا آشنا ہے،

(۲) فصل نمبر ۲۱۹ و ۲۲۰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دی جائے، تاکہ میں اپنی والدہ اور شاگردوں سے مل آؤں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ انھیں دوبارہ دنیا میں بھیجا، اور وہ اپنی والدہ اور شاگردوں سے کچھ دیر گفتگو کر کے پھر واپس تشریف لے گئے،

یہ واقعہ بھی اسلامی تصور کے خلاف ہے، آج تک کوئی مسلمان ہماری نگاہ سے ایسا نہیں گذرا جو حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے واپسی کا قائل ہو،

(۳) فصل ۳۱ آیت ۵ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

”تو قیصر کا حق قیصر کو دید و ادرا اللہ
کا حق اللہ کو“

اعطوا ذمما لقیصر لقیصر و ما
للہ للہ

باقی صفحہ آئندہ

یہ فقرہ موجود ہے کہ خدا کی پاکی بیان کر دینے سے اس کی بادشاہت کا اثر ہے

رہیقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دین و سیاست کی تفریق کا یہ نظریہ خالصتہً غیر اسلامی ہے، اور علمائے اسلام مشروع سے اس کی تردید کرتے آئے ہیں،

(۴) فصل ۱۰۵ آیت ۳ میں آسمانوں کی تعداد نو بتلائی گئی ہے، اگرچہ بعض فلاسفہ اس کے قائل رہے ہیں، مگر مسلمانوں میں مشہور قول سات ہی کا ہے، قرآن کریم میں بھی آسمانوں کی تعداد ہر جگہ سات ہی مذکور ہے، اس طرح کے بعض اور تصورات اس کتاب میں ایسے ملتے ہیں جو عام اسلامی نظریات کے قطعی خلاف ہیں، یا کم از کم مسلمانوں کے یہاں معروفت نہیں ہے، ان حالات میں یہ کہنا بہت مشکل ہو کہ یہ کتاب کسی مسلمان کی تختی تصنیف ہے، یہ تھے وہ قرائن جن کی موجودگی میں اس کتاب کو کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینا بہت بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے، اب ہم وہ قرائن پیش کرتے ہیں جن سے اس کتاب کا جعلی ہونا معلوم ہوتا ہے، اور جن سے اکثر عیسائی حضرات اور اہل مغرب نے استدلال کیا ہے (۱) جیسا کہ ہم نے عرض کیا، عیسائی حضرات کو اس انجیل کے اصلی ہونے پر سب سے پہلا شبہ تو یہی ہے کہ اس میں بیان کردہ عقائد و نظریات اناجیل اربعہ کے بالکل خلاف ہیں، لیکن بحث کی ابتداء میں ہم تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ برنباس کی انجیل میں اگر عام عیسائی تصورات کے خلاف کچھ باتیں ہوں تو وہ کسی طرح محلّ تعجب نہیں ہیں اور تنہا یہ بات اس کتاب کے جعلی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی،

(۲) دوسرا شبہ یہ ہو کہ اس کتاب میں بہت سے مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مذکور ہے، حالانکہ عام طور سے انبیاء علیہم السلام آئندہ کسی نبی کی پیشینگوئی فرماتے ہیں تو صاف صاف نام ذکر کرنے کے بجائے اس کا حلیہ اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہیں، اور وہ بھی عموماً تمثیلات اور اشاروں کنایوں میں، بائبل میں کسی جگہ کسی آیتوالے شخص کا نام ذکر نہیں کیا گیا،

لیکن اس میں اول تو یہ کہنا ہی غلط ہو کہ بائبل میں کسی آنے والے کا نام مذکور نہیں ہے، اس لئے کہ کتاب یسعیاہ میں حضرت شعیاہ علیہ السلام کی زبانی یہ پیشینگوئی بیان کی گئی ہو کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کی پشت پر ظاہر ہوا، اس کا نام آسمد ہے، یہ ترجمہ ارمیوں کے پاس اب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوئی، اور بیٹا پیدا ہوگا، اور

اس کا نام عمانوئیل رکھے گی؛ (یسعیاہ ۷: ۱۴)

عیسائی حضرات کا کہنا ہے کہ اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشینگوئی کی گئی ہے، اسی وجہ انجیلوں میں اس عبارت کو پیش کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی حقانیت پر استدلال کیا گیا ہے (دیکھئے متی ۱: ۲۳ اور لوقا ۱: ۳۱ و ۳۲)۔ اگرچہ اس معاملہ میں بائبل کے شارحین سخت حیران ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی نام عمانوئیل تھا یا نہیں؛ لیکن اس سے کم از کم اتنی بات بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے کہ بعض مرتبہ کسی عظیم الشان شخصیت کی آمد کی پیشینگوئی اس کا نام بتا کر بھی کر دی جاتی ہے، اس کے علاوہ زبور میں ہے:

”قومیں کس لئے طیش میں ہیں؟ اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے

ہیں؟ خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف“ (زبور ۲: ۲)

عیسائی حضرات کے نزدیک اس عبارت میں مسیح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، (دیکھئے آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس، ص ۲۳۶ مطبوعہ لندن) اس پیشینگوئی میں بھی صریح لقب موجود ہے، بلکہ کتاب دانی ایل میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے ساتھ آپ کی مدت بعثت بھی بیان کر دی گئی ہے:

”اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ مسح قتل کیا جائے گا، اور

اس کا کچھ نہ رہے گا“ (دانی ایل ۹: ۲۵)

اس کے علاوہ یسعیاہ ۸: ۱ اور یرمیاہ ۵: ۲۳ میں بھی آنے والی شخصیتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، ان تمام حوالوں سے بہر حال یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اگر آنے والی شخصیت عظیم الشان ہو تو بعض اوقات پیشینگوئی میں اس کا نام بھی ذکر کر دیا جاتا ہے مذکورہ مثالیں تو بائبل کی تھیں، اسلامی ذخیرہ احادیث میں آخر زمانہ کے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہمیں ملتا ہے، (باقی بر صفحہ آئندہ)

بھی موجود ہے، اس میں آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اب آپ غور فرمائیے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کر دیا ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے؟ خاص طور سے اس لئے کہ آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے آپ پر نبوت و رسالت کے مقدس سلسلہ کو ختم ہونا تھا، اور آپ کی نبوت کو کسی خاص خطہ یا قوم کے ساتھ مخصوص کرنے کے بجائے دنیا کے ہر ہر گوشہ کے لئے عام کیا جانے والا تھا، کیا ایسے نبی کی پیشینگوئی میں حلیہ اور اوصاف کے علاوہ نام ذکر کرنا قرین قیاس نہیں ہے؟

(۳) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر تیسرا شبہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ اس انجیل کا اسلوب بیان باقی انجیلوں سے کافی مختلف ہے۔ لیکن ہماری رائے میں اول تو اسلوب بیان کے اختلاف کا فیصلہ اتنی جلدی سے نہیں کیا جاسکتا، اب تک انجیل برنباس کا کوئی عبرانی یا یونانی نسخہ دریافت ہی نہیں ہوا جس سے اناجیل اربعہ کا مقابلہ کیا جاسکے، اور ترجموں کے ذریعہ اسلوب تحریر کا موازنہ بہت غیر محتاط ہوگا، اسلوب تحریر کا جس قدر اختلاف ترجموں سے معلوم ہوتا ہے وہ بہت نمایاں نہیں ہے جس کی بناء پر کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔ دوسرے اگر واقعی انجیل برنباس اور دوسری انجیلوں میں اسلوب کا فرق ہے تو اس سے اس کے جعلی ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ہر لکھنے والے کا طرز تحریر جدا ہوتا ہے، کیا یہ حقیقت سامنے نہیں ہے کہ انجیل یوحنا اپنے اسلوب بیان کے اعتبار سے پہلی تینوں انجیلوں سے بچہ مختلف ہے، اور اس بات کو تمام عیسائی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں، پادری جی، ٹی مینلی بائبل پر اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:

”تاہم یہ انجیل (یعنی انجیل یوحنا) موردِ اعتراض رہی ہے، کیونکہ یہ

اناجیل متفقہ سے کسی طرح سے مختلف ہے، بیشک اختلافاً تو ہیں

لیکن اگر ہم چوتھی انجیل کو اس کی اپنی خوبیوں کی روشنی میں دیکھیں تو اس

امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یا تو مصنف خود چشم دید گواہ تھا، یا کسی

چشم دید گواہ کے بیانات و مشاہدات کو اس نے قلمبند کیا تھا۔ (ہماری کتب مقدسہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا، اور نہ مجھ کو اس سلسلے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نیز عہد نامہ جدید کے مفسر آر، اے ناکس نے اپنی تفسیر کے شروع میں کسی قدر تفصیل سے انجیل یوحنا کے اسلوب بیان کا جائزہ لیا ہے (ملاحظہ ہو اے نیوٹنٹ کمٹری ص ۱۳ جلد اول مطبوعہ لندن ۱۹۵۳ء) لہذا اگر انجیل یوحنا باقی تین انجیلوں سے اسلوب کے فرق کے باوجود معتبر انجیل کہلائی جاسکتی ہے تو کیا وجہ ہو کہ انجیل برنباس کے اسلوب تحریر کی وجہ سے اُسے رد کر دیا جائے؟

(۴) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر چوتھا شبہ بعض حضرات کو یہ ہول ہے کہ تجلی کے واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام جس پہاڑ پر چڑھے تھے، اس کتاب کی فصل ۲۲ آیت ۱۹ میں اس کا نام ”جبل طابور“ لکھا ہے، حالانکہ یہ تحقیق اناجیل اربعہ کے بہت بعد ہوتی ہو کہ اس کا نام ”طابور“ تھا،

لیکن ظاہر ہو کہ یہ بات انجیل برنباس کی اصلیت کو نقصان نہیں، فائدہ پہنچاتی ہے اس لئے کہ یہ عین ممکن ہو کہ اناجیل اربعہ کے مصنفین نے ناواقفیت کی بنا پر، یا غیر ضروری سمجھ کر پہاڑ کا نام ذکر نہ کیا ہو، برنباس نے اسے ذکر کر دیا، اس قسم کے اختلافات خود اناجیل ربیہ بکثرت پائے جاتے ہیں،

(۵) انجیل باس کی اصلیت پر ایک خاصا وزنی اعتراض وہ ہے جو ڈاکٹر خلیل سعادت نے اس کے عربی ترجمہ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے، (اور وہ یہ کہ اس کتاب کی فصل نمبر ۸۲ آیت نمبر ۱ میں ایک جملہ یہ موجود ہے کہ:

حق ان سنۃ الیوسیل التي	”یہاں تک کہ یوبلی کا سال جو اس وقت
تبعی الان کل مائة سنة	ہر سو سال میں آتا ہے، مستیا اس کو
سیجعلها مستیا کل سنة	ہر جگہ سالانہ کرنے گا“
فی کل مکان،	

اس میں جس جوہلی کا ذکر ہے اس سے مراد ایک ”ار“، اس کے باجے میں یہ کہا گیا ہو کہ ”اس وقت ہر سو سال میں آتا ہے“ (بانی بر صفحہ آئندہ)

کوئی واقفیت تھی، مگر شاید فاضل مصنف نے اس کو دیکھا ہوگا، اس میں کوئی بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد تک ہر پچاس سال کی ابتداء میں منایا جاتا رہا ہے، کتاب احبار ۲۵: ۱۱ میں اس کے لئے پچاس سال ہی کی مدت بیان کی گئی ہے، اور اس کے بعد کلیسا کی تاریخ میں صرف ۱۳۷۷ء ایک ایسا سن ہے جس میں پوپ بونی فائیس ہشتم نے اس جوہلی کی مدت میں اضافہ کر کے اسے ہر صدی کی ابتداء میں منانے کا حکم دیا تھا، لیکن بعد میں اس حکم پر عمل نہ ہوسکا اس لئے کہ ۱۳۷۷ء میں جو پہلی جوہلی منائی گئی اس میں کلیسا مال و دولت سے ہنسا ہو گیا، اس لئے پوپ اکلیمینشس ششم نے ۱۳۷۷ء میں یہ فرمان جاری کیا کہ یہ تہوار ہر پچاس سال میں ایک مرتبہ منایا جائے، پھر پوپ اربانوس ششم نے اس مدت میں کمی کی اور ۱۳۸۹ء میں یہ حکم جاری کیا کہ یہ تہوار ہر تینتیس سال یا ایک بار نایا جائے، پھر پوپ پوس دوم نے اور کمی کر کے اسے ہر پچیسویں سال منانے کا حکم دیا، — اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پوری تاریخ میں صرف ۱۳۷۷ء سے ۱۳۷۷ء تک ایک ایسی مدت گزری ہے جس میں اس جوہلی کو ہر سال میں ایک بار منانے کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے انجیل برنباس کا لکھنے والا اسی مدت کا ہونا چاہئے،

لیکن پھر خود ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، ”دردہ یہ کہ انجیل برنباس کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا لکھنے والا عہد نامہ قدیم کے تمام صحیفوں سے خوب واقف ہے، اور ان کا وسیع علم رکھتا ہے، اور ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سے ایسی فاش غلطی ہو گئی ہو جس کا معمولی طالب علموں سے سرزد ہونا بھی مشکل ہو، لہذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل نسخہ میں یہاں تئو کے بجائے پچاس کا لفظ ہوگا، لیکن کسی لکھنے والے نے غلطی سے اس لفظ کے کچھ ... حروف گھٹا کر اسے تئو بنا دیا، اس لئے کہ اطالوی زبان میں تئو اور پچاس کے لفظوں میں کچھ اتنی مشابہت ہے کہ اس قسم کی غلطی کا واقع ہونا عین ممکن ہے،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

شک نہیں کہ یہ فقرہ بہت ہی عظیم الشان اور فائدہ بخش ہی، اگرچہ یہ ترجمہ علمائے

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس کے علاوہ ہمارے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے کسی پڑھے دالے نے یہ حوالہ حاشیہ کے طور پر بڑھا دیا ہو، جو غلطی سے متن میں شامل ہو گیا بائبل میں اس طرح کے بے شمار الحاقات ہوتے ہیں، جن کا اعتراف مسلمانوں اور عیسائیوں

دونوں کو ہے، مثلاً کتاب پیدائش ۸: ۱۳، ۱۳: ۵، ۲۴: ۱۳، ۱۳: ۱۴ میں ایک بستی کا نام جبرون ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس بستی کا نام جبرون کے بجائے قریت ارج تھا، اور جب بنی اسرائیل نے حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ میں فلسطین کو فتح کیا، تب اس کا نام جبرون رکھا تھا، چنانچہ کتاب یوشع میں تصریح ہے کہ:

”اور اگلے وقت میں جبرون کا نام قریت ارج تھا“ (یوشع ۱۴: ۱۴)

یہ تو ایک مثال ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے بائبل سے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں (ملاحظہ ہو اظہار الحق باب دوم مقدمہ دوم جلد اول)

ان تمام مثالوں میں عیسائی علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بعد میں کسی نے حاشیہ کے طور پر بڑھائے تھے جو غلطی سے متن میں شامل ہو گئے، یہی بات انجیل برنباس میں اس مقام پر بھی کہی جاسکتی ہے،

(۶) انجیل برنباس کی اصلیت پر چھٹا اعتراض بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اس کے بہت سے نظریات چودھویں صدی کے مشہور شاعر ڈانٹ سے ملتے ہیں، ہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف ڈانٹ کا ہم عصر ہے۔ لیکن اس اعتراض کی کمزوری محتاج بیان نہیں، دو انسانوں کے کلام میں اگر کچھ مطابقت پیدا ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں سے ایک لازماً دوسرے سے ماخوذ ہے، ورنہ بقول علامہ رشید رضا یہ ماننا پڑے گا کہ تورات کے تمام قوانین جمہورانی کے قانون سے ماخوذ ہیں، پھر اگر تو اس مشکل معلوم ہوتا ہے تو یہ کیوں ممکن نہیں ہو کہ ڈانٹ نے اپنے خیالات انجیل برنباس سے مستعار لئے ہوں؟

(باقی بر صفحہ آئندہ)

پروٹسٹنٹ کے نزدیک معتبر نہ ہو، قرن اول کے علماء یہود و نصاریٰ میں سے جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۷) ڈاکٹر خلیل سعادت نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اس میں

بعض بحثیں فلسفیانہ انداز کی ہیں، اور اناجیل اربعہ میں یہ انداز نہیں ہے،

لیکن اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اسلوب کا اختلاف اس کے جعلی ہونے کی دلیل

نہیں بن سکتا، انجیل یوحنا کو دیکھئے، اس کا شاعرانہ اور تمثیلات سے بھرپور انداز باقی

تینوں انجیلوں سے کتنا مختلف ہو، اس کی بہت سی عبارتیں تو ایسی ہیں کہ آج تک یقینی طور

پر حل نہیں ہو سکیں، مگر اسے تمام عیسائی معتبر انجیل مانتے ہیں،

(۸) ہمارے نزدیک انجیل برنباس کے قابل اعتماد ہونے پر سب سے زیادہ مضبوط

اعتراض یہ ہے کہ یہ کتاب کسی قابل اعتماد طریقے سے ہم تک نہیں پہنچی، جس شخص نے

اسے پھیلایا اور عام کیا ہے اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلومات نہیں ہیں، کہ وہ کس

قسم کا انسان تھا؟ اس نے فی الواقعہ یہ نسخہ کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اور ایک طویل عرصہ

تک یہ نسخہ کہاں کہاں اور کس کس کے پاس رہا ہے؟

ہمارے نزدیک یہ سوالات بہت معقول اور درست ہیں، اور جب تک ان کا کوئی

تسلی بخش جواب نہ ملے اس وقت تک اس کتاب کو یقینی طور پر اصلی قرار نہیں دیا جاسکتا،

لیکن بعینہ یہ سوالات بائبل کے ہر صحیفہ کے بابے میں پیدا ہوتے ہیں، جن کا کوئی

تسلی بخش جواب ابھی تک نہیں مل سکا، لہذا جو حضرات بائبل کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں

ان کے لئے انجیل برنباس کو ناقابل اعتماد قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے،

ہم بحث کی ابتداء میں یہ لکھ چکے ہیں کہ اس طویل گفتگو سے ہم یہ دعویٰ کرنا نہیں

چاہتے کہ یہ کتاب یقینی طور پر اصلی اور قابل اعتماد ہے، نہ ہم اسے یقینی طور پر الہامی اور

آسمانی سمجھتے ہیں نہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح ہے، بلکہ ہماری

گزارشات کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اس کا پایہ اعتبار بائبل کی کسی کتاب سے ہرگز کم

نہیں ہے، جیسے ناقابل اعتماد طریقوں سے بائبل ہم تک پہنچی ہو ایسے ہی طریقوں سے یہ

بھی پہنچی ہے، جس طرح انجیل برنباس کے سلسلہ سند کریم یار اہب فرامینو (باقی بر صفحہ

آئندہ)

مسلمان ہوئے انھوں نے دونوں عہد کی کتابوں میں محمدی بشارتوں کی شہادت دی ہو،
 (بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پر جا کر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح قدسیت کی سند ٹوٹتی پھوٹتی ہوئی
 زیادہ سے زیادہ خلقیہ کاہن تک پہنچتی ہے، شاہ یوسیاہ کے زمانہ تک اس کا کوئی
 پتہ نشان نہیں تھا، اچانک یوسیاہ کے زمانہ میں خلقیہ کاہن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے پہلے
 کو صاف کرتے وقت تورات مل گئی ہے، اور اس کے دعوے کو بغیر کسی تحقیق کے تسلیم کر لیا
 جاتا ہے (دیکھئے ۲، سلاطین ۲۲: ۳ تا ۲۰)

یہی حال عہد قدیم کی دوسری کتابوں کا ہے، کہ ان میں سے اکثر کے بارے میں تو
 یہی تحقیق نہیں ہو سکی کہ ان کا مصنف کون تھا؟ اور وہ کس زمانہ میں لکھی گئیں؟
 عہد نامہ قدیم کا معاملہ تو بہت پرانا ہی، خود اناجیل اربعہ کا یہی حال ہے کہ نہ انکی
 کوئی سند موجود ہے، نہ یہ پتہ چلتا ہو کہ وہ واقعی حواریوں یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ہیں
 بڑے بڑے عیسائی علماء نے انھیں اصلی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا،
 لیکن ظن و تخمین کے سوا کچھ نہ کہہ سکے، اور آخر میں اس بات کا کھلا اعتراف کرنے پر مجبور
 ہوئے کہ دوسری صدی عیسوی سے پہلے ان انجیلوں کا کوئی نشان نہیں ملتا، عیسائی
 علماء کے بے شمار اقوال میں سے ہم یہاں صرف ایک قسب اس پیش کرتے ہیں جس سے آپ
 کو اناجیل اربعہ کی حقیقت معلوم ہو سکے گی، مسٹر برنٹ ہلمین اسٹریٹر اناجیل اربعہ پر اپنی معروف
 کتاب (Four Gospels) میں لکھتے ہیں:

”عہد نامہ جدید کی تحریروں کو جو اہل عامی صحیفوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا
 گیا ہے، کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے
 ذمہ داروں نے اتفاق کر لیا تھا؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے، ہمیں صرف
 اتنا معلوم ہے کہ مشاعرے کے لگ بھگ اناجیل اربعہ کو انطاکیہ
 افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہو گئی تھی“
 (فرگاسپلس، ص ۷، مطبوعہ نیویارک)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مثلاً علمائے یہود میں سے عبداللہ بن سلامؓ، شعبہ کے دونوں بیٹے، بنیامین، حیزق کعب احبار وغیرہ علمائے نصاریٰ میں سے بھرا اور فسطورا حبشی، جارد، نجاشی، صفاط یعنی وہ رومی بشپ جو حضرت وحیہ کلبیؓ کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا، سوس اور وہ پادری جو جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ مدینہ میں حاضر ہوئے، اس کے علاوہ آپؐ کی نبوت کی صداقت اور رسالت کی ہمہ گیری کا اعتراف

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گویا مشد سے پہلے تو ان انجیلوں کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، اور شہرٹ نے یہ جو کہا کہ مشد میں اناجیل اربعہ کو انطاکیہ وغیرہ میں تسلیم کر لیا گیا تھا، اس کی بنیاد بھی انگنشتس اور کلیمنس وغیرہ کے خطوط ہیں جن میں ان انجیلوں کے حوالے موجود ہیں، لیکن خود یہ خطوط بحد مشتبہ ہیں جیسا کہ مولانا کیرانویؒ نے اظہار الحق میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے، یہ تو اناجیل اربعہ کی اسناد کا حال ہے، رہیں اندرونی شہادتیں، سو اس معاملہ میں بائبل کی حالت موجودہ انجیل برنباس کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ناگفتہ بہ ہے، کیونکہ اس میں بے پناہ اختلافات اور غلطیاں موجود ہیں،

لہذا ہمارے گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اصول تنقید کا تعلق ہے ان کی رو سے تو بلا مشتبہ انجیل برنباس ایسی کتاب نہیں ہے جس پر یقینی طور سے اعتماد کیا جاسکے، لیکن ان اصول کی روشنی میں پوری بائبل بھی قطعی ناقابل اعتبار ہے، یہی عیسائی حضرات کے وہ اصول تنقید جنہوں نے بائبل کو نہ صرف قابل اعتبار بلکہ الہامی اور آسمانی قرار دیا، سو ان کی روشنی میں انجیل برنباس بھی قابل اعتبار ٹھہرتی ہے، لہذا جو حضرات بائبل کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں ان کے پاس انجیل برنباس کو رد کرنے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے، بلکہ جتنے خارجی اور اندرونی قرائن اس کتاب کی اصلیت پر دلالت کرتے ہیں اتنے شاید ہی بائبل کی کسی کتاب کو حاصل ہوں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم،

ہر قل قیصر روم اور مقوقس شاہ مصر، ابن صوریہ، جی بن اخطب، ابویاسر بن اخطب جیسے صاحب جبروت سلاطین دامرا نے کیا، اگرچہ یہ لوگ بد سنجی اور حسد کا شکار ہو کر اسلام کی نعمت سے محروم رہے،

منقول ہے کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے مقابلہ میں دلائل پیش کئے، اور وہ لوگ پھر بھی اپنی جہالت پر جھپٹے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم دلیل کو نہیں مانو گے تو میں تم سے مباہلہ کر دوں ... وہ کہنے لگے آپ ہم کو مہلت دیں تاکہ ہم اپنے معاملہ میں غور کر لیں، پھر سوچ کر حاضر ہوں گے، واپسی پر ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا، اور اپنے سردار سے جو بہت زیرک تھا پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! تم لوگ محمدؐ کی نبوت کو پہچان چکے ہو، اور اس نے تمہارے سامنے ایک فیصلہ کن چیز پیش کر دی ہے، خدا کی قسم! کبھی کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا، مگر یہ ہوا کہ وہ بُری طرح ہلاک و برباد ہوئے، تم نے صرف اپنے آبائی طریقہ کی اُلفت کی وجہ سے انکار کیا ہے، بہتر یہ ہے کہ اس شخص سے مصالحت کر لو اور خیریت سے لوٹ جاؤ، یہ لوگ اگلے دن صبح کو دربار رسولؐ میں حاضر ہوئے، اس وقت سردارِ علم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پیچھے پیچھے حضرت فاطمہؑ، ...

۵۔ مباہلہ کا مطلب یہ ہے کہ فریقین اپنے اہل و عیال سمیت کسی میدان میں جمع ہو کر اللہ سے یہ دُعا کریں کہ اگر ہم باطل پر ہیں تو ہمیں تباہ و برباد کر دے،

ان کے بعد حضرت علیؑ چلے آتے تھے، آپ اپنے جگر گوشوں اور اعزہ کو ہدایت فرما رہے تھے، کہ جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہتے جانا، یہ منظر دیکھ کر عیسائیوں کے پادری نے کہا کہ اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اپنے خدا سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو خدا ضرور پہاڑ کو ہٹا دے گا، اس لئے تم لوگ مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

چنانچہ ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو کر دو ہزار مسخ جوڑے اور تین زرہیں سالانہ جزیہ کے طور پر ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے، اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو انھیں ان کی صورتیں مسخ کر کے خنزیر اور بندر بنا دیا جاتا، اور یہ میدان اُن کے لئے آتش خانہ بن جاتا، اور حق تعالیٰ شانہ نجران کی بستی اور وہاں کے باشندوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا، یہاں تک کہ درختوں پر پرندے بھی باقی نہ رہتے۔

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دو لحاظ سے دلالت کرتا ہے، اول تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عذاب الہی نازل ہونے سے ڈرایا، اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پختہ اور کامل یقین اور وثوق نہ ہوتا تو ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل صاف اپنے جھوٹا بننے کی سعی شمار ہوتی، اس لئے کہ اگر مباہلہ کے بعد عذاب نازل نہ ہوتا تو آپ کا جھوٹا ہونا دنیا پر روشن ہو جاتا، اور یہ یقینی بات ہے کہ آپ عقل و فراست اور دوراندیشی

میں بھٹائے روزگار تھے، اس لئے یہ امر آپ کی شان سے عقلاً بالکل بعید ہے کہ آپ ایسا کام کریں جو آپ کے جھوٹا بننے کو مستلزم ہو، اس کے باوجود جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اصرار کیا تو ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کے اس اعتماد اور وثوق کا نتیجہ تھا جو کہ آپ کو اللہ کے وعدے پر تھا، دوسرے یہ کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی جانیں اور قیمتی اموال برباد کر رہے تھے، اگر ان کو آپ کی نبوت کا یقین نہ ہوتا تو آپ کو جھوٹا بنانے کے لئے بڑی آسانی کے ساتھ مباہلہ کے لئے فوراً تیار ہو جاتے، جس میں کسی قسم کا بھی کوئی جانی و مالی خرچ نہ تھا، اور ایسے ارزاں موقع کو نہ چھوڑتے، جس پر بلدی لگے نہ پھٹکی کی مثال صادق آتی ہے ۛ

دوسری فصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر عیسائیوں کے اعتراضات اور ان کے جواب

سب سے پہلے یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق انبیاء علیہم السلام صرف وحی کی تبلیغ کی حد تک معصوم ہوتے ہیں، خواہ وہ تقریراً ہو یا تحریراً، تبلیغ کے علاوہ دوسرے امور میں یہ لوگ نہ نبوت سے قبل معصوم ہیں اور نہ نبی بننے کے بعد ان کا معصوم ہونا ضروری ہے، اس لئے نبوت کے بعد بھی ان سے ہر قسم کے گناہ جان بوجھ کر بھی سرزد ہو سکتے ہیں، چہ جائیکہ غلطی اور بھول سے سرزد ہونا، کہ وہ تو بالکل بھی بعید نہیں، لہذا (معاذ اللہ) ان سے اپنی محرم عورتوں کے ساتھ زنا بھی صادر ہوتا ہے، چہ جائیکہ اجنبی اور غیر عورتوں سے، ان سے بُت پرستی بھی ہوتی ہے، اور بُت خانوں کی تعمیر بھی،

اُن کے نزدیک ابراہیمؑ سے لے کر یحییٰ علیہ السلام تک کوئی بھی ایسا نبی نہیں ہوا جو خود زانی یا زانی کی اولاد نہ تھا، (خداے قدوس ہم کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسے گندے عقیدوں سے محفوظ رکھے) قارئین کو مقدمۃ الکتاب کے نمبر، اور باب اول کی فصل ۳ و ۴ سے نیز دوسرے باب کے مقصد اول سے یہ بات واضح طور پر..... معلوم ہو چکی ہے کہ عیسائی لوگ تبلیغی امور میں انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی ان کے اصول کے مطابق باطل اور قطعی بے اصل ہے، اور ہم بذات خود اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے ان گناہوں کو اور من گھڑت کفریات کو ان کی کتابوں سے نقل کرنا مکرمہ سمجھتے ہیں خواہ الزامی طور پر ہی کیوں نہ ہو، حاشا وکلاً، ہم انبیاء علیہم السلام کی پاک اور مقدس ہستیوں کو ان کفریات کے قطعی طور پر مبرا سمجھنے میں مگر حرج ہم دیکھتے ہیں کہ علماء پرڈٹمنٹ اپنی زبانوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سچی اور حقیقی باتوں کی نسبت بھی فحاشی کیسا دہرا کرتے ہیں اور ان عوام الناس کو مغالطہ اور فریب دینے کے لئے جو اُن کی کتابوں سے ناواقف ہیں رانی کا پہاڑ بناتے ہیں، اور اُن کی باطل اور غلط ملیح کاریوں سے لوگوں کے اشتباہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، اس لئے بادل ناخواستہ ان میں سے کچھ چیزیں الزامی طور پر ہم پیش کرتے ہیں، البتہ ان کے اعتقاد سے ہم ہزار زبان کے ساتھ تبرہ ہی کرتے ہیں، انکا نقل کرنا محض "نقل کفر کفر نباشد" کے درجے میں ہے، یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کرتے ہیں ان کو اور ان کے جوابات کو نقل کرنے سے پہلے ہم ایک جھلک ان عقائد کی دکھلانا چاہتے ہیں جو یہ لوگ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں رکھتے ہیں جن کا نبی ہونا انھیں بھی تسلیم ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی شان میں عیسائیوں کے ناپاک عقیدے اور شرمنگ الزامات

پادری ولیم سمٹھ نے جو علماء پر وٹسٹنٹ میں سے ہے اردو زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جو مرزا پور میں ۱۸۴۸ء میں طبع ہوئی، جس کا نام طریق الاولیاء رکھا، اس میں مصنف نے آدمؑ سے یعقوبؑ تک انبیاء علیہم السلام کے حالات کتاب پیدائش اور اس کی تفسیروں سے جو علماء پر وٹسٹنٹ کے نزدیک معتبر ہیں، نقل کر کے لکھے ہیں ہم بعض موقعوں پر اس کتاب سے بھی نقل کریں گے

حضرت آدمؑ نے توبہ نہیں کی،
الزام نمبر ۱

آدم علیہ السلام کا واقعہ عیسائیوں میں مشہور اور کتاب پیدائش کے باب نمبر ۳ میں مذکور ہے ان کا اعتراف ہے کہ آدمؑ نے قصداً گناہ

کیا، خدا کے مطالبہ کرنے کے بعد بھی انھوں نے اپنی غلطی اور جرم کا اعتراف نہیں کیا، عیسائیوں کے نزدیک آدمؑ سے تا دم آخر توبہ کرنا ثابت نہیں، طریق الاولیاء صفحہ ۲۳ میں ہے:

۱۔ واضح رہے کہ حضرت آدمؑ سے اجتہادی لغزش صادر ہو جانے کے قائل مسلمان بھی ہیں، لیکن اول تو قرآن کریم میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ لغزش ایک اجتہادی غلطی تھی، جان بوجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کیا گیا تھا، پھر قرآن کریم ہی نے یہ بھی بتلایا ہے کہ حضرت آدمؑ نے اس لغزش پر کبھی پورے خلوص دل کے ساتھ توبہ کر لی تھی، (سورہ بقرہ)

”افسوس صد ہزار افسوس کہ آدمؑ سے توبہ کرنا ثابت نہیں، اور مزید افسوس یہ کہ انھوں نے بھی ایک بار بھی اپنی خطا کی معافی کی درخواست نہیں کی۔“

حضرت نوحؑ کا شراب پی کر
برہنہ ہو جانا؛ الزام نمبر ۲،
کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۱۸ میں ہے:
”نوحؑ کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سیم،
حام اور یافت تھے، اور حام کنعان

کا باپ تھا، یہی تینوں نوحؑ کے بیٹے تھے، اور انہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی، اور نوحؑ کا شتکاری کرنے لگا، اور اس نے ایک انگوڑ کا باغ لگا، اور اس نے اس کی مے پی، اور اسے نشہ آیا، اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا، اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا، اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی“ (آیات ۱۸ تا ۲۲)

پھر آیت ۲۴ میں ہے:

”جب نوحؑ اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا، اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو، وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔“

اس میں یہ الزام مٹر مناک طریقہ پر لگایا جا رہا ہے کہ نوحؑ بالمشہ نوحؑ نے شراب پی، بدست ہوئے، اور برہنہ ہو گئے، اور سر پٹنے کا مقام یہ ہے کہ اپنے باپ کو برہنہ دیکھنے کا تصور وار قو حام ہے جو کنعان کا باپ تھا، اور ملعون ہونے کی سزا دی جاتی ہے اس کے بیٹے غریب کنعان کو، ظاہر ہے کہ باپ کے

قصور میں بیٹے کو پکڑنا قطعی عدل و انصاف کے خلاف ہے، جیسا کہ اس کی شہادت کے لئے حزقیال پیغمبر کا قول کافی ہے، جو اُن کی کتاب کے باب آیت ۲۰ میں اس طرح درج ہے:

”بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ“
 صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے؛
 اور اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ بیٹے پر باپ کا گناہ لا دنا
 انصاف کے خلاف نہیں ہے، تو پھر ہم کو کوئی یہ سمجھا دے کہ پھر کنعان ہی کی
 تخصیص کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ حام کے چار بیٹے تھے، کوش، مصر، فوط اور کنعان
 جیسا کہ باب میں تصریح موجود ہے۔

طریق الاولیاء صفحہ ۷۴ پر ابراہیم
 حضرت ابراہیم کا بشرک، الزم نمبر ۳
 علیہ السلام کے احوال میں یوں کہا گیا ہے:-

”ان کی نثر سالہ ابتدائی زندگی کا حال معلوم نہیں ہے، آپ کی پرورش بت پرستوں
 میں ہوئی، عمر کا بیشتر حصہ ان کی محبت ہی میں بسر ہوا، ان کے باپ کے
 متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا سے برحق کو نہیں جانتے تھے، اور یہ بھی جہاں
 ہے کہ ابراہیم بھی جب تک خدا نے ان کی رہنمائی نہیں کی، بت پرستی
 کرتے رہے ہوں، پھر جب اُن پر حقیقت منکشف ہوئی تو خدا نے ان کو
 دنیا والوں میں سے منتخب کیا، اور اپنا خاص بندہ بنالیا۔“

۱۰ پیدائش ۶:۱۰

لیجئے عیسائیوں کے ناپاک حملے سے ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی بھی نہ بچ سکی، اُن کا گمان ہے کہ ابراہیم اپنی ابتدائی شترسالہ زندگی میں بت پرستی کرتے رہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ عیسائی اصول کے مطابق یہ صرف ظن و گمان کا درجہ نہیں ہے، بلکہ قریب قریب یقین کے ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک اُس وقت ساری دنیا بت پرست تھی، اور ابراہیم کی نشو و نما بھی اپنی میں ہوئی والدین بھی بت پرست تھے، اور اس وقت تک ابراہیم پر اللہ کی الوہیت اور ربوبیت بھی منکشف نہیں ہوئی تھی، اور بت پرستی سے پاک ہونے کی شرط ان کے نزدیک نبی بننے کے بعد بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ نبوت سے قبل شرط ہو۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر ان کا اس عرصہ میں بت پرستی میں ملوث ہونا تقریباً یقینی ہے، جب انبیاء علیہم السلام کے جد امجد کا نبوت سے پہلے کا حال اور شترسالہ زندگی کا نقشہ آپ دیکھ چکے تو اب نبوت کے بعد کا رخ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابراہیم کا لالچ، الزام نمبر ۱۲ | کتاب پیدائش باب نمبر ۱۲

آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ:

”اور ایسا ہوا کہ جب وہ (حضرت ابراہیم) مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں سودہ مجھے مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھیں گے، کہ تو دیکھنے میں خوب صورت عورت ہے، اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اُس کی بیوی ہے، تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں، تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو، اور میری جان تیری بدولت بچی رہے“ (آیات ۱۱ تا ۱۳)

اس کلام سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے کی وجہ محض خوف ہی نہ تھا، بلکہ بھلائی کے حصول کی توقع اور طمع بھی بڑا سبب تھا، بلکہ وہی بڑا قوی سبب تھا، اسی لئے اس کا ذکر پہلے کیا، چنانچہ وہ متوقع غیر حاصل بھی ہوئی جس کی تصریح آیت ۱۶ میں ہے، اس کے علاوہ ان کو قتل کا اندیشہ سراسر وہی تھا، بالخصوص اس حالت میں کہ وہ سارہ کے چھوڑنے پر بھی راضی اور تیار تھے، اس کے بعد تو پھر ڈرانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،

اب عقل سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ابراہیم اپنی بیوی کو چھوڑنے اور کافر دشمنوں کے حوالے کر دینے پر جہاں یقینی طور پر آبروریزی کا خطرہ ہے کیسے راضی اور تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک ادنیٰ غیر متمند شخص بھی اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا، تو ابراہیم جیسے باعزت انسان کیونکر اس بے غیرتی کو قبول کر سکتا ہے؟ کتاب پیدائش باب آیت میں ہے:

الزام منبہر

”اور ابراہام وہاں سے (تیمان) کی طرف چلا، اور قاس

اور شور کے درمیان ٹھہرا، اور جرار میں قیام کیا، اور ابراہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے، اور جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوالیا، لیکن رات کو خدا ابی ملک کے پاس خواب میں آیا اور

۱۔ اور اس نے اس کی خاطر ابراہام پر احسان کیا، اور بھیڑ بکریاں اور گائے ہیں اور گڑھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ اس کے پاس ہو گئے۔“ (پیدائش ۱۲: ۱۶)

۲۔ موجودہ اردو ترجمہ میں یہاں تیمان کی بجائے ”جنوب کے ملک“ کا لفظ ہے، واضح ہے کہ بائبل میں جنوبی ملک مراد ہمیشہ عرب یا یمن ہوتا ہے، اور تیمان یمن کا قدیم نام ہے،

اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے جسے تو نے لیا ہے ہلاک ہوگا کیونکہ وہ توہر والی ہے، پرانی ملک نے اس سے صحبت نہیں کی تھی، سو اس نے کہا لے خداوند کیا تو صادق قوم کو بھی مارے گا؟ کیا اس نے خود مجھ سے نہیں کہا کہ یہ میری بہن ہے؟ اور وہ آپ بھی یہی کہتی تھی کہ وہ میرا بھائی ہے؟ (آیات آتاہ)

لیجئے اس جگہ ابراہیمؑ اور سارہؑ نے دوسری بار جھوٹ بولا، غالباً بڑا اور قوی سبب یہاں پر خوف کے علاوہ منفعت کے حاصل ہونے کی توقع اور لالچ تھا جس کی تصریح آیت ۱۲ میں ہے، پھر جبکہ ابراہیمؑ بغیر کسی مزاحمت کے سارہؑ کو حوالہ کرنے پر تیار تھے، پھر تو خوف کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی، چنانچہ طریق الاولیاء صفحہ ۹۹ میں ہے کہ:

”غالباً جب ابراہیمؑ نے پہلی بار سارہؑ کے بیوی ہونے کا انکار کیا، اس وقت دل میں پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ اس قسم کے گناہ کا ارتکاب نہیں کر دوں گا مگر پھر غفلت کے سبب شیطان کے پرانے جال میں پھنس گئے۔“

لے یہاں یہ واضح رہے کہ اس جگہ مصنفؒ یہ اعتراض التزامی طور پر کر رہے ہیں، اس لئے کہ خود مسیحی علماء (مثلاً مصنف طریق الاولیاء) نے اسے حضرت ابراہیمؑ کی غلطی قرار دیا ہے، ورنہ جہاں تک نفیس واقعہ کا تعلق ہے ہمارے نزدیک وہ غلط نہیں ہے، اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہؑ کو اپنی بہن قرار دیا، وہ درحقیقت جھوٹ نہ تھا، بلکہ ایک قسم کا تورینہ تھا، اس لئے کہ ایک طرف تو حضرت سارہؑ ان کی عسلاقی بہن تھیں، دوسری طرف چونکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، اس لئے وہ ان کی تہنادینی بہن بھی تھیں، بہن سے حضرت ابراہیمؑ کی مراد یہی تھی، اور جہاں کفار کی طرف سے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کا تورینہ باتفاق جائز، بلکہ بعض حالات میں واجب ہو، (باقی بر صفحہ آئندہ)

الزام نمبر ۶

طریق الاولیاء کے صفحہ ۹۲ و ۹۳ پر لکھا ہے :

”ابراہیمؑ ہاجرہ سے نکاح کرنے میں مجرم ہونے سے کسی حال میں نہیں بچ سکتے؛ کیونکہ ان کو مسیح کا یہ قول جو انجیل میں لکھا ہوا ہے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ ذات جس نے کائنات کو بنایا اس نے انسان کو مرد و عورت دو قسم کا پیدا کیا اور کہا کہ اسی لئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیتا ہے، اور بیوی کے ساتھ مل کر دونوں جسد واحد بن جاتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی بعینہ ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابراہیمؑ سارہ سے نکاح کرنے میں بھی اسی طرح مجرم ہونے سے نہیں بچ سکتے؛ کیونکہ موسیٰؑ کا قول جو تورات میں لکھا ہے ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ :

”تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو، چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ کہیں اور بے پردہ نہ کرنا۔“

نیز یہ ارشاد ہے کہ :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہاں مصنف نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیمؑ پر ایک الزام کی حیثیت سے صرف اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ یہ مسیحی علماء کے نزدیک ان کا گناہ تھا، دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علاتی بہن سے نکاح ابراہیمی شریعت میں جائز تھا، اور موسوی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا، یہ سطور تحریر کرنے کے بعد اس بات پر مصنف کی ایک عبارت مل گئی وہ ازالہ الشکوک میں لکھتے ہیں : ”اور بعض ہمارے نزدیک گو خطا نہیں، مگر یہ لوگ جو خطا سمجھتے ہیں تو الزام اس کو بھی نقل کیا گیا۔“ (ازالہ الشکوک، ص ۳۴۸ ج ۲)

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۵ احبار ۱۸ : ۹، واضح رہے کہ سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کی باپ شریک بہن محفیں، (دیکھئے پیدائش ۲۰ : ۱۲)۔

”اور اگر کوئی مرد اپنی بہن کو جو اس کے باپ کی یا اس کی ماں کی بیٹی ہو، لے کر اس کا بدن دیکھے تو یہ شرم کی بات ہے، وہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے جائیں، اس نے اپنی بہن کے بدن کو بے پردہ کیا، اس کا گناہ اسی کے سر لگے گا۔“

اسی طرح تورات میں یہ بھی ہے کہ :-

”لعنت اس پر جو اپنی بہن سے مباشرت کرے خواہ وہ اس کے باپ کی بیٹی ہو خواہ ماں کی۔“

جیسا کہ اس کتاب کے باب سے واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے اس قسم کا نکاح علماء پر وٹسٹنٹ کے نزدیک زنا کے برابر ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ منہ ابراہیم علیہ السلام نبوت سے پہلے بھی زانی تھے، اور نبوت کے بعد بھی زانی رہے، اور ان کی جس قدر اولاد سارے کے بطن سے ہے وہ سب زنا کی اولاد ہوئی، اور اگر اس اعتراض سے بچنے کے لئے عیسائی لوگ یہ بہانہ بنائیں کہ ان کی شریعت میں بہن سے نکاح جائز تھا تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان کی شریعت میں تعدد ازواج بھی جائز تھا، اس لئے صحیح بات یہی ہے کہ نہ ہاجرہؑ سے نکاح میں کوئی اعتراض لازم آتا ہے، اور نہ سارے سے نکاح کرنے میں، ہمارے نزدیک یہی مذہب حق ہے، البتہ عیسائی اصول کی بناء پر یہ بات ضرور لازم آتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسی مقدس ہستی جو انبیاء علیہم السلام کے جد امجد ہیں، وہ نعوذ باللہ جس طرح

جھوٹے ثابت ہوئے، اسی طرح شروع سے آخر تک ان کی پوری زندگی زنا کاری کی نذر ہوئی، اور اس کے باوجود وہ "خلیل اللہ" کے ممتاز منصب پر فائز ہیں، کیا اللہ کے خلیل ایسے ہی ہوتے ہیں؟ ہذا بہتان عظیم،

حضرت لوط کا اپنی بیٹیوں
 سے زنا کرنا، الزام نمبر،
 کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ میں ہے:
 "اور لوط صنغر سے بھل کر پہاڑ پر جا بسا اور
 اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں"

کیونکہ اُسے صنغر میں بے ڈر لگا، اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے، اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے، آدھم اپنی باپ کوئے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ کے نسل باقی رکھیں سوانھوں نے اسی رات اپنے باپ کوئے پلائی، اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی، پر اس نے جاننا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی، اور دوسرے راتیں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنی باپ سے ہم آغوش ہوئی، آج رات بھی اس کوئی پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ کے نسل باقی رکھیں سو اس رات بھی انھوں نے اپنی باپ کوئی پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی، پر اس نے جاننا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی،

سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں، اور بیڑی کے ایک بیٹا ہوا، اور اس کا نام موآب رکھا، وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں، اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا، اور اس نے اس کا نام بن عتی رکھا، وہی بنی عتوں کا باپ ہے، جو اب تک موجود ہیں۔ (آیات ۳۰ تا ۳۸)

طریق الاولیاء کے صفحہ ۱۲۸ میں اس حال کو نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ:

”اُس کی حالت پر سخت رونا آتا ہے، ہم سخت افسوس کے ساتھ اپنے دلوں میں خوف اور خشیت لئے ہوئے حیران ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے کہ جو سدوم کی بستی کی تمام بدیوں اور گندگیوں سے پاک دامن رہا تھا، اور اللہ کی راہ چلنے میں بڑا مضبوط تھا، اس شہر کی تمام نجاستوں سے ہزاروں کوس دور رہا تھا، مگر جنگل میں بھل جانے کے بعد اس پر ایک دم بدی اور فسق کا اس قدر شدید غلبہ ہو گیا؟ پھر اس کے بعد کون شخص ہے جو کسی شہر یا جنگل وغیر میں محفوظ رہ سکتا ہو؟

اب جبکہ پادری صاحبنا لوط کے حال پر خود ہی اس قدر رونا آ رہا ہے تو ہم کو کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی، ان کا رونا ہی کافی ہے، مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں سکتے کہ موآب اور عمّون جو دونوں زنا کی پیداوار ہیں، ان کو تو خدا نے قتل نہ کیا، اور اس بچے کو جو داؤد علیہ السلام کے ادبیا کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے پیدا ہوا تھا خدا نے قتل کر ڈالا، شاید یہ فرق ہو کہ دوسری کی بیوی سے زنا کرنا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کی نسبت عیسائیوں کے یہاں زیادہ شدید و سنگین ہوگا،

اصل یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ اللہ کے مقبول بندے تھے، موآب تو اس لئے کہ عوبید جو داؤد علیہ السلام کے دادا ہیں ان کی والدہ کا نام راعوت تھا جیسا کہ انجیل متی کے باب میں تصریح ہے، اور یہ راعوت موآبیہ ہیں، یعنی موآب کی اولاد میں

۱۔ بائبل میں حضرت داؤد پر زنا کی جو من گھڑت تہمت لگائی گئی ہے (جو عنقریب آپ کے سامنے آئے گی) اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد کا گناہ تو معاف کر دیا، اور کہہ دیا کہ: ”تو مرے گا نہیں۔“ لیکن: ”وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہوگا مر جائیگا“ (۲ سموئیل ۱۲: ۱۴)

اس لئے وہ بھی داؤد و سلیمان و عیسیٰ کی دادی ہوتی ہیں، اور داؤد خدا کے نوجوان بیٹے اور سلیمان بھی خدا کے فرزند اسی طرح عیسیٰ بھی خدا کے یکتا سپوت، بلکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق خود خدا ہیں،

رہے عمّون تو ان کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ رجھام بن سلیمان جو عیسیٰ کے اجداد میں سے ہیں (جیسا کہ انجیل متی کے باب میں تصریح موجود ہے) ان کی والدہ بھی عمّونہ یعنی عمّون کی اولاد میں سے ہیں، جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب ۱ میں موجود ہے تو یہ بھی اللہ کے یکتا بیٹے کی دادی ہوتیں، بلکہ عیسائی عقیدے کے مطابق خود خدا کی،

اور کتاب ہستنا، باب آیت ۱۹ میں ہے کہ:

”اور جب تو بنی عمّون کے قریب چلے گئے تو ان کو مت ستانا، اور نہ ان کو چھیڑنا کیونکہ میں بنی عمّون کی زمین کا کوئی حصہ تجھے میراث کے طور پر نہیں دوں گا، اس لئے کہ اسے میں نے بنی لوط کی میراث میں دیا ہے“

پھر مواب اور عمّون کیلئے جو دونوں دلدل زمانا ہیں، اس سے بڑھ کر کیا شرف ہو سکتا ہے کہ پہلے کی بیٹیاں اللہ کے بیٹوں بلکہ خود خدا کی نانی قرار پائیں، اور دوسرے کی بعض بیٹیاں اللہ کے یکتا بیٹے کی بلکہ خود خدا کی نانی ہوں، حالانکہ خود خدا نے بنی اسرائیل کو جو توریت کی نص کے مطابق اللہ کے بیٹے ہیں، اس کی اولاد کی زمین کے وارث بنانے سے منع کیا تھا، البتہ ایک خدشہ باقی رہ جاتا ہے، وہ یہ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا نسب ان دونوں نانیوں کے لحاظ سے مواب اور عمّون سے جا ملا تو عیسیٰ علیہ السلام بھی موابی اور عمانی ہو جاتے ہیں، حالانکہ عمانیوں اور

موآبیوں کے لئے یہ پابندی لگی ہوئی ہے کہ وہ کبھی بھی خدا کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے، جیسا کہ کتاب استثناء باب ۲۳ آیت ۳ میں اس طرح ہے کہ:

”کوئی عموئی یا موآبی خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک

ان کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں کبھی نہ آنے پائے“

سوال یہ ہے کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح نہ صرف خدا کی جماعت میں داخل

ہو گئے بلکہ ان کے سردار ہو گئے؟ بلکہ عیسائیوں کے خیال کے مطابق خدا کے بیٹے

بن گئے؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ نسب میں باپ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ ماں کا، اس لئے

عیسیٰ علیہ السلام نہ موآبی ہیں نہ عثمائی، تو ہم عرض کریں گے کہ اگر ایسا ہی ہے تو

لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ اسرائیلی ہوں نہ یہودادی نہ داؤدی، نہ سلیمانی

کیونکہ یہ تمام نسبتیں اور اوصاف بھی ان کو ماں ہی کی جانب سے حاصل ہوئے ہیں

نہ کہ باپ کی طرف سے، لہذا اگر ماں کی جانب کا اعتبار کیا جائے تو آپ مسیح موعود

بھی نہیں ہو سکتے، ایک طرف آپ کے ابن داؤد ہونے کو ماں کی طرف سے معتبر

بھی ماننا، اور دوسری طرف نانیوں کی جانب سے عموئی اور موآبی ہونے کا

اعتبار نہ کرنا محض ترجیح بلا مرجح ہے، اور یہی اعتراض بعینہ داؤد و سلیمان پر بھی

راہوں کے اعتبار وارد ہوگا، مگر ہم اس بحث کو طویل کرنا نہیں چاہتے، اور اصل واقعہ کی جانب

رجوع کرتے ہیں کہ لوط علیہ السلام جن کا یہ حال مذکور ہوا، عیسائیوں کے نزدیک

۱۵ کیونکہ مسیح موعود کے بارے میں بائبل کی تصریح یہ ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام

کی اولاد میں سے ہوگا،

اس لائق ہیں کہ اُن پر رُویا جائے، اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ انجیل کے فیصلہ کے مطابق وہ پھر بھی نیک قدیس ہیں، ان کے نزدیک اُن کی قدسیت میں ذرہ بھر کمی اور فرق نہیں ہوا باوجود اس کے کہ ایسی شنیع حرکت کے مرتکب ہوئے، جو ایسے کمینہ لوگوں میں بھی کبھی نہیں سنی گئی جو اکثر اوقات شراب میں بدمست رہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بھی بدستی کی حالت میں اپنی بیٹیوں اور اجنبی عورتوں میں فرق اور امتیاز کو سمجھتے ہیں،

دوسرے جب شرابی کی حالت شدت نشہ سے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ وہ اپنی بیٹیوں اور اجنبی عورتوں میں تمیز نہ کر سکے تو ایسی حالت میں وہ جماع کرنے پر بھی قادر نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اس کی شہادت ان لوگوں نے دی ہے، جو دائمی طور سے شراب کے عادی ہیں، ہم نے آج تک ہندوستان میں یہ نہیں سنا کہ کسی کمینہ انسان نے شراب کی بدستی میں اس قسم کی حرکت اپنی ماں بیٹی کے ساتھ کی ہو، اگر شراب کی مستی اس درجہ تک پہنچا سکتی ہے تو یورپ کے عیسائیوں کی حالت پر رونے کو جی چاہتا ہے، اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کو اپنے ہاتھوں سے بچنے کی کیونکر امید کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ان کی تو عورتیں اور مرد سب ہی اکثر اوقات شراب میں بدمست رہتے ہیں، بالخصوص جبکہ ان میں جو کمینے لوگ ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے تو کوئی بھی گارنٹی ان کے محفوظ رہنے کی نہیں ہو سکتی،

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ یہ قدیس پہلی شب میں اس شنیع حرکت

۱۵ یعنی حضرت لوط علیہ السلام،

میں مبتلا ہونے کے باوجود پھر اگلی رات بھی اسی طرح اس میں ملوث ہو جاتے ہیں
 سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ یہ اہل تفتیر میری فیصلہ تھا کہ اللہ کے بیٹے بلکہ خود
 خدا بھی اس کے بعض بیٹوں سے پیدا ہوا، اور وہ خود بھی اللہ کے یکتا بیٹے کے سلسلہ
 نسب میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرے، اس قسم کا واقعہ اگر کسی ادنیٰ انسان
 کو بھی پیش آتا تو اس کے لئے زمین مادہ وجود اپنی فراخی اور کشادگی کے تنگ ہو جاتی،
 پھر لوط کی ذات پر بڑا ہی تعجب ہی، ہم اس تمام خرافات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں
 اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قصہ بالکل جھوٹا اور من گھڑت ہے، پطرس کے رسالہ
 نمبر ۲ کے باب آیت ۷ میں ہے کہ:

”اور راست باز لوط کو جو بے دینوں کے ناپاک چال چلن سے دن تھا، ہائی
 بخشی، چنانچہ وہ راست باز ان میں رہ کر اور ان کے بے شرع کاموں کو دیکھ دیکھ کر
 اور سن سن کر گویا ہر روز اپنے سچے دل کو شکنجہ میں کھیپتا تھا،“

اس میں پطرس نے لوط علیہ السلام کے لئے ”راست باز“ کا لفظ استعمال کیا ہے
 اور ان کی مدح کی ہے، ہم بھی یہی شہادت دیتے ہیں کہ وہ بڑی نیکو کار اور ان الزامات
 سے پاک اور بری تھے، جو ان کی نسبت دشمنانِ خدا لگاتے ہیں،

کتاب پیدائش باب ۲۶ آیت ۶ میں ہے:
 ”پس اصفیٰ جوار میں رہنے لگا، اور وہاں کے
 باشندوں نے اس سے اس کی بیوی کی بات

حضرت سحیح کا جھوٹ
 الزام نمبر ۸

پوچھا، اس نے کہا وہ میری بہن ہے، کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ہوئے
 ڈرا، یہ سوچ کر کہ کہیں ربقہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اُسے قتل نہ کر دیا۔

کیونکہ وہ خوبصورت تھی ۛ (آیات ۶ تا ۸)

دیکھئے! یہاں ”اَلْوَلَدُ سَيِّدٌ لَا يَرْبِي“ کا کیسا صاف لفظ نظر آرہا ہے، کہ بیٹے نے بھی جان بوجھ کر باپ کی طرح جھوٹ بولا، اور بالکل اُسی قسم کا، چنانچہ طریق الاولیاء صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے:

”اسحاق کا ایمان برباد ہو گیا، کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو بہن بتایا ۛ

پھر صفحہ ۱۶۹ پر لکھا ہے کہ:

”ہائے افسوس! کسی انسان میں کوئی کمال نہیں پایا جاتا، سوائے وحدہ

لا شریک بے نظیر کے، اور بڑا تعجب خیز ہے یہ معاملہ کہ وہی شیطانی جال

جن میں ابراہیم پھنسے تھے اسی میں اسحاق بھی جا پھنستے ہیں، اور بیوی کو بہن

ہتلے ہیں، بڑا ہی افسوس ہوتا ہے کہ ایسے لیے مقربین خداوند بھی نصیحت

کے محتاج ہیں ۛ

چونکہ پادری صاحبان نے اس بات پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ ان کا ایمان

زائل ہو گیا تھا، انہیں کوئی کمال حاصل نہ تھا، وہ اسی شیطانی جال میں پھنس گئے

جن میں ابراہیم پھنسے تھے، اور وہ خود وعظ و نصیحت کے محتاج تھے، اس لئے

ہم بھی اس گفتگو کو طویل نہیں کرتے ۛ

کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۲۹ میں:

”اور یعقوب نے دال پکائی، اور عیسو

جنگل سے آیا، اور بے دم ہو رہا تھا، اور

حضرت یعقوبؑ کی خود غرضی

الزام نمبر ۹

۱۵ صفحہ ۱۵۴ کے حاشیہ پر ہم نے جو نوٹ دیا ہو یہاں بھی اُسے پیش نظر رکھا جائے،

... عیسو نے یعقوب سے کہا کہ یہ جلال لال ہے مجھے کھلا دے، کیونکہ میں بے دم ہو رہا ہوں، اس لئے اس کا نام اودم بھی ہو گیا، تب یعقوب نے کہا کہ تو آج اپنا پہلوٹھے کا حق میرے ہاتھ بیچ دے، عیسو نے کہا دیکھا میں تو مرا جاتا ہوں پہلوٹھے کا حق میرے کس کام آئے گا، تب یعقوب نے کہا کہ آج ہی مجھ کو قسم کھا اس سے قسم کھائی اور اس نے اپنا پہلوٹھے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچ دیا، تب یعقوب نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی، وہ کھاپی کراٹھا، اور چلا گیا، یوں عیسو نے اپنے پہلوٹھے کے حق کو ناچیز جانا۔ (آیات ۲۹ تا ۳۲)

ملاحظہ کیجئے! غریب عیسو کی دیانت کو جو اسحاق کے بڑے بیٹے ہیں کہ انھوں نے پہلوٹھے کے حق جیسی جلیل القدر دولت کو جس کے سبب نبوت کے منصب جلیل کا استحقاق ہوتا ہے، اور اس کی برکات کو روٹی اور مسور کی دال کے عوض فروخت کر ڈالا، شاید ان کی نگاہ میں نبوت اور برکت کی قدر و قیمت روٹی اور مسور کی دال سے کم تھی، پھر یعقوب علیہ السلام کی محبت پر بھی نظر ڈالئے اور ان کی سخاوت کا جائزہ لیجئے! کہ وہ اپنے ماں جائے بڑے بھائی کو جس کا بھوک سے دم نکل رہا ہے، اور جو جفاکشی و محنت کی وجہ سے کوفتہ بیختہ اور نڈھال ہے، کھانا دینے پر اس وقت تک راضی اور تیار نہ ہوئے جب تک بھائی نے حقوق منصب نبوت کو فروخت نہ کر ڈالا، اور رشتہ اخوت کا یا بلا عوض

۱۵ پہلوٹھے کا حق کتاب استثناء ۱۵:۲۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں کسی شخص کے پہلے بیٹے کو چند مخصوص حقوق حاصل ہوتے تھے، جن میں سے اہم ترین یہ تھا کہ تہنا وہی اپنے باپ... کا مادی اور روحانی وارث ہوتا تھا، اسی لئے نبوت بھی اسی کو ملتی تھی ۱۲

احسان کرنے کا قطعی لحاظ نہ کیا،

دستِ اِزَام

جس شخص نے بھی کتاب پیدائش کے باب کو دیکھا ہوگا، اس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے تین بار

جھوٹ بولا، اور اپنے باپ کو دھوکہ دیا، اور ان کی فریب دہی جس طرح اسحاق کے یہاں کارگر اور موثر ہو گئی، اسی طرح خدا کے یہاں بھی موثر ہوئی.....

..... کیونکہ اسحاق بچے دل سے اپنے بیٹے عیسو کے حق میں دعا

مانگا کرتے تھے، نہ یعقوب کے لئے، پھر جس طرح اسحاق دعا میں دونوں بھائیوں کے درمیان تمیز نہ کر سکے، اسی طرح دعا کی قبولیت کے مرحلہ پر خدا بھی دونوں بھائیوں میں امتیاز نہ کر سکا،

حیرت ہے کہ خدا کی ولایت اور نبوت و صلاح جیسی چیزیں بھی محال ذرائع سے حاصل ہو جاتی ہیں، مجھ کو اس موقع کے مناسب ایک واقعے سے یاد آ گیا کہ فرقہ بانو کے ایک بدکار نے اپنے گھوڑے کے لئے کسی گدھے والے سے تھوڑی گھاس مانگی، گدھے والے نے انکار کر دیا، اُس نے کہا اگر تو مجھ کو گھاس نہیں دے گا، تو میں گدھے کے لئے بد دعا کروں گا، اور آج رات ہی میں مر جائے گا، یہ کہہ کر چلا گیا، اسی رات خود اس کا گھوڑا مر گیا، بیدار ہونے پر اپنے گھوڑے کو مردہ دیکھ کر تعجب سے اپنا سر کپڑ کر آیا اور کہنے لگا ہائے تعجب بلا تعجب ہمارے خدا کو خدائی کرتے ہوئے لاکھوں سال بیت گئے، مگر آج تک اس کو گدھے اور گھوڑے میں امتیاز اور پہچان نہ ہو سکی، میں نے تو گدھے کو ہلاک کرنے کی دعا کی تھی اور ہلاک کر دیا میرا گھوڑا،

۱۵ یہ پورا قصہ ہم نے صفحہ ۱۲۱۶ کے حاشیہ پر مفصل طریقہ سے لکھ دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے،

اور اگر اسرائیلی پیغمبروں کے جدا مجد کی دیانت کا یہ حال ہے، یا خدا کے علم کی یہ کیفیت ہے تو مخالف کو یہ کہنے کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ اسرائیلی پیغمبروں کے معاملات کی بنیاد بھی خدا کے ساتھ فریب کاری اور دھوکہ بازی کی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح ان کے جدا مجد کی تھی، اور ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا سے وعدہ کر لیا ہو کہ اگر آپ مجھ کو کرامات پر قدرت دیدیں تو میں مخلوق کو آپ کی خدائی اور ربوبیت کی طرف بلالوں گا، لیکن اتفاق سے خدا عیسیٰ کے سچ اور جھوٹ میں امتیاز نہ کر سکا، اور ان کو قدرت دیدی، عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ شکنی کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی خدائی کی دعوت دیدی، اور خدا کی نافرمانی کی، ہم ان خرافات اور واہیات باتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، البتہ بعض فرقے طریق الاولیاء صف ۱۷۹ وصف ۱۸۱ سے نقل کرتے ہیں، ابتداء میں کہتا ہے کہ:

”انتہائی خوف کا مقام ہے کہ اس قسم کے شخص نے بھی پے درپے جھوٹ بولا اور اپنی فریب کاری میں خدا کے نام کو شامل کیا،

پھر کہتا ہے کہ:

”یعقوب نے ایک ایسی بات کہی جو انتہائی کفر کی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ تھا کہ میں شکار جلد حاصل کروں“

پھر کہتا ہے کہ:

”اس معاملہ میں ہم یعقوب کی حمایت میں کوئی بھی عذر خواہی کرنا پسند نہیں کرتے، اور ہر شخص کو اس بات سے نفرت کرنی چاہئے، اور ایسی حرکت سے گریز کرنا ضروری ہے“

پھر کہتا ہے:

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس نے بدی کا ارتکاب خیر کے حاصل کرنے کے لئے کیا، اور انجیل کی رُوسے اس قسم کی حرکت پر سزا واجب ہے۔“

پھر کہتا ہے کہ:

”جس طرح یعقوب نے گناہ کیا اسی طرح اس کی ماں نے اس سے زیادہ گناہ کیا تھا، کیونکہ وہی اس فساد کی بانی تھی، اسی نے یعقوب کو اس قسم کی فریب کا رانہ حرکتوں کا حکم دیا تھا۔“

کتاب پیدائش باب ۲۹ آیت ۱۵ میں ہے:

”تب لابن نے یعقوب کے کہا، چونکہ تو میرا رشتہ دار

ہی، تو کیا اس لئے لازم ہے کہ تو میری خدمت

حضرت یعقوب کے نکاح کا
شرمناک قصہ! الزام نمبر ۱۱

مفت کرے؟ سو مجھے بتا کہ تیری اجرت کیا ہوگی؟ اور لابن کی دو بیٹیاں تھیں، بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راحل تھا، لیاہ کی آنکھیں چُنڈھی تھیں، پر راحل حسین اور خوبصورت تھی، اور یعقوب راحل پر فریفتہ تھا، سو اس نے کہا کہ تیری چھوٹی بیٹی راحل کی خاطر میں ساٹ برس تیری خدمت کر دوں گا، لابن نے کہا اے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تو تجھی کو دینا بہتر ہے، تو میرے پاس رہ چنا۔ چنانچہ یعقوب ساٹ برس تک راحل کی خاطر خدمت کرتا رہا، پر وہ اسے راحل کی محبت کے سبب چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے، اور یعقوب نے لابن سے

۱۵ لابن حضرت یعقوب کے ناموں کا نام ہے ۱۲ منہ

کہا کہ میری مدت پوری ہو گئی، سو میری بیوی مجھے دے، تاکہ میں اس کے پاس جاؤں، تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا، اور ان کی ضیافت کی، اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا، اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا، اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی، کہ اس کی لونڈی ہو، جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے، تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راحل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تو نے مجھے کیوں دھوکا دیا؟ لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلو ٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں، تو اس کا ہفتہ پورا کر دے، پھر ہم دوسری بھی تجھے دیدیں گے، جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی، یعقوب نے ایسا ہی کیا، کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا، تب لابن نے اپنی بیٹی راحل بھی اسے بیاہ دی، اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راحل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو، سو وہ راحل سے بھی ہم آغوش ہوا، اور لیاہ سے زیادہ راحل کو چاہتا تھا، اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی۔ (آیات ۵ تا ۳۰)

اس داستان پر تین اعتراض واقع ہوتے ہیں:

۱۔ جبکہ یعقوب علیہ السلام لابن ہی کے گھر میں رہتے تھے، اور اس کی دونوں بیٹیوں کو ہزار بار دیکھا تھا تو ان کو ہر لحاظ سے چہرہ ہرہ بدن اور آواز غرض ہر اعتبار سے جانتے پہچانتے تھے، پھر لیاہ کے چہرہ میں ایک مخصوص علامتی نشان آنکھوں کا چند ہا پن موجود تھا، ایسی صورت میں تعجب اور حیرت

ہوتی ہے کہ لیاہ ان کے پاس ان کے بستر پر تمام رات موجود رہے، اور وہ اس کو نہ پہچان سکیں، اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ وہ بھی لوٹ کی طرح نشہ میں بدمست ہوں گے، اور جس طرح لوٹ نے اپنی بیٹی اور غیر عورت میں کوئی تمیز نہ کی اسی طرح یعقوب بھی کوئی تمیز نہ کر سکے،

۲۔ یعقوب کو صرف راحیل سے محبت و عشق تھا، جس کی خاطر انھوں نے اس کے باپ کی سات برس تک خدمت کی، اور اسی لئے اس قدر طویل مدت بھی ان کو چند ایام سے زیادہ محسوس نہیں ہوئی، مگر جب اُن کے خسر لاہ نے ان سے دھوکہ کیا تو یعقوب نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا، اور مزید سات سال کی خدمت کے عوض راحیل کو حاصل کر سکے، یہ سب حرکتیں عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق نبوت جیسے جلیل القدر اور ایک عظیم الشان پیغمبر کی شان سے گری ہوئی ہیں، مگر چونکہ یعقوب نے اپنے باپ کو دھوکہ دیا تھا، اس لئے اس کی سزا میں اُن کے خسر نے ان کو دھوکہ دیا،

۳۔ یعقوب نے ایک بیوی پر اکتفا نہیں کیا، حالانکہ دو عورتوں سے نکاح کرنا، بالخصوص دو بہنوں سے عیسائیوں کے نظریہ کے مطابق حرام اور ناجائز ہے،

۱۵ وہی دھوکہ جس کا ذکر ص ۱۲۱۹ کے حاشیہ پر گزرا ہے،

۱۶ اس کے علاوہ اسی واقعہ کے اندر بائبل میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت یعقوب پہلی مرتبہ لاہ کے گاؤں میں پہنچے تو ابھی لوگوں نے ان کے گھر کا پتہ پوچھ ہی ہے تھے کہ اتنے میں راحیل اپنی بکریاں لے کر وہاں پہنچ گئی، اور یعقوب نے راحیل کو چومنا اور چلا چلا کر دیا، (پیدائش ۱۰: ۲۹) یہ واقعہ شادی سے بہت پہلے کا ہے، سوال یہ ہے کہ ایک نامحرم کنواری لڑکی کو چومنا کہاں تک جائز ہے ۱۲

طریق الاولیاء کا جواب

طریق الاولیاء کے مصنف نے صفحہ ۱۸۹ میں حسب ذیل معذرت کی ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

اگر یعقوب سے ان کا خسر لابن فریب کاری اور دھوکہ بازی نہ کرتا تو شاید یعقوب دوسرا نکاح نہ کرتے، اس لئے ایسی مجبوری والی صورت کی بنا پر تعدد ازواج کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ نہ تو یہ بات حکم خداوندی کے تحت ہوئی، اور نہ یعقوب کی رضا،

جواب الجواب

یہ عذر لنگ کسی درجہ میں بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ یعقوب کو از نکاح حرام کے جرم سے نجات

دے سکتا ہے، اس لئے کہ یعقوب دوسرا نکاح کرنے پر کسی طرح بھی مجبور نہیں تھے، نہ ان پر اس سلسلہ میں کوئی اکراہ یا جبر کیا گیا تھا، جس سے معذور خیال کیا جاسکے، ان کا فرض تھا کہ ایک نکاح پر قناعت کرتے، اور مزید ہوس نہ کرتے، اس موقع پر ہم بھی وہی بات کہہ سکتے ہیں جو مصنف طریق الاولیاء نے ابراہیم علیہ السلام کے طعن کے سلسلہ میں کہی تھی، کہ یعقوب کو مسیح کا وہ قول جو انجیل میں لکھا ہے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ جس ذات نے دنیا کو بنایا اسی نے مرد و عورت کو تخلیق کیا، اس طرح ان کو موسیٰ کا وہ قول بھی خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا قطعی حرام ہے، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے، اس لئے یقیناً یہ ایک نکاح باطل تھا، اور جس عورت کا نکاح بھی باطل کہا جائے گا اس کی اولاد اولاد کی اولاد سب کا ولد الزنا ہونا لازم آئے گا، اور دونوں صوفیوں میں ہزاروں اسرائیلی پیغمبروں کو نعوذ باللہ ولد الزنا تسلیم کرنا پڑے گا،

اب ذرا عیسائیوں کی دیانت داری ملاحظہ کیجئے کہ محض اپنے فاسد اور غلط

اصول کے بچاؤ اور تحفظ کی خاطر کس بے باکی کے ساتھ پنخیروں پر شرمناک الزام لگانے سے نہیں ڈرتے، اور ایسی گندی باتیں اُن کی مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کرنے میں شرم نہیں کرتے، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ دروغ گوراء حفظ نہ باشد، اس لئے کہ اس کھینچ تان کے باوجود یہ عذر اور بہانہ زلفا اور بلہا کے سلسلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا جن سے یعقوب نے لیاہ اور راحیل کے اشلے اور کہنے پر نکاح کیا، جس کی تصریح کتاب پیدائش باب میں موجود ہے، عیسائی اصول کے مطابق ان کی تمام اولاد بھی اسی طرح ولد الزنا قرار پاتی ہے،

کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ہے:
اور لابن اپنی بھیڑوں کی پشم کرتے
کو گیا ہوا تھا، سو راحل اپنے باپ کے

راحیل کی چوری، جھوٹ اور
بت پرستی؛ الزام نمبر ۱۲

بتوں کو چرائے گئی۔ اور یعقوب لابن ارامی کے پاس سے چوری سے چلا گیا،
کیونکہ اس نے اپنے بھاگنے کی خبر نہ دی، سودہ اپنا سب کچھ لے کر
بھاگا۔ اور دریا پار ہو کر اپنا رخ کوہ جلعاد کی طرف کیا اور تیسرے دن لابن
کو خبر ہوئی، کہ یعقوب بھاگ گیا تب اس نے اپنے بھائیوں کو ہمراہ لے کر سات
مزل تک اس کا تعاقب کیا، اور جلعاد کے پہاڑ پر اسے جا پکڑا۔

پھر آیت نمبر ۲۹ میں ہے:

تب لابن نے یعقوب سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا، کہ میرے پاس سے چوری سے چلا آیا اور
میری بیٹیوں کو بھی اس طرح لے آیا گویا وہ تلوار سے اسیر کی گئی ہیں۔

۱۷ اظهار الحق میں ایسا ہی ہے، مگر صحیح آیت ۲۶ ہے، موجودہ ترجموں میں یہ عبارت آیت ۲۶ میں ہے ۲۲

پھر آیت نمبر ۳۰ میں ہے :

تھیرا تو چلا آیا تو چلا آیا، کیونکہ تو اپنے باپ کے گھر کا بہت مشتاق ہے، لیکن میرے بتوں کو کیوں چڑا لایا؟ تب یعقوب نے لابن سے کہا.....
اب جس کے پاس تجھے تیرے بت ملیں وہ جیتا نہیں بچے گا، تیرا جو کچھ میرے پاس نکلے اسے ان بھائیوں کے آگے سچا کر لیلے..... چنانچہ لابن، یعقوب اور لیاہ اور دونوں لونڈیوں کے خیموں میں گیا، بہانہ کو دہانیا..... اور رات ان بتوں کو لے کر اور ان کو ادنت کے کجاوہ میں رکھ کر ان پر بیٹھ گئی تھی، اور لابن نے سارے خیمہ میں ٹٹول ٹٹول کر دیکھ لیا، پر ان کو نہ پایا، تب وہ اپنے باپ سے کہنے لگی کہ اے میرے بزرگ! تو اس بات سے ناراض نہ ہونا کہ میں تیرے آگے اٹھ نہیں سکتی، کیوں کہ میں ایسے حال میں ہوں جو عورتوں ہو کر تار سو اس نے ڈھونڈا پر وہ بت اس کو نہ ملے؟ (آیات ۳۰ تا ۳۵)

غور کیجئے کہ راحیل باپ کے بتوں کو چوری کرنے کے باوجود کس طرح صاف جھوٹ بول رہی ہے، اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اس نے ان بتوں کو عبادت کرنے ہی کی غرض سے چوری کیا تھا، جب کہ کتاب پیدائش باب ۳۵ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ آنے والے شاہد میں آپ کو معلوم ہو جاتا ہے، اول اس لئے بھی کہ یہ عورت بت پرست گھرانے کی لڑکی تھی، اس کا باپ بھی بت پرستی کرتا تھا جیسا کہ آیت ۳۰ اور ۳۲ اس پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ عورت بھی اپنے باپ کے مذہب پر تھی، لیجئے یعقوب کی محبوبہ بیوی چور بھی نکلی، جھوٹی بھی ثابت ہوئی اور بت پرست بھی،

خاندان یعقوب کی بت پرستی

الزام نمبر ۱۳

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲ میں ہے:
”تے یعقوب نے اپنے گوانے اور اپنے
سب ساتھیوں سے کہا کہ بیگانہ دیوتاؤں

کو جو تمھارے درمیان ہیں دُور کرو، اور طہارت کر کے اپنے کپڑے بدل ڈالو،
..... تب انھوں نے سب بیگانہ دیوتاؤں کو جو اُن کے پاس تھے، اور
مُندروں کو جو اُن کے کانوں ... میں تھے یعقوب کو دیدیا، اور یعقوب نے
ان کو اس بلوط کے درخت کے نیچے جو حکم کے نزدیک تھا دبا دیا۔“

(آیات ۲ تا ۴)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب کی نہ صرف بیویاں بلکہ پورا گھرانہ
اس وقت تک بتگرد بنا ہوا تھا، اور یہ سب بت پرستی کر رہے تھے، یعقوب
کے گھرانے کی شان کو دیکھتے تو یہ حرکت بڑی ہی شنیع اور قبیح معلوم ہوتی ہے،
کیا اس سے پہلے یعقوب نے کبھی ان کو اس شیطانی فعل سے منع نہیں کیا؟
اور پھر جب اُن لوگوں نے تمام بت یعقوب کے حوالے کر دیئے تھے تو ظاہر یہی ہے
کہ راحیل نے بھی وہ مسروقہ بت سپرد کر دیا ہوگا۔۔۔۔ اب اصولاً یعقوب پر واجب
تھا کہ اس بت کو لابن کے پاس بھیج دیتے، نہ یہ کہ حکم کے پاس جو درخت تھا اس کے
نیچے دفن کر ڈالیں، اور راحیل کو بھی اس کے چوری کرنے پر قابلِ معافی قرار دے،

کتاب پیدائش باب نمبر ۳۴
آیت نمبر ۱۴ میں ہے:

حضرت یعقوب کی اولاد پر تہمت

الزام نمبر ۱۴

۱۵ بُندے جو کانوں میں پہنے جاتے ہیں،

”اور بیاہ کی بیٹی دینہ جو یعقوب سے اس کے پیدا ہوئی تھی اُس ملک کی لڑکیوں کو دیکھنے کے لئے باہر گئی، تب اس ملک کے امیر حوی حمور کے بیٹے سکم نے اسے دیکھا اور اسے لے جا کر اس کے ساتھ مباشرت کی اور اُسے ذلیل کیا، اور اس کا دل یعقوب کی بیٹی دینہ سے لگ گیا، اور خود اس نے دینہ کے دل میں جگہ کر لی، اور سکم نے اپنے باپ حمور سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے لئے بیاہ لا دے“

آگے آیت میں ہے :

”تب حموران نے کہنے لگا کہ مہرا بیٹا سکم تمہاری بیٹی کو دل سے چاہتا ہے اسے اس کے ساتھ بیاہ دو، اب یعقوب کے بیٹوں نے جواب دیا اور کہنے لگے کہ ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ناخون مرد کو اپنی بہن دیں کیوں کہ اس میں ہماری بڑی رسوائی ہے، لیکن جیسے ہم ہیں اگر تم دیے ہی ہو جاؤ کہ تمہارے ہر مرد کا ختنہ کر دیا جائے تو ہم راضی ہو جائیں گے“

پھر آیت ۲۴ میں ہے :

”ان میں سے ہر مرد نے ختنہ کرایا اور تیسرے دن جب وہ درد میں مبتلا تھے تو یوں ہوا کہ یعقوب کے بیٹوں میں سے دینہ کے دو بھائی شمعون اور لاوی

۱۵ اظہار الحق میں یہاں یہ الفاظ ہیں: ”وَوَقَعَ بِقُلُوبِهِمَا“ لیکن موجودہ تمام راورد، عربی، اور انگریزی تراجم میں اس کی جگہ یہ حملہ ہو: ”اور اس نے اس لڑکی سے عشق میں بیٹھی بیٹھی کہیں“ ۱۶ قوسین کی عبارت مصنف نے اختصار کے پیش نظر حذف کر دی تھی، مگر چونکہ اردو میں اس کے بغیر مطلب واضح نہ ہوتا اس لئے ہم نے بائبل سے نقل کر کے اُسے بھی لکھ دیا ہے،

اپنی اپنی تلوار لے کر ناگہاں شہر پر آپڑے اور سب مردوں کو قتل کیا، اور حمود اور اس کے بیٹے سکم کو بھی تلوار سے قتل کر ڈالا، اور سکم کے گھر سے دینہ کو نکال کر لے گئے، اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے، اور شہر کو ٹوٹا اس لئے کہ انھوں نے ان کی بہن کو بے حرمت کیا تھا، انھوں نے اُن کی بھیڑ بکریاں اور گلے بیل اور گدھے اور جو کچھ شہر اور کھیت میں تھا لے لیا اور اُن کی سب دولت کوٹی، اور ان کے بچوں اور بیویوں کو اسیر کر لیا اور جو کچھ گھر میں تھا سب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے۔

(آیات ۲۴ تا ۲۸)

ذرا یعقوب کی بیٹی دینہ کی پاک دامنی ملاحظہ کیجئے، جس کا مندرجہ بالا نقشہ عیسائیوں کا کھینچا ہوا آپ کے سامنے ہے، کہ وہ زنا کرتی ہے اور کم سے عشق بازیاں کرتی ہے، (چنانچہ یہ الفاظ کہ ”خود دینہ کے دل میں اس نے جگہ کر لی“ اس دعوے کی واضح دلیل ہیں) پھر یعقوب کے بیٹوں کا ظلم اور بربریت دیکھئے کہ شہر کے تمام مردوں کا قتل عام کیا، عورتوں اور بچوں کو غلام باندی بنایا، اور ان کے تمام اموال لوٹ لئے، ان ظالموں کا ظلم اور زیادتی محتاج دلیل نہیں ہے، البتہ ٹیپ کا بند یہ ہے کہ یعقوب نے بھی ظلم میں کچھ کسر نہیں اٹھا رکھی، اس لئے کہ انھوں نے ذرہ برابر بھی اپنے بیٹوں کو اس شنیع حرکت کے ارتکاب سے نہیں روکا، اور یہ واقعہ پیش آنے کے بعد قانونی طور پر اس کا قصاص نہیں لیا، اور نہ چھینا ہوا مال و اسباب اور لونڈی غلام واپس کر لئے، اور اگر یہ کہا جائے کہ یعقوب اس معاملہ میں قطعی بے بس تھے، اور بیٹوں کی چھینی ہوئی اشیاء کے

والس کرنے کی ان کو قدرت نہیں تھی تو کم از کم ایسے ظالموں کا بائیکاٹ اور ان سے ترک تعلق تو کر سکتے تھے، اور ان کی ہمراہی اور رفاقت سے دستبردار تو ہو سکتے تھے، پھر یہ بات بھی بعید از عقل معلوم ہوتی ہے کہ اکیلے دو شخص پورے شہر کے ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیں خواہ وہ لوگ ختنہ کی وجہ سے کتنے ہی بد حال اور کرب میں ہوں،

باب کی بیوی سے زنا، الزام نمبر ۵

کتاب پیدائش باب ۳۵ میں ہے:
”رد بن نے جا کر اپنے باپ کی

حرم بلہامہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا۔“

غور کیجئے کہ یعقوب کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرتا ہے، اور پھر یعقوب کو دیکھتے کہ انھوں نے نہ تو اپنے بیٹے پر حد جاری کی اور نہ تعزیر کی، اور نہ بلہامہ ہی کو کوئی سزا دی، حالانکہ بظاہر اس زمانہ میں زانی اور زانیہ کی سزا یہ تھی کہ دونوں کو آگ میں جلایا جائے، جیسا کہ پیدائش باب ۳ آیت ۲۴ سے یہی معلوم ہوتا ہے، البتہ اس بیٹے کے لئے صرف مرنے کے وقت بددعا کی تھی، جیسا کہ باب ۴۹ میں تصریح ہے:

آیت ۲۲،

۲۵ اس آیت میں ایک زانیہ عورت کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے، اگلے الزام میں اس کا پورا ذکر ہے۔
۲۶ ”تو پانی کی طرح بے ثبات ہے اس لئے تجھے فضیلت نہیں ملے گی، کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا، تو نے اسے نجس کیا، رد بن میرے بچھونے پر چڑھ گیا۔“ (پیدائش ۴۹: ۱۴)۔

یہود اہل نے اپنی بہو سے کتاب پیدا کنش باب ۳۸ آیت ۶ میں ہے :
 زنا کیا، الزام نمبر ۱۶ ”اور یہود اہل نے پہلوٹھے بیٹے غیر کے لئے ایک

عورت بیاہ لایا، جس کا نام مہتر تھا، اور یہود اہل کا پہلوٹھا بیٹا غیر خداوند کی نگاہ میں شرمیہ تھا، سو خداوند نے اسے ہلاک کر دیا، تب یہود اہل نے ادنان سے کہا کہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جا، اور دیور کا حق ادا کرتا کہ تیرے بھائی کے نام سے نسل چلے، اور ادنان جانتا تھا کہ یہ نسل میری نہ کہلائے گی، سو یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس جاتا تو نطفہ کو زمین پر گرا دیتا تھا کہ مہتر اس کے بھائی کے نام سے نسل چلے، اور اس کا یہ کام خداوند کی نظر میں بہت بُرا تھا، اس لئے اُس نے اُسے بھی ہلاک کیا،

تب یہود اہل نے اپنی بہو مہتر سے کہا کہ میرے بیٹے سیلہ کے بالغ ہونے تک تو اپنے باپ کے گھر بیوہ بیٹھی رہ، کیونکہ اس نے سوچا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہلاک نہ ہو جائے، سو مہتر اپنے باپ کے گھر میں جا کر رہنے لگا اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ سوع کی بیٹی جو یہود اہل کی بیوی تھی مر گئی، اور جب یہود اہل اس کا غم بھولا تو وہ اپنے عدلامی دوست حیرہ کے ساتھ اپنی بھینٹوں کے پشم کے کترنے والوں کے پاس تمت کو گیا، اور مہتر کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھینٹوں کی پشم کترنے کے لئے تمت کو جا رہا ہے تب اس نے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا، اور برق اڑھا، اور اپنے کو ڈھانکا۔ اور عینیم کے پھانک کے برابر جو تمت کی راہ پر ہے جا بیٹھی، کیونکہ اس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہو گیا، مگر یہ اس سے بیاہی نہیں گئی،

یہوداہ نے اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کبھی ہے، کیونکہ اس نے اپنا منہ ڈھانک رکھا تھا، سودہ راستہ سے اس کی طرف کو پھرا، اور اس سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے، کیونکہ اُسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ وہ اس کی بہو ہے، اس نے کہا تو مجھے کیا دے گا تا کہ میرے ساتھ مباشرت کرو؟ اس نے کہا میں ریوڑھ میں سے بکری کا ایک بچہ تجھے بھیج دوں گا، اس نے کہا کہ اس کے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کر دے گا؟ اُس نے کہا اپنی مہر اور اپنا بازو بند اور اپنی لاسٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے،

اس نے یہ چیزیں اُسے دیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی، اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی، پھر وہ اٹھ کر چلی گئی، اور برقع اُتار کر رنڈا لپے کا جوڑا پہن لیا۔

پھر آیت ۲۴ میں ہے:

”اور قریبائین مہینے کے بعد یہوداہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو مرنے لگا، اور اسے چھنلے کا حل بھی ہے، یہوداہ نے کہا کہ اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلانی جائے، جب اُسے باہر نکالا تو اس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ میرے اسی شخص کا حل ہے، جس کی یہ چیزیں ہیں، سو تو پہچان تو سہی کہ یہ مہر اور بازو بند اور لاسٹھی کس کی ہے؟ تب یہوداہ نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے، کیونکہ میں نے اسے اپنے بیٹے سیکہ سے نہیں بیاہا، اور پھر کبھی اس کے پاس نہ گیا،

لے کبی۔ یعنی عصمت فروش، طوائف،

اور اس کے وضع حمل کے وقت معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں
 اور جب وہ جننے لگی تو ایک بچے کا ہاتھ باہر آیا، اور دانی نے پکڑ کر اس کے
 ہاتھ میں لال ڈورا باندھ دیا، اور کہنے لگی کہ یہ پہلے پیدا ہوا، اور یوں ہوا کہ
 اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا، اتنے میں اس کا بھائی پیدا ہو گیا، تب وہ
 دانی بول اٹھی کہ تو کیسے زبردستی نکل پڑا؟ سو اس کا نام فارض رکھا گیا،
 پھر اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں لال ڈورا باندھا تھا پیدا ہوا، اور اس کا
 نام زارخ رکھا گیا۔ (آیات ۳۰، ۳۱)

اس موقع پر چند امور غور طلب ہیں :-

۱۔ اول یہ کہ خدا نے عیبر کو محض اس لئے قتل کر دیا کہ وہ شریر تھا، مگر
 اس کی شرارت کی کوئی وضاحت نہیں کی جاتی، کیا اس غریب کی شرارت
 اس کے بڑے چچا کی شرارت سے بھی کچھ زیادہ تھی؟ جس نے اپنے باپ کی
 بیوی سے زنا کیا تھا، اور اپنے دوسرے دو چچاؤں شمعون اور لاوی سے بھی زیادہ
 تھی؟ جنھوں نے پورے شہر کے تمام مردوں کو قتل کر ڈالا تھا، اور ان کی عورتوں
 اور بچوں کو غلام باندی بنایا تھا؟ اور کیا اس کا کمینہ پن اپنے باپ کی کمینگی سے
 بھی بڑھا ہوا تھا جس نے اس کی موت کے بعد اس کی بیوی زنا کیا؟ کیا یہ سب
 لوگ تو شفقت اور عنایت کے مستحق اور قتل کے لائق نہ تھے اور غیر غریب

۱۔ فارض (Pharez) عبرانی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں "چاکر"

(دیکھئے آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس، ص ۲۲۳)

۲۔ زارخ (Zarich) عبرانی میں اس کے معنی ہیں: "طلوع آفتاب" (کنکارڈنس، ص ۲۲۳)

واجب لقتل تھا؟ جس کو خدا نے قتل کر دیا،

۲۔ دوسرے یہ کہ خدا نے اذنان کو نطفہ کے زمین پر ڈال دینے کے جرم میں قتل کر دیا، مگر اس کے چچاؤں اور باپ کو مذکورہ سنگین جرائم کے باوجود جو ان سے سرزد ہوئے قتل نہیں کیا، کیا محض نطفہ کا زمین پر ڈال دینا ان جرائم سے بھی زیادہ شدید تھا؟

۳۔ تیسرے یعقوبؑ نے اپنے اس پیارے بیٹے پر نہ تو حد زنا جاری کی، اول نہ کوئی سزا دی، اور اس بدکار عورت کو کوئی سزا دی، بلکہ نہ تو اس باب سے اور نہ کسی اور باب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یعقوبؑ ... اپنے بیٹے کی اس سیہ کاری پر اس سے ذرا بھی رنجیدہ ... ہوئے ہوں، پیدائش کا باب ۴۹ اس کے رنجیدہ نہ ہونے کا سچا گواہ موجود ہے، کہ یعقوبؑ نے رد بن و شمعون و لاوی کی حرکتوں پر تو کچھ مذمت بھی کی، مگر یہوداہ کی حرکت پر کچھ بھی برا نہیں مانا، بلکہ خاموشی اختیار کی اور اس کی بے شمار تعریف کی اور دوسرے بھائیوں پر اس کو ترجیح دی،

۴۔ چوتھے تمر جیسی فاحشہ زانیہ کے حق میں اس کا مسر یہوداہ بڑی نیک ہونے کی شہادت دیتا ہے، سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں، فیصلہ کر نیوالا بھی ماشاء اللہ خود اعلیٰ درجہ کا نیک اور وہ عورت بھی کمال درجہ کی پارسا،

۱۔ غالباً اس مراد یہوداہ کا یہ جملہ ہے ”وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے“ (۲۶:۳۸) یہاں صادق کا لفظ صرف ”سچے“ کے معنی میں نہیں بلکہ ”نیک“ کے معنی میں ہے، اس لڑکے بانیل میں صادق کا لفظ بکثرت نیک کے معنی میں آیا جو عربی ترجموں میں یہاں ”تبردت اکثر متی“ اور انگریزی میں ”more righteous than“ کے الفاظ ہیں، ان سے بھی نیکی ہی کا مفہوم نکلتا ہے

بھلا وہ عورت اعلیٰ درجہ کی نیک کیوں نہ ہو جس نے اپنی شر نگاہ اپنے مسسر کے علاوہ
اور کسی کے سامنے نہ کھولی ہو؟ اور زنا بھی کیا تو کسی اجنبی کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے
شوہر کے باپ، یا اس لئے کہ اس ہی نا سے دو کامل فرزندوں کی ولادت عمل میں آئی،
۵۔ پانچویں یہ کہ داؤد، سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر
سب کے سب قارض کی اولاد سے ہیں، جو خود زنا کی پیداوار ہے، چنانچہ انجیل مٹی
کے باب میں تصریح موجود ہے،

۶۔ تعجب ہے کہ خدا نے قارض اور زنا کو قتل نہ کیا، حالانکہ یہ دونوں
ولد الزنا تھے، بلکہ ان دونوں کو اور لوٹ کے زنا سے پیدا ہونے والے دونوں
بیٹوں کو زندہ رکھا، داؤد علیہ السلام کے بیٹے کی طرح قتل نہیں کیا، جو داؤد کے
ادریا کی بیوی سے زنا کرنے سے پیدا ہوا تھا، شاید یہ وجہ ہو کہ اجنبی عورت سے زنا
کرنا بیٹے کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ شدید اور سنگین ہے،

حضرت ہارونؑ نے بچھڑے کتاب خروج باب ۳۲ آیت میں ہے:
کو دیوتا بنایا، الزام نمبر ۱

پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی، تو وہ ہارونؑ کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے
کہ اٹھ ہم سے لے دیوتا بنائے جو ہمارے آگے آگے چلے، کیونکہ ہم نہیں جانتے
کہ اس مرد موسیٰؑ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا، کیا ہو گیا؟ ہارونؑ نے
ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے

۱۵ اس کی تفصیل پیچھے ص ۳۳۳، جلد اول وغیرہ پر گزر چکی ہے،

کی بالیاں ہیں، اُن کو اتار کر میرے پاس لے آؤ، اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھلا ہوا بچہ بنایا، جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی، تب وہ کہنے لگے، اے اسرائیلؑ یہی وہ تیرا دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا، یہ دیکھ کر ہارونؑ نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی، اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہوگی، اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انھوں نے ستر بانیاں چڑھائیں، اور سلامتی کی قربانیاں گزاریں پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔

(آیات ۶ تا ۹)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارونؑ نے ایک بچہ بنایا تھا، اور اس کے آگے ایک قربان گاہ بھی بنائی تھی اور اعلان کیا تھا کہ کل خدا کے لئے عید ہوگی پھر بچہ کی پوجا کی، اور بنی اسرائیل کو بھی اس کی عبادت کا حکم دیا، پھر لوگوں نے قربانی کی اور جانوروں کو ہنکایا، یہ بات یقینی ہے کہ حضرت ہارونؑ رسول ہیں پادری اسمتھ نے اپنی کتاب مسمیٰ تحقیق الدین الحق مطبوعہ ۱۸۴۲ء ص ۴۲ قسم اول میں لکھا ہے کہ:

”جس طرح پران کے درمیان یعنی بنی اسرائیل کے درمیان کوئی بادشاہ نہیں تھا، اسی طرح سولے موسیٰ اور ہارونؑ اور ان کے سرمد گاروں کے کوئی نبی بھی نہ تھا۔“

پھر کہتا ہے کہ:

”ان کا موسیٰ اور ہارونؑ اور دونوں کے سرمد گاروں کے سوا کوئی نبی نہ تھا۔“

معلوم ہوا کہ حضرت ہارونؑ عیسائیوں کے نزدیک بھی نبی ہیں، ناظرین کو یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہم نے یہ دونوں عبارتیں نسخہ مطبوعہ ۸۲۲ء سے نقل کی ہیں اور اس نسخہ کا رد بھی لکھا ہے جس کا نام
تقلیب المطاعن ہے، اسی طرح صاحب استفسار نے بھی اس نسخہ کا رد لکھا ہے
میں نے سنا ہے کہ رد لکھے جانے کے بعد اس پادری نے اپنی کتاب میں تحریف کر ڈالی اور بعض مقامات پر کمی بیشی اور بعض جگہ تبدیلی کی، جس طرح میزان الحق کے مصنف نے میزان کے نسخہ میں تحریف کی تھی، اب ہم کو علم نہیں کہ اس پادری نے ان دونوں عبارتوں کو بھی آخری محرف نسخہ میں باقی رکھا ہے یا نہیں؟
عہد عتیق کی عبارتیں بھی ہارونؑ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں، اور ہارونؑ کا موسیٰؑ کی شریعت کا تابع ہونا ان کی نبوت کے منافی نہیں ہے، جس طرح یوشعہؑ داؤدؑ اور اشعیاءؑ وارمیاہؑ اور حزقیالؑ وغیرہ نبیوں کی نبوت کے منافی نہیں، جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان میں ہوتے ہیں،
کتاب خروج باب آیت ۲۷ میں ہے:

”اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰؑ سے ملاقات کر،

وہ گیا، اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا۔

اور کتاب گنتی باب ۱۸ آیت ۱ میں ہے:

”اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ الخ“

اس پرے باب میں درحقیقت حضرت ہارونؑ ہی مخاطب ہیں، اور باب ۲،

۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ میں یہ عبارت موجود ہے کہ:

اور خداوند نے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا:

یہ عبارت چھ مقامات پر ہے، اور کتاب خروج باب آیت ۱۳ میں ہے:

”تب خداوند نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بنی اسرائیل اور مصر کے بادشاہ
فرعون کے حق میں اس مضمون کا حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے
نکال لے جائیں۔“

ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے ہارونؑ کے پاس تنہا بھی وحی بھیجی
اور موسیٰؑ کی شرکت میں بھی، اور انھیں فرعون دینی اسرائیل کی جانب اسی طرح
رسول بنا کر بھیجا، جس طرح موسیٰؑ علیہ السلام کو بھیجا تھا، نیز جو شخص بھی کتاب
الخروج کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات اچھی طرح روشن ہو جائے گی کہ فرعون
کے مقابلہ میں جس قدر بھی معجزات دکھائے گئے تھے، ان میں سے بیشتر ہارونؑ
کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے، اسی طرح ہارونؑ و موسیٰؑ کی بہن مریم بھی نبیہ تھیں
جس کی تصریح کتاب خروج باب ۱۵ آیت ۲۰ میں یوں کی گئی ہے کہ:

”تب ہارونؑ کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا۔“

اور زبور نمبر ۱۰۵ آیت ۲۶ میں ہے:

”اس نے اپنے بندہ موسیٰؑ کو اور اپنے برگزیدہ ہارونؑ کو بھیجا۔“

اور زبور نمبر ۱۰۶ آیت ۱۶ میں ہے:

لہٰذا اس کے علاوہ خروج میں یہ عبارت بھی موجود ہے: ہارونؑ نے سب باتیں جو خداوند نے
موسیٰؑ سے کہی تھیں ان کو بتائیں اور لوگوں کے سامنے معجزے کئے۔ (۳۰:۱۴) اس عبارت
میں معجزوں کی نسبت حضرت ہارونؑ کی طرف کی گئی ہے،

”انھوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰ کو اور خداوند کے مقدس مرد ہارون رکو غضبناک
کر دیا۔“

ایسی شکل میں مصنف میزان الحق کا اپنی کتاب مسمیٰ حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۴۷ء

میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنا بالکل ہی غلط ہے،
اسٹھارٹواں الزام | کتاب خروج باب آیت ۱۱ میں ہے:

”تو میں جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا، اور انکی مشقوں
پر اس کی نظر پڑی، اور اس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو
مار رہا ہے، پھر اس نے ادھر ادھر گاہ کی، اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا
آدمی نہیں ہے تو اس مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔“
(آیات ۱۱، ۱۲)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو
محض قومی عصبیت کی بناء پر مار ڈالا تھا،

انیسواں الزام | کتاب خروج باب ۴ آیت نمبر ۱ میں ہے:

”تب موسیٰ نے خداوند سے کہا اے خداوند! میں فصیح نہیں، نہ تو پہلے ہی تھا،
اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا، بلکہ ڈک ڈک کر بولتا ہوں

۱۔ موجودہ ترجموں میں یہاں (ہر) ہے،

۲۔ موجودہ تمام ترجموں میں قوسین کی جگہ یہ الفاظ ہیں ”پر حسد کیا۔“

۳۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کا بیان یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی
شخص کو قبلی کے ظلم سے چھڑانے کے لئے اسے ایک تمکا مارا تھا، جس سے وہ مر گیا، گویا جان سے
ماننے کا ارادہ نہ تھا، لیکن اتفاقاً وہ تمکا ہی اس کی موت کا باعث ہو گیا،

تب خداوند نے اس سے کہا کہ آدمی کا منہ کس نے بنایا ہے؟ اور کون گونگا
یا بہرایا بنایا اندھا کرتا ہے؟ کیا میں ہی جو خداوند ہوں یہ نہیں کرتا؟ سو اب
توجہ، اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں، اور تجھے سکھاتا رہوں گا، کہ تو کیا
کہے، تب اس نے کہا کہ خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے
جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج، تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا۔

(آیات ۱۰ تا ۱۴)

ذرا غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے ہیں، اور پورا
اطمینان دلاتے ہیں، مگر اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ خداوندی پر قطعی
اعتماد اور بھروسہ نہیں ہوتا، اور وہ برابر نبوت سے انکار کئے جا رہے ہیں، اور
منصب نبوت کے قبول کرنے سے عذر کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں خدا ان پر ناراض
اور غضبناک ہو جاتا ہے،

تختیاں توڑ دیں کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۱۹ میں ہے:
الزام نمبر ۲۰ ”اور شکر گاہ کے نزدیک آکر اس نے وہ بچھڑا اور

ان کا ناچنا دیکھا، تب موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے ان لوگوں کو
اپنے ہاتھوں میں سے پٹک دیا اور ان کو پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالا۔

یہ دونوں تختیاں خدا کی صنعت تھیں، اور خدا کی تحریر کی حامل تھیں،

جس کی تصریح اس باب میں موجود ہے، جن کو موسیٰ نے غلطی سے توڑ ڈالا، اور
پھر اس جیسی تختیاں نصیب نہیں ہو سکیں، کیونکہ وہ دو تختیاں جو بعد میں حاصل ہوئیں
وہ موسیٰ کی بنائی ہوئی اور ان کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں، جس کی تصریح سفر خروج

باب ۳۴ میں موجود ہے،

موسیٰ و ہارون کی نافرمانی
الزام نمبر ۲۱

کتاب گنتی باب ۲۰ آیت ۱۲ میں ہے:
”موسیٰ و ہارون سے خداوند نے کہا چونکہ تم نے

میرا یقین نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے سامنے میری تقدیس کرتے، اس لئے تم
اس جماعت کو اس ملک میں جو میں نے اُن کو دیا ہے نہیں پہچانے پاؤ گے۔

اور کتاب ہستنا باب ۳۲ آیت ۴۸ میں ہے:

”اور اُسی دن خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو اس کو ہ عباریم پر چڑھ کر جو
جبل مجازات ہے، بنو کی چوٹی کو جا جو یرجھ کے مقابل ملک موآب میں ہے،
اور کنعان کے ملک کو جسے میں میراث کے طور پر بنی اسرائیل کو دیتا ہوں دیکھ
اور اسی پہاڑ پر جہاں تو جائے وفات پا کر اپنے لوگوں میں شامل ہو، جیسے
تیرا بھائی ہارون ہو کر کے پہاڑ پر مرا اور اپنے لوگوں میں جا ملا، اس لئے
کہ تم دونوں نے بنی اسرائیل کے درمیان دشت سین کے قانس میں
مریہ کے چشمہ پر میرا گناہ کیا، کیونکہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میری
تقدیس نہ کی، سو تو اس ملک کو اپنے آگے دیکھ لے گا، لیکن تو وہاں اس
ملک میں جو میں بنی اسرائیل کو دیتا ہوں جانے نہ پائے گا۔“

(آیات ۴۸ تا ۵۲)

اب ان دونوں عبارتوں میں صاف اس امر کی تصریح پائی جاتی ہے کہ

۱۔ موجودہ ترجمہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

موسیٰ اور ہارون دونوں سے خطا صادر ہوئی، جس کے نتیجہ میں یہ دونوں ارض مقدس میں داخلہ سے محروم کر دیئے گئے، پھر خدا نے ان کو دھکی دیتے ہوئے کہا کہ نہ تم میری تصدیق کرتے ہو اور نہ میری پاکی بیان کرتے ہو، اور تم دونوں نے میری نافرمانی کی،

شمسون اور دلیہ کا قصہ | شمسوں نبی نے ایک زانیہ عورت کے ساتھ زنا کیا،
الزام نمبر ۲۲ جو غزوہ میں رہتی تھی، پھر ایک دوسری عورت سے

جس کا نام دلیہ تھا، اور جو دادی سورق کی رہنے والی تھی، عشق بازی کی، اور اس کے پاس جایا کرتا تھا، اس عورت سے فلسطین کے کافروں نے کہا کہ تو اس سے دریافت کر کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے فلسطین کے لوگ تجھ پر غالب آسکیں؟ اور تجھ کو باندھ سکیں؟ اور پھر تو اس بندش کو نہ توڑ سکے؟ اور اس عورت کو بہت بڑے انعام کا لالچ دیا،

چنانچہ اس زانیہ نے شمسوں سے پوچھا، اس نے تین بار اس عورت سے جھوٹ بولا، اور غلط باتیں بتلاتا رہا، اس پر دلیہ نے کہا کہ تو کیسے مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، جبکہ تیرا دل میرے ساتھ نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ تو نے تین بار مجھ سے جھوٹ بولا، اور بہت روز تک وہ عورت اپنی باتوں سے اس کو مجبور کرتی رہی، آخر کار اس نے مجبور ہو کر اس عورت کو ہر بات بتادی، اور کہا کہ اگر وہ لوگ میرے سر کے بال مونڈ دیں تو میری قوت و طاقت ختم ہو سکتی ہے، اور پھر میں ایک معمولی آدمی کے مانند ہو جاؤں گا، جب اس عورت کو یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے دل

۱۵۷۹ پھر شمسوں غزوہ کو گیا، وہاں اس نے ایک کسی دیگی اور اس کے پاس گیا: (قضاۃ: ۱۶: ۱)

کی سب بات بتادی ہے تو فلسطین کے رؤسا کو بلایا، اور اس کو اپنے گھٹنے پر
سلا دیا، اور نائی کو بلا کر اس کے سر کے بال مونڈ دیئے، جس سے اس کی قوت ختم ہو گئی
پھر لوگوں نے اس کو پکڑ کر دونوں آنکھیں نکال ڈالیں اور اس کو قید خانہ میں ڈال دیا
آخر اسی جگہ اس کی وفات ہوئی،

اس واقعہ کی تصریح کتاب قضاۃ کے باب ۱۱ میں موجود ہے، اور شمسون نبی
تھے جن کی نبوت پر کتاب مذکور کے باب ۱۱ کی آیت ۵ و ۲۵ اور باب ۱۱ کی آیت
۶ و ۱۹ اور باب ۵ کی آیات ۱۸ و ۱۹ اور عبرانیوں کے نام خط باب ۱۱ کی آیت
۳۲ دلالت کر رہی ہیں،

حضرت داؤد کا جھوٹ الزام نمبر ۲۳

کتاب سموئیل اول باب ۲۱ آیت میں اُس وقت
کا حال لکھا ہے جب حضرت داؤد علیہ السلام شاہ

اسرائیل ساؤل سے ڈر کر بھاگے، اور نوب میں اخی ملک کاہن کے پاس پہنچے؛
”اور داؤد، نوب میں اخیم ملک کاہن کے پاس آیا، اور اخیم ملک داؤد سے ملنے کو
کا پتا ہوا آیا، اور اس سے کہا تو کیوں اکیلا ہے؟ اور تیرے ساتھ کوئی آدمی
نہیں؟ داؤد نے اخیم ملک کاہن سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک کام کا حکم کر کے

۱۔ ”وہ لڑکا پیٹ ہی سے خدا کا نذیر ہوگا۔“ (۵:۱۳)

۲۔ ”تب خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی۔“ (۶:۱۳)

۳۔ ”تب خداوند نے اسے پھارا (۱۸:۱۵)

۴۔ ”اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمسون اور ارقاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کے
احوال بیان کروں“ (عبرانیوں ۱۱:۳۲)۔

کہا ہو کہ جس کام پر میں تھے بھیجتا ہوں، اور جو حکم میں نے تجھے دیا ہے وہ کسی شخص پر ظاہر نہ ہو، سو میں نے جو انوں کو فلانی فلانی جگہ بٹھا دیا ہے، پس اب تیرے ہاں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں روٹیوں کے پانچ گردے یا جو کچھ موجود ہوئے؟

پھر آیت ۶ میں ہے کہ:

”تب کاہن نے مقدس روٹی اس کو دی“

اور آیت ۸ میں ہے کہ:

”پھر داؤد نے انجملک سے پوچھا کیا یہاں تیرے پاس کوئی نیزہ یا تلوار نہیں؟ کیونکہ میں اپنی تلوار اور اپنے ہتھیار ساتھ نہیں لایا، کیونکہ بادشاہ کے کام کی جلدی تھی“

دیکھئے داؤد علیہ السلام نے پے درپے جھوٹ بولا، اور اس دروغ بیانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کے سفاک بادشاہ ساؤل نے شہر فوب کے تمام باشندوں کو قتل کر ڈالا، مردوں کو بھی، عورتوں کو بھی، بچوں کو بھی، یہاں تک کہ ان کے جانوروں، گائیوں، بکریوں اور گدھوں کو بھی، نیز اس حادثہ میں ۸۵۰ کاہن بھی مارے گئے، انجملک کا صرف ایک بیٹا جس کا نام ابیا تھا بمشکل جان بچا کر بھاگا، اور داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا، تب داؤد نے اقرار کیا، کہ میں تیرے سارے گھرانے کے قتل کا سبب ہوں، جس کی تصریح اسی کتاب کے باب ۲۲ میں موجود ہے۔

حضرت داؤد کا زنا سفر سموئیل ثانی باب میں ایک قصہ لکھا ہے جس کا خلاصہ الزام نمبر ۲۴ یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام ظہر کے بعد اپنے بستر سے اٹھے اور شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگے، اتفاقاً اُن کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جو غسل

کر رہی تھی، اور بڑی ہی خوب صورت تھی، داؤدؑ نے کسی آدمی کو بھیج کر اس عورت کی نسبت معلوم کرایا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ اوریا کی بیوی بت سب سے ہے، پھر داؤدؑ نے آدمیوں کو بھیج کر اس عورت کو پکڑ والیا، اور اس کے ساتھ صحبت کی، پھر وہ اپنے گھر واپس چلی گئی، اور حمل رہ گیا، عورت نے اس کو اس کی اطلاع دی اور کہا، کہ میں حاملہ ہوں، پھر داؤدؑ نے یوآب کو اوریا کی جانب یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اوریا کو میرے پاس بھیج دے، یوآب نے اوریا کو داؤدؑ کے پاس بھیجا، داؤدؑ نے اوریا سے یوآب اور قوم کی سلامتی اور لڑائی کے بارے میں سوالات کئے، پھر کہا تو اپنے گھر جا،

اور یا نکلا، اور شاہی محل کے دروازہ پر سو گیا، اور اپنے گھر نہ گیا، لوگوں نے داؤد کو اطلاع دی، کہ اوریا اپنے گھر نہیں گیا، حضرت داؤدؑ نے اوریا سے پوچھا کہ تو اپنے گھر کیوں نہیں گیا؟ اوریا نے جواب دیا کہ اللہ کا تابوت اور اسرائیل اور یہوداہ تو خیموں میں ہوں، اور میرا مالک یوآب اور اس کے خادم کھلے میدان میں پڑے ہوں، اور اس حالت میں میں اپنے گھر چلا جاؤں؟ اور کھاؤں پیوں؟ اور اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں؟ نہیں! ہرگز نہیں! قسم ہے آپ کی جان کی میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا، داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تو آج یہاں قیام کر، اور کل میں تجھ کو بھیج دوں گا،

اس دن اوریا یرושلم میں رہا، اگلے روز داؤد علیہ السلام نے اس کو بلایا

لے اوریا حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کا ایک جرنیل تھا، اور یوآب فوج کا سپہ سالار،

تاکہ اس کے سامنے کھائے پیئے۔ پھر اس کو شراب پلائی، یہاں تک کہ شام کا وقت گزر گیا، اور وہ اسی جگہ اپنے آقا کے غلاموں کے پاس سو گیا، اور اپنے گھر نہ گیا، پھر جب صبح ہو گئی تو داؤد نے ایک خط یوآب کو لکھا، اور اوریا کے ہاتھ اس کو بھیجا، اور کہا کہ اوریا کو میدان جنگ کی اول صف میں بھیجو، اور لڑائی جب خوب گھمسان کی ہونے لگے تو لوٹ آؤ، اور اس کو اکیلا چھوڑ دو، تاکہ مارا جائے۔

پھر جب یوآب نے شہر کا محاصرہ کیا تو اوریا کو اس جگہ رکھا، جہاں کی نسبت معلوم ہوا کہ بہادر لوگوں کا اجتماع ہے، چنانچہ بستی والے نکلے اور یوآب سے لڑائی شروع کر دی۔ قوم کے بہت سے لوگ داؤد کے غلام اور اوریا گر پڑے، اور اوریا مارا گیا، یوآب نے داؤد علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا، اور اطلاع دی کہ اوریا مارا گیا، اس کی بیوی نے جب سنا کہ اس کا انتقال ہو گیا، تو اس پر فوجہ کرنے لگی، پھر جب فوجہ کے دن ختم ہو گئے تو داؤد علیہ السلام نے اس کو بلو کر اپنے گھر رکھ لیا، اور وہ اس کی بیوی بن گئی، اس سے ایک لڑکا بھی جنا، اور یہ حرکت بہت ہی بُری ہوئی جو داؤد علیہ السلام نے خدا کے سامنے کی، کتاب سموئیل باب ۱۲ آیت ۹ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناتن پیغمبر کی معرفت حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ پیغام بھیجا کہ: ”تو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اس کے حضور بدی کی؟ تو نے حتیٰ اوریا کو تلوار سے مارا، اور اس کی بیوی لے لی، تاکہ وہ تیری بیوی بنے، اور اس کو بنی عموٰن کی تلوار سے قتل کروایا۔“

پھر آیت ۱۳ میں ہے:

”تو بھی چونکہ تو نے اس کام سے خدا کے دشمنوں کو کفر بے کا بڑا موقع دیا ہے؛

اس لئے وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہوگا مر جائے گا۔

غور فرمائیے! اس واقعہ میں دائرہ علیہ السلام سے مسلسل آٹھ جرائم کا ارتکاب ہوا:

اول تو یہ کہ انھوں نے ایک اجنبی اور نامحرم عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ: جو شخص شہوت کی نگاہ سے کسی عورت کو دیکھتا ہو تو گویا اس نے اپنے قلب سے زنا کا ارتکاب کر لیا۔ جس کی تصریح انجیل متی باب میں موجود ہے،

دوسرے یہ کہ انھوں نے صرف شہوت سے دیکھنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کو بلایا اور اس کے ساتھ زنا کیا، حالانکہ زنا کی حرمت قطعی ہے، اور احکام عشرہ میں سے ہے، چنانچہ خدا نے توریت میں فرمایا کہ: تو زنا مت کر۔
تیسرے یہ کہ زنا بھی پڑوسی کی بیوی سے کیا، جو زنا کی شدید اور سنگین قسم ہے اور خود ایک مستقل دوسرا گناہ ہے،

چوتھے یہ کہ حد زنا نہ اپنے اوپر جاری کی، اور نہ اس عورت پر، حالانکہ سفر احبار کے باب آیت ۱۰ میں یوں لکھا ہے کہ: اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہم سایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔ اور کتاب ہستثنا۔ باب آیت ۲۲ میں ہے: اگر کوئی مرد کسی شوہر دالی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں۔ یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی، اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔

پانچویں یہ کہ داؤد علیہ السلام نے ادریا کو لشکر سے بلایا اور اس کو گھر جانے کا حکم دیا، اور بڑی غرض داؤد کی یہ تھی کہ اس طرح اس کو بھیج کر اپنے عیب پر پردہ ڈالے، اور یہ حل ادریا کی جانب منسوب ہو جائے، اور جب وہ اپنی دینداری کی وجہ سے نہ گیا، اور قسم کھا بیٹھا کہ میں نہیں جاؤں گا، تو اس کو داؤد نے دوسرے روز بھی ٹھہرایا، اور اس کو بہت سی شراب پلا کر بدست کر دیا، تاکہ خمار کی حالت میں گھر چلا جائے، مگر وہ اس حالت میں بھی اپنی دینداری میں پختہ رہا، اور اپنی اس حسین بیوی کی جانب جو شرعاً و عقلاً اس کے لئے جائز اور حلال تھی، قطعی متوجہ نہ ہوا، اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے اہل کتاب کے یہاں عوام کی دینداری اور دیانتداری کا کہ ایک جائز کام کو محض دیانت کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں، اور دوسری جانب اسرائیلی پیغمبروں کی بدکاریوں اور سیہ کاریوں کا یہ حال ہے کہ نہایت بے باکی سے اس گندگی میں ملوث ہوتے رہتے ہیں،

چھٹے یہ کہ جب داؤد علیہ السلام کا مقصود ادریا کو شراب پلانے اور بدست کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا تو اس کے قتل کا ارادہ کیا، اور بنی عمون کی تلوار سے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا، حالانکہ کتاب خروج کے باب ۲۳ آیت ۷ میں یوں ہے کہ: بے گناہوں اور صادقوں کو قتل نہ کرنا،

ساتویں یہ کہ داؤد علیہ السلام پھر بھی اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوئے، اور اس وقت تک توبہ نہیں کی جب تک ناتن پیغمبر نے ان کو ملامت نہیں کی، آٹھویں یہ کہ خدا کا حکم داؤد کو پہنچ چکا تھا کہ یہ بڑا کامرے گا جو زنا سے پیدا ہوا ہے، اس کے باوجود انھوں نے اس کی سلامتی کے لئے نہ ضرر دیا، مانگی بلکہ روزہ بھی کھا اور مین پرست،

پیشوا الزام

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۳ میں یہ لکھا ہے کہ داؤد کے بڑے صاحبزادے امنون نے عمر سے زبردستی زنا کیا، پھر اس سے

کہا کہ نکل جا! اور جب اس نے نکلنے سے انکار کیا تو اپنے نوکر کو حکم دیا، اس نے اس کو نکال کر دروازہ بند کر لیا، وہ چپٹی چپلائی ہوئی نکلی، داؤد علیہ السلام نے یہ تمام باتیں سنیں، اور ان کو گراں معلوم ہوئیں۔ مگر پدری محبت کی وجہ سے انھوں نے بیٹے کو کچھ بھی نہ کہا، اور نہ عمر ہی کو کچھ کہا، حالانکہ یہ عمر ابی سلوم بن داؤد کی بہن تھی، اسی لئے ابی سلوم امنون کا دشمن ہو گیا، اور اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور جب اس کو موقع ملا اس نے اس کو قتل کر ڈالا،

ابی سلوم کا زنا کتاب سموئیل ثانی باب ۲۲ میں ہے:

الزام نمبر ۲۶ - سو انھوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کے لئے ایک

تنبو کھڑا کر دیا۔ اور ابی سلوم سب بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی حرموں کے پاس گیا۔

اس کے بعد باب ۱ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابی سلوم نے اس حرکت کے بعد اپنے والد حضرت داؤد کے ساتھ جنگ کی، اور اس جنگ میں بیس ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے،

لیجئے: داؤد کا یہ بیٹا یعقوب کے بڑے بیٹے روبن سے بھی تین وجوہات سے بازی لے گیا:

اول یہ کہ اس نے باپ کی تمام بیویوں سے زنا کیا، بخلاف روبن کے کہ اس نے باپ کی صرف ایک ہی بیوی سے زنا کیا تھا،

دوم یہ کہ اس نے بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں عسلانیہ زنا کیا، جبکہ روہن نے پوشیدہ طور پر کیا تھا۔

سوم یہ کہ اس نے اپنے باپ کا مقابلہ کیا، اور لڑائی کی یہاں تک کہ بیس ہزار اسرائیلی ماے گئے، حالانکہ داؤد علیہ السلام نے اس ناخلف اور بدکار لڑکے کی ان بدکاریوں کے باوجود امراء لشکر کو حکم دیا تھا، کہ اس کو جان سے نہ مارا جائے، مگر یوآب نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی، اور اس ناخلف لڑکے کو قتل کر ڈالا، پھر جب داؤد علیہ السلام نے سنا تو دھاڑیں مار کر اس کو خوب روئے اور بہت غمگین ہوئے،

ہم کو تو ان واقعات پر کچھ بھی تعجب نہیں ہے، اس لئے کہ اس قسم کے واقعات اگر انبیاء کی اولاد سے بلکہ خود انبیاء سے بھی صادر ہوں تو کتب مقدسہ کے فیصلہ کے بموجب اس میں کچھ بھی تعجب نہیں ہے، البتہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ بائبل کے بیان کے مطابق ابی سلوم کا اپنے باپ کی تمام بیویوں سے زنا کرنا خدائی عدل کے عین مطابق تھا، اور درحقیقت خدا ہی نے اس کے جذبات براہِ نیکی کر کے اُسے اس فعلِ بد پر آمادہ کیا تھا، اس لئے کہ کتاب سموئیل دوم ہی کے باب

۱۵ اور بادشاہ نے یوآب اور ابیٹے اور اتی کو فرمایا کہ میری خاطر اس جوان ابی سلوم کے تھے نرمی سے پیش آنا۔ (۲۔ سموئیل ۱۸: ۵)

۱۶ تب بادشاہ بہت بے چین ہو گیا، اور اس کو ٹھڑی کی طرٹ جو پھاٹک کے اوپر تھی روتا ہوا چلا اور چلتے چلتے یوں کہتا جاتا تھا، ہائے میرے بیٹے ابی سلوم! میرے بیٹے! میرے بیٹے! کاش! میں تیرے بدلے مرجاتا! اے ابی سلوم! میرے بیٹے! میرے بیٹے! (۲۔ سموئیل ۱۸: ۳۳)

میں یہ تصریح موجود ہے کہ جب داؤد علیہ السلام نے (معاذ اللہ) ادرا کی بیوی سے زنا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ناسن نبی کی معرفت ان سے اسی بات پر تنبیہ کی تھی،
ملاحظہ ہو:

”سو خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف
اٹھاؤں گا، اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے
ہمسایہ کو دوں گا، اور وہ دن دھاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا، کیونکہ
تو نے چھپ کر یہ کیا، پر میں اسرائیل کے رب و دن دھاڑے یہ کروں گا۔“

(آیات ۱۱ و ۱۲)

حضرت سلیمانؑ کی فحاشی اور کتاب سلاطین اول باب ۱۱ آیت ۱
بت پرستی، الزام نمبر ۲ میں ہے:

”اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے
یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی، اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا،
یہ اُن قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ
تم ان کے بیچ ... نہ جانا، اور نہ وہ تمھارے بیچ آئیں، کیونکہ وہ ضرور تمھارے
دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی، سلیمان اپنی کے عشق کا دم
بھرنے لگا، اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو
حریم تھیں، اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف
مائل کر لیا، اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا، جیسا
اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی

عتارات اور عتونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا، اور سلیمان نے خدا کے آگے بدی کی، اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی، جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی،

پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی ملکوس کے لئے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے، اور بنی عمون کے نفرتی مولک کے لئے بلند مقام بنادیا، اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور تربانی گذرانتی تھیں،

اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا، کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا، جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے، پر اس نے وہ بات نہ مانی، جس کا حکم خداوند نے دیا تھا، اس سبب خداوند نے سلیمان کو کہا، چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا، اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں تجھے حکم دیا نہیں مانا، اس لئے میں ضرور (ٹکڑے ٹکڑے کر کے) تیرے خادم کو دیدوں گا (آیات ۱۱)۔

ملاحظہ کیجئے: سلیمان علیہ السلام سے پانچ خطاؤں کا صدور ظاہر ہو رہا ہے، اوّل: جو سب بڑی خطا ہے وہ یہ کہ وہ اپنی آخری عمر میں جو عام طور پر

۱۔ عتارات، ملکوم، ملکوس اور مولک ان بتوں کے نام ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں مختلف اقوام نے بنا رکھے تھے،

۲۔ موجودہ ترجمہ میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں: ”تجھ سے چھین کر“

اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا زمانہ ہوتا ہے، مرتد ہو جاتے ہیں، اور موسوی شریعت میں مرتد کی سزا سنگساری ہے، چاہے اس کا ارتکاب کسی صاحب معجزات پیغمبر ہی سے کیوں نہ ہوا ہو جس کی تصریح کتاب استثناء کے باب نمبر ۱۳ و ۱۴ میں موجود ہے، تو ریت کے کسی مقام سے یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی، کہ مرتد کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اور اگر مرتد کی توبہ قبول ہونا ممکن ہو سکتا... تو پھر موسیٰ علیہ السلام گو سالہ پرستوں کے قتل کا حکم نہ دیتے جس میں تیس ہزار جانیں چلی گئی تھیں، دوسرے سلیمان علیہ السلام نے بتوں کے لئے بڑے بڑے بت خانے یرشلیم کے سامنے پہاڑ پر بنوائے جو دو سو سال تک باقی رہے، یہاں تک کہ یوسیاہ بن آمون شاہ یہود نے اپنے دور سلطنت میں سلیمان علیہ السلام کی وفات کے ۳۳۰ سال بعد ان بت خانوں کو گندہ کر کے بتوں کو توڑ ڈالا، جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی باب ۲۳ میں موجود ہے، تیسرے یہ کہ سلیمان نے ان قبیلوں کی لڑکیوں سے شادی کی جن کے ساتھ تعلق رکھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا، استثناء کے باب میں ہے کہ:

”وَأَنْ لَّا يَكُونَ لَكَ مِيثَاقٌ مَعَ كُفَّارٍ وَلَا مَعَ مَنَّانٍ“ اور نہ اُن پر رحم کرنا، تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا، نہ اُن کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا، اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان سے بیٹیاں لینا۔

چوتھے یہ کہ سلیمان نے ایک ہزار عورتوں سے نکاح کیا، حالانکہ بنی اسرائیل

لے یہ حکم عیسویں، جرجاسیوں، امیریوں، کنعانیوں، فرزیوں، جویوں، اور یہو سیوں کے بارے میں ہے، دیکھئے استثناء، ۱: ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳

کے بادشاہ کے لئے زیادہ شادیاں کرنا ممنوع تھا کتاب استثناء کے باب ۱۷ آیت ۱ میں ہے کہ:

”وہ بہت سی بیویاں بھی نہ رکھے تا نہ ہو کہ اس کا دل پھرجا“

پانچویں یہ کہ سلیمان کی بیویاں بتوں پر خوشبوئیں لگاتیں اور اُن کے لئے قربانی کیا کرتی تھیں، حالانکہ کتاب خروج باب ۲۲ میں تصریح ہے کہ: ”جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھاوے، وہ بالکل نابود کر دیا جائے“ لہذا ان عورتوں کا قتل واجب تھا، نیز انھوں نے سلیمان کے دل کو گمراہ کیا، اس لئے ان کو سنگسار کرنا ضروری تھا، جس کی تصریح کتاب استثناء باب ۱۳ میں موجود ہے۔ حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے اُن عورتوں پر تاحیات کوئی سزا جاری نہیں کی، پھر تعجب ہو کہ داؤد و سلیمان نے توریت کی مقرر کردہ سزائیں نہ اپنے اوپر جاری کیں، نہ اپنے گھروالوں پر اس سے زیادہ بڑھ کر اور کیا براہنست ہو سکتی ہے؟ کیا یہ تمام سزائیں خدا کے تعالیٰ نے صرف غریب مفلس لوگوں پر جاری کرنے کے لئے مقرر کی تھیں؟ نیز عہد عتیق کے کسی مقام سے سلیمان کا توبہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ بظاہر توبہ نہ کرنا مفہوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ توبہ کرتے تو سب سے پہلے اپنے بنائے ہوئے بت خلع کرتے، اور اُن بتوں کو توڑتے جن کو بت خانوں کی زینت بنا رکھا تھا، اور اُن عورتوں کو سنگسار کرتے جنھوں نے گمراہ کیا تھا، گو پھر بھی توبہ قبول ہونے کے لائق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ توریت میں مرتد کی

سزاگساری کے سوا کچھ نہیں ہے، مصنف میزان الحق، کتاب طریق الحیوة

۱۷ میں نے ایک عیسائی عالم سے ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بائبل کے ان الزامات کا ذکر کیا، اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے کبیرہ گناہوں کا صدور تو آپ کے نزدیک ممکن ہے لیکن کیا نبی کے مرتد ہو جانے کو بھی آپ تسلیم کرتے ہیں؟

اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ نہیں! ہم نبی سے شرک کا صدور ممکن نہیں سمجھتے، میں نے اس پر حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ درحقیقت سلیمان ہمارے نزدیک پیغمبر ہی نہ تھے، وہ تو ایک بادشاہ تھے، اور بہت سے بادشاہ مرتد ہو جاتے ہیں لیکن ان کا یہ جواب بائبل سے ناواقفیت کی دلیل تھی، اس لئے کہ بائبل سے حضرت سلیمانؑ کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے، اول تو اس لئے کہ بائبل کے مجموعہ کتب میں سے کم از کم کتاب امثال باتفاق نصاریٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے، اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بائبل کی تمام کتابیں صاحب الہام اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں، دوسرے بائبل کے متعدد مقامات پر یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر وحی نازل ہوتی تھی، مثلاً کتاب سلاطین اول میں ہے:

”اور حندہ اوندہ کا کلام سلیمانؑ پر نازل ہوا کہ یہ گھر جو تو بناتا ہے، سو اگر تو میرے آئین

پر چلے گا (۱۔ سلاطین ۱۱: ۶)

اس کے علاوہ جب جبعون کے مقام پر حضرت سلیمانؑ کو خواب میں خدا نظر آیا تھا تو اس نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ،

”میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا، ایسا کہ تیری مانند نہ تو کوئی تجھ

سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا (۱۔ سلاطین ۳: ۱۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ آخر تک نیک رہیں گے اور کوئی ان کی طرح صاحب عقل و خرد اور صاحب دل نہ ہوگا،

بات دراصل یہ ہے کہ عیسائی حضرات کو یہ بھی منظور ہے کہ وہ اعیانہ علیہم السلام کو صرف

مطبوعہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۵۵ میں دعویٰ کرنا کہ سلیمانؑ اور آدمؑ نے توبہ کی تھی محض جھوٹا دعویٰ ہے
انتیسواں الزام کتاب کے مقدمہ کے نمبر میں یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے
 کہ وہ نبی جو بیت ایل میں تھا، اس نے وحی کے پہنچانے میں کذب بیانی کی، اور اللہ
 کے مسکین بندے کو دھوکہ دیا، اور اس کو غضب خداوندی میں ڈال دیا، اور ہلاک
 کر ڈالا۔

انتیسواں الزام کتاب سمویل اول باب ۱۰ میں اسرائیل کے خون ریز ظالم
 بادشاہ سادول کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”اور جب وہ ادھر اس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اس کو ملی
 اور خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی، اور وہ بھی ان کے درمیان نبوت
 کرنے لگا، اور خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی، اور ایسا ہوا کہ جب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فاسق نہیں بلکہ کافر اور مرتد تک قرار دیدیں، اور یہ بھی منظور ہے کہ کسی
 نبی کی نبوت سے بلا دلیل انکار کر دیں، لیکن یہ منظور نہیں کہ وہ ایک مرتبہ جرات کے ساتھ
 یہ کہہ دیں کہ بائبل ناقابل اعتماد ہے، اور اس میں بیان کیا ہوا یہ قصہ سراسر من گھڑت ہے، حق کو
 داشگان کرنے کا یہ منصب تو درحقیقت قرآن کریم کا ہے، جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے
 ڈھکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ پورا قصہ حضرت سلیمانؑ پر ایک شرمناک ہمت ہے، اور

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنٌ وَلٰحِیْكَ
 الشَّیَاطِیْنَ كَفَرًا (بقوہ ۱۰۲) | ”سلیمان کافر نہیں ہوا تھا بلکہ شیاطین
 نے کفر کیا تھا“

۱۵ مطلب یہ ہے کہ بائبل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،

۱۶ دیکھئے صفحہ ۲۵۳ جلد اول،

اُس کے اگلے جان پہچانوں..... نے یہ دیکھا کہ وہ نبیوں کے درمیان نبوت کر رہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے قیس کے بیٹے کو کیا ہو گیا؟ کیا ساؤل بھی نبیوں میں شامل ہے؟ اور وہاں کے ایک آدمی نے جواب دیا کہ بھلا ان کا باپ کون ہے؟ تب ہی سے یہ مثل چلی، کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟ اور جب وہ نبوت کر چکا تو اونچے مقام میں آیا (آیات ۱۰ تا ۱۲) اور سموئیل اول باب آیت ۶ میں ہے:

جب ساؤل نے یہ باتیں سُنیں تو خدا کی رُوح اس پر زور سے نازل ہوئی اور اس کا غصّہ نہایت بھڑکا:

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل رُوح القدس سے مستفیض تھا، اور زمانہ آئندہ کی خبریں دیا کرتا تھا، لیکن پھر سفر مذکور باب ۱۱ میں لکھا ہے کہ: "اور خداوند کی رُوح ساؤل سے جدا ہو گئی، اور خداوند کی طرف سے ایک بُری رُوح اُسے ستانے لگی۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؤل کو مقام نبوت سے معزول کر دیا گیا اور شیطانی رُوح اس پر مسلط ہو گئی، لیکن پھر کتاب مذکور باب ۱۹ آیت ۲۳ میں ہے: "تب وہ ادھر راحہ کے نبوت کی طرف چلا اور خدا کی رُوح اس پر بھی نازل ہوئی، اور وہ چلتے چلتے نبوت کرتا ہوا راحہ کے نبوت میں پہنچا، اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتارے، اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا، اور وہ سارے دن اور ساری رات ٹنگا پڑا، اس لئے یہ کہاوت چلی کیا ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟"

دیکھئے! یہ نبی جسے نبوت کے مقام سے معزول کر دیا گیا تھا اس کو یہ جلیل القدر منصب دوبارہ حاصل ہو گیا، اور روح القدس اس پر اس قدر قوت کے ساتھ نازل ہوئی کہ کپڑے اتار کر بالکل ہی ننگا ہو گیا، اور ایک رات دن اسی حالت میں تنگ دھڑنگ پڑا رہا، یہ پیغمبر صاحب بھی جن میں روح شیطانی اور روح رحمانی دونوں کا حسین امتزاج تھا، پورے عجائب خانہ تھے، جو صاحب چاہیں ان کے ظلم و سفاکی کے حالات اسی کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں،

یہوداہ کی چوری | یہوداہ اسکر یوتی بھی ایک حواری تھا، اور روح القدس الزام منسب سے مستفیض ہونے والا اور صاحب کرامات شخص تھا،

جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۹ میں ہے، اس نبی نے اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر ڈالا، اور صرف تیس درہم کے لالچ میں عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے حوالے کر دیا، پھر ان کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا، جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۲۷ میں موجود ہے، اور اس کے حق میں یوحنا نے اپنی انجیل کے باب ۱۲ میں شہادت دی ہے کہ یہ شخص چور تھا، اور ایک تھیلا ساتھ رکھتا تھا، اور جمع شدہ مال لادے پھرتا تھا، کیا ایسا جرائم پیشہ چور جس نے دین جیسی دولت کو دنیا کے عوض فروخت کر ڈالا ہو وہ بھی کہیں نبی ہو سکتا ہے،

۱۵ پھر اس نے اپنے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر ان کو ناپاک رعوں پر اختیار بخشا، کہ ان کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور ہر طرح کی کمزوری دور کریں۔ (متی ۱۰: ۱) آگے ان بارہ حواریوں میں یہوداہ اسکر یوتی کا نام بھی ہے،

۱۶ اُس نے کہ چور تھا اور جو کہ اس کے پاس انکی تھیلا رہتی تھی اس میں جو کچھ پڑا وہ نکال لیتا تھا۔ (متی ۱۰: ۱۰)

حواریوں کی بیوفانی
الزام نمبر ۳۱

وہ حواری حضرات جن کا درجہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت
موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول اور تمام

اسرائیلی پیغمبروں سے بھی برتر ہے، اس رات کو جس میں یہودیوں نے عیسیٰ
علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا، ان کو تہنات شمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے،
غور کیجئے! کس قدر عظیم الشان جرم ہے؟ اور اگر عذر گناہ کے طور پر عیسائی یہ کہیں
کہ اس حرکت کا صدور ان سے بزدلی کی بنا پر ہوا، جو ایک طبعی چیز اور غیر اختیاری
امر ہے، تو جواباً ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ایک دوسری چیز
ایسی موجود ہے جس میں ان کا یہ عذر کسی طور پر بھی نہیں چل سکتا، حالانکہ وہ کام بہت
ہی سہل اور آسان تھا، وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس روز تمام رات بے چین رہے
اور حواریوں سے فرمایا کہ میرا دل بہت غمگین ہے، اس لئے تم لوگ آج یہاں
میرے پاس ٹھیرو، اور میرے ساتھ جاگو، پھر نماز کے لئے آگے بڑھے، پھر
اُن کے پاس آئے تو ان کو سوتا ہوا پایا، اور پطرس سے فرمایا کہ کیا تم اتنا بھی
نہ کر سکتے تھے کہ میرے ساتھ ایک گھڑی بھر جاگو؟ اس لئے تم لوگ جاگو اور
نماز پڑھو، پھر دوبارہ نماز کے لئے تشریف لے گئے، پھر آئے تو ان کو بدستور
سوتا ہوا پایا، پھر ان کو چھوڑ کر چل دیئے، اور اپنے شاگردوں کے پاس پہنچے،
اور ان سے کہا کہ تم لوگ سو جاؤ اور آرام کرو، جس کی تصریح انجیل متی کے
باب ۲۶ میں موجود ہے،

دیکھئے! اگر ان لوگوں کو ذرا بھی اپنے پیغمبر سے محبت ہوتی، تو ایسی حرکت

لے آیات ۳۶ تا ۴۶،

نہیں کر سکتے تھے، کون نہیں جانتا کہ اگر دنیا داروں اور گنہگاروں کا کوئی مقتدا یا کوئی رشتہ دار بھی رات کو کسی بے چینی یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو خواہ وہ کتنا ہی فاسق و فاجر شخص کیوں نہ ہو اس رات سو نہیں سکتا،

پطرس کا جھوٹ | پطرس حواری جو رئیس الحواریین شمار کئے جاتے ہیں، اور الزام نمبر ۳۲، فرقہ کیتھولک کے عقیدہ کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے

خلیفہ ہیں، اگرچہ وہ بھی دوسرے حواریوں کے ساتھ گزشتہ بیان کردہ وصف میں برابر کے شریک ہیں، مگر ان کو دوسرے حواریوں پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے، کہ یہودیوں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا، تو یہ دُور سے ان کے پیچھے کا ٹھامہ دار کاہن کے مکان تک گئے، اور مکان کے باہر بیٹھ گئے، ایک باندی یہ کہتی ہوئی آئی کہ تو بھی یسوع کا ساتھی معلوم ہوتا ہے، تو انھوں نے تمام مجمع کے سامنے انکار کیا، پھر اس باندی نے ان کو دوبارہ دیکھا، تو پھر ان لوگوں سے جو وہاں موجود تھے کہنے لگی کہ یہ شخص بھی مسیح نامی کا ساتھی ہے، پطرس نے حلف سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو اس شخص کو جانتا بھی نہیں ہوں،

کچھ دیر کے بعد نگراں لوگ آئے انھوں نے بھی پطرس سے کہا کہ یقیناً تو بھی اپنی لوگوں میں سے ہے، تب پطرس نے عیسیٰ علیہ السلام پر لعنت برسانی شروع کی، اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو قطعی نہیں جانتا، اسی وقت ایک مرغابولا تو پطرس کو عیسیٰ علیہ السلام کا قول یاد آیا، کہ تو مرغ کی آواز سے قبل تین بار مجھ کو جاننے

لے اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا (متی ۲۶: ۷۴)۔

سے انکار کرے گا، جس کی تصریح انجیل متی کے باب ۲ میں موجود ہے، نیز علیہ السلام نے انہی کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ:

”اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو، تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔
کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔“

اس کی تصریح بھی انجیل متی کے باب ۱۶ میں موجود ہے، اور نصاریٰ کے مقدس پوس صاحب نے گلیٹیوں کے نام اپنے خط باب آیت ۱۱ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

”لیکن جب (پطرس)، انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو ہو کر اس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا، اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو محنتوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا، جب میں نے دیکھا کہ وہ خوش خبری کی سچائی کے

۱۵ آیت ۲۳، مذکورہ اقتباس بعینہ بائبل کے الفاظ میں ہے،

۱۶ اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، قدیم انگریزی ترجمہ اور جدید عربی ترجمہ میں بھی یہاں بعینہ یہی لفظ ہے، لیکن جدید اردو اور جدید انگریزی ترجمے، نیز کیتھولک بائبل میں یہاں پطرس کی بجائے کیفا کا لفظ لکھ دیا گیا ہے، اس آیت کے جدید شارحین بھی یہاں پطرس ہی کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور نسخوں کے کسی اختلاف کو ذکر نہیں کرتے، (دیکھئے آر، اے ناکس کی تفسیر عہد نامہ جدید، ص ۲۱۸ ج ۲) لیکن چونکہ کیفا بھی پطرس ہی کا دوسرا نام ہے (دیکھئے گلیٹیوں ۲: ۱۱ تا ۱۳) اس لئے مقصد ایک ہی ہے،

موافق سیدھی چال نہیں چلتے تو میں نے سب کے سامنے (پطرس) سے کہا کہ
جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے، نہ کہ
یہودیوں کی طرح، تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے؟
(آیات ۱۱ تا ۱۴)

اور پطرس عام طور سے گفتگو میں تمام حواریوں سے آگے رہتے تھے، مگر بعض
اوقات ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا بات کریں؟ جس کی تصریح انجیل لوقا کے
باب ۳۳ آیت ۳۳ میں موجود ہے، اور کتاب التلاث عشرہ رسالہ مطبوعہ ۱۸۴۹ء
بیروت کے دوسرے رسالہ ص ۱۱ میں ہے کہ:

”ایک پوپ کہتا ہے کہ وہ بہت سخت ظالم اور مخالفت میں شدید تھا“
.....

نیز صفحہ ۶۱ پر ہے کہ:

”تم الذہب کہتا ہے کہ وہ بہت کمزور اور ناقص لعقل تھا، اور سینٹ
آگسٹائن پطرس کی نسبت بیان کرتا ہے کہ وہ کسی بات پر ثابت قدم

۱۵ لیکن وہ جانتا تھا کہ کیا کہنا ہے“ (لوقا ۹: ۳۳)

۱۶ اظہارالحق کے عربی نسخہ میں اس جگہ ایک عبارت ہے: ”یوحنا فم الذہب مقالہ
۸۲ و ۸۳ فی متی“ (ص ۱۹۵ ج ۲) لیکن بظاہر اس عبارت میں طباعت کی کوئی غلطی ہوئی ہے،
اظہارالحق کے انگریزی ترجمہ میں بھی اس جملہ کا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا، کافی غور و خوض کے
باوجود اس عبارت کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا، اس لئے یہاں سے اس جملہ کے ترجمہ کو حذف
کر کے نقطہ ڈال دیئے گئے ہیں، تنق

نہ رہتا تھا، کیونکہ کبھی ایک بات پر یقین لاتا اور کبھی اس میں شک کرنے لگتا، کبھی اس کو یہ یقین ہو جاتا کہ مسیح مر چکے ہیں، اور کبھی ان کے مرنے کے تصور سے ڈرتا اور خوف کھاتا، مسیح بھی کبھی اس کی نسبت یوں فرماتے کہ تیرے لئے بشارت اور خوشخبری ہے، اور کبھی اس کو کہتے کہ اے شیطان ۵

ملاحظہ کیا آپ نے کہ یہ حواری جو عیسائیوں کے نزدیک موسیٰ اور دوسرے تمام اسرائیلی پیغمبروں سے بھی افضل ہے، اس کا یہ کچا چٹھا ہے تو قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ بیچارے مفضلین کا کیا حال ہوگا؟

کالتفا کی غدارمی | سردار کاہن کا تفا بھی یوحنا کی شہادت کے مطابق الزام نمبر ۳۳

بنی اور پیغمبر تھا، جیسا کہ انجیل یوحنا باب آیت ۵۱ (ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء) میں اس کے متعلق یوحنا کا یہ قول مذکور ہے: ”مگر اس نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا، بلکہ اس سال سردار کاہن ہو کر نبوت کی، کہ یسوع اس قوم کے واسطے مرے گا۔“

اس عبارت میں ”نبوت کی“ کے الفاظ کا تفا کے نبی ہونے پر دلالت کر رہے ہیں، لیکن اس نبی نے عیسیٰ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا، اور ان کے ساتھ کفر کیا، اور ان کی توہین کی تھی، اب اگر یہ افعال اور حرکتیں نبوت اور الہام الہی کے مطابق تھیں تو لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار و کفر واجب تھا، اور اگر یہ باتیں شیطانی وساوس کا نتیجہ تھیں تو اس سے بڑھ کر اور کسنا جرم ہو سکتا ہے؟

اب ہم صرف اتنی ہی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان جرائم

اور گناہوں کی تصریح دونوں عہد کی کتابوں میں موجود اور صاف مذکور ہیں، جب ایسے شدید معاصی اور گناہ بھی ان پیغمبروں کی پیغمبری اور نبوت کو کچھ نقصان نہ پہنچا، تو پھر اُن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر معمولی معمولی باتوں پر اعتراض کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

ان باتوں کو قارئین کے ذہن نشین کرنے کے بعد اب ہم عیسائیوں کے مطعن اور اعتراضات کو لے کر ان کا جواب ذکر کرتے ہیں:

عیسائیوں کا اسلام پر پہلا اعتراض جہاد کے حکم پر یہ اعتراض اسلامی مسئلہ جہاد سے متعلق ہے جو عیسائیوں کے خیال کے مطابق سب سے

بڑا اعتراض ہے، جس کو یہ لوگ اپنے رسائل اور کتابوں میں عجیب و غریب عنوان اور اسلوب کے بیان کرتے رہتے ہیں، جس کا منشاء خالص عناد اور بغض ہے، جو اُن کو اسلام اور تعلیمات اسلامی کے ساتھ چلا آتا ہے، اس اعتراض کے جواب سے قبل بطور تمہید ہم پانچ ضروری امور کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں،

پانچ بنیادی باتیں

پہلی بات؛

خدا تعالیٰ کو کفر قطعی ناپسند ہے، جس کی سزا آخرت میں یقینی اور قطعی ہے، بالکل اسی طرح وہ نافرمانی اور گناہ کو بھی مبغوض رکھتا ہے، کبھی کبھی کافروں اور نافرمانوں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے، چنانچہ کبھی تو اس نے عمومی طوفان کے ذریعہ کافروں کو سزا دی، جس کی مثال عہدِ نوح کا مشہور طوفان ہے،

جس کے نتیجہ میں کشتی نوح میں سوار ہونے والوں کے سوا ہر جاندار کو ہلاک کر ڈالا، اور کبھی خصوصی طور پر کسی جماعت کو ڈبو کر مٹا دیتا ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا گیا، اور کبھی اچانک اور ایک دم بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے، مثلاً مصر کے تمام انسانوں اور جانوروں کی بڑی اولاد کو اس ایک رات میں ہلاک کر دیا جس میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے، یہ واقعہ سفر خروج باب ۱۲ میں موجود ہے،

اور کبھی آسمان سے گندھک اور آگ برسا کر اور بستیوں کو الٹ کر ہلاک کیا گیا، جس کی مثال عہد لوط کا واقعہ ہے، جس میں سدوم اور عمورہ کی بستیوں اور ان کے قریبی علاقوں پر گندھک اور آگ برسا کر بستیوں کو الٹ دیا گیا، اور کبھی امراض اور بیماریوں کے ذریعہ ہلاک کیا گیا، جس کی مثال قوم اشدودین ہے، جن کو بوا سیر کے مرض میں مبتلا کر کے ختم کر ڈالا، جس کا قصہ کتاب سموئیل اول باب ۱۶ میں موجود ہے، کبھی کسی فرشتے کو بھیج کر ان کو ہلاک کر دیا، جیسا کہ اسور میں شکر پر ایک فرشتہ بھیج دیا، جس نے ایک رات میں ایک لاکھ پچاسی ہزار انسانوں کو ہلاک کر ڈالا، جس کی تصریح کتاب سلاطین ثانی باب ۱۹ میں موجود ہے، اور کبھی پیغمبروں اور ان کو ماننے والی جماعت کے جہاد کی شکل میں ان کو ہلاک کر دیا، جس کی تفصیل نمبر ۲ میں آپ کو معلوم ہو جائے گی،

۱۹ دیکھئے کتاب ہذا ص ۱۲۰۴ جلد ہذا اور اس کا حاشیہ،

۲۰ سو اسی رات کو خداوند کے فرشتے نے نکل کر اسور کی شکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی مار ڈالے، اور صبح کو جب لوگ سویرے اٹھے تو دیکھا کہ وہ سب مڑپڑی ہیں (۲ سلاطین ۱۹)۔

اسی طرح گنہگاروں اور نافرمانوں کو کبھی کبھی زمین میں دھنسا کر یا آگ میں جلا کر فنا کر دیا گیا، مثلاً جب قوچ، داتن اور ابیرام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی تو زمین شق ہوئی، اور ان تینوں کو، ان کی عورتوں، بچوں اور مال اسباب سمیت نکل گئی، پھر ایک آگ آئی جو ڈھائی سو انسانوں کو بھسم کر گئی، اس کا پورا واقعہ کتاب گنتی باب میں موجود ہے،

اسی طرح کبھی اچانک اور بخبری میں ہلاک کر دیا جاتا ہے، مثلاً چودہ ہزار سات سو آدمیوں کو اس وقت ہلاک کر دیا جبکہ انھوں نے قوچ وغیرہ کی ہلاکت کے اگلے روز مخالفت پر کمر باندھ ہی تھی، اور اگر اتفاق سے ہارون علیہ السلام مُردوں اور زندوں کے درمیان کھڑے ہو کر زندوں کی معافی اور مغفرت کی درخواست نہ کرتے تو اس روز غضب خداوندی کے نتیجہ میں پوری قوم ہلاک ہو جاتی، جس کی تصریح اسی باب میں موجود ہے، یا جس طرح بیت لشمس کے باشندوں میں پچاس ہزار ستر افراد کو اس بنا پر ہلاک کر ڈالا، کہ انھوں نے صندوق شہادت کو جھانک کر دیکھ لیا تھا، جس کی تصریح کتاب سموئیل اول باب میں موجود ہے،

اور کبھی موزی سانپوں اور اژدہوں کے ذریعہ ہلاک کر دیا، جیسا کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ مخالفت کی تھی، تو خدا نے اُن پر

لے اور اس نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا، اس لئے کہ انھوں نے خداوند کے صندوق کے اندر جھانکا تھا، سو اس نے ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے (۱ سمو ۶: ۱۹)

مزید دیکھئے کتاب ہذا، ص ۶۶۸ ج دوم،

موذی اژدہے بھیج دیئے، جنہوں نے ان کو ڈسنا اور کاٹنا شروع کر دیا، جس سے بے شمار آدمی مارے گئے، جس کی تصریح کتاب گنتی باب ۲۴ میں ہے، اور کبھی فرشتہ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، جیسا کہ ایک ہی روز میں ستر ہزار آدمی مار ڈالے، حالانکہ جرم صرف یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ نے مردم شماری کی تھی، جس کی تصریح سفر سموئیل ثانی باب ۲۴ میں کی گئی،

اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کافروں یا عاصیوں کو دنیا میں سزا نہیں دی جاتی، کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ حواری حضرات عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق موسیٰؑ اور تمام اسرائیلی پیغمبروں سے بلکہ صندوقِ شہادت سے بھی زیادہ افضل تھے، اور مسیحی حضرات کے نزدیک اُن کا قاتل عہدِ نوح و لوط و موسیٰ علیہم السلام کے کافروں سے زیادہ بدتر ہے، ادھر شہنشاہِ روم نیرود نے جو ظالم اور مشرک تھا، پطرس اور اس کی بیوی کو، نیز پطرس اور بہت سے عیسائیوں کو شدید طور پر قتل کیا، اور یہی حرکت حواریوں کے منکروں نے کی، مگر خدا نے نہ تو ان کو ڈبویا، اور نہ گندھک اور آگ برسانی، نہ بستیوں کو اُلٹا، نہ اُن کی بڑی اولاد کو قتل کیا، اور نہ ہی بیماریوں میں مبتلا کیا، نہ فرشتہ یا موذی جانوروں کے ذریعہ ان کو ہلاک کیا،

دوسری بات؛

گذشتہ پیغمبروں نے بھی کافروں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور ان کے اموال کو لوٹا ہے، اور یہ چیزیں شریعتِ محمدیؐ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں، یہ بات اُس شخص پر مخفی نہیں ہو سکتی جس نے دونوں عہد کی

کتابوں کا مطالعہ کیا، ہوگا، گو اس کی مثالیں اور شواہد بکثرت ہیں، مگر ہم نمونہ کے طور پر چند کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں؛

دوسری شریعتوں میں کتابِ ہستناہ بابِ آیت ۱۰ میں ہے:

جہاد کی پہلی مثال؛ جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک

پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا، اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھانک تیرے لئے کھول دے، تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں، اور بال بچوں اور چوپائوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو، کھانا، ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دُور ہیں، اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں، پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند .. تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے، کسی ذمی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا، بلکہ تو ان کو یعنی حق اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یہوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ (آیات ۱۰ تا ۱۷)

۱۰۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ قبائل یعنی حق، اموری،

کنعانی، فرزی، حوی اور یہوسی لوگوں کے حق میں یہ حکم دیا تھا کہ ان میں سے

ہر جاندار کو تلوار کی دھار سے قتل کیا جائے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے،
 ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ پہلے ان کو صلح کی دعوت
 دی جائے، پھر اگر وہ قبول کر لیں اور اطاعت قبول کریں اور جزیہ ادا کرنا منظور کریں
 تو بہتر ہے، اور اگر وہ تیار نہ ہوں اور لڑائی کریں تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد
 اُن کے مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے
 اور ان کے جانوروں اور اموال کو لوٹ لیا جائے، اور مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے
 اور یہی معاملہ ان بستیوں کے ساتھ کیا جائے جو ان مذکورہ چھ قبائل سے دور واقع ہوں
 صرف اکیلی یہ ایک ہی عبارت عیسائیوں کے تمام داہیات اعتراضات
 کے جواب میں کافی و شافی ہے، علماء اسلام نے، متقدمین نے بھی اور پھلوں نے
 بھی اس عبارت کو عیسائیوں کے مقابلہ میں نقل کیا ہے، مگر عیسائی ہمیشہ اس کے
 جواب سے لیے خاموش رہتے ہیں گویا انھوں نے مخالف کے کلام میں اس
 عبارت کو دیکھا ہی نہیں، اور اس کا جواب ہی نہیں دیتے، نہ اقرار کے ساتھ نہ تاویل
 کی صورت میں،

دوسری مثال؛

کتاب خروج باب ۲۳ آیت ۳ میں ہے:

”اُس لئے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا، اور تجھے امور یوں اور
 حسیوں اور فرزیوں اور کنعانوں اور حویوں اور ہوسیوں میں پہنچا دے گا،
 اور میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا، تو ان کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا، نہ ان کی عبادت
 کرنا، نہ اُن کے سے کام کرنا، بلکہ تو ان کو بالکل الٹ دینا، اور ان کے ستونوں

کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا (آیات ۲۳ و ۲۴)

تیسری مثال؛

کتاب خروج باب ۳۴ آیت ۱۲ میں اپنی چھ قوموں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

”سو خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے اس کے باشندوں سے کوئی عہد

نہ باندھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے لئے پھندا بٹھائے، بلکہ تو اُن کی قربانگاہوں

کو ڈھا دینا، اور اُن کے (ستونوں) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور انکی سیرتوں

کو کاٹ ڈالنا“

چوتھی مثال؛

کتاب گنتی باب ۳۲ آیت ۵۱ میں ہے:

”بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ جب تم یہ دن کو عبور کر کے ملک کنعان میں

داخل ہو تو تم اس ملک کے سب باشندوں کو (وہاں سے مکال دینا) اور

ان کے شبیہ دار پتھروں کو اور اُن کے ڈھلے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور

ان کے (سب اونچے مقاموں) کو مسمار کر دینا“

آگے آیت ۵۵ میں ہے:

۱۔ یہ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ہے، اظہار الحق میں یہاں ”اصنام“ کا لفظ ہے، مثال نمبر ۵

میں ۲۔ ستھار کی جو عبارت آرہی ہے اس میں بھی یہی صورت ہے،

۳۔ اظہار الحق میں اس کی جگہ ”ہلاک کر دینا“ لکھا ہے، کیونکہ بائبل بھی اس کے مطابق ہے،

آیت ۵۵ میں بھی ایسا ہی ہے،

۴۔ اظہار الحق میں مذکور (قربان گاہوں) کا لفظ ہے،

” لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو اپنے آگے سے دور نہ کرو (تو جن کو تم باقی رہنے دو گے وہ تمہاری آنکھوں میں غار اور تمہارے پہلو میں (کانٹے) ہونگے اور اُس ملک میں جہاں تم بسو گے تم کو دق کریں گے، اور آخر کو یوں ہو گا کہ جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے ارادہ کیا دیا ہی تم کروں گا “
(آیات ۵۵ و ۵۶)

پانچویں مثال؛

کتاب ہستناء باب آیت میں ہے؛

” جب خداوند تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لئے تو جا رہا ہو پہنچائے، اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی حیتیوں اور جرسوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں (نکال گئے) اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا، اور نہ ان پر رحم کرنا بلکہ تم ان سے یہ سلوک کرنا کہ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا، ان کے (ستونوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا، اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا “
(آیات ۱ تا ۵)

۱۵ اظهارالحق: ” نیزے “

۱۶ اظهارالحق: ” ہلاک کر دے “

ان عمارتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سات قوموں کی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ ان کے ہر جاندار کو قتل کیا جائے، اور قطعی اُن پر رحم نہ کیا جائے، نہ ان سے کوئی معاہدہ کیا جائے، ان کے مذبح خانوں کو برباد اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور بتوں کو آگ لگا دی جائے، عبادتوں کو موقوف کیا جائے، اور اُن کی بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم ان کو ہلاک نہیں کر دو گے تو میں پھر تمہارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو اُن کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا، ان سات اقوام کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں، اور ہر کتاب گنتی کے باب میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تعداد جو لڑنے کے لائق اور بیس سال یا اس سے زیادہ عمر تک کے تھے چھ لاکھ تین ہزار پانسو پچاس تھی، اور لادوی کی اولاد مردہوں یا عورت اسی طرح باقی گیارہ خاندان کے لوگ اور وہ مرد جن کی بیس سال سے کم عمر تھی وہ اس شمار سے خارج ہیں، اس لئے اگر ہم تمام بنی اسرائیل کی تعداد کو ملحوظ رکھیں اور متروک مردوں عورتوں کو بھی شمار کئے گئے افراد کے ساتھ شامل کر لیں تو پچیس لاکھ یعنی ڈھائی ملین سے کسی حال میں کم نہیں ہوں گے، اور یہ سات قومیں جب تعداد میں بھی ان سے زیادہ اور قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے تو یقیناً ان کی تعداد بنی اسرائیل کے شمار سے زیادہ ہوگی،

۱۰۔ بنی اسرائیل میں سے جتنی آدمی بیس برس یا اس سے اوپر اور پر کی عمر کے اور جنگ کرنے کے قابل تھے وہ سب گئے گئے، اور ان سبھوں کا شمار چھ لاکھ تین ہزار پانچو پچاس تھا :

(گنتی ۱: ۳۵)

ڈاکٹر کیتھ نے انگریزی زبان میں ایک کتاب تالیف کی ہے، جس میں ان پیشینگوئیوں کی سچائی کا بیان ہے، جو کتب مقدسہ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کی نسبت کی گئی ہیں، جس کا ترجمہ پادری مریک نے فارسی زبان میں... کشف الاستار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل کے نام سے کیا ہے، یہ ترجمہ ایڈنبرگ میں ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۲ھ میں چھپا ہے، اس ترجمہ کے صفحہ ۲۶ پر کہا گیا ہے کہ:

”قدیم کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی شہروں میں ہجرت سے ۵۵۰

سال قبل آٹھ کر ڈرانسان آباد تھے، یعنی انتی ملین“

غالباً یہ تمام شہر عہد موسوی میں آباد اور بارونق اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ تھے اب خدا انتی ملین یا اس سے بھی بیشتر انسانوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے،

چھٹی مثال؛

کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ:

”جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے“

بالکل نابود کر دیا جائے“

ساتویں مثال؛

جس شخص نے بھی کتاب استثناء باب کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ خوب جانتا کہ

کہ غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینے والا خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو واجب القتل

ہی، اسی طرح بتوں کی پرستش کی دعوت دینے والے کو سنگسار کیا جانا ضروری ہو،

خواہ وہ رشتہ دار یا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو، اور اگر کسی بستی کے لوگ ایسا

کریں تو سب کے سب واجب قتل ہیں، یہاں تک کہ اُن کے جانور بھی ہتھیاروں کی دھاروں سے قتل کئے جائیں، اور بستی کو آگ لگا دی جائے، اور اس کی املاک و اموال کو بھی ایسا ڈھیر بنا دیا جائے کہ پھر نہ بن سکے،

آٹھویں مثال؛

کتاب استثناء باب آیت ۲ میں ہے :

”اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے ہمد کو توڑا ہو اور جا کر اور معبودوں کی یا سوچ یا چاند یا اجرام فلک میں سے کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا، پوجا اور پرستش کی ہو، اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے، اور تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا، اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھانکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔“

نویں مثال؛

کتاب خروج باب آیت ۲۱ میں ہے :

”اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت بخشوں گا، اور یوں ہو گا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے، بلکہ تمھاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی جہان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی، ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے، اور

مصریوں کو لوٹ لو گے۔ (آیات ۲۱ و ۲۲)

پھر اسی کتاب کے باب ۳۵ آیت ۳۵ میں ہے :

”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے مطابق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے
سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لئے، اور خداوند نے ان لوگوں کو
مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انھوں نے مانگا انھوں نے دیدیا،
سوا انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔“ (آیات ۳۵ و ۳۶)

اب جب کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس قدر تھی جتنی کہ گزشتہ مثال میں معلوم
ہو چکی ہے، اور ان کے ہر مرد و عورت نے مصریوں سے مستعار چیزیں لیں، تو
مستعار لی ہوئی اشیاء کی مقدار و تعداد کا شار یقین احاطہ سے خارج ہے، جس
طرح خدا نے ان سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ تم مصر کو لوٹو گے، پھر دوبارہ خبر دی کہ
مصریوں کو لوٹا، مگر خدا نے کوٹنے کے لئے مکاری اور فریب دہی کو جائز کر دیا،
جو سر اسر ظاہر میں غدر اور دھوکہ ہے،

دسویں مثال؛

کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۲۵ میں بھڑے کی پرستش کا واقعہ بیان
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

جب موسیٰ نے دیکھا کہ لوگ (عریاں) ہو گئے، کیونکہ بار دن نے ان کو
(ننگا کر کے) ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰ نے

۱۔ موجودہ ترجمہ میں ”بے قابو“ کا لفظ ہے۔

۲۔ موجودہ ترجمہ ”بے لگام چھوڑ کر“

شکرگاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا جو جو خداوند کی طرف سے وہ میرے پاس آجائے، تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے، اور اس نے ان کے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار نکاکر پھانک پھانک گھوم کر سارے شکرگاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھر دو، اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً (تیس ہزار) مرد کھیت آئے۔

یاد رکھئے کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۸ء جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں ”تیس ہزار“ ہی کا لفظ ہے،
گیارہویں مثال؛

کتاب گنتی باب ۲۵ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جب موآب کی بیٹیوں سے زنا کیا، اور ان کے بتوں کو سجدہ کیا، تو خدا نے ان کے قتل کا حکم دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے چوبیس ہزار آدمی قتل کئے،
بارہویں مثال؛

جس شخص نے کتاب گنتی باب کا مطالعہ کیا ہوگا، اس پر یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ موسیٰ علیہ السلام نے فینحاس بن عازار کے ہمراہ بارہ ہزار آدمیوں کا شکر اہل مدین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا، پھر انھوں نے لڑ کر اُن پر غلبہ حاصل

۱۵ موجودہ ترجموں میں یہاں تین ہزار کا لفظ لکھ دیا گیا ہے، البتہ کیتھولک بائبل (ناکس ورژن) میں اب تک تیس ہزار موجود ہے، مزید دیکھئے صفحہ ۲۶۷ جلد اول کا حاشیہ،

کر لیا، اور ان کے تمام مردوں کو، نیز پانچ بادشاہوں اور بلعاک کو بھی قتل کیا، اور ان کی عورتوں، بچوں اور تمام جانوروں کو قید کیا، بستیوں اور شراب خانوں اور شہروں کو آگ لگا کر خاکستر کر ڈالا، پھر جب وہ واپس لوٹے تو موسیٰ علیہ السلام ان پر غصہ ناک ہوئے کہ تم نے عورتوں کو زندہ کیوں چھوڑا؟ پھر ہر نابالغ بچے اور ہر شادی شدہ عورت کے قتل کا حکم دیا، اور کنزاریوں کے چھوڑنے کا، پھر انھوں نے حکم کے مطابق عمل کیا، صرف مالِ غنیمت سے حاصل ہونے والی بکریوں کی تعداد چھ لاکھ پچتر ہزار تھی، نیز بہتر ہزار بیل، اکٹھ ہزار گدھے، اور بیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں، اور ہر مجاہد کو جانوروں اور انسانوں کے سوا وہ سب مال دیدیا گیا جو اُس نے لوٹا تھا، جس کی مقدار اس باب میں کچھ واضح نہیں کی گئی اس کے علاوہ ہزاروں اور سینکڑوں کے افسران نے موسیٰ علیہ السلام اور عاذا کو جو سونا پیش کیا اس کی مقدار سو کہ ہزار سات سو پچاس مثقال تھی، اور جب کہ صرف کنواری لڑکیوں کی تعداد بیس ہزار تھی، تو مقتول مردوں کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں کہ کس قدر ہوں گے؟ بوڑھے ہوں خواہ جوان، یا بچے اور شادی شدہ عورتیں،

تیرہویں مثال؛

یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد توریت کے احکام پر عمل کرتے ہوئے لاکھوں انسان قتل کئے، جو صاحب چاہیں کتاب یوشع کے باب سے اتمک مطالعہ فرمائیں، اور اپنی کتاب کے باب ۱۱ میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ میں نے اکتیس سلاطین کفار کو قتل کیا ہے، جن کے مالک پر

بنی اسرائیل قابض ہوئے،

چودہویں مثال؛

کتاب قضاۃ کے باب ۵ میں شمسون کے حال میں یوں لکھا ہے کہ:
”اور اسے گدھے کے جڑے کی نئی ہڈی مل گئی، سو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے
اٹھالیا، اور اس سے اس نے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا“

پندرہویں مثال؛

کتاب سموئیل اول باب ۲۷ آیت ۸ میں ہے:

”اور داؤد اور اس کے لوگوں نے جاکر جبوریوں اور جزیروں اور عمالیقوں
پر حملہ کیا، کیونکہ وہ شہر کی راہ سے مصر کی حد تک اس سرزمین کے باشندے تھے
اور داؤد نے اس سرزمین کو تباہ کر ڈالا، اور عورت مرد کسی کو جیتا نہ چھوڑا،
اور ان کی بھیڑ، بکریاں اور بیل اور گدھے اور اونٹ اور کپڑے کر لیا اور
اکیس کے پاس گیا، (آیات ۸ و ۹)

ذرا داؤد علیہ السلام کی رحم دلی ملاحظہ کیجئے، کہ وہ ملکوں کو اجاڑتے تھے،
اور جبوریوں، جزیروں اور عمالیقوں میں سے کسی کو انھوں نے زندہ سلامت نہیں
چھوڑا، اور ان کے مدیسیوں اور اسباب کو لوٹا،

سولہویں مثال؛

کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۲ میں ہے:

”اور اس نے مواب کو مارا، اور ان کو زمین پر لٹا کر رشتی سے ناپا، سو اس نے

ل قضاۃ ۱۵: ۱۵،

قتل کرنے کے لئے دُورسیوں کو ناپا، اور جیتا چھوڑنے کے لئے ایک پوری رسی سے، یوں موآبی داؤد کے خادم بن کر ہدیے لانے لگے، اور داؤد نے ضوہاء کے بادشاہ رعب کے بیٹے ہدد و عزرا کو بھی مار لیا۔ (آیات ۲ و ۳)

داؤد علیہ السلام کے کارنامے ملاحظہ کیجئے کہ موآبیوں اور ہدد و عزرا اور اس کے لشکر نیز آرام کے لشکر کے ساتھ کس قدر رحم دلی کا معاملہ کیا،

ستر ہویں مثال؛

کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۸ میں یوں ہے کہ:

”اور ارامی امرا سلیوں کے سامنے سے بھاگے، اور داؤد نے ارامیوں کے سات سو تھوں کے آدمی اور چالیس ہزار سوار قتل کر ڈالے، اور انکی فوج کے سردار سو بک کو ایسا مارا کہ وہ دیں مر گیا۔“

اٹھار ہویں مثال؛

کتاب سموئیل ثانی باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے:

”تب داؤد نے سب لوگوں کو جمع کیا، اور ربہ کو گیا، اور اس سے لڑا اور اسے لے لیا اور اسے انکے بادشاہ کا تاج اس کے سر پر سے اتار لیا، اس کا دُر سونے کا ایک قنطار تھا۔ اور اس میں جواہر جڑے ہوئے تھے، سودہ داؤد کے سر پر دکھا گیا، اور وہ اسی شہر سے ٹوٹ کا بہت سا مال نکال لایا، اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر ان کو آردن اور یوسے کے ہینگوں اور یوسے کے کھاروں کے نیچے کر دیا، اور اُن کو اینٹوں کے پڑاؤں میں سے چلوا یا، اور اس نے بنی عمون کے سب شہروں سے ایسا ہی کیا، پھر

داؤد اور سب لوگ یرشلیم کو لوٹ آئے۔ (آیات ۲۹ تا ۳۱)

ہم نے یہ عبارت ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۲ء سے لفظ بہ لفظ نقل کی ہے، اب دیکھئے کہ داؤد علیہ السلام نے کس بیدردی کے ساتھ اور کس بُرے طریق سے بنی عموں کو قتل کیا ہے؟ اور ایسے دردناک زہرہ گداز نظام کے ساتھ کہ جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، تمام بستیوں کو ہلاک کر ڈالا۔
انیسویں مثال:

کتاب سلاطین اول باب ۱۸ میں ہے کہ ایلیم علیہ السلام نے ایسے چار سو پچاس اشخاص کو جن کا دعویٰ تھا کہ وہ بعل کے فرستادہ نبی ہیں ذبح کر ڈالا تھا۔
بیسویں مثال:

جب چار بادشاہوں نے سدوم اور عمورہ کو فتح کیا، اور وہاں کے باشندوں کے تمام اموال لوٹ لئے، اور لوط علیہ السلام کو قید کیا، اور ان کا مال بھی لوٹا، اور یہ خبر ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی تو اس حالت کو بیان کرتے ہوئے کتاب پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ میں کہا گیا ہے کہ:

”جب ابرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا، اور ان کو اس نے اور اس کے خادموں نے غول غول ہو کر ان پر دھاوا کیا، اور ان کو مارا اور خوبہ تک جو دمشق کے بانیں ہاتھ ہے ان کا پیچھا کیا، اور وہ

لے موجودہ اردو ترجمہ بھی اس کے مطابق ہے، اس لئے ہم نے یہ عبارت اسی سے نقل کر دی ہے۔

سارے مال کو اور اپنے بھائی لوط کو اور اس کے مال اور عورتوں کو بھی اور
اور لوگوں کو واپس پھیر لایا، اور جب وہ گذرنا عمر اور اس کے ساتھ کے
بادشاہوں کو مار کر پھراتو سدوم کا بادشاہ اس کے استقبال کو سوی کی وادی
نک جو بادشاہی وادی ہے آیا (آیات ۱۸ تا ۳۲)

اکیسویں مثال؛

عبرانیوں کے نام خط کے باب آیت ۳۲ میں ہے:
”اب اور کیا کہوں؟ اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمسون اور
اقتاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں؟ انھوں نے
ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا، راست بازی کے کام کو،
شیروں کے منہ بند کئے، آگ کی تیزی کو بجھایا، تلوار کی دھار سے بچ نکلے،
کمزوری میں زور آور ہوئے، لڑائی میں بہادر بنے، غیروں کی فوجوں کو
بھگا دیا (آیات ۳۲ تا ۳۴)

”مقدس“ پولس کے کلام سے یہ بات صاف ہو گئی کہ ان پیغمبروں کا ان لوگوں
کو مغلوب کر لینا، اور ان کی آگ کو بجھا دینا اور تلوار کی دھار سے نجات پانا اور
کافروں کے لشکروں کو شکست دینا، نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے، نہ کہ گناہ کی قسم میں
جس کا منشاء ایمانی قوت ہے، اور خدائی وعدوں کی تکمیل، نہ کہ قسادت قلبی اور
ظلم، اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظلم کی شدید ترین صورت تھے، بالخصوص
معصوم اور بے گناہ بچوں کو قتل کرنا،

ادھر داؤد علیہ السلام اپنی لڑائیوں کو نیکی اور حسنہ شمار کرتے ہیں چنانچہ زبور ۱۸

آیت ۲۰ میں فرمایا ہے کہ :

”خداوند نے میری راستی کے موافق مجھے جزادی، اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق مجھے بدلہ دیا، کیونکہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا، اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا، کیونکہ اس کے سب فیصلے میرے سامنے رہے اور میں اس کے آئینے برگشتہ نہ ہوا۔۔۔۔۔ اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق جو اس کے سامنے تھی بدلہ دیا۔“ (آیات ۲۰ تا ۲۴)

نیز خود اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی شہادت دی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے جہاد اور ان کی ساری نیکیاں بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں، چنانچہ کتاب سلاطین اوّل باب آیت ۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”تو میرے بندے داؤد کی مانند ہوا، جس نے میرے حکم ماننے اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی، تاکہ فقط وہی کرے جو میری نظر میں ٹھیک تھا۔“

اب خود فیصلہ فرمالیجے کہ میزان الحق کے مصنف کا یہ دعویٰ کہ داؤد علیہ السلام کے تمام جہاد محض ملک گیری کی ہوس کے سلسلہ میں تھے، قطعی بددیانتی ہے، اس لئے کہ عورتوں اور بچوں کے قتل اسی طرح بعض بعض پوری آبادیوں کا قتل کرنا اس مقصد کے لئے بالکل غیر ضروری تھا، اس کے علاوہ ہم یہ بھی فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ قتل دغوں ریزی محض سلطنت کی خاطر تھی، مگر بہر حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہو سکتی، یا یہ فعل خدا کے نزدیک پسندیدہ تھا، یا مکروہ اور مبغوض و حرام، اوّل صورت میں ہمارا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے، اور اگر دوسری صورت ہو تو ان کا قول بھی غلط اور عیسائیوں کے مقدس کا قول بھی جھوٹ، اور داؤد کے

حق میں خدائی شہادت بھی جھوٹی ثابت ہوتی ہے، اور مزید برآں ہزاروں لاکھوں معصوم اور بے گناہوں کا قتل ان کی گردن پر لازم آتا ہے، جبکہ صرف ایک ہی بے گناہ کا خون ہلاک ہونے کے لئے کافی ہے، پھر ایسے شخص کو آخر دی نجات کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟

یوحنا کے پہلے خط باب ۳ میں ہے:

”اور تم جانتے ہو کہ کسی خونی میں ہمیشہ کی زندگی موجود نہیں رہتی ہے“

اور مشاہدات کے باب ۲۱ میں ہے:

”مگر بزدلوں اور بے ایمانوں اور گناؤں نے لوگوں اور خونیوں اور حرام کاروں

اور جادو گردوں اور بت پرستوں اور سب جھوٹوں کا حصہ آگ اور گندھک سے

جلنے والی جھیل میں ہوگا، یہ دوسری موت ہے“

خدا کی پناہ! ہم تطویل کے خوف سے یہاں صرف اسی مقدار پر اکتفا

کرتے ہیں،

تیسری بات | گزشتہ شریعت کے تمام عملی احکام کے لئے ضروری نہیں کہ آئے والی شریعت میں بھی وہ بعینہ باقی رہیں، بلکہ یہ بھی

ضروری نہیں کہ عملی احکام کسی ایک شریعت میں ہمیشہ یکساں رہیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ مصالح اور زمانہ اور مکلفین کے بدل جانے سے وہ احکام بالکل بدل جائیں، یہ تفصیل باب میں کافی سے زیادہ قارئین کو معلوم ہو چکی ہے، لہذا شریعت موسویہ

میں جہاد“ ایسے شنیع ظلم والے طریقوں کے ساتھ مشروع تھا، جس کی مشروعیت شریعت عیسوی میں باقی نہیں رہی، بنی اسرائیل کو بھی جہاد کا حکم مصر سے نکلنے کے بعد ہوا تھا، اس سے قبل جہاد کی ان کو اجازت نہ تھی،

عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد دجال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے، جس کی تصریح تھسلیکیوں کے نام دو سر خط کے باب اور مشاہدات کے باب ۱۹ میں موجود ہے،

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کافروں اور گنہگاروں کی تنبیہ اور سزا کا طریقہ ہمیشہ یکساں ہی ہو، جیسا کہ پہلی بات میں معلوم ہو چکا ہے، اس لئے کسی شخص کے لئے جو نبوت اور وحی کو مانتا ہو کسی شریعت کے اس قسم کے مسائل پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لہذا کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہ ہو گا کہ طوفانِ نوح کے موقع پر کشتی والوں کے سوا ہر جاندار کو ہلاک کر دینا اور سدوم و عمورہ کی تمام آبادیوں کو لوط کے عہد میں ختم کر دینا، اور موسیٰ کے عہد میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کی شب میں مصریوں کے ہر بڑے لڑکے اور جانوروں کو ہلاک کرنا ظلم تھا، بالخصوص حادثہ طوفان میں لاکھوں انسان ہلا

۱۵۔ آس وقت وہ بے دین ظاہر ہو گا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی بجلی سے نیست کرے گا۔ (تھسلیکیوں ۲: ۸) بائبل کے شارحین اس بے دین دجال (Antichrist) مراد لیتے ہیں جو آخر زمان میں نمودار ہو گا (دیکھئے تفسیر عہد نامہ جدید از ناکس ص ۳۱۱ ج ۲) اور کتاب مکاشفہ باب ۱۹ میں دجال کی آمد وغیرہ کو تمثیلات کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے، تقی

ہوئے، اور بقیہ دونوں حادثوں میں چھوٹے چھوٹے انسانی بچے اور جانوروں کے بچے برباد ہو گئے جو قطعی بے گناہ اور معصوم تھے،

اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہ ہوگا کہ سات قوموں کے ہر ہر فرد کو قتل کر دینا کہ کوئی بھی متنفس باقی نہ بچے، نیز معصوم چھوٹے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا ظلم ہو یا ان ہفت اقوام کے علاوہ دوسری قوموں کے مردوں کو قتل اور عورتوں، بچوں کو لونڈی غلام بنانا اور ان کے اموال کو لوٹنا یا مدین والوں کو قتل کرنا، یہاں تک کہ ان کے شیرخوار بچوں کو کبھی نہ چھوڑنا، اور ان کی شادی شدہ عورتوں کو قتل اور کنواریوں کو باقی رکھنا تاکہ اپنے کام آئیں، اور ان کے اموال اور جانوروں کو لوٹ لینا ظلم ہے، یا یہ کہنا کہ داؤد علیہ السلام کے چار یا دوسرے اسرائیلی پیغمبروں کی لڑائیاں یا ایلیا علیہ السلام کا چار سو پچاس بعل کے نبیوں کو ذبح کرنا یا عیسیٰ کے نزول کے بعد دجال اور اس کے لشکر کو قتل کرنا ایسا ظلم ہے کہ خدا کا ایسے ظلم کی اجازت دینا عقل سے خارج ہے،

اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ بتوں کے نام پر ذبح کرنے والے کو قتل کرنا یا ایسے شخص کو جو غیر اللہ کی عبادت کی ترغیب دے، یا کسی بستی کے تمام باشندوں کو اس بناء پر قتل کرنا کہ ان سے ترغیب دینا ثابت ہوا،

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا تیس ہزار گوسالہ پرستوں کو قتل کرنا، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا ان چوبیس ہزار انفس کو قتل کرنا جنہوں نے موآب کی

لہ یعنی فرزی، یوسی، حوتی، حتی، جرجاسی، اموری اور کنعانی جن کا ذکر ہستثناء ۱۰۷ میں آیا ہے،

بیشیوں سے زنا کیا تھا، اور ان کے بتوں کو سجدہ کیا تھا، یہ بدترین ظلم تھا، اور یہ کہ اس قسم کے احکام جاری کرنے کا مطلب لوگوں کو شریعت موسوی پر مجبور کرنا ہے، تاکہ وہ قتل کے اندیشہ سے اس مذہب کو نہ چھوڑیں حالانکہ یہ بات قطعی واضح ہے کہ ایمان قلبی جس کا نام ہے وہ زبردستی پیدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ بات بھی محال ہے کہ زبردستی خدا کی محبت پیدا کی جائے، اس لئے یہ احکام خدا کے احکام نہیں ہو سکتے،

البتہ جو شخص نبوت اور شریعتوں کو ہی تسلیم نہیں کرتا اور ملحد و زندیق ہے اور اس قسم کے واقعات کا منکر ہے، تو یہ بات اس سے بے شک بعید نہیں، مگر اس کتاب میں ہمارا ردئے سخن ایسے لوگوں کی طرف نہیں ہے، بلکہ ہمارے مخاطب عموماً عیسائی لوگ اور خصوصاً فرقہ پر وٹسٹنٹ کے علماء ہیں،

چوتھی بات علماء پر وٹسٹنٹ بڑی بے باکی کے ساتھ یہ دروغ بیانی کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، یہ بات بالکل بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے، جیسا کہ قارئین کو مقدمۃ الکتاب کے نمبر ۷ سے معلوم ہو چکا ہے، خود ان کے افعال، ان کے اقوال کی تردید کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ اور ان کے بڑوں نے جب کبھی پورا پورا تسلط اور غلبہ کسی قوم پر حاصل کیا ہے ہمیشہ اپنی مخالفوں کے مٹانے اور نیست و نابود کرنے میں امکانی حد تک پوری کوشش کی ہے، ہم ان کی کتابوں سے بعض واقعات نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں، پہلے تو ہم یہود کے ساتھ کئے جانے والے معاملات کو کتاب کشف الآثار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل سے نقل کرتے ہیں :-

(یہ واقعات اگلے صفحہ سے ملاحظہ فرمائیے)

عیسائیوں کے لرزہ خیز مظالم، یہودیوں پر

مصنف کشف الآثار صفحہ ۲ پر بیان کرتا ہے:

”قسطنطین عظیم جو ہجرت سے تقریباً تین سو سال قبل گزرا ہے، اس نے یہودیوں کے کان کاٹنے، اور ان کو مختلف ملکوں میں جلاوطن کرنے کا حکم دیا، پھر پانچویں صدی عیسوی میں شہنشاہ روم نے ان کو شہر اسکندریہ سے جو عرصہ دراز سے ان کی جائے پناہ تھی، نکال دینے کا حکم جاری کیا، یہ لوگ اس شہر میں ہر طرف سے آکر پناہ لیا کرتے تھے، اور وہاں امن سکون کی زندگی ان کو نصیب تھی، اس نے ان کے عبادت خانوں کے مسمار کرنے اور ان کو عبادت سے روکنے اور ان کی شہادت قبول نہ کرنے اور ان کی اس مالی وصیت کے نافذ نہ ہونے کا حکم دیا، جو آپس میں ایک دوسرے کے حق میں کیا کرتے تھے، اور جب ان ظالمانہ احکام کے نتیجے میں ان محکوموں کی طرف سے کچھ بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے، تو ان کے سب اموال کو لوٹ لیا، اور بہتوں کو قتل کر ڈالا، اور ایسی خوں ریزی کی کہ جس سے اس ملک کی تمام یہودی آبادی کانپ اٹھی۔“

پھر صفحہ ۲۸ پر کہتا ہے کہ:

”شہر اظیونخ کے یہودی جب شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر گرفتار ہوئے تو بعض کے اعضاء کو کاٹا، اور بعض کو قتل کیا، اور باقی ماندہ تمام افراد کو جلا وطن کیا، پھر شہنشاہ نے اپنی تمام مملکت میں قسم قسم کے ظلم

کئے، آخر کار پھر ان کو اپنی حدودِ سلطنت سے باہر کر دیا، بلکہ دوسرے ملکوں کے سلاطین کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بھی یہودیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں، نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے ایشیا سے لے کر یورپ کی آخری حد تک پیٹ پھر کر ظلم کیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد اسپینول کی سلطنت میں ان کو تین شرطوں میں سے کسی ایک کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا کہ اولاً عیسائی مذہب کو قبول کریں، اور اگر یہ منظور نہ ہو تو قید کئے جائیں، اور اگر دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو جلا وطنی قبول کریں، ملکِ فرانس میں بھی اُن کے ساتھ کچھ اسی قسم کا معاملہ کیا گیا، یہ سکین لاچار ایک ملک کے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں مائے مائے پھرتے تھے، مگر کہیں ان کو ٹھکانا نصیب نہ ہوتا تھا، اور ایشائے بزرگ میں ان کو چین و قرار حاصل نہ تھا، بلکہ اکثر اوقات ان کا قتل عام ہوا، جیسا کہ فریچ سلطنتوں میں پیش آیا۔

پھر صفحہ ۲۹ پر کہتا ہے کہ:

فرقہ کیتھولک والے اُن پر اس خیال سے ظلم کرتے تھے کہ یہ کافر ہیں، اس فرقہ کے بڑے لوگوں نے ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کی، اور یہودیوں پر چند احکام جاری کئے

۱۔ جس شخص نے کسی عیسائی کے مقابلہ میں کسی یہودی کی حمایت و جانب داری کی، وہ مجرم شمار ہو کر اپنے مذہب سے خارج کر دیا جائے گا،

۲۔ اور سلطنت کے مناصب میں سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا منصب و عہدہ

کسی یہودی کو نہیں دیا جائے گا،

۳۔ اگر کوئی عیسائی کسی یہودی کا غلام ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا،

۴۔ کوئی شخص کسی یہودی کے ساتھ نہ کھائے، نہ اس سے کوئی معاملہ کرے

۵۔ ان کے بچوں کو ان سے پھین کر مذہب عیسوی کی تربیت دی جائے

اسی طرح کے دوسرے احکام ہیں، یقیناً ان مذکورہ احکام میں سے

حکم نمبر ۵ بلا شک و شبہ جبر و اکراہ کی انتہائی صورت ہے۔

پھر کہتا ہے کہ ۱۔

شہر تو موس جو فرانس کا شہر ہے وہاں کے باشندوں کی عادت تھی

کہ وہ عید الفصح کے روز یہودیوں کے چہروں پر چپت مارا کرتے تھے،

شہر بزمیرس کے لوگوں کے یہاں یہ رسم تھی کہ وہ اپنی عید کے پہلے روز

آخری دن تک یہودیوں کو پتھر مارا کرتے، اور اس سنگباری کے نتیجے میں بیشمار

لوگ مارے جاتے، حاکم شہر جو عیسائی تھا شہر کے باشندوں کو اس

نامعقول اور ظالمانہ حرکت پر آمادہ کیا کرتا تھا۔

پھر صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر کہتا ہے کہ :-

سلاطین فرانس نے یہودیوں کے لئے ایک عجیب انتظام کیا کہ وہ

یہودیوں کو تجارت اور کمانے کی پوری آزادی اور سہولت دیتے تھے،

یہاں تک کہ جب وہ کما کر خوب مال دار بن جاتے تو ان کے اموال کو

ٹوٹ لیا جاتا، اُن کا یہ ظلم انتہائی طبع و حرص کا نتیجہ تھا، پھر جب

قلب آغسطس فرانس کا بادشاہ ہوا، تو اس نے اولاً یہودیوں کے ان قرضوں کا $\frac{1}{8}$ جو عیسائیوں کے ذمہ تھا بطور ٹیکس وصول کر کے بقایا رقم عیسائیوں کو معاف کر دی، اور قرضخواہ یہودیوں کو ایک جہ بھی نہیں دیا گیا، پھر اپنی سلطنت سے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا،

پھر جب تخت سلطنت پر سینٹ لوئیس فائز ہوا تو اس نے دوبار یہودیوں کو اپنی سلطنت میں بلایا، اور دوسرے جلا وطن کیا، پھر چارلس ششم نے یہودیوں کو ملک فرانس سے نکال باہر کیا، تو تاریخ شاہد ہیں کہ ملک فرانس سے سات مرتبہ یہودیوں کو دیس نکالا ملا، ان یہودیوں کی تعداد جن کو اسپینول سے جلا وطن کیا گیا اگر کم از کم بھی فرض کی جائے تو ایک لاکھ ستر ہزار گھرانوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی، ملک غسامیں بہت سے یہودیوں کا قتل عام ہوا، بہت سے ٹوٹے گئے، اور بہت کم ان میں سے بچ سکے، وہ بھی صرف وہ تھے جنہوں نے عیسائیت قبول کر لی ... ان میں بہت سے اس طریقہ پر مرے کہ پہلے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے، پھر خود اپنے آپ کو اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کو اور اپنے اموال کو ہلاک کر ڈالا، یا تو دریا میں ڈبو دیا، یا آگ میں جلا دیا نیز ان میں سے بے شمار لوگ جہاد مقدس میں قتل ہوئے،

انگریزوں نے یہودیوں پر ظلم کرنے میں اتفاق کر لیا، جب شہر برک کے یہودیوں کو اس جو دوستم کی وجہ سے ناامیدی ہو گئی، تو انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کیا، اس طرح پہرہ پندرہ ہزار مرد، عورتیں، بچے مارے گئے، اور اس ملک میں ان کی پوزیشن اس قدر گر گئی تھی کہ جب امراء

نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی، تو سات سو یہودی قتل کئے اور ان کے مالوں کو لوٹا، تاکہ لوگوں پر ان کا رعب خوب

رچرڈ و جان اور ہنری سوم جو انگلستان کے بادشاہ ہوئے ہیں انھوں نے بارہا یہودیوں کو لوٹا، بالخصوص ہنری سوم نے کیونکہ اس کی یہ عادت بن گئی تھی کہ وہ مختلف شکلوں میں ظلم اور بے رحمی سے ان کو لوٹا کرتا تھا، اس لئے بڑے بڑے دولت مند سیٹھ یہودیوں کو کنگال بنادیا تھا، اور اس قدر شدید ظلم کیا کہ وہ جلا وطنی پر رہنی ہو گئے، اور انھوں نے ملک سے نکل جانے کی اجازت مانگی، مگر ان کی یہ درخواست بھی قبول نہیں کی گئی، پھر جب ایڈورڈ اول تخت نشین ہوا تو اس نے معاملہ کو یوں ختم کیا کہ پہلے تو ان کے تمام اموال کو لوٹا، اور پھر سب کو اپنی مملکت کے جلا وطن کر دیا، پندرہ ہزار سے زیادہ یہودی انتہائی فقر و فاقہ کی حالت میں جلا وطن ہوئے۔

پھر صفحہ ۳۲ پر کہتا ہے کہ:

”ایک مسافر جس کا نام مسوتی ہے اس کا بیان ہے کہ پرتگالیوں کی حالت آج سے پچاس سال قبل یہ تھی کہ وہ یہودیوں کو پکڑ لیا کرتے اور زندہ آگ میں جلا دیتے تھے، اُن بد نصیب جلنے والوں کا تماشہ دیکھنے کے لئے عید کی طرح اجتماع ہوتا، جس میں ان کی عورتیں اور مرد سب جھجھکتے تھے، جو خوشیاں مناتے تھے۔ اور یہودیوں کے جلانے جانے پر عورتیں مارے خوشی کے جھنجھکیاں

پھر صفحہ ۳۳ پر کہتا ہے کہ:

”پوپ نے حفرۃ کیتھولک کا سب سے بڑا پیشوا ہوتا ہے، یہودیوں کے

حق میں بڑے سخت قوانین بنائے تھے ۵

اس کے علاوہ سیر المتقدّمین کا مصنف کہتا ہے کہ :

”قسطنطین اول کے بعد چھٹے بادشاہ نے اپنے امراء سلطنت کے مشورہ سے ۳۷۹ء میں یہ حکم جاری کیا کہ ہر وہ شخص جو سلطنتِ روم میں آباد ہو اس کو عیسائیت اختیار کرنا لازم ہوگا، اور جو عیسائیت اختیار نہیں کرے گا وہ قتل کو دیا جائے گا۔“

بھلا بتایا جائے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا جبر ہو سکتا ہے، طامس نیوٹن نے ان پیشینگوئیوں کے متعلق ایک تفسیر لکھی ہے جو کتبِ مقدسہ میں موجود ہیں، یہ تفسیر لندن میں ۱۸۳۷ء میں طبع ہوئی، اس تفسیر کے صفحہ ۶۵ جلد دوم میں یروشلیم پر عیسائیوں کے تسلط کے حال میں یوں کہا گیا ہے کہ :-

”رومی ماہِ تموز کی ۱۵ تاریخ ۱۰۹۹ء میں پانچ ہفتہ کے طویل محاصرہ کے بعد یروشلیم کو عیسائیوں نے فتح کیا، اور جو عیسائی نہ تھے ان کا قتل عام کیا گیا، ستر ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کئے ، ، یہودیوں کو ایک جگہ جمع کر کے زندہ آگ میں جلادیا، مسجدوں میں بڑی بڑی غنیمتیں پائیں ۵

یہودیوں کے حق میں عیسائیوں کے ظلم و ستم کی داستان اور بالعموم رعایا کی سلطنت کے باب میں ان کے جو ردِ ستم کا حال تو آپ سن چکے ہیں، اور یروشلیم پر قبضہ کے بعد جو جو سفاکیاں انھوں نے کیں وہ بھی آپ معلوم کر چکے ہیں، اب

۱۵ تموز شامی زبان میں ماہِ جولائی کا نام ہے،

نمونہ کے طور پر فرقہ کیسٹو لک کے وہ کارنامے بھی ملاحظہ کیجئے جو انھوں نے غیر عیسائی قوموں کے ساتھ کئے، ہم یہ واقعات کتاب الثلث عشرۃ رسالہ سے نقل کرتے ہیں جو بیردت میں ۱۸۲۹ء میں عربی زبان میں طبع ہوا، اس کے صفحہ ۱۶۵ میں کہا گیا ہے کہ :

رومی کلیسا نے بارہا جبری تبدیلی مذہب اور استیصال کلی کے حربے پر دستوں کے لئے استعمال کئے ہیں، یورپ کے ملکوں میں بکثرت یہ واقعات پیش آئے خیال یہ ہے کہ کم از کم بتیس ہزار ایسے لوگ جو یسوع پر تو بیشک ایمان لائے تھے مگر پوپ پر ایمان نہ رکھتے تھے، اور اپنے ایمان اور اعمال کے لئے صرف کتب مقدسہ کو راہنما مانتے تھے آگ میں جلائے گئے، ان میں سے ہزاروں لوگ اور بڑی بڑی جماعتیں تلواروں، جوس اور کلبتین کے ذریعہ (یہ ایک اوزار ہے جس سے بدن کے جوڑا لگ کر کے کھینچ لئے جاتے ہیں) قتل کئے گئے اور قسم قسم کے شدید عذاب ان کو دیئے گئے، ملک فرانس کے اندر صرف ایک دن میں تیس ہزار مرد اس روز قتل کئے گئے جو ماریہ ژطاؤں کے نام سے مشہور ہے، اسی طرح ان کا دامن قدسیوں کے خون سے رنگین ہے :

کتاب مذکور کے رسالہ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۳۸ میں ہے کہ :

”ایک ایسا قانون موجود ہے جو اسبانیہ کے مقام ظلیطلہ کی مجلس شوریٰ میں وضع کیا گیا تھا، جس میں یوں کہا گیا کہ ہم یہ قانون معتر کر رہے ہیں کہ جو شخص اس ملک میں رہنا قبول کرتا ہے اس کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ اُس وقت تک کرسی پر بیٹھ سکے جب تک اس امر کی قسم نہ کھالے کہ وہ اپنے ملک میں

کینھولک عیسائی کے سوا اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا، اور اگر کوئی شخص اس حکم کے بعد اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ابدی خدا کے سامنے نچت ہوگا، اور ابدی آگ کا ایندھن بنے گا۔“

کارٹر کی مجموعہ المجامع درجہ ۴۰۴ میں لکھا ہے کہ:

”لاٹرائی مجلس کہتی ہے کہ تمام سلاطین اور امارہ دارباب سلطنت اس چیز کی قسم کھائیں کہ وہ اپنی پوری کوشش اور دلی توجہ کے ساتھ اپنی محکوم رعایا کے استیصال میں مشغول رہیں گے، جو کنیسوں کے پیشوا ہیں، چونکہ وہ مصلح ہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو اپنے علاقوں میں باقی نہ چھوڑیں گے، اور اگر انھوں نے اپنے اس عہد کو ملحوظ نہ رکھا، تو ان کی قوم ان کی اطاعت سے آزاد ہوگی۔“

اس ۳، یہ قانون قسطنطنیہ کی مجلس میں بھی پاس ہوا، ”جلسہ نمبر ۴۵“ کے حوالے میں لکھا ہے کہ یہی قانون پوپ مرینوس پنجم کے قوانین میں سے ہے، اور اس حلف میں جس کو تمام پادریوں نے پوپ پولس ثالث کی صدارت میں ۱۵۵۷ء میں اٹھایا تھا، یہ عبارت موجود ہے کہ:

”بے دینوں اور ہمارے سردار پوپ اور ان کے خلفاء مخالف اور نافرمان لوگوں کو میں اپنی پوری طاقت سے کچل دوں گا، لاٹرائی مجلس اور قسطنطنیہ کے جلسہ کے اراکین کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اراقتہ کو گرفتار کرے گا اس کو

..... اس امر کی اجازت ہوگی کہ وہ گرفتار شدہ کے تمام اموال کو ضبط کر لے،
اور بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے استعمال میں لائے۔
مجلس لاٹرائی جلد ۴ فصل نمبر وجہ ۱۵۲ اور مجلس قسطنطنیہ جلسہ ۴۵ جلد
میں لکھا ہے کہ:

پوپ اینوسنتیوس سوم کہتا ہے کہ اراقة سے قصاص لینے کا ہم تمام سلاطین
اور حکام کو حکم دیتے ہیں، اور کلیسانی قصاصوں کے تحت ہم اس کو اُن پر لازم
اور واجب کرتے ہیں۔

قانون نمبر ۱ کتاب نمبر ۵ میں یوں ہے کہ:-

اُور ۱۶۲۳ء میں پادشاہ لوئیس یازدہم نے ۱۸ قانون معتبر رکئے:

(۱) یہ کہ ہم حکم دیتے ہیں کہ ہماری مملکت میں صرف کیتھولک مذہب ہی
جاری رہ سکتا ہے، جو لوگ اس کے علاوہ کسی اور مذہب کو اختیار کرتے ہیں
ان کو زندگی بھر قید رہنا پڑے گا، اور عورتوں کے بال کاٹ دیئے جائیں گے
اور مرتے دم تک قید رکھی جائیں گی،

(۲) ان تمام واعظوں کو جنہوں نے کیتھولک عقائد کے خلاف لوگوں کو دہرے
عقائد پر جمع کیا ہے.....، یا وہ

لوگ جن کو دوسرے عقائد کا علم یا مہارت ہے موت کی سزا دی جائے گی،
نیز اس گفتگو میں جو پادریوں نے اسپانیا میں پادشاہ سے ۱۶۵۰ء میں
کی تھی انہوں نے پادشاہ سے کہا کہ آپ قوانین کو مضبوط کیجئے، اور مذہب
کو عزت بخشئے، تاکہ یہ چیز ہماری جانب سے ۱۶۲۳ء کے قوانین کی

تجدید کا سبب بن جائے و

آگے لکھا ہے کہ:

”منجملہ انگریزی قوانین کے جو پوپ کے حکم سے جاری ہوئے یہی ایک قانون تھا کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مورتوں کو سجدہ کرنا ناجائز ہے اس کو سخت قید میں ڈال دیا جائے جب تک کہ وہ ان کو سجدہ کرنے کی قسم نہ کھائے، اور پادری قاضی کلیسائی کو اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اس کو جس شخص کے اراقتی ہونے کا ذرا بھی شبہ ہو، اس کو گرفتار کر کے قوم اور حکام کے سامنے آگ میں جلا دے، اور تمام حکام اس بات کا حلف اٹھائیں کہ وہ اراقتہ کی بیخ کنی میں قاضی کی اعانت کریں گے، اور جب ان کا اراقتہ ہونا ثابت ہو جائے تو ان کا مال ٹوٹ لیا جائے اور ان کو اس کے حوالے کر دیا جائے اور ان کا جرم صرف آگ کی پٹ اور شعلے مٹا سکیں گے“

کوک فرائض، عدد ۳ وجہ ۳۰ و ۳۱ نیز عدد ۴ وجہ ۵ میں لکھا ہے کہ:
”اور بارڈینوس کہتا ہے کہ شاہ کاربوس پنجم اپنی غلط رائے کی بنا پر خیال کرتا تھا کہ وہ اراقتہ کو بجائے تلوار کے بات سے نیست و نابود کر دے گا، کتاب مقدس کی فہرست میں جو روم میں لاطینی اور عربی زبان میں طبع ہوئی ہے، حرف کا کے تحت میں یہ تعلیم موجود ہے کہ ہمارے لئے مناسب ہے کہ اراقتہ کو ہم ہلاک کریں، اس دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ پادشاہ یاہو نے جھوٹے

لے کوک فرائض، اظہار الحق میں ایسا ہی ہے، مگر اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ میں

(ہے،

کوک فرائض)

کاہنوں کو قتل کیا، اور ایلیا نے بعل کے کاہنوں کو ذبح کیا، وغیرہ وغیرہ
اسی طرح کلیسا کی اولاد کے لئے بھی مناسب ہے کہ وہ بھی اراقتہ کو ہلاک کریں
پھر صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۸ میں ہے کہ:

”مورخ منتوان سلطنت کرملین والا اور اس کے ساتھ دو سکرمورین
نے انجیل کے معتبر واعظ کے بارے میں جسکو تو مان روڈن کہا جاتا تھا
خبر دی ہے کہ اس کو پوپ نے اس لئے آگ میں جلا دیا تھا کہ اس نے
رومی کلیسا کے فسادات کے خلاف وعظ کیا تھا، مورخین اس شخص کو
قدیس شہید اور مسیح کا سچا گواہ کہتے ہیں۔“

۱۔ صفحہ ۲۵۰ سے ۳۵۵ میں ہے کہ:

”۱۹۳۷ء میں ڈی فانسو شاہ ارغوان نے اندلس میں حکم جاری کیا کہ اس
کی سلطنت سے تمام داعیین کو جلا وطن کیا جائے، کیونکہ یہ لوگ اراقتہ
ہیں اور ۱۲۰۶ء میں امیر ایمون شہر ٹولوس کے حاکم کے خلاف پوپ نے حکمہ جاسوسی کے افسران کو
اس شہر کی طرف روانہ کیا کیونکہ حاکم مذکور نے داعیین کو جلا وطن کرنے سے انکار کر دیا تھا، پھر کچھ عرصہ بعد
پادشاہ فرانس نے ایک بڑا لشکر جہاز جسکی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے
پوپ کے طلب کرنے پر اس شہر کی طرف روانہ کیا۔ امیر ایمون نے اپنے
شہر میں محصور ہو کر اپنی مدافعت کی، تاکہ قوت کا جواب قوت سے دے
اس لڑائی میں لاکھوں آدمی مارے گئے، ایمون کے لوگوں نے شکست
کھائی، اور ہر قسم کی ذلتوں اور عذابوں نے اُن کو گھیر لیا، پوپ اس

... لڑائی کے دوران اپنی قوم سے کہتا تھا کہ ہم تم کو فریاد دیتے ہیں، اور تم پر واجب کرتے ہیں کہ تم ان خبیث اراققہ یعنی داعیین کو نیست کرنے میں خوب جدوجہد کرو، اور ان کو دفع کرنے میں اس سے زیادہ شدت و قوت سے کام لو جس قدر سارا جیون یعنی مسلمانوں کے خلاف کرتے ہو۔

۱۲۷۱ء ماہ کانون اول کے آخر میں پوپ کے لوگوں نے اچانک داعیین پر ملک سر دینیا کے شہر اوڈیا بیت مونٹ میں حملہ کر دیا، نتیجہ میں وہ لوگ بغیر لڑائی کے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے، اور بہت سے لوگ برف باری کی نذر ہو گئے، پھر پوپ نے اس واقعہ کے ۸ سال بعد البرٹوس ارشیدیا کو فوس کو شہر کارمونیا میں اس امر کا پابند کیا کہ فرانس کے مغربی اطراف میں اور اوڈیا بیت مونٹ میں داعیین سے جنگ کرے، جہاں کچھ لوگ ان میں سے بقایا پلے آتے تھے، جو ۱۲۷۱ء کی جنگ سے بچ کر لوٹ آئے تھے، یہ شخص فوراً آگے بڑھا، اس کے ساتھ اٹھارہ ہزار جنگ جوئے اور یہ لڑائی تقریباً ۳۰ سال تک ان عیسائیوں کے خلاف جاری رہی جو یہ کہتے تھے کہ ہم ہر وقت پادشاہ کا اکرام کرتے ہیں، جزیہ ادا کرتے ہیں، مگر ہمارا ملک اور ہمارا مذہب جس کے ہم اللہ کی طرف سے مالک ہیں اور اپنے باپ داداؤں سے ترکہ میں پایا ہے اس کو ہم کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتے،

۱۲۷۱ء کانون اول شامی زبان میں دسمبر کے مہینہ کو کہتے ہیں،

اسی طرح اٹلی کے شہر کالابریا میں سنہ ۱۵۶۱ء کے اندر لاکھوں پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ہوا، بعض لوگ لشکر کے ہاتھوں ماریے گئے، اور بعض لوگ حکمہ جاسوسی کے ذریعے قنا کے گھاٹ اتر گئے، ایک رومی پروفیسر کہتا ہے کہ میرا روگٹا کھڑا ہوتا ہے، جب کبھی میں اس منظر کا تصور کرتا ہوں کہ ایک جلاد ہوا اس کے دانتوں میں خون آلود خنجر ہے، اس کے ہاتھ میں جو رد مال ہوا اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اس کے تمام ہاتھ پہنچوں تک خون میں لت پت ہیں، ایک ایک قیدی کو قید خانے سے اس طرح گھسیٹ کر لاتا ہے جس طرح قصائی بکری کو،

سنہ ۱۶۰۱ء میں ڈیوک سا فوی نے واضیین کے پانچ سو خاندانوں کو جلا وطن کیا، نیز سنہ ۱۶۵۵ء اور سنہ ۱۶۷۷ء میں اوڈیا بیٹ مونٹ میں ان کے خلاف پھر جبری تبدیلی مذہب کا سلسلہ شروع ہوا، کیوں کہ بادشاہ لوئیس چہار دہم پوپ کے اشارے سے اپنے لشکر کے تحت ان کی طرف بڑھا جبکہ وہ لوگ بڑے اطمینان سے اپنے گھروں میں پڑے ہوئے تھے، چنانچہ فوج نے ان میں سے بہت سوں کو قتل کر ڈالا، اور دس ہزار سے زیادہ نفوس کو جیل خانہ میں ڈال دیا، جہاں گھٹ کر اور بھوک سے نڈھال ہو کر ان لوگوں نے جان دیدی، اور جو ان میں سے بچ گئے ان کو نکال کر جلا وطن کر دیا، یہ کارروائی ایسے موسم میں ہوئی جبکہ کراکے کی سردی پڑ رہی تھی اور زمین برف پوش تھی، جس کے سبب سے بہت سی مائیں اور ان کے شیرخوار بچے سردی سے اکڑ کر راستے ہی میں مر گئے،

چارلس پنجم نے ۱۵۲۱ء میں ایک حکم نامہ پروٹسٹنٹوں کی جلا وطنی کی نسبت شہر فلیمنگ میں پوپ کی رائے سے جاری کیا، جس کے نتیجے میں پانچ لاکھ آدمی مارے گئے، چارلس کے بعد اس کا بیٹا فلپس بادشاہ ہوا، اس نے ۱۵۵۹ء میں اندلس جا کر امیر الفاکو پروٹسٹنٹوں کے جلا وطن کرنے کے لئے اپنا جاشین بنایا، اس شخص نے چند مہینوں میں شاہی شرعی جلا دے ہاتھوں اٹھارہ ہزار آدمی قتل کئے، اس کے بعد یہ شخص فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں نے پورے ملک میں چھتیس ہزار انسانوں کو قتل کیا، اور وہ مقتولین جن کا ذکر... پروفسر کین کرتا ہے، اور جن کو عید برتلیمائی کے موقع پر ماہ آگست ۱۵۷۲ء میں کامل امن دامن کے زمانے میں قتل کیا گیا، ان کا واقعہ یہ ہے کہ:

فرانس کے بادشاہ نے اپنی بہن کی نسبت امیر فافار کو جو علماء پروٹسٹنٹ اور شرفاء میں سے تھا، دینے کا وعدہ کر لیا تھا، پھر وہ اور اس کے دوست احباب اور ان کے کلیسا کے بڑے بڑے لوگ پیرس میں جمع ہوئے، تاکہ شادی کے وعدے کی تکمیل ہو جائے، اور جب صبح کی نماز کے لئے ناقوس بجے شرع ہوئے تو لوگوں نے پہلے سے طے شدہ سازش کے مطابق امیر اور اس کے ساتھیوں اور سالے پروٹسٹنٹوں پر جو پیرس میں موجود تھے اچانک حملہ کر کے اسی گھڑی دس ہزار آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے:

اسی طرح کا واقعہ روہن ویلون میں پیش آیا، بلکہ اس علاقہ کے اکثر

۱۵ عید برتلیمائی Lord's Feist by Bartholmew

۱۶ آگست شامی زبان میں ماہ اگست کو کہتے ہیں،

شہروں میں بھی یہی سانحہ پیش آیا، بعض مورخین نے تو کہا ہے کہ تقریباً ساٹھ ہزار انسان ہلاک کئے گئے، اور برابریس سال تک یہ جبر و ظلم و قتل عام جاری رہا، اس لئے کہ پروٹسٹنٹوں نے بھی ہتھیار سنبھال لئے تھے، تاکہ طاقت کا جواب طاقت سے دیں، غرض اس لڑائی میں کل نو لاکھ پروٹسٹنٹ مارے گئے، اور جب لوگوں نے شاہ فرانس کا یہ کارنامہ جو عید برتلمائی میں انجام دیا گیا تھا، سنا تو اس خوشی میں برجوں سے توپیں داغی گئیں، اور پوپ تمام کارڈنیلوں کے ساتھ مار پطرس کے کلیسا میں شکر یہ کا نغمہ پڑھو گیا اور بادشاہ کو بھی اس کا زمامہ کے صلہ میں جو اس نے رومی کلیسا کے حق میں انجام دیا تھا شکر یہ کا مضمون لکھا، پھر جب بادشاہ ہنری چہارم تخت نشین ہوا تو اس نے ۱۵۹۳ء میں یہ مظالم موقوف کر دیئے، مگر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسی جرم میں قتل کیا گیا کہ اس نے دین کے معاملہ میں جبر و ظلم کے لئے آمادگی کیوں نہ ظاہر کی؟ پھر ۱۶۵۷ء میں دوبارہ ظلم و ستم شروع ہوا، اور بے شمار مخلوق کے قتل کے بعد مورخین کے بیان کے مطابق پچاس ہزار آدمی ترک وطن پر مجبور ہوئے، تاکہ موت کے چنگل سے نکل جائیں۔

ہم نے یہ تمام عبارتیں مطابق اصل کے لفظ بہ لفظ رسالہ نمبر ۱۲ سے

نقل کی ہیں،

فرقہ کی متھولک کے مظالم کا نقشہ تو قارئین نے خوب اچھی طرح ملاحظہ کر لیا ہے، اب تصویر کا دوسرا رخ یعنی فرقہ پروٹسٹنٹ کے مظالم کے کارنامے

بھی سنتے جائیے، جو کہ کسی طرح اُن سے کم نہیں ہیں، یہ واقعات ہم کتاب مرآۃ الصدیق سے نقل کرتے ہیں، جس کا ترجمہ پادری طامس انگلس نے جو کیتھولک کا عالم ہے انگریزی سے عربی میں کیا ہے، اور جو ۱۸۵۱ء میں طبع ہوئی ہے، یہ کتاب اس فرقہ کے لوگوں کے پاس ہندوستان میں بکثرت موجود ہے، اس کے صفحہ ۴۱ و ۴۲ پر لکھا ہے کہ:

”پرڈسٹنٹوں نے اپنے ابتدائی دور میں ۶۴۵ خانقاہیں اور ۹ مدارس اور ۲۲۷ عبادت خانے، ۱۱۰ شفا خانے ان کے مالکوں سے چھین کر معمولی قیمت میں بیچ ڈالے، اور ان کی قیمت امرار نے آپس میں تقسیم کر لی، اور ہزاروں مفلوک اور غریبوں کو برہنہ کر کے ان مقامات سے نکال دیا۔“

پھر صفحہ ۴۵ پر کہتا ہے کہ:

”اُن کی طبع اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ انھوں نے مردوں تک کو نہیں بخشا، ان کے جسموں کو جو عدم کی نیند سو رہے تھے اذیت دی اور اُن کے کفن اتارے۔“

پھر صفحہ ۴۸ و ۴۹ پر کہتا ہے کہ:

”اس لوٹ مار میں بے شمار کتب خانے ضائع ہو گئے، جن کا ذکر جنی ہیل ان الفاظ سے کرتا ہے کہ انھوں نے کتابوں کو لوٹ کر ان کے اوراق کو کھانا پکھنے میں، شمع دانوں اور جوتوں کو صاف کرنے میں استعمال کیا، کچھ کتابیں عطاروں کے ہاتھ بیچ ڈالیں، اور کچھ صابن فروشوں کے ہاتھ، بہت سی کتابوں کو سمندر پار چڑے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا، یہ کتابیں سو پچا نہ تھیں بلکہ سواریاں ان کتابوں سے لدی ہوئی ہوتی تھیں، اور اس بُری طرح ان کتابوں کو ضائع کیا کہ دوسری قوموں کو بھی تعجب ہوا، میں ایک

ایسے تاجر کو جانتا ہوں جس نے دو بڑے کتب خانے صرف بیس روپے میں خریدے تھے، ان مظالم کے بعد انھوں نے کنیسوں کے خزانوں میں سے سوائے ننگی دیواروں کے کچھ بھی نہ چھوڑا، اس کے باوجود وہ لوگ اپنے آپ کو شائستہ سمجھتے ہیں، اور کنیسوں میں سب اپنے مذہب کے لوگ بھر دیئے۔“

پھر صفحہ ۵۲ لغایہ صفحہ ۵۶ پر کہتا ہے کہ:-

”اب ہم ان ظالمانہ افعال پر غور کرتے ہیں جو پروٹسٹنٹوں نے فرقہ کیتھولک کے حق میں آج تک روارکھے ہیں انھوں نے ایک سو سے زیادہ ایسے قوانین مسترد کئے جو سب کے سب عدل و رحم کے خلاف اور محض ظالمانہ ہیں، ہم ان میں سے چند بیان کرتے ہیں:

نمبر ۱: کوئی کیتھولک ماں باپ کا ترکہ نہیں پاسکتا،

نمبر ۲: ان کا کوئی شخص جب تک پروٹسٹنٹ نہ ہو جائے اٹھارہ سال کی عمر ہو جانے کے بعد کسی زمین کے خریدنے کا مجاز نہیں،

نمبر ۳: ان کے لئے کوئی مدرسہ نہ ہوگا،

نمبر ۴: ان کو لکھنے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس حکم کی خلاف ورزی پر دوامی قید ہوگی،

نمبر ۵: اس مذہب کے لوگوں کو دو گنا خراج ادا کرنا ہوگا،

نمبر ۶: اگر ان لوگوں کا کوئی پادری نماز ادا کرے گا تو اس کو اپنے مال سے تین سو تیس روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا، اور اگر غیر پادری نماز ادا

کرے گا تو اس کو سات سو جرمانہ اور ایک سال کی قید ہوگی،
نمبر ۷؛ ان میں سے اگر کوئی شخص اپنے بچے کو انگلستان سے باہر غیر مالک
میں تعلیم کے لئے بھیجے گا تو باپ بیٹے دونوں قتل کئے جائیں گے،
اور تمام مال و مویشی ضبط کر لئے جائیں گے،

نمبر ۸؛ سلطنت کا کوئی بھی عہدہ ان کو نہیں دیا جاسکتا،

نمبر ۹؛ ان میں سے جو شخص اتوار کے دن یا عید کے روز پہر ڈسٹنٹ کلیسا
میں حاضری نہیں دے گا، اس کو دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ ادا کرنا
ہوگا، اور جماعت سے خارج شمار ہو کر کسی عہدہ کے لائق نہ رہے گا،
نمبر ۱۰؛ ان میں اگر کوئی لندن سے ۵ میل کی مسافت پر سفر کرے گا
تو ایک ہزار روپیہ جرمانہ لیا جائے گا،

نمبر ۱۱؛ قانون کے مطابق حکام کے یہاں کسی کی فریاد نہیں سنی جائیگی،
نمبر ۱۲؛ ان میں سے کوئی شخص مال و متاع ٹوٹے جانے کے اندیشے سے
۵ میل سے زیادہ سفر نہ کرے، اسی طرح ایک ہزار روپیہ جرمانے
کے اندیشہ سے کوئی شخص حکام تک اپنی فریاد پہنچانے پر قادر
نہ تھا،

نمبر ۱۳؛ نہ ان کے نکاح درست ہیں، نہ ان کے مردوں کی تجہیز و تکفین
ٹھیک ہے، نہ ان کے بچوں کی پاکی بپتسمہ سے صحیح ہے، جب تک
یہ سب کام انگریزی کلیسا کے طریقہ کے مطابق انجام نہ دیں جائیں
نمبر ۱۴؛ اس مذہب کی کوئی عورت اگر نکاح کرے گی تو حکومت اس کے

جہیز میں سے ۲ لے لے گی، یہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ میں وارث
 نہ ہوگی، نہ خاوند کو اس کے حق میں کوئی وصیت کرنا جائز ہوگا،
 ان کی بیویاں اس وقت تک قید میں رہیں گی، جب تک ان کے
 خاوند دس روپے ماہانہ ٹیکس نہ ادا کریں، یا پھر اپنی زمین کا ۱۰
 حصہ حکومت کو نہ دیدیں،

نمبر ۱۵؛ آخر کار حکومت کا یہ حکم جاری ہوا کہ اگر یہ لوگ سب کے سب
 پرنٹسٹنٹ ہونا قبول نہ کر لیں تو ان کو قید کر کے ہمیشہ کے لئے
 جلا وطن کر دیا جائے، اور اگر یہ لوگ حکم ماننے سے انکار کریں، یا
 جلا وطنی کے بعد پھر بغیر اجازت واپس آئیں تو بڑے سنگین جرم
 کے مرتکب شمار کئے جائیں گے،

نمبر ۱۶؛ ان کے قتل کئے جانے یا جہیز و تکفین کے موقع پر پادری آئی،
 نمبر ۱۷؛ کسی کے گھر میں ہتھیار نہ رہنے پائیں،
 نمبر ۱۸؛ کسی کو ان لوگوں میں ایسے گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہ
 ہوگی جس کی قیمت پچاس روپے سے زیادہ ہو،

نمبر ۱۹؛ ان کا کوئی پادری اگر اپنے متعلقہ کام انجام دینے کا تودہ دے
 قید کا مستحق ہوگا،

نمبر ۲۰؛ جس پادری کی پیدائش انگلستان کی ہو مگر وہ پرنٹسٹنٹ طریقے
 پر نہ ہو اگر وہ انگلستان میں تین دن سے زیادہ قیام کرے گا تو غدار
 شمار ہو کر واجب قتل ہوگا،

نمبر ۲۱: جو شخص ایسے پادری کو پناہ دے گا وہ بھی واجب القتل ہوگا،
 نمبر ۲۲: عدالت میں کسی کیسٹھولک عقیدہ دلے کی گواہی معتبر نہ ہوگی، ان ظالم
 قوانین کے تحت ملکہ ایلزبتھ کے عہد میں دو سو چار اشخاص کو قتل کیا گیا
 جس میں سے ایک سو چار پادری تھے، باقی یاد و لتند طبقے کے لوگ تھے
 یا وہ لوگ جن کا قصور اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ انہوں نے اپنے
 کیسٹھولک ہونے کا اقرار کیا تھا، نوے پادری اور دس بڑے لوگ جیل خانے
 میں سڑ کر مر گئے، ایک سو پانچ اشخاص کو عمر بھر کے لیے جلا وطن کیا
 گیا، بہتوں کے کوڑے مارے گئے، جرمانہ کیا گیا، اور اپنے اموال و
 املاک سے محروم کر دیئے گئے، یہاں تک کہ ان کا پورا خاندان ہلاک
 ہو گیا، ملکہ اسکاٹ لینڈ ملکہ میری جو ملکہ ایلزبتھ کی خالہ زاد بہن
 تھیں مھن کیسٹھولک ہونے کی وجہ سے قتل کی گئیں۔“

پھر صفحہ ۶۱ لغایت ۶۶ پر کہتا ہے کہ:

”ملکہ ایلزبتھ کے حکم سے ان کے بہت سے راہب اور علماء کو کشتی میں
 سوار کر کے سمندر میں ڈبو دیا گیا، اس کا لشکر آئر لینڈ میں اس غرض سے
 داخل ہوا کہ کیسٹھولک فرقہ کے لوگوں کو پر دسٹنٹ مذہب میں جبراً داخل
 کر لیں، اس فوج نے ان کے تمام گرجے جلا ڈالے، ان کے علماء کو قتل کیا،
 ان کو اس طرح شکار کیا کرتے تھے جس طرح جنگل کے وحشی جانوروں کو
 شکار کیا جاتا ہے، یہ لوگ کسی کو امن نہیں دیتے تھے، اور اگر کسی کو امن
 دیدیتے تو امن دینے کے بعد بھی اس کو قتل کر دیتے، اور جو لشکر سمر دک

کے قلعہ میں تھا، انھوں نے ان کو بھی ذبح کر دیا، اور تمام بستیوں اور شہروں کو آگ لگا دی، اور کھیتوں اور جانوروں کو برباد کر دیا، وہاں کے باشندوں کو عمر و درجہ کا لحاظ کئے بغیر جلادطن کر دیا، یہ قسم قسم کے مظالم کا سلسلہ جس میں اہل کے عہد تک برابر جاری رہا، اس کے زمانہ میں البتہ کسی قدر تخفیف ہو گئی تھی پھر ۱۷۷۸ء میں اس بادشاہ نے اُن پر رحم کیا، مگر پروٹسٹنٹ فرقہ بادشاہ سے بگڑ گیا، اور ایک مھضر نامہ چوالیس ہزار پر وٹسٹنٹوں کی جانب سے ماہ حزیان ۱۷۷۸ء کی دوسری تاریخ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی گئی کہ پارلیمنٹ کی تھولک والوں کے لئے ان ظالمانہ قوانین کو بدستور جاری رکھے، مگر پارلیمنٹ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی، تب ایک لاکھ پر وٹسٹنٹ لندن میں جمع ہوئے، اور کنیسوں میں آگ لگا دی، اور کیتھولک والوں کے مکانات مسمار کر دیئے، ایک جگہ سے چھتیس مقامات پر لگی ہوئی آگ دکھائی دیتی تھی، یہ فتنہ برابر چھ روز قائم رہا، مجبور ہو کر بادشاہ نے ایک دوسرا قانون ۱۷۹۱ء میں وضع کیا، اور کیتھولک والوں کو کچھ حقوق دیئے گئے، جو اُن کو آج تک حاصل ہیں۔

پھر صفحہ ۳، ۴ پر کہتا ہے کہ :

”تم نے آئر لینڈ کے چارٹر اسکول کا حال نہیں سنا؟ یہ بات محقق اور یقینی ہے کہ پر وٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ پچیس لاکھ روپیہ جمع کرتے ہیں، بڑے بڑے

۱۷۲۳ء حزیان شامی زبان میں ماہ جون کو کہتے ہیں،

مکانات کا کرایہ اس کے علاوہ بے شمار ہے، اس رقم کے ذریعہ کیتھولک والوں کے بچوں کو خرید لیتے ہیں جو بیچائے غریب اور مفلوک ہوتے ہیں، اور ان کو خفیہ طور پر گاڑیوں میں سوار کر کے دوسرے ممالک میں بھیج دیتے ہیں، تاکہ ان کے ماں باپ نہ دیکھ سکیں، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ بد بخت بچے بڑے ہو کر جب اپنے وطن کو واپس آتے ہیں تو تعارف و امتیاز نہ ہونے کے سبب اپنی بہنوں اور بھائیوں اور ماں باپ کا چہرہ دیکھ لیتے ہیں۔

اور وہ مظالم جو فرقہ پرولٹنٹ والوں نے آپس میں ایک دوسرے پر کئے ہیں ان کا تذکرہ تلویں کے خوف سے ہم نہیں کرتے، اور صرف اس مقدار پر اکتفا کرتے ہیں،

اب ہم کہتے ہیں کہ ذرا ان معترضین کو دیکھئے جو ملت محمدیہ پر کس بے حیائی اور بے شرمی سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب ظلم و ستم کے ذریعہ دنیا میں پھیلا یا ہے؟

جہاد کی حقیقت

پانچویں بات | شریعت محمدیہ میں جہاد کے حکم کی صورت یہ ہے کہ پہلے کافروں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی جاتی ہو

اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو بہتر ہے، اور ایسی صورت میں ان کی حیثیت اور پوزیشن بالکل ہمارے برابر ہوگی، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو وہ اگر عرب کے مشرک ہیں تو ان کا حکم شریعت محمدی میں وہی ہے جو شریعت موسوی میں مساتوں کو ملتا

کے لئے اور مرتدا اور بتوں کی تشریاتی کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی دعوت دینے والے کے لئے تھا، یعنی قتل کیا جانا، اور مشرکین عجم کو قبولِ حبسزیہ اور اطاعت کی صورت میں صلح کی دعوت دی جائے گی، اگر وہ مان لیں اور حبسزیہ کی ادائیگی کا عہد کر کے مسلمانوں کی رعایا بن کر رہنا پسند کریں تو بہتر ہے، ایسی صورت میں ان کی جانیں اور اموال ہماری جان و مال کی طرح محفوظ ہوں گے، اور اگر قبول نہ کریں تو ان سے ان شرائط کی پابندی اور لحاظ رکھتے ہوئے جن کی وضاحت فقہ کی کتابوں میں کی گئی ہے، لڑائی کی جائے گی، اور وہ شرائط تقریباً اسی نوع کی ہیں جو شریعت موسوی میں مذکورہ سات اقوام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہیں،

اور وہ خرافات اور لغو باتیں جو اس مسئلہ کے بیان کرنے میں علماء پرڈسٹنٹ نے کی ہیں کچھ تو بالکل ہی من گھڑت اور جھوٹ ہیں، اور کچھ بکو اس اور ہڈیان کے سوا اور کچھ نہیں، اس موقع پر ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا وہ خط جو رئیس لشکر فارس کو لکھا گیا، اور امن کی وہ تحریر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کے لئے لکھی تھی نقل کرتے ہیں، تاکہ ناظرین پر صورتِ حال پورے طور پر واضح ہو جائے،

خالد بن ولید کا خط امیر لشکر فارس کے نام

”بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ خالد بن ولید کی طرف رستم و ہران کے نام؛

ان لوگوں کے لئے سلامتی ہو جو راہِ ہدایت پر چلتے ہیں، اما بعد؛

ہم تم کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اگر تم کو اس سے انکار ہو تو

اور رعایا بن کر حبزیہ ادا کرو، لیکن اگر اس سے بھی انکار کر دگے تو پھر
مَنْ لَوْ كَرِهَ مِثْرِي هَمْرًا لَيْسَ لَوْ كَرِهَ مِثْرِي هَمْرًا لَيْسَ لَوْ كَرِهَ مِثْرِي هَمْرًا لَيْسَ
ایسا محبوب ہے جیسا اہل فارس کو شراب محبوب، والسلام
علی من اتبع الهدیؑ

صلح بیت المقدس کا معاہدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے
عیسائیوں کو امان دینے کے لئے مندرجہ ذیل تحریر لکھی:

بسم الله الرحمن الرحيم من خالد بن الوليد الى رستم ومهران
في ملاء فارس، سلام على من اتبع الهدى، اما بعد فاننا قد عوكم الى الاسلام
فان ابيتم فاعطوا الجزية عن يد وانتم صاغرون، فان معي قوما يحبون
القتل في سبيل الله كما يحب فارس الخمر والسلام على من اتبع الهدى
رواه في شرح المنة (مشكاة المصابيح، ص ۲۴۲ كتاب الجهاد باب الكتاب
الى الكفار الفصل الثالث، اصة المطابع، كراچی)

۵۷ یرموک اور اجنادین کی فتوحات کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا،
جو بہت دنوں تک جاری رہا، جب اہل شہر بالکل مایوس ہو گئے، تو انھوں نے کہا کہ ہم صلح
کر کے شہر کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ حضرت عمرؓ خود آ کر شرائط صلح طے کریں
اور صلح نامے پر بغض نفیس دستخط فرمائیں، غالباً اس سے ان کا مقصد یہ ہو گا، کہ خلیفہ ان کے ساتھ
زیادہ نرمی برتیں گے، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ شرط تسلیم کر لی، اور امیر المؤمنین کو بلوایا، وہ
تشریف لائے اور یہ صلح نامہ لکھوایا: (دیجئے طبری ص ۱۵۹ ج ۴ کامل ابن اثیر، ص ۱۹۳
ج ۲، وابن عساکر، ص ۴، ج ۱ اول مطبعة الروضة بالشام ۱۲۲۹ھ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر
امیر المؤمنین نے ایلیار والوں کو دیا ہے، اُن کی جانیں بھی محفوظ رہیں گی

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہاں ہم صلحنامہ کے وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو حافظ طبری نے نقل کئے
ہیں، یہ الفاظ "اظہار الحق" میں نقل کئے ہوئے الفاظ سے کہیں کہیں معمولی طور پر مختلف ہیں،
بسم اللہ الرحمن الرحیم، ہذا اما اعطی عبد اللہ عمر امیر المؤمنین
اہل ایلیار من الالمان اعطاهم امانا لا نفسہم واموالہم ولکننا نسہم
وصلبانہم وسقیمہا وبریئہا وسائر ملتہا انہ لا تسکن کنا نسہم ولا
تہدم ولا ینتقص منها ولا من حیزہا ولا من صلیبہم ولا من شیء من
اموالہم ولا یکسہون علی دینہم ولا یضار احد منہم ولا یسکن
بایلیار منہم احد من الیہود وعلی اہل ایلیار ان یعطوا الجزیۃ کما
یعطی اہل المدائن وعلیہم ان یمضوا منہا الروم واللصوص فمن خرج
منہم فأمن علی نفسه وماله حتی یملأ ماأمنہ، ومن اقام منہم فہو آمن و
علیہ مثل ما علی اہل ایلیار من الجزیۃ، ومن احب من اہل ایلیار ان
یسیر بنفسہ وماله مع الروم ویخلى بیعہم وصلبہم فانہم امنون
علی انفسہم وعلی بیعہم وصلبہم حتی یملأوا ما منہم ومن کان بہا من
اہل الارض قبل مقتل فلان فمن شاء منہم قعد وعلیہ مثل ما علی
اہل ایلیار من الجزیۃ ومن شاء سار مع الروم ومن شاء رجع الی اہلہ
فانہ لا یؤخذ منہم شیء حتی یحصد حصادہم وعلی ما فی ہذا الکتاب
عہد اللہ وذمہ رسولہ وذمہ المؤمنین اذا اعطوا الذی علیہم
من الجزیۃ، (تاریخ الطبری، ص ۱۵۹ ج ۲)

اور ان کے عبادت خانے بھی اور صلیبیں بھی، خواہ وہ اچھی حالت میں ہوں یا بُری حالت میں، اور پوری قوم کیلئے ان کے عبادت خانوں میں سکونت اختیار کی جائے، نہ ان کو گرایا جائے، نہ توڑا جائے، اور نہ کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے، نہ عبادت خانوں کو نہ صلیبوں کو، نہ ان کے کسی مال کو اور نہ ان کی اپنے دین پر چلنے میں کوئی مزاحمت کی جائے اور نہ کسی قسم کی مضرت پہنچائی جائے، نہ ایلیا میں کوئی یہودی رہنے پائے، ایلیا والوں پر اس کے عوض میں اہل مدائن کی طرح جزیہ اور اگر نا واجب ہوگا، نیز ان کے ذمہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنے شہر سے رومیوں اور ڈاکوؤں کو نکال باہر کریں، پھر جو ان میں سے نکلے گا اس کی جان و مال کی اس وقت تک حفاظت کی جائیگی، جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے، اور جو ان میں سے قیام کریں گے ان کو امن حاصل ہے گا، اور ان پر دوسرے باشندگان ایلیا کی طرح جزیہ واجب ہوگا، نیز ایلیا والوں میں سے اگر کوئی رومیوں کے ساتھ مع اپنے مال کے جانا پسند کرے اور اپنے عبادت خانے اور صلیبیں چھوڑ دے، تو ان کی جانوں اور گرجوں اور صلیبوں کے لئے امن حاصل ہوگا، جب تک وہ اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائیں گے، اس کے علاوہ وہ دوسری قومیں جو ایلیا میں ہیں ان میں سے جو وہاں رہنا چاہے اس پر بھی دوسرے باشندوں کی طرح جزیہ واجب ہوگا، اور جس کا دل چاہے اپنے ملک کو واپس چلا جائے

ایسے لوگوں سے کچھ نہیں لیا جلتے گا، جب تک کہ ان کی کھیتیاں نہ
کٹیں گی، اس خط میں جو عہد لکھا گیا ہے۔ وہ خدا اور رسول کا عہد
ذمہ داری ہے، اور اس کے رسول کے خلفاء اور سارے مسلمانوں
کی، جب کہ یہ لوگ معتبرہ رقم جزیہ کی ادا کر دیں، صحابہ میں سے اس
پر خالد بن ولیدؓ اور عمر بن العاصؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور
معاویہ بن ابی سفیانؓ گواہی دیتے ہیں۔

ادھر دنیا کو اس امر کا اعتراف ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اسلامی معاملات میں بڑے سخت تھے، اور شام کا جہاد آپ کا عظیم جہاد تھا، چنانچہ
ایلیا کے محاصرہ کے وقت آپ بہ نفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے، مگر جب
ایلیا پر آپ کا تسلط کامل ہو گیا، اور عیسائیوں نے جزیہ کی رقم ادا کرنا منظور کر لیا
تو تاریخ شاہد ہے کہ کسی ایک متنفیس کو نہ تو آپ قتل کیا، اور نہ ایمان قبول کرنے پر مجبور
کیا، اور بہترین مقابل قبول شرطیں ان کے سامنے پیش کیں، جس کا اعتراف
عیسائیوں کے مؤرخین اور مفسرین کو بھی ہے، چنانچہ باب، فصل ۳ میں۔ پادری
ٹامس نیوٹن کا اقرار گزر چکا ہے، اور اس بحث کے نمبر ۳ میں مفسر مذکور ہی کے بیان
سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عیسائیوں نے اس کے برعکس مسلمانوں اور یہودیوں
کے ساتھ کیا معاملہ کیا، جب کہ اسی ایلیا پر ان کا تسلط ہوا،

البتہ شریعت محمدیہ اور شریعت موسوی کے درمیان مسئلہ جہاں جو عظیم الشان

فرق دہست یا زہود یہ کہ شریعت محمدیہ کے اصول کے تحت سب پہلے مخالف کو اسلام قبول کرنے کی باضابطہ دعوت دی جاتی ہے، بخلاف شریعت موسویہ کے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس دعوت میں اور ایمان لانے کے بعد قتل سے محفوظ رہنے میں کوئی بھی قباحت نہیں، بلکہ عین انصاف ہے، کتاب حزقیال باب ۳۳ آیت میں ہے کہ:

”خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم: شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں، بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے“

اور کتاب یسعیاہ باب ۵۵ آیت، میں ہے کہ:

”شریر اپنی راہ کو ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو، اور وہ خداوند کی طرف پھرے، اور وہ اس پر رحم کرے گا، اور ہلکے خداوند کی طرف، کیونکہ وہ کثرت سے معاف کرے گا“

دوسرا فرق یہ ہے کہ شریعت موسوی میں مخصوص سات اقوام کے حق میں یہ حکم تھا کہ ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا جائے، بخلاف شریعت محمدیہ کے کہ ہمارے مذہب میں ان کا قتل مطلق جائز نہیں، خواہ وہ عرب ہی کے مشترک کیوں نہ ہوں، جس طرح مخصوص سات اقوام کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے شریعت موسویہ میں بھی یہی حکم تھا،

۱۰ قرآن کریم کی اس آیت کا بھی قریب قریب یہی مفہوم ہے، جس میں ارشاد ہے:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنَّ شُكْرَكُمْ رَءَايُنَا ۚ اللَّهُ تَعْلِي عَذَابَكُمْ ۖ كَرِيهًا ۚ

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ:

اب جب آپ کے خیال میں مذکورہ پانچوں باتیں ذہن نشین ہو گئیں تو اب ہم کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت کی رُوسے جہاد میں کوئی بھی نقلی یا عقلی قباحت آپ ثابت نہیں کر سکتے، نقلی حیثیت سے تو اس لئے کہ مذکورہ پانچ وجوہ سے اس کا جواز ثابت ہے، عقلاً اس لئے کہ دلیل صحیح کے ذریعے ثابت ہو چکا ہے کہ قوتِ نظری کی اصلاح قوتِ عملی پر مقدم ہے، لہذا عقائد کی اصلاح اعمال کی اصلاح پر یقیناً مقدم ہوگی، یہ مقدمہ تمام عقلاء کا مسلمہ ہے، اور بغیر ایمان کے نیک اعمال ان کے نزدیک مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتے، عیسائی اس نظریے میں ہماری مخالفت کر ہی نہیں سکتے، کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ بغیر مسیح پر ایمان لائے اعمالِ صالحہ ذریعہ نجات نہیں بن سکتے، اور یہ بھی ان کو تسلیم ہے کہ سخی، کریم، متواضع جو عیسائی کا منکر ہودہ اُن کے نزدیک اس بخیل، غصیلے اور متکبر سے زیادہ خبیث ہے جو عیسائی پر ایمان لاتا ہے،

اسی طرح صحیح تجربات سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کبھی کبھی اپنی خطا اور بُرائی پر دوسرے کی تنبیہ سے واقف اور متنبہ ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بھی صحیح تجربات کا پتہ ہے کہ انسان کبھی کبھی محض اپنی قومی وجاہت اور شوکت کی وجہ سے حق کو نہیں مانتا، اور کسی دوسری قوم کے فرد کی باتوں کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کی بات سننے سے بھی اس کو عار آتی ہے، بالخصوص اس وقت جب کہ اس کی بات، اس کی صنف کی طبائع اور ان کے اصول کے خلاف ہو، اور اس کے ملنے اور قبول کرنے کی صورت میں اور عبادتِ بدنیہ اور مالیہ کی ادائیگی میں مشقت اور دشواری پیش آتی ہو، بخلاف اس صورت کے جبکہ اس کی قوم

کی دجا ہست اور شوکت توڑ دی جائے، تو اس کو بات کی طرف دھیان دینے اور سننے میں کوئی عار نہیں آتی۔

اسی طرح یہ بات بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ دشمن کو جب یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا مخالف آرام طلب ہے تو اس کی ہوس ملک گیری کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اس کے ملک پر قبضہ کر لے، قدیم سلطنتوں کے عام طور پر فنا ہونے کا بڑا سبب یہی تھا، اور پھر اس کے مسلط ہونے پر دین و دیانت کو نقصان عظیم اٹھانا پڑتا ہے، اسی لئے عیسائی سب کے سب اپنی مروجہ انجیل کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ کیتھولک دالے کہتے ہیں کہ رومی کلیسا کو ہر عیسائی یرواسطہ عماد کے پورا اعتماد حاصل ہے، کیونکہ ہر معتمد رومی کلیسا کے سامنے سرنگوں اور محکوم ہے، اور کلیسا پابند ہے کہ گنہگاروں سے کلیسائی منزائیں جاری کر کے بدلہ لے، اور اس امر کا پابند ہے کہ ان لوگوں کو جو گمراہی پر اصرار کریں اور عوام کے لئے مضرت رساں ہوں موت کی سزا دینے کے لئے حکام کے حوالے کرے، اور اس کے لئے ممکن ہو کہ وہ لوگوں کو کیتھولک ایمان اور کلیسائی احکام کی حفاظت کرنے کا پابند بنائے، خواہ وہ کسی قصاص کی صورت میں ہو، ان کے یہ اقوال اسحاق برڈنے جو ایکٹ پروٹسٹنٹ عالم ہے اپنی کتاب الثلاث عشرة رسالہ کے رسالہ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ۱۸۲۹ء بیروت میں نقل کئے ہیں،

نیز انگلستان کے علماء پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ انگلستان اور دوسرے متعلقہ ملکوں میں بادشاہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہے، وہ کلیسائی ہوں یا مدنی اور کلیسا کسی کا تابع نہیں ہے، بلکہ یہ جائز ہی نہیں کہ وہ کسی اجنبی حاکم کے سامنے جھکے

اور عیسائیوں کے لئے جائز ہے کہ حکام کی اجازت اور ان کے حکم سے مسلح ہوں، اور جنگ کریں، جس کی تصریح الی کے دینی عقائد میں سے عقیدہ نمبر ۳ میں موجود ہے، غرض دونوں فرقوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان ظاہری اقوال کو قطعی ترک کر دیا، جن میں کہا گیا تھا کہ شر کا مقابلہ مت کرو، بلکہ جو تمہارے دلہنے زخار پر چپت رسید کرے تم اس کے آگے دوسرا زخار بھی کر دو، اور جو تم سے جھگڑنا چاہے اور تمہارا کرتا چھینے تم اپنی چادر بھی اس کے حوالے کر دو، اور جو تم سے ایک میل تک بیگمار لینا چاہے تم دو میل تک اس کے ساتھ جاؤ، جو تم سے سوال کرے اس کو دیدو۔

یہ اقوال ان کے معترضہ قوانین کے سراسر مخالف ہیں، اور اگر عیسائی حضرات ان اقوال پر عمل کرتے تو ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوستان سے انگریز کی سلطنت چند روز ہی میں ختم ہو جاتی، اور ہندوستانی بغیر کسی دشواری کے ان کو نکال باہر کر دیتے، اسی لئے ایک ظریف دانشمند نے ان اقوال پر اعتراض کرتے ہوئے الزام کہا ہے کہ:

”ان اقوال میں انسان کو ایسی باتوں کا مکلف بنایا گیا ہے جو اس کے احاطہ

لے مشرک کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر ٹانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور اگر کوئی تجھ پر ناش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو جو غصہ بھی اسے لے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگمار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا، جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔“

(انجیل متی ۵: ۳۹ تا ۴۲، نیز دیکھئے لوقا ۱۶: ۲۹)

قدرت سے خارج ہیں، کیونکہ کسی بھی سلطنت کے لئے اُن پر عمل کرنا ممکن نہیں
ہو، اور نہ کسی کو ان احکام کا پابند بنانا ممکن ہو، سوائے ان بعض شکاریوں کے
جن کے پاس چادر ہی نہ ہو، کہ ان سے پھین لی جائے، اور وہ اضاعتِ وقت
کی پرواہ نہ کریں۔

پھر انھوں نے فرمایا کہ:

”اور یہ اقوال نہ تو مرقس میں موجود ہیں، اور نہ یوحنا میں مذکور، اس کے باوجود
عیسائی سو فی صدی ان احکام کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیشہ ان اقوال سے اپنی
مذہب کی افضلیت پر استدلال کرتے ہیں، پھر مرقس اور یوحنا کے لئے ان
اقوال کو چھوڑنے کی گنجائش کب ہو سکتی تھی؟ اور دونوں گدھی کے بچے
کے قصہ میں اتفاق کر لیتے ہیں، تو کیا مورخین کا یہی شیوہ ہے کہ وہ معمولی
معمولی باتوں کو ذکر کریں، اور بڑے اہم معاملات کو نظر انداز کر جائیں؟
بالخصوص جبکہ وہ خود ہی اس کے مخاطب بھی ہوں، ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جا
کہ جس نے اُن اقوال کو ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر دوسروں کو مکلف بنانا
ہواد جس نے سلوک کیا اس کے پیش نظر اپنے مکلف ہونے کا اندیشہ تھا،

ایک ملحد کا قول ہے کہ یہ احکام جن پر عیسائی حضرات فخر کرتے ہیں، یا تو بعض
حالات کے پیش نظر مستحب ہیں، یا راجب، اگر مستحب ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں،

۱۔ دیکھئے متی ۲۱: ۹ تا ۱۱، مرقس ۱۱: ۱۰ تا ۱۱، لوقا ۱۹: ۲۹ تا ۳۸، اور یوحنا ۱۲: ۱۲ تا ۱۵

مگر اس شکل میں ملتِ عیسوی کے ساتھ کچھ تخصیص نہیں، کیونکہ یہ احتجاج بعض حالات کے لحاظ سے دوسرے مذاہب میں بھی موجود ہیں، اور اگر واجب ہیں تو یقیناً مفاسد اور شرارتوں کا سرچشمہ ہیں، اور سلطنتوں کے راحت و اطمینان اور سرور و خوشی کے زوال کا سبب ہیں،

ہمارے مندرجہ بیان کے بعد جہاد کے عقلاً مستحسن ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں رہا، بشرطیکہ وہ جہاد ان شرائط کو جامع ہو جو شریعتِ محمدیہ میں مذکور ہیں اس جگہ کے مناسب ایک حکایت یاد آگئی، ہندوستان کے انگریزی محکمہ افتاء میں ایک پادری آیا، اور کہنے لگا کہ مفتی صاحب! میرا مسلمانوں کے خلاف ایک سوال ہے، جس کے جواب کے لئے میں ایک سال کی ہملت دیتا ہوں مفتی صاحب نے محکمہ کے ناظر کی طرف اشارہ کیا، جو ایک ظریف اور خوش طبع شخص تھا، اس نے پوچھا فرمائیے، کیا سوال ہے؟ کہنے لگا کہ آپ کے پیغمبر کا دعویٰ ہے کہ میں مامور بالجہاد ہوں، حالانکہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جہاد کا حکم نہیں ہوا، ناظر نے کہا کیا یہی وہ سوال ہے جس پر غور کرنے کے لئے آپ نے ہم کو ایک سال کی ہملت دی ہے؟ پادری نے کہا، ہاں! اس پر ناظر نے کہا کہ ہم آپ سے کوئی ہملت نہیں مانگتے، اور دو درجہ سے اسی وقت جواب دیتے ہیں، اول تو یہ کہ ہم سرکارِ انگریزی کے ملازم ہیں، اور ہم کو ایامِ تعطیل کے علاوہ قطعی فرصت نہیں، تو ہم کو کون ایک سال کی ہملت دے گا، دوسرے یہ سوال کسی غور و خوض کا محتاج بھی نہیں ہے، جج کے بارے میں (جو انگریزی حکومت میں بمنزلہ شرعی قاضی کے ہوتا ہے) آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کے لئے جائز ہے کہ جب اس کے سامنے قاتل پر جبرم

قتل ثابت ہو جائے، تو وہ مجرم کو پھانسی دیدے؟ پادری نے کہا کہ نہیں، کیونکہ اس کو یہ اختیار نہیں، بلکہ اس کا منصب یہ ہے کہ وہ اُس قاتل کو سیشن جج کے پاس بھیج دے، جو اس سے بڑا حاکم ہے، ناظر نے کہا، تو کیا اس بڑے حاکم کو اختیار ہے کہ جب اس کے نزدیک جرم قتل ثابت ہو جائے تو قانون کے مطابق وہ اس کو قتل کر دے؟ پادری نے کہا نہیں، کیونکہ اس کو بھی اختیار نہیں، بلکہ اس کا منصب صرف یہ ہے کہ معاملہ کی دوبارہ تحقیق کرے، اور جو حاکم اس سے بالاتر ہے اس کو اطلاع دے، تاکہ عدالتِ بالا سے قتل کا حکم صادر ہو، تب وہ بڑا حاکم اس کے قتل کا حکم کرے گا، ناظر نے کہا تو کیا یہ تینوں حاکم ایک ہی انگریزی حکومت کے مقرر کردہ نہیں ہیں؟ پادری نے کہا، بیشک! لیکن یہ اختیارات کا اختلاف عہدوں اور منصب کے اختلاف کی بنا پر ہے،

ناظر نے کہا آپ کے سوال کا جواب خود آپ کے کلام سے نکل آیا، اب سنئے کہ موسیٰ اور علیؑ کی مثال پہلے دونوں حاکموں کی طرح ہے، اور ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال حاکمِ اعلیٰ جیسی ہے، پھر جس طرح پہلے دونوں حاکموں کے باختیار نہ ہونے سے تیسرے بڑے حاکم کا باختیار نہ ہونا لازم نہیں آیا، اسی طرح موسیٰ و علیؑ علیہما السلام کے باختیار نہ ہونے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باختیار نہ ہونا لازم نہیں آتا، پادری نے جواب دیا اب جو شخص بھی ہماری تقریر کو انصاف کی نگاہ سے دیکھے گا، اور عناد و مخالفت

سے یک سو ہو کر غور کرے گا تو اس کو یقینی طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ جو سختی اور تشدد شریعت موسوی میں مسئلہ جہادِ اودمرتد کے قتل اور بت پرستی کی ترغیب دینے والے کے قتل کی نسبت پایا جاتا ہے وہ شریعتِ محمدیہ کے احکامِ جہاد سے کس قدر

زائد ہے، اور عیسائیوں کا اعتراض انصاف سے قطعی دوسرے، ہم کو تو عیسائیوں پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور اسلاف کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کیسے کیسے ظلم و جبر کے ساتھ کی؟ اور اپنے مخالفوں کے لئے کیسے کیسے ظالمانہ قوانین وضع کئے؟ اور چونکہ یہ بحث کافی طویل ہو چکی ہے اس لئے ہم اس کو جو اس کے رسالوں میں پائی جاتی ہے نظر انداز کرتے ہیں اور ہماری تقریر میں اس کا شافی جواب موجود بھی ہے،

۱۔ قرآن و سنت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جہاد کے چار مقاصد ہیں:

(۱) اگر کوئی اسلامی حکومت پر حملہ آور ہو تو اس کا دفاع کرنا (مثلاً جنگ اُحد و احزاب)

(۲) اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت کسی غیر مسلم ریاست میں مظلوم و مہتور ہو تو اُسے آزادی دلانے کی جدوجہد (مثلاً فتح مکہ)

(۳) اگر غیر مسلموں کی قوت و شوکت اتنی بڑھ گئی ہو کہ اس سے اسلامی ریاست کے بقا و ارتقاء کو خطرہ لاحق ہو تو از خود اقدام جنگ کر کے غیر مسلموں کی شوکت توڑ دینا (مثلاً غزوہ بدر)

(۴) غیر مسلم نظام ہائے حکومت میں انسانوں کے مختلف گروہ اگر بے انصافی اور ظلم کا شکار ہوں تو انھیں اسلام کا نظامِ عدل ہتیا کرنا، خواہ وہ مذہبِ اسلام قبول کریں یا نہ کریں، (مثلاً فتح اندلس)

ان چاروں مقاصد کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

سیرۃ المصطفیٰ از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، اشاعتِ اسلام
از حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی، الجہاد فی الاسلام از مولانا سید
ابوالاعلیٰ مودودی صاحب، کروسیڈ اور جہاد، از میجر جنرل محمد اکبر خاں صاحب،

—————

عیسائیوں کا اسلام پر دوسرا اعتراض
آنحضرتؐ کے پاس معجزے نہ تھے، کہ نبوت کے شرائط میں سے یہ بھی

ہے کہ مدعی نبوت کے ہاتھوں معجزات ظاہر ہوں، حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا، جیسا کہ سورۃ النعام کی مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے:

مَا عِنْدِي تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِي الْبَحْثَ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ	”میرے پاس وہ چیز نہیں جو جس کی تم جلدی کر رہے ہو فیصلہ تو اللہ ہی کا ہو وہ حق بات بیان کرتا ہے، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے“
---	--

نیز اسی سورت میں ایک اور آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا، قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُكُمْ أَنَّهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمُ الْآيَاتُ لَيُؤْمِنُونَ	”اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں پختہ قسمیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آگئی، تو یہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، اور تمہیں کیا خبر کہ اگر نشانیاں آگئیں تو (بھی) یہ ایمان نہ لائیں گے“
---	---

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ بِكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا	”اور یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ آپ سے نہ نکلے
--	--

أَوْ تَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ
 وَعَنَبٍ فَتَفْجَرُ إِلَّا نَهَارًا
 خَلَا لَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْفَظُ
 السَّمَاءُ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا
 كَيْفًا أَوْ تَأْتِي بِلَهُةٍ وَالْمُكَهَّلَةِ
 قَبِيلًا أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ
 مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْفَىٰ فِي السَّمَاءِ
 وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرُفْقِكَ حَتَّىٰ
 تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ
 قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ
 إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ سَوَادٍ

زمین سے ایک چشمہ نکال دیں، یا آپ کا
 کوئی کھجور یا انگور کا باغ ہو، پھر آپ
 اس کے درمیان سے خوب نہریں
 نکالیں، یا آپ ہم پر اپنے زعم کے مطابق
 آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں
 یا آپ اللہ اور سارے فرشتوں کو لے
 آئیں، یا آپ کا ایک سونے کا گھر ہو
 یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں، اور ہم
 آپ کے چڑھنے پر ایمان نہ لائیں گے
 تا وقتیکہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل
 نہ کریں، جسے ہم پڑھیں، آپ فرما دیجو

میرا پروردگار پاک ہو میں تو صرف ایک بشر بنمیر ہوں ۱
 یہ تینوں چیزیں جو معترض نے پیش کی ہیں دھوکہ میں ڈالنے والی ہیں، پہلی
 بات تو اس لئے کہ معجزہ کا صدور ہرگز ہرگز انجیل متعارف کے فیصلہ کے بموجب
 نبوت کے شرائط میں سے نہیں ہے، اس لئے اس کا صدور نہ ہونا ہی نہ ہونے کے
 دلیل نہیں ہو سکتا، انجیل یوحنا باب آیت ۴۱ میں ہے کہ:
 ۲ اور بہتر ہے اس کے پاس آئے اور کہتے تھے کہ یوحنا نے کوئی معجزہ
 نہیں دکھایا ۳

۱ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام،

اور انجیل متی باب ۲۱ آیت ۲۷ میں ہے:

”سب یوحنا کو نبی جانتے ہیں“

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں یہ الفاظ ہیں:

”سب کا گمان یحییٰ کے بارے میں نبی ہونے کا ہے“

اور انجیل متی باب ۱۱ میں حضرت یحییٰ کے متعلق حضرت مسیحؑ کا یہ ارشاد منقول

ہو کہ وہ نبی سے بھی افضل ہیں، حالانکہ یہ انبیاء سے افضل تشرار پانے والے

یحییٰ علیہ السلام وہ ہیں جن سے عمر بھر کبھی کسی قسم کا معجزہ صادر نہیں ہوا، جس کی

بے شمار شہادتیں موجود ہیں، حالانکہ ان کا نبی ہونا عیسائیوں کے یہاں مسلم ہے،

دوسری بات بھی قطعی غلط ہے، چنانچہ فصل نمبر ۱۱ اور امر ثالث سے معلوم

ہو چکا ہے، یا ان کی غلط فہمی ہے، یا وہ دوسروں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہیں،...

کیونکہ پہلی آیت میں اللہ کے قول مَا تَسْتَعْجِلُونَ (جس کی تم جلدی کر رہے ہو) سے مراد

وہ عذاب ہے جس کا تقاضہ کفار اپنے اس کلام سے کیا کرتے تھے کہ:

فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اِغْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

”پس تم ہم پر آسمان سے پتھر برسائے
یا (اور) کوئی دردناک عذاب

لے کر آؤ“

معنی آیت کے یہ ہوتے کہ جس عذاب کا تقاضا اور عجلت مجھ سے چاہتے ہو

۱۔ انہار الحق میں ایسا ہی ہے، مگر موجودہ تراجم میں یہ آیت نمبر ۲۶ ہے۔

۲۔ ”کیا ایک نبی دیکھنے کو؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو“ (متی ۱۰: ۱۱)

اس کا واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے، یقیناً حکم تو صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے، جلد عذاب واقع کرنے یا تاخیر کرنے میں وہ ٹھیک فیصلہ کرتا ہے، تعجیل کا ہو یا تاخیر کا،

اب حاصل آیت کا یہ ہوا کہ تم پر عذاب ٹھیک اس وقت نازل ہوگا جس وقت خدا کی مرضی اور ارادہ ہوگا، مجھ کو خود کوئی اختیار اس کے جلد یا بدیر نازل کرنے کا نہیں ہے، چنانچہ وہ عذاب بدر میں اور اس کے بعد نازل ہوا، اس آیت سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا،

دوسری آیت کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے بڑی زوردار قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ان کا کوئی فراموشی اور مطلوبہ معجزہ صادر ہوگا تو اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپ کہہ دیں کہ معجزات تو خدا کے اختیار و قدرت میں ہیں، ان میں سے جو معجزہ چاہتے ہیں اس کو ظاہر کرتے ہیں، اور یہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ جب فراموشی اور مطلوبہ معجزہ صادر ہو جائے گا تب بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے، یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کو اس لئے ظاہر نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے ظاہر ہونے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے،

تیسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کی بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک آپ مکہ کی سرزمین سے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں، جس کا پانی کبھی خشک نہ ہو، یا آپ کا کوئی ایسا باغ معرین وجود میں آجائے جس میں کھجور یا انگور ہوں، یا آپ اپنے قول کے مطابق آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر نازل کر دیں، اس سے ان کا اشارہ باری تعالیٰ کے اس ارشاد

کی طرف تھا، جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

إِنْ نَشَأْ نُخِيفْ بِهِمُ الْأَرْضَ

أَوْ نُسْقِطَ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ

السَّمَاءِ،

”اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں ڈھنسا

یا ان پر آسمان سے ٹکڑے ...

برسائیں۔“

مزید وہ یہ کہتے تھے کہ آپ اپنے دعوے کی سچائی پر شہادت دینے کے لئے خود اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کا ایک لشکر لے آئے، یا اپنا گھر سونے کا بنا ڈالے، یا آسمان پر چڑھ کر دکھلائے، اور ہم محض آپ کے کہنے سے آپ کے آسمان میں جانے کو تسلیم نہ کریں گے، بلکہ ہم پر ایک تحریر نازل ہونی چاہئے، جس میں آپ کی تصدیق کی گئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ عبداللہ بن امیہ نے کہا تھا کہ ہم آپ کی بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک آپ آسمان تک جانے کے لئے ایک سیڑھی نہ بنائیں، پھر اس پر چڑھیں اور ہم واپسی تک آپ کو دیکھتے رہیں۔ پھر آپ اس طرح واپس ہوں کہ آپ کے پاس ایک کھلا ہوا رقعہ ہو اور ساتھ میں چار فرشتے بھی اتر کر شہادت دیں کہ آپ جیسا کہتے ہیں ویسا ہی ہے،

غرض کفار کا مقصد اس مطالبے سے محض اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کا اظہار ہے، ورنہ اگر یہ مطلوبہ معجزہ صادر بھی ہو جاتا تو وہ اپنی عادت کے مطابق اس کو بھی جادو کہہ کر انکار کر دیتے، جیسا کہ وَتَوَكَّلْنَا عَلَيْكَ يَا بَنِي قُرْطَاسٍ

اور وَتَوَكَّلْنَا عَلَيْهِمْ يَا بَنِي السَّمَاءِ الخ میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، اسی طرح اور بعض آیات سے بھی بظاہر معجزات کی نفی معلوم ہوتی ہے، مگر مقصود سب جگہ مطلوبہ اور فراموشی معجزات کی نفی ہے، اس نفی سے مطلقاً معجزات کا انکار

لازم نہیں آتا، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر ہرگز یہ لازم نہیں کہ جس معجزہ کا بھی منکرین مطالبہ کریں وہ ان کو دکھلائیں، بلکہ یہ حضرات ایسی حالت میں جبکہ منکرین کا مطالبہ محض عناد یا امتحان یا استہزاء کے طور پر ہو، ہرگز وہ معجزہ نہیں دکھایا کرتے تھے۔ اس دعوے پر عہد جدید میں بہت سے شواہد اور نظریں موجود ہیں،

عہد جدید مطلوبہ معجزہ پیش نہ کرنے کے شواہد پہلا شاہد؛

انجیل مرقس باب ۸ آیت ۱۱ میں ہے:

”پھر فریسی نکل کر اس سے بحث کرنے لگے، اور اُسے آزمانے کے لئے اس سے کوئی آسمانی نشان طلب کیا، اس نے اپنی روح میں آہ کھینچ کر کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔ (آیات ۱۱ و ۱۲)

۱۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر، ص ۶۲ تا ۶۴، جلد ۳ مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ،

۲۔ در نہ جہاں تک دوسرے معجزات کا تعلق ہواں میں بعض کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے مثلاً: سورۃ قمر میں معجزہ شق قمر کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، قرآن کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لوگ جب کھلے کھلے معجزات اور واضح دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ایمان نہیں لائے تو اب ان کے معاندانہ مطالبات کو پورا کرنے کا کوئی سوال نہیں، اگر اس طرح کے ہر سپردہ مطالبہ پر معجزات دکھلائے جاتے رہیں اور یہ ہر مرتبہ انکار کر کے ایک نئے معجزے کا مطالبہ کر دیا کریں تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ پیغمبر کے قیمتی اوقات ضائع ہوں، اولاً اللہ کے معجزات ایک تماشائے کر رہ جائیں، کافروں کی پرانی روش کا طویل تجربہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ اگر ان کے مطالبات پوری کر دیں تو

۱۶۶۲

تب بھی وہ یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کریں گے کہ یہ تو جادو ہے، چنانچہ پچھلے معجزات کو وہ جادو ہی قرار دیتے

ملاحظہ کیجئے کہ فریسیوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بطور امتحان معجزہ طلب کیا ہے، پھر عیسیٰ نے نہ تو کوئی معجزہ دکھایا، نہ اس وقت کسی سابقہ معجزہ کا حوالہ دیا جو اس سے قبل ان سے صادر ہو چکے تھے، نہ آئندہ دکھانے کا وعدہ کیا، بلکہ اُن کا یہ قول کہ ”اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہیں دیا جائے گا“ صاف اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ ان سے اس کے بعد کبھی کوئی معجزہ صادر نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے قول میں اُس زمانہ کے تمام موجود انسان مراد ہیں،

دوسرا شاہد؛

انجیل لوقا باب ۲۳ آیت ۸ میں ہے:

”ہیرودیس یسوع کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، کیونکہ وہ مدت سے اُسے دیکھنے کا مشتاق تھا، اس لئے کہ اس نے اس کا حال سنا تھا اور اس کا کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا، اور وہ اس سے بہتری باتیں پوچھتا رہا، مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا، اور سردار کاہن اور فقیہ کھڑے ہوئے زور شور سے اس پر الزام لگاتے رہے، پھر ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اڑایا، اور چمک دار پوشاک پہنا کر اس کو پیلاطس کے پاس واپس بھیجا۔ (آیات ۸ تا ۱۱)

دیکھئے! عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کوئی معجزہ نہیں دکھایا، حالانکہ بادشاہ ہیرودیس یہ امید لے کر آیا تھا کہ ان کا کوئی معجزہ دیکھے، اور غالب یہی ہے کہ اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیتا تو یہودیوں کی شکایت کے خلاف ان کو لاجواب اور ساکت کر دیتا اور نہ خود ان کی تحقیر کرتا، نہ اُس کا شکر یہ حرکت کرتا،

تیسرا شاہد؛

انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۶۳ میں ہے:

”اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے، اس کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا اور انھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں۔“

ظاہر ہے کہ چونکہ ان کا سوال محض استہزاء کے طور پر ہوتا تھا، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا،

چوتھا شاہد؛

انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۹ میں ہے:

”اور راہ چلنے والے سر ملہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے، اے مقدس کے ڈھلنے والے اور زمین دن میں بنانے والے اپنے تین بچا، اگر تو خدا کا بیٹا ہو تو صلیب پر سے اتر آ، اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے، اس نے ادوروں کو بچایا، اپنے تین نہیں بچا سکتا، یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے، اب صلیب پر سے اتر آئے، تو ہم اس پر ایمان لائیں، اس نے خدا پر بھروسہ کیا ہے، اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑالے، کیونکہ اُس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں، اسی طرح ڈاکو بھی اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔“ (آیات ۳۹ تا ۴۴)

مگر عیسیٰ علیہ السلام اُس وقت اپنے آپ کو نہ چھڑا سکے، اور نہ سولی سے اتر سکے،

اگرچہ گزرنے والوں اور کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں نے ان کا کیسا ہی مذاق

اڑایا؟ یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر تم سولی سے اتر آؤ، تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے، ایسی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام پر تنگ عار دور کرنے اور اتمامِ حجت کی خاطر ضروری تھا کہ ایک مرتبہ سولی سے اتر آتے، پھر خواہ چڑھ جاتے، لیکن چونکہ ان مقصود محض عناد اور ہتھزار تھا، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا،

پانچواں شاہد؛

انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۸ میں ہے:

”اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا، اے استاد! ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں، اُس نے جواب دے کر ان سے کہا، اُس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں، مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا، کیونکہ جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا“ (آیات ۳۸ تا ۴۰)

ذرا غور کیجئے کہ فقیہ اور فریسی عیسیٰ سے معجزے کے طالب ہیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو اس وقت کوئی معجزہ دکھایا، نہ اپنے گزشتہ معجزات میں سے کسی معجزہ کا حوالہ دیا جو اُن سے صادر ہو چکے تھے، بلکہ ان کو بُرا بھلا کہا، اور فاسق اور شریر جیسے الفاظ اُن کے حق میں استعمال کئے، اور ایسے معجزہ کا وعدہ کیا جو اُن سے صادر نہیں ہوا، کیونکہ ان کا یہ قول کہ ”جیسے یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا“ یقیناً بلاشبہ غلط ہے، جیسا کہ باب اول کی فصل ۳ میں معلوم ہو چکا کہ

۱۔ دیکھئے صفحہ ۵۰۳ جلد اول، غلطی نمبر ۶۰، ۶۱، ۶۲، اس میں مصنف نے ثابت کیا

۱۶۶۷

ہو کہ حضرت مسیح انجیل کی روایات کے مطابق تین دن قبر میں نہیں رہے، بلکہ صرف ایک دن اور دو

اور اگر ہم اس کے غلط ہونے سے قطع نظر بھی کر لیں تو مطلقاً ان کا قبر سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جانا فریسیوں اور فقیہوں نے اپنی آنکھوں سے ہرگز نہیں دیکھا، اور اگر واقعی عیسیٰ مردوں میں سے زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے تو ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے کو ان منکوسین اور معجزہ کے طلبگاروں پر ظاہر کرتے، تاکہ ان پر حجت قائم ہو جاتی، اور وعدہ بھی پورا ہو جاتا، مگر عیسیٰ نہ ان پر ظاہر ہوئے، اور نہ یہودیوں پر، اسی لئے وہ لوگ عیسیٰ کے زندہ ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اس وقت سے آج تک یہ لوگ برابر یہ کہتے آئے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے رات کے وقت ان کی نعش قبر سے اُٹالی تھی،

چھٹا شاہد؛

انجیل مثنیٰ باب ۴ آیت ۳ میں ہے:

”اور آزمانے والے نے پاس آکر اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں، اُس نے جواب میں کہا لکھا ہے کہ آدمی صرف روتی ہی سے جیتا نہ رہے گا، بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے، تب ابلیس اُسے مقدس شہر میں لے گیا، اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے، کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بات اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے، ایسا نہ ہو کہ تیری پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے، یسوع نے اس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند

۱۵۔ استثناء ۳، ۸ کی طرف اشارہ ہے،

۱۶۔ زبور ۹۱: ۱۱ اور ۱۲ کی طرف اشارہ ہے،

اپنے خداوند کی آزمائش نہ کرے۔ (آیات ۸ تا ۳)

دیکھئے! ابلیس نے عیسیٰ علیہ السلام سے امتحان کے طور پر دو معجزوں کا مطالبہ کیا تھا مگر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک کو بھی منظور نہیں کیا، اور دوسری مرتبہ اعتراض کیا کہ بندہ کی شان یہ نہیں کہ اپنے خدا کا امتحان لے، بلکہ بندگی کا تقاضا ادب و احترام ہو نہ کہ آزمائش۔
ساتواں شاہد؛

انجیل یوحنا باب آیت ۲۹ میں ہے:

یَسُوعَ نے جواب میں ان سے کہا خدا کا کام یہ ہے کہ جسے اس نے بھیجا ہے اس پر ایمان لاؤ، پس انہوں نے اس سے کہا، پھر تو کونسا نشان دکھاتا ہے؟ تاکہ ہم دیکھ کر تیرا یقین کریں، تو کونسا کام کرتا ہے؟ ہمارے باپ دادا نے بیابان میں من کھایا، چنانچہ لکھا ہو کہ اس نے انہیں کھانے کے لئے آسمان سے روٹی دی۔^{۱۵} (آیات ۲۹ تا ۳۱)

یعنی یہودیوں نے مسیحؑ سے معجزہ طلب کیا، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں نہ تو کوئی معجزہ دکھایا اور نہ کسی ایسے معجزہ کا حوالہ دیا جو اس درخواست سے پہلے دکھلا چکے تھے، بلکہ ایسا مجمل کلام استعمال کیا جس کو اکثر سننے والوں نے نہیں سمجھا، بلکہ محض اس وجہ سے ان کے بہت سے شاگرد مرتد ہو گئے، جس کی تصریح باب مذکور کی آیت نمبر ۶۶ میں کی گئی ہے، جو ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۶۶ء میں اس طرح ہے:

۱۵ استننا ۱۶:۶ کی طرف اشارہ ہے،

۱۶ نحمیہ ۱۵:۹ کی طرف اشارہ ہے،

۱۷ موجودہ اردو ترجمہ اسی کے مطابق ہے، یہ عبارت اسی سے نقل کر دی گئی ہے،

کہ: ”اس پر اس کے شاگردوں میں سے بہترے اُلٹے پھر گئے، اور اس کے بعد اس کے ساتھ نہ رہے۔“ اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں اس طرح ہے کہ: ”اور اس وجہ سے ان کے بہت سے شاگرد اپنے پچھلے پاؤں لوٹ گئے، اور پھر کبھی ان کے نشانہ چلے“
آٹھواں شاہد؛

کرنٹیوں کے نام پہلے خط کے باب اول آیت ۲۲ میں ہے کہ:
 ”یہودی نشان چاہتے ہیں، اور یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں، مگر ہم اس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر قوموں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔“

یہودی جس طرح مسیح سے معجزہ طلب کیا کرتے تھے، اسی طرح انھوں نے معجزہ کا مطالبہ حواریوں سے بھی کیا، عیسائیوں کے مقدس پولس نے اقرار کیا ہے کہ یہ لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں، اور ہم ان کے سامنے مسیح مصلوب کا دعوے کرتے ہیں ان منقولہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عیسیٰ اور حواریوں نے ان اوقات میں جبکہ ان سے کسی معجزہ کا مطالبہ کیا گیا، کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا اور منکرین کے سامنے ان معجزات کا حوالہ پیش کیا جو اس سے قبل دکھا چکے تھے، اب اگر کوئی شخص ان آیات سے اس امر پر استدلال کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں کو کسی ایسے امر کے اظہار کی کوئی قدرت نہ تھی جو خلاف عادت ہو، ورنہ وہ کام ان اوقات میں ان سے صادر ہوتا، پھر جب ان سے کوئی بات صادر نہیں ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ ان کو اس کے اظہار کی قطعی کوئی قدرت نہیں تھی، تو یقیناً پادری صاحبان کے نزدیک یہ استدلال ظلم و کج روی پر معمول ہوگا، اور اس کی بات انصاف کے خلاف

شمار ہوگی، بالکل اسی طرح ہمارے نزدیک بعض ان آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے جن کے مطالب ہم واضح کر چکے ہیں، پادریوں کا اعتراض انصاف کے خلاف اور ظلم پر محمول ہوگا، اور ایسا کیون ہو جبکہ قرآن کریم اور اتحادِ صحیح میں جا بجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تصریح موجود ہے، جیسا کہ فصلِ اول میں معلوم ہو چکا ہے، اور قرآن کریم میں بھی بعض مقامات پر اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

قرآنی آیات سے معجزات کا ثبوت

پہلا شاہد؛

سورہ صافات میں ارشاد ہوا: **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلَّهِ فَقَالَ قَوْمٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ**، یعنی جب کبھی اللہ کی واضح نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھتے ہیں، جیسے شق القمر وغیرہ، تو یہ لوگ مذاق اڑانے میں مبالغہ کرتے ہیں، یا ان میں سے ایک دوسرے سے مذاق اڑانے کا مطالبہ کرتا ہے، اور تفسیر کبیر میں ہے کہ:

”اور چوتھی بات جسکو حق تعالیٰ نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ایک کھڑا ہوا جادو ہے، یعنی جب کبھی کوئی معجزہ یا نشانی دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اور منشاء ان کی طرف سے اس تمسخر کا یہ ہو کہ وہ اس معجزے کو جادو کی قبیل سے سمجھتے ہیں، مبین کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جادو ہونا ایسا واضح ہے کہ جس میں کسی کے لئے کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہوگی“

۱۔ تفسیر کبیر، ص ۱۳۰ ج ۱، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ،

بیضاوی میں ہے کہ:

یعنی جب وہ کوئی ایسی نشانی دیکھتے ہیں جو قائل کی سچائی پر دلالت کرتی ہے تو تمسخر میں مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، یا ان میں سے ایک دوسرے تمسخر کا مطالبہ کرتا ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ معجزہ جو ہم نے دیکھا ہے اس کا جادو ہونا واضح ہے۔

نیز جلالین میں ہے کہ:

”جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، تو مذاق اڑاتے ہیں، اور اس معجزے کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ واضح جادو ہے۔“
اسی طرح تفسیر حسینی میں بھی ہے۔

دوسرا شاہد؛

سورۃ قمر میں ہے کہ:

وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ،

اس کا بیان پہلی فصل میں آچکا ہے،

تیسرا شاہد

سورۃ آل عمران میں ہے:

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا	اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے
بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ	جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا

لے تفسیر البیضاوی المطبوع فی مجموعۃ التفسیر الاربعۃ، ص ۲۲۹ ج ۵ مطبوعہ ستنبول،

الرَّسُولَ حَقًّا وَجَاءَهُمْ
الْبَيِّنَاتُ، حالانکہ وہ شہادت دے چکے تھے کہ
رسول حق ہو اور ان کے پاس بیّنات آچکی تھیں

تفسیر کشاف میں البیّنات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس سے مراد قرآن کریم کے تمام شواہد اور وہ تمام معجزات ہیں جن سے
نبوت کا اثبات ہوتا ہے“

اور قرآن میں لفظ بیّنات کا جب موصوف محذوف ہوتا ہے تو یہ لفظ عملاً
معجزات کے معنی میں ہوتا ہے، اس صورت میں کسی دوسرے معنی میں اس کا
استعمال بہت قلیل ہے، اس لئے بغیر کسی قوی قرینہ کے اس معنی پر محمول نہیں
کیا جائے گا۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں: وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ،
اور سورہ نسا میں: اَتَّخَذُوا الْاِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
اور سورہ مائدہ میں: اِذْ جَعَلْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ، پھر اسی سورہ میں دوسرے مقام پر
فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اور سورہ نحل میں: بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ اور سورہ طہ
میں: لَنْ نُوْثِقَ عَلَى مَا جَاءَكَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ اور سورہ مؤمن میں: وَقَدْ جَاءَكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ، اور سورہ حدید میں: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
اور سورہ تغابن میں: ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْنِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ، اور اسی
طرح بہت سے مواقع پر معجزات ہی کے معنی مراد ہیں،

۱۔ تفسیر کشاف، ص ۳۸۱ ج اول مطبعة الاستقامة بالقاهرة، ۱۳۶۵ھ،

۲۔ یہ درحقیقت اس شبہ کا جواب ہو کہ بیّنات کے لغوی معنی ”روشن دلائل“ کے ہیں، اور
ان کا اطلاق معجزات پر ہونا ضروری نہیں،

چوتھا شاہد؛

سورۃ النعام میں ہے کہ:

<p>اور ان لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہو جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھیں، یا اس کی نشانیوں کی تکذیب کریں، بلاشبہ ظالم لوگ فلاح نہ پائیں گے۔</p>	<p>وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝</p>
---	---

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

(اللہ پر جھوٹ بہتان باندھیں) مثلاً وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، یا بتوں کے بائے میں کہتے تھے کہ یہ خدا کے سامنے ہماری سفارش کریں گے (یا اس کی نشانیوں کی تکذیب کریں) مثلاً وہ قرآن کی تکذیب کرتے تھے اور معجزات کو جھٹلا کر انھیں جادو قرار دیتے تھے، اور اگرچہ وہ جھوٹ، بہتان باندھنے اور نشانیوں کی تکذیب دونوں باتوں کے مرتکب تھے، لیکن لفظ ”اَوْ“ (یعنی ”یا“) اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر بات انتہائی ظلم ہے۔

اور کشف میں ہے کہ:

”انھوں نے دو متناقض چیزوں کو جمع کیا، ایک طرف خدا کی تکذیب کی، دوسری طرف اس چیز کی تکذیب کی جو حجت و دلیل اور برہان صحیح سے ثابت تھی، کیونکہ ان کا قول تھا کہ اگر خدا کی مرضی ہوتی تو ہم شرک نہ کرتے،

لہ تفسیر البیضاوی، ص ۲۵۷ ج ۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۸ھ،

اور نہ ہمارے بڑے شرک کے مرتکب ہوتے اور یہ بھی کہتے کہ خدا نے ہم کو شرک کا حکم دیا ہے، اور کہتے تھے کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں، اور یہ بُت خدا کے یہاں ہماری سفارش کریں گے، اور خدا کی طرف ہجرۃ اور سائبہ کی حرمت منسوخ کرتے، پھر قرآن کو اور معجزات کو جھٹلایا اور ان کا نام سحر اور جادو رکھا، اور رسول پر ایمان نہ لائے،

اور تفسیر کبیر میں ہے کہ:

آن کے خسارے اور نقصان کی دوسری قسم یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیں کو جھٹلایا، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں عیب جوئی اور بگڑائی کی، اور قرآن کو واضح معجزہ ماننے سے انکار کیا۔

پانچواں شاہد؛

سورۃ النعام ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا جَاءَهُمْ آيَةٌ قَالُوا

۱۔ بھیرہ، مشرکین عرب اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ بچے جن چکی ہو، اور آخری بار اس کے ہاں نہ بچے ہوا ہو، یہ لوگ اس کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر سواری کرنے، اس کا دودھ پینے، اسے ذبح کرنے اور اس کا... اُون اُتار کر استعمال کرنے کو حرام سمجھتے تھے، اور سائبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی منت کے پورا ہونے پر پن کر دیا گیا ہو، اسے بھی حرام سمجھا جاتا تھا، قرآن نے ان سب صورتوں کی تردید کی ہے (مائدہ آیت نمبر ۱۰۳)

۲۔ تفسیر الکشاف ص ۱۲ جلد دوم،

۳۔ تفسیر کبیر، ص ۲۳ ج ۲،

لَنْ تُؤْمِنُ بِحَقِّ نُبُوَّتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ رَسُولُ
 اللَّهِ، اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
 رِسَالَتَهُ سَيَصِيبُ الَّذِينَ
 أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ
 وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا
 يَمْكُرُونَ ۝

تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں
 لائیں گے، جب تک کہ ہمیں وہ
 چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں
 کو دی گئی ہو، اللہ خوب جانتا ہے کہ
 اپنا پیغام کہاں رکھے، ان مجرموں کو اللہ
 کے ہاں ذلت پہنچے گی، اور شدید عذاب
 پہنچے گا ان کے مکر کے بدلے میں ۝

تفسیر کبیر میں وَإِذَا جَاءَ قَوْمٌ
 "جب ان کے سامنے کوئی زبردست معجزہ آتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نبوت پر دلالت کرتا ہو تو....."

نیز پوپ الگز نڈر کا یہ اعتقاد تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الہام ہیں، مگر
 اس کے خیال میں یہ الہام واجب التسلیم نہیں تھا، اس کی کتاب مسیحی ڈون سیدی
 جلد ۵ میں یہ فقرہ پایا جاتا ہے کہ:

"اے محمد! کبوتر تیرے کانوں کے پاس ہے۔"

ہم نے یہ فقرہ جلد مطبوعہ ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء لندن سے نقل کیا ہے، مگر یہ
 فقرہ پہلے نسخہ کے صفحہ ۲۶ پر اور دوسرے نسخہ کے صفحہ ۳۰۳ پر ہے، غالباً پوپ نے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام کو کبوتر کی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ عیسائیوں

۱۔ تفسیر کبیر، ص ۱۴۱ جلد ۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۲ھ

(۱۴۶)

۲۔ اظہار الحق کے عربی نسخہ میں یہ نام "دنسید" مذکور ہے، مگر انگریزی ترجمہ میں Don Sidhi

کے نزدیک الہام روح القدس کے واسطے سے ہوتا ہے، اور روح القدس عیسیٰ علیہ السلام پر پستہ کے بعد جب نازل ہوئی تو کبوتر کی شکل میں تھی، جس کی تصریح انجیل متی کے باب میں موجود ہے، اس لئے اس نے سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا الہام بھی کبوتر کے واسطے سے ہے،

عیسائیوں کا اسلام پر یہ اعتراض عورتوں کے بارے میں ہے جس کی پانچ تیسرا اعتراض تعداد زوج صورتیں ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لئے چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں کیا گیا، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعداد پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے لئے تعداد بڑھا کر نو کر لی، اپنے متعلق خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ اللہ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں چار سے زیادہ کر سکتا ہوں،

۲۔ مسلمانوں کے لئے اپنی بیویوں کے درمیان مساوات اور عدل ضروری ہے، مگر اپنے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا یہ حکم ظاہر کیا کہ مجھ پر یہ عدل واجب نہیں،

۳۔ آپ زید بن حارثہؓ کے گھر میں اچانک داخل ہو گئے، اور جب پردہ ہٹایا تو آپؐ نے نگاہ زینب بنت جحشؓ پر پڑ گئی، جو زیدؓ کی بیوی تھیں، اور آپؐ ان پر فریاد ہو گئے، اور فرمایا کہ سبحان اللہ! پھر جب زیدؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے بیوی کو طلاق دیدی، اور آپؐ نے ان سے شادی کر لی، اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اس سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے،

۴۔ آپؐ نے ماریہ قبطیہؓ سے حضرت حفصہؓ کے مکان میں ان کی باری

کے دن صحبت کی، جس پر حضرت حفصہؓ سخت غضبناک ہوئیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا پڑا کہ میں نے ماریہ کو اپنے لئے حرام کر دیا، مگر آپ تحریم پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے پر قادر نہ ہو سکے، اور یہ ظاہر کیا کہ خدا نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ کفارہ ادا کر کے اپنی قسم کو ختم کر دوں،

۵۔ آپ کی امت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے تو دوسرا شخص عدت گزرنے پر اس سے شادی کر سکتا ہے، مگر اپنی نسبت آپ نے خدا کا یہ حکم ظاہر کیا کہ کسی شخص کو اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ میری وفات کے بعد میری کسی بیوی سے شادی کرے،

عیسائیوں نے بڑی جہد و جہاد در انتہائی کوشش کے بعد عورتوں کے سلسلہ میں یہ پانچ قسم کے اعتراض کئے ہیں جو سب کے سب ان کے اکثر رسالوں میں مثلاً میزان الحق، تحقیق الدین الحق، دافع البہتان، دلائل اثبات رسالہ المسیح دلائل النبوت اور رد اللغو وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، اس موقع پر ہم آٹھ باتیں بطور تمہید کے پیش کرتے ہیں، جن سے ان تمام صورتوں کا جواب نکل آتا ہے:

جواب کی تمہید

پہلی بات؛

گزشتہ شریعتوں میں ایک سے زیادہ شادی کرنا جائز تھا، اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے پہلے سارہ سے نکاح کیا، اور ان کی موجودگی میں پھر ہاجرہ سے شادی کی، حالانکہ وہ خلیل اللہ تھے، اور خدا کی وحی ان کے پاس

آتی تھی، اور خدا ان کی لچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرتا تھا، اگر نکاح ثانی جائز نہ ہوتا تو خدا براہِ شیم کو ایسے ناجائز کام پر باقی نہ چھوڑتا، بلکہ ان کو نکاح فسخ کرنے کا حکم دیتا، اور اس کو حرام قرار دیتا، دوسرے یعقوب نے چار عورتوں، لیا، راحیل، بلہا، زلفا سے شادی کی، پہلی دونوں عورتیں لابن کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی لڑکیاں اور آپس میں حقیقی بہنیں تھیں، تیسری اور چوتھی باندیاں تھیں، حالانکہ شریعت موسیٰ میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا قطعی حرام تھا، جیسا کہ باب میں معلوم ہو چکا ہے، اب اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا حرام مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ ان عورتوں سے جو اولاد ہوئی وہ سب کی سب حرام کی اولاد تھی، نعوذ باللہ منہ، حالانکہ ان کے پاس برابر خدا کی وحی آتی تھی، اور ان کی نیک کاموں کی طرف رہنمائی کی جاتی تھی، پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا برے کاموں کی طرف ان کی رہبری کرتا، اور اس اہم معاملہ میں ان کو کچھ ہدایت نہ دیتا، لہذا خدا کا یعقوب کے چاروں نکاحوں کو بالخصوص دو حقیقی بہنوں کو ہر ترار رکھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا،

نیز جَدْعُون بن یُوْاْءَس نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا، کتاب قضاۃ باب آیت ۳۰ میں ہے کہ:

”اور جَدْعُون کے شتر بیٹے تھے جو اس ہی کے صلب سے پیدا ہوئے تھے، کیونکہ اس کی بہت سی بیویاں تھیں، اور اس کی ایک حرم کے بھی جو سکم

۱۵ یہ حکم احبار ۸۱۸ میں موجود ہے، دیکھئے کتاب ہذا، ص ۸۱۸ جلد ۲،

میں تھی اس سے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام ابی ملک رکھا یہ (آیات ۳۰ و ۳۱)
اور جدعون کا بیٹا ہونا کتاب قضاۃ کے باب ۶ و ۷ سے اور رسالہ عبرانیہ کے
باب ۷ سے ثابت ہے،

حضرت داؤدؑ کی بیوی کا مہر | نیز داؤد علیہ السلام نے بہت سی
عورتوں سے شادی کی، سب پہلا نکاح میکمل بنت شاول سے کیا، اور مہر میں
فلسطینوں کے ایک سو آلات تناسل مقرر کئے گئے تھے، لیکن داؤدؑ نے شاول کو
دو سو آلات تناسل دیئے، پھر شاول نے داؤدؑ کو اپنی بیٹی میکمل بیاہ دی،
کتاب سموئیل اول باب ۱ آیت ۲۷ میں ہے:

”اور ہنوز دن پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ داؤد اٹھا، اور اپنے لوگوں کو لیکر
گیا، اور دو سو فلسطی قتل کر ڈالے، اور داؤد ان کی (کھڑکیاں) لایا، اور انھوں
نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا، تاکہ وہ بادشاہ کا داماد ہو، اور ساؤل
نے اپنی بیٹی میکمل اُسے بیاہ دی۔“

بد دین لوگ اس ہر کا مذاق اڑاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کیا شاول کی یہ غرض تھی
کہ ان آلات تناسل سے ایک گدھے کا بوجھ تیار کر کے اپنی بیٹی کو جہیز میں دے، یا
کوئی دوسری غرض تھی؟ مگر ہم ان کے مذاق سے قطع نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
جب داؤد علیہ السلام نے شاول سے بغاوت کی تھی تب اس نے میکمل کی شادی

۱۷ تب خداوند نے جدعون سے کہا۔ (قضاۃ ۷: ۲ و ۳ و ۴ نیز دیکھئے ۱۱: ۱۲)

۱۸ عبارت کے لئے دیکھئے ص ۸، ۹، ۱۰ جلد ہذا کا حاشیہ،

۱۹ یعنی آلات تناسل کی کھالیں عربی ترجمہ میں یہاں غَلَف کا لفظ ہے،

فلطی بن لیس جتنی سے کر رہی تھی، جس کی تصریح سفر مذکور کے باب ۲۵ میں ہے،

اس کے علاوہ داؤد علیہ السلام نے چھ دوسری عورتوں سے نکاح کیا:

(۱) اخینوعم یزریلی (۲) ایجیل (۳) معکہ بنت تلمی شاہ جبور (۴) حجیت (۵)

ابیطال (۶) عجلاہ، جس کی تصریح کتاب سموئیل ثانی باب میں موجود ہے، ... ان

چھ بیویوں کے باوجود میکمل کی محبت آپ کے دل سے دور نہیں ہوئی، اگرچہ وہ
دوسرے کے نکاح میں تھی، اسی لئے جب شاذل مارا گیا تو داؤد نے اس کے بیٹے اشبوسٹ

اپنی بیوی کا مطالبہ کیا، اور کہا کہ میری بیوی مجھ کو واپس کر، جس کا ہر میں نے فلطینیوں کے

ایک سو آلات تناسل دے کر ادا کر دیا تھا، مجبوراً اشبوسٹ نے فلطی بن لیس سے

جبراً میکمل کو لے کر داؤد کے پاس بھیج دیا، اور اس کا شوہر فلطی اس کے پیچھے پیچھے روتا

ہو اور مقام مجوریم تک آیا، پھر مجبوراً واپس ہو گیا، جس کی تصریح مذکورہ باب میں ہے،

پھر جب دوبارہ میکمل داؤد کے پاس پہنچی تب اُن کی مستقل بیوی بن گئی،

اور سات بیویوں کا عدد مکمل ہو گیا، پھر داؤد نے اور دوسری عورتوں سے نکاح کیا

اسی طرح بہت سی باندیاں جمع کیں، جن کی تعداد کی تصریح ان کی کتب مقدسہ

میں نہیں ہے، کتاب سموئیل ثانی باب آیت ۱۳ میں ہے:

۱۷ اور داؤد نے ساؤل کے بیٹے اشبوسٹ کو قاصدوں کی معرفت کہلا بھیجا کہ میری

بیوی میکمل کو جس کو میں نے فلطینیوں کی تزکھڑیاں دے کر بیاہا تھا میرے حوالے کر، سو

اشبوسٹ نے لوگ بھیج کر اسے اس کے شوہر لیس کے بیٹے فلطی ایل سے چھین لیا، اور اس کا

شوہر اس کے ساتھ چلا، اور اس کے پیچھے پیچھے مجوریم تک روتا ہوا چلا آیا۔

(۲- سموئیل ۳: ۱۴ تا ۱۶)

دادو نے یروشلیم سے اور حرمین رکھ لیں، اور بیویاں کیں، اور دادو کے ہاں اور بیٹے، بیٹیاں پیدا ہوئیں۔“

پھر دادو نے اوریا کی بیوی سے زنا کیا، اور حیلہ سے اس کے شوہر کو مروادیا، جس پر خدا نے دادو پر عتاب کیا، جیسا کہ اس فصل کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے، اور دادو علیہ السلام اگرچہ اس زنا میں اور اس عورت سے نکاح کرنے میں غلط کا رہے، مگر اور دوسری بہت سی عورتوں سے نکاح کرنے میں گنہگار نہیں تھے، ورنہ خدا اُن سے نکاح کرنے پر بھی اسی طرح عتاب کرتا جس طرح اوریا کی عورت سے نکاح کرنے پر کیا تھا، پھر ان عورتوں سے شادی کرنے پر عتاب کی جگہ اپنی رضا کا اظہار کیا، اور ان کے دینے کو اپنی طرف منسوب کیا، اور کہا کہ اگر یہ عورتیں کم ہیں تو میں اسی قدر اسی قدر دوں گا، اور اللہ کا قول دادو کے حق میں ماتن نبی کی معرفت کتاب سموئل ثانی باب آیت ۸ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۳ء لندن و نسخہ مطبوعہ روم ۱۲۳۱ء میں اس طرح مذکور ہے:

اور میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا، اور تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کر دیں، اور اسرائیل اور یہوداہ کا گھر انا تجھ کو دیا، اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو (ان جیسی اور اور دوں گا)۔“

۱۵ دیکھئے ص ۵۷۹ جلد طذا،

۱۶ اظہار الحق میں یہاں یہ عبارت ہے: ”فان كانت قليلة فأزيدك مثلهم ومثلهم“ اسی کا ترجمہ ہم نے قوسین میں لکھ دیا ہے، لیکن موجودہ تمام ترجموں میں اس کی جگہ یہ الفاظ ہیں: ”اور اور چیزیں بھی دیتا ہوں موجودہ عربی اور انگریزی ترجمے بھی اسی کے مطابق ہیں، مصنف نے جن نسخوں کا حوالہ دیا ہے، ان میں یہ عبارت متن کے مطابق رہی ہوگی،

اس عبارت میں یہ لفظ کہ ”میں نے دیا“ اور یہ الفاظ کہ ”اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو ان جیسی اور اردوں گا۔“ پہلے دعوے پر صریح دلالت کر رہے ہیں، اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۸۷ء میں آخری جملہ یوں ہے کہ:

فاذا كانت عندك قليلة	تس اگر یہ تیرے خیال میں کم تھیں تو
كان ينبغي لك أن تقول	تجھے چاہئے تھا کہ کہتا تو میں ان جیسی
فأريد مثلهم ومثلهم	اور اور بڑھا دیتا ۛ

داؤد نے نہ صرف اس قدر شادیوں پر اکتفا کیا، بلکہ آخری عمر میں ایک نوجوان کنواری لڑکی جس کا نام ابی شاگ شو عننت ہے، اور جو بلا کی خوب صورت تھی، اس سے آپ نے نکاح کیا، جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب اول میں ہے، چوتھے سلیمان علیہ السلام نے ایک ہزار عورتوں سے شادی کی، جن میں شاہ آزاد شہزادیاں تھیں اور تین سو باندیاں تھیں، یہاں تک کہ ان کے دام فریب میں آکر آخر عمر میں آپ نعوذ باللہ منہم بھی ہو گئے، اور بت خانے بھی تعمیر کرائے، جس کی تصریح کتاب سلاطین اول باب میں موجود ہے،

نیز توریت کے کسی بھی مقام سے ایک نکاح سے زیادہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر یہ چیز حرام ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اس کی حرمت کی اسی طرح تصریح کرتے، جس طرح دوسری حرام چیزوں کی تصریح کی ہے، اور ان کی تحریم کے اظہار میں بہت سختی کی ہے، اس کے برعکس توریت سے تعدد ازدواج کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ پہلے اعتراض کے جواب میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کنواری

لڑکیاں جو مدیانیوں کی غنیمت سے حاصل ہوئی تھیں ان کی تعداد تیس ہزار تھی، اور ان کو بنی اسرائیل پر تقسیم کیا گیا تھا، بلا لحاظ اس کے کہ وہ شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ، اس میں کوئی تخصیص کنواسے لوگوں کی نہ تھی؛

نیز کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۱۰ میں ہے کہ :

جب تو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھ میں کر دے، اور تو ان کو اسیر کر لے اور ان اسیروں میں کسی خوب صورت عورت کو دیکھ کر تو اس پر فریفتہ ہو جائے، اور اس کو بیاہ لینا چاہے تو تو اسے اپنے گھر لے آنا، اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے، اور اپنی اسیری کا لباس اتار کر تیرے گھر میں رہے، اور ایک ہمینہ تک اپنے ماں باپ کے لئے ماتم کرے، اس کے بعد تو اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہوتا اور تیری بیوی بنے، اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اس کو جائے دینا، لیکن روپے کی خاطر اس کو ہرگز نہ بیچنا، اور اس سے نوڈی کا سا سلوک نہ کرنا اس لئے کہ تو نے اس کی حرمت لے لی ہے،

اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں، اور ایک محبوبہ اور دوسری غیر محبوبہ ہو اور محبوبہ اور غیر محبوبہ دونوں سے لڑکے ہوں، اور پہلو ٹھا بیٹا غیر محبوبہ سے ہو تو جب وہ اپنے بیٹوں کو اپنے مال کا وارث کرے تو وہ محبوبہ کے بیٹے کو غیر محبوبہ کے بیٹے پر جو فی الحقیقت پہلو ٹھا ہے فوقیت دے کر پہلو ٹھانہ ٹھہرائے، بلکہ وہ

غیر مجبورہ کے بیٹے کو اپنے سب مال کا دونا حصہ دے کر اسے پہلو ٹھامانے، کیونکہ وہ اس کی قوت کی ابتداء ہے، اور پہلو ٹھٹھے کا حق اسی کا ہے «(آیات ۱۰ تا ۱۱)»
 ان آیات میں صرف اس شخص سے خطاب نہیں ہے جس کی پہلی بیوی نہ ہو، بلکہ عام ہے، خواہ اس کی پہلی بیوی ہو یا نہ ہو، نیز اس میں یہ تصریح بھی نہیں ہے کہ یہ حکم ایک ہی باندی کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے برعکس بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر مخاطب ایک زیادہ عورتوں کو پسند کرے، اور ان کو بیویاں بنانا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہوگا، لہذا ہر اسرائیلی کے لئے بہت سی عورتوں سے شادی کرنا جائز ہوا، اور یہ الفاظ کہ: "اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں" تو صاف و صریح ہمہ مدعا پر دلالت کر رہے ہیں، جس کی تو ضیح کی ضرورت نہیں ہے،

خلاصہ یہ کہ ثابت ہو گیا کہ موسیٰ کی شریعت میں کثرتِ اندواج جائز فعل تھا اور حرام بالکل نہ تھا، اسی بناء پر جدعون اور داؤد وغیرہ نے جو امت موسیٰ کے نیک اور صالح لوگ تھے، بہت سی شادیاں کیں،

دوسری بات؛

صحیح واقعہ حضرت زینبؓ کا یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن تھیں، اور آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں، پھر زیدؓ نے ان کو طلاق دیدی، اور عدت گزرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا، ہم اس سلسلہ میں سورۃ احزاب کی وہ آیتیں جو اس قصہ سے متعلق ہیں مع تفسیر کبیر کی عبارت کے نقل کرتے ہیں:-

”اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے

اِذَا تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ

علیہ وھو زید النعم اللہ علیہ
 بالاسلام والنعیم علیہ
 بالتحریر والاعتاق امسک
 علیک زوجک ہم زید بطلان
 زینب فقال لہ النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم امسک ای لا
 تطلقہا واتق اللہ قیل فی
 الطلاق وقیل فی الشکوی
 من زینب فان زید اقال
 فیہا انہا تکبر علی بسبب
 النسب وعدم الکفاعة و
 تخفی فی نفسک ما اللہ مبین
 من انک قرید الزوج بزینب
 وتخشی الناس من ان یقولوا
 اخذ زوجة الغیر والابن
 واللہ احق ان تخشاه لیس
 اشارۃ الی ان النبی صلی اللہ

تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا تھا،
 یعنی زید سے جن کو اللہ نے اسلام کی
 نعمت دی تھی، اور خود آپ نے اس پر
 انعام کیا تھا، یعنی آزاد کر دیا تھا، کہ تم
 اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو،
 واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت زینب نے
 حضرت زینب کو طلاق دینے کا ارادہ
 کیا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اُن سے فرمایا تھا کہ روکے رکھو
 یعنی طلاق نہ دو، اور اللہ سے ڈرو،
 بعض نے کہا کہ طلاق دینے کے سلسلے
 میں اللہ سے ڈرنا مراد ہے، اور بعض
 نے کہا کہ حضرت زید اکثر حضرت زینب
 کی شکایاتیں کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی
 عالی نسب کی بناء پر تکبر کیا کرتی ہے، اس
 آیت میں انہیں اس شکایت کے سلسلے
 میں خدا سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے

۱۔ خط کشیدہ الفاظ قرآن کریم کا ترجمہ ہے، اور اس کے آگے امام رازیؒ کی وہ تشریحات ہیں
 جو انہوں نے تفسیر کبیر میں فرمائی ہیں،

عليه وسلم خشي الناس و
لم يخش الله بل المعنى الله
احق ان تخشاه و حداه كما
قال تعالى الذين يبلغون
رسالات الله ويخشونه
ولا يخشون احدا الا الله
ثم قال تعالى فلما قضى زيد
بينهما وطرا آزوا حنكها اى لما
طلقها زيد وانقضت عدتها
وذلك لان الزوجة مادامت
فى نكاح الزوج فهى تدفع
حاجته وهو محتاج اليها
فلم يقض منها الوطرا بكلية
ولم يستغن وكن لك اذا
كانت فى العدة له بها تعلق
لا مكان شغل الرحم فلم

اور آپ چھپاتے تھے اپنے دل میں
وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا
یعنی زینب سے شادی کا ارادہ، اور
آپ لوگوں سے ڈرتے تھے کہ کہیں
یہ نہ کہنے لگیں کہ رسول اللہ نے دوسرے
کی بیوی لے لی ہے، یا یوں کہنے لگیں
کہ بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے،
اور اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے
کہ آپ اس سے ڈریں، اس کا مطلب
نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں سے ڈرتے تھے، اور اللہ سے
نہیں ڈرتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ ڈرنے کا ہنسا مستحق ہے، یہ ایسا
ہی ہے جیسے دوسری جگہ باری تعالیٰ
نے فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کا پیغام
پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں،

۱۔ واضح رہے کہ حضرت زیدؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا،
اور زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو سگے بیٹے کی بیوی کی طرح حرام
سمجھا جاتا تھا،

يَقْضُ مِنْهَا بَعْدَ وَطْئٍ وَامْتَا
 إِذَا طَلَّقَ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا
 اسْتَفْنَى عَنْهَا وَلَمْ يَبْقَ لَهُ مَعَهَا
 تَعْلُقُ فَيَقْضِي مِنْهَا الْوَطْئَ وَهَذَا
 مُوَافِقٌ لِمَا فِي الشَّرْعِ لِأَنَّ
 التَّزْوِجَ بِزَوْجَةِ الْغَيْرِادِ
 بِسَعْدٍ تَهْ لَا يَجُوزُ فَلِهَذَا
 قَالِ فَلَمَّا قَضَى وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ
 لَكِي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 حَرْجٌ فِي أَنْزَاجِ أَدْعِيَا هَيْمٍ
 إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَكُفْرًا أَوْ إِذَا
 طَلَّقُوهُنَّ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ
 وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ التَّزْوِجَ
 مِنَ الذَّبِّي صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَمْ يَكُنْ لِقَضَاءِ شَهْوَةِ النَّبِيِّ
 صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ لِبَيَانِ
 الشَّرِيعَةِ بِفَعْلِهِ فَإِنَّ الشَّرْعَ
 يَسْتَفَادُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّيَ اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَمْرًا لِلَّهِ

اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے“
 اس کے بعد باری تعالیٰ فرماتے ہیں،
 پس جب زید نے اس (زینب) سے
 اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس
 کی شادی آپ کے کردی، حاجت پوری
 کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب انھوں نے
 اسے طلاق دیدی، اور عدت گزر گئی،
 اس لئے کہ جب تک کوئی بیوی کسی کے
 نکاح میں رہتی ہے تو وہ مرد کی حاجت
 رفع کرتی رہتی ہے، اور شوہر اس کا
 ہر وقت محتاج ہوتا ہے، ایسی صورت
 میں مرد عورت سے اپنی حاجت پوری
 نہیں کر چکا ہوتا ہے، اور نہ اس سے
 مستغنی ہوتا ہے، اسی طرح جب تک
 عورت عدت میں ہو تو مرد کو اس کے
 ساتھ تھوڑا بہت تعلق رہتا ہے،
 اس لئے کہ ممکن ہے عورت کا جسم
 اس کے حمل سے مشغول ہو، لہذا عدت
 کے دوران بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ

مَفْعُولًا، اسی مقضیٰ ما قضاہ
 کاٹن ثمر بین ان تزوجہ
 علیہ السلام بہامع اللہ
 کان مبینا الشرع مشتمل علی
 فائدہ کان خالیًا عن المفاسد
 مرد اس سے اپنی ضرورت پوری کر چکا
 ہی، اس کے برعکس جب مرد اسے
 طلاق دیدے اور عدت بھی گزر جائے
 تو وہ اس سے مستغنی ہو جاتا ہے، اور
 اس کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں
 رہتا، اس وقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی ضرورت پوری کر لی، اور یہ بات
 شریعت کے بالکل موافق ہے، اس لئے کہ دوسرے کی بیوی یا اس مطلقہ سے
 جو عدت گزار رہی ہو نکاح جائز نہیں، اسی طرح باری تعالیٰ کا ارشاد: تاکہ
 مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی
 باقی نہ رہے، جبکہ وہ (منہ بولے بیٹے) ان (بیویوں) سے اپنی حاجت پوری
 کر چکے ہوں، یعنی جب وہ انھیں طلاق دے چکے ہوں اور عدت بھی گزر گئی ہو
 اور اس آیت میں یہ بتلادیا گیا کہ حضرت زینبؓ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ساتھ اس لئے نہیں کرائی گئی کہ آپؐ کی کسی نفسانی خواہش کو پورا
 کرنا مقصود تھا، بلکہ اس لئے کرائی گئی کہ ایک شرعی حکم کو آپؐ کے عمل سے
 واضح کروایا جائے، اس لئے کہ شریعت کے احکام آپؐ کے افعال سے مستنبط
 ہوتے ہیں، اور اللہ کا حکم ہونے والا تھا، یعنی معتد رہتا، اور جوابات اللہ
 معتد کر دے وہ ہو کر رہتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ زینبؓ کے

لہ یعنی یہ شرعی حکم کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی جائز ہے،

ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ایک حکم شرعی بیان کرنے کے علاوہ

ایک اور فائدے پر مشتمل تھا اور اس میں کوئی خرابی نہ تھی،

اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت زینبؓ اپنے کونسل کی بناء پر اور

کفر نہ ہونے کی وجہ سے زیدؓ سے افضل سمجھتی تھیں، اور اسی وجہ سے آپس میں دونوں

کی محبت و الفت نہ ہو سکی، اور زیدؓ نے ان کو طلاق دینے کا قصد کیا، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا، مگر آخر کار انھوں نے طلاق دیدی، پھر جب عدت

گذر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کر لیا، محض اس لئے کہ ایک شرعی

حکم کو اپنے فعل سے واضح کیا جائے، نہ کہ قصداً بہت کی غرض سے، اور اسی بات کو

سہ ہر معمولی سمجھ بوجھ والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ شریعت کا جو حکم عام پھیلے ہوئے تصورات کے

خلاف ہو اسے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہو کرتا، اگر لوگوں کے ذہن میں کسی فعل کی

برائی خواہ مخواہ جم کر بیٹھ گئی ہے تو اس کا ذہن سے نکلنا اُس وقت تک بہت مشکل ہو جب تک

کہ کوئی ایسا شخص اس فعل کو کر کے نہ دکھائے جسے وہ ہر لحاظ سے قابل اتباع سمجھتے ہیں، اس کی

ایک واضح مثال یہ واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکین مکہ سے صلح ہوئی تو عام

مسلمانوں کے دل اس پر مطمئن نہ تھے، وہ بوش جہاد اور عمرہ کے شوق سے سرشار ہونے کے

باعث کسی طرح اس بات پر آمادہ نہ ہوتے تھے کہ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں، یہاں تک کہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ سب اپنا سر منڈا کر احرام

کھول دیں تو سب نے یہ حکم سنا، لیکن کوئی شخص احرام کھولنے کے لئے آگے نہ بڑھا، اُس وقت

آپؐ تشویش کے عالم میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، اور جا کر انہیں واقعہ بتلایا

تو حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ کو بڑا نفسیاتی مشورہ دیا اور کہا کہ آپؐ ایسا کیجئے کہ کسی سے کچھ کہنے کی بجائے

کسی نمایاں جگہ بیٹھ کر خود حلق فرمایو، اور احرام کھول دیجئے، چنانچہ آپؐ ایسا ہی کیا، اور آپؐ کا احرام

کھولنا تھا کہ تمام صحابہؓ نے یکے بعد دیگرے اپنے احرام کھول ڈالے،

اللہ کا حکم نازل ہونے سے قبل لوگوں کی عادت کے پیش نظر آپ اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے اور اس میں کوئی بھی مضائقہ نہیں ہے، جیسا کہ عنقریب (تیسری بات میں) آپ کو معلوم ہونے والا ہے، اس سلسلے میں بیضاوی میں جو روایت نقل کی گئی ہے، وہ محققین اہل حدیث کے نزدیک ضعیف اور ناقابل قبول ہے، جس کی تصریح محدث شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی بعض تصانیف میں کر دی ہیں، نیز شرح مواقف میں ہے:

”اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جب آپ نے ان کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئے تو یہ اس

قسم کی چیز ہے جس سے تحفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہے“

تیسری بات؛

شرعی امور کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام شریعتوں میں یکساں ہوں، یا تمام قوموں کی عادات اور ان کی مرضی کے مطابق ہوں، پہلی بات تو اس لئے کہ باپ میں اس کے متعلق آپ اس قدر معلوم کر چکے ہیں جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اس میں یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سارہؓ ابراہیم علیہ السلام کی عسلائی بہن تھیں، اور یعقوب علیہ السلام نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو جمع رکھا، اور موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران نے اپنی پھوپھی سے نکاح کیا، حالانکہ یہ تینوں قسم کی بیویاں شریعت موسوی و عیسوی و محمدی میں حرام ہیں، اور ان کے تعلق رکھنا زنا کی طرح ناجائز ہے، بالخصوص عسلائی بہن اور پھوپھی سے نکاح کرنا، اور ہندوستان کے مشرکین کے نزدیک اس قسم کی شادی بدترین فعل سے بھی بدتر ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگ ایسے نکاح کرنے والوں پر بے انتہا ملامت کرتے، اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان کی اولاد کو زنا کی شدید قسم کی طرف منسوب

کرتے ہیں، انجیل لوقا باب ۵ آیت ۲۹ میں ہے :

”اور محصول لینے والوں اور اردوں کا جو ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے
بڑا مجمع تھا، اور فریسی اور ان کے فقیہ اس کے شاگردوں سے یہ کہہ کر بڑبڑانے
لگے کہ تم کیوں محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو؟“

پھر آیت ۳۳ میں ہے کہ :

”اور انھوں نے اس سے کہا کہ یوحنا کے شاگرد اکثر روزے رکھتے اور دعائیں
کیا کرتے ہیں، اور اسی طرح فریسیوں کے بھی، مگر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں“
دیکھئے! یہودیوں کے فریسی فرقے کے سرکردہ لوگ اور فقیہ حضرت عیسیٰؑ کو
اس بات پر ملامت کر رہے ہیں کہ وہ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ
کیوں کھاتے پیتے ہیں؟ اور روزے کیوں نہیں رکھتے؟

اور انجیل لوقا باب ۵ آیت ۱ میں ہے :

”سب محصول لینے والے اور گنہگار اس کے پاس آتے تھے، تاکہ اس کی باتیں
سنیں، اور فریسی اور فقیہ بڑبڑا کر کہنے لگے کہ یہ آدمی گنہگاروں سے ملتا اور ان کے
ساتھ کھانا کھاتا ہے۔“

یہاں بھی فریسی حضرت عیسیٰؑ کو گنہگاروں کا ہم پیالہ بننے پر ملامت کرتے ہیں

اور کتاب اعمال باب ۲ آیت ۲ میں ہے کہ :

”جب پطرس یرشلیم میں آیا تو محتون اس سے یہ بحث کرنے لگے کہ تو نامحتونوں
کے پاس گیا، اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔“

اور انجیل مرقس باب ۱ آیت ۱ میں ہے کہ :

پھر فریسی اور بعض فقیہ اس کے پاس جمع ہوئے، وہ یرشلم سے آئے تھے، اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے بعض شاگرد ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں، کیونکہ فریسی اور سب یہودی بزرگوں کی روایت پر قائم رہنے کے سبب جب تک اپنے ہاتھ خوب دھو لیں نہیں کھاتے اور بازار سے آکر جب تک غسل نہ کر لیں نہیں کھاتے، اور بہت سی باتیں ہیں جو قائم رکھنے کے لئے بزرگوں سے ان کو پہنچی ہیں، جیسے پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کو دھونا، پس فریسیوں اور فقیہوں نے اس سے پوچھا، کیا سبب ہو کہ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت پر نہیں چلتے بلکہ ناپاک ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں؟ (آیات ۱ تا ۶)

حالانکہ ہندوستان کے مشرک برہمنوں کے یہاں اس معاملہ میں بڑی سختیاں ہیں، ان کے نزدیک تو اگر کوئی ہندو کسی مسلمان یا یہودی یا عیسائی کے ساتھ کھانا کھالے تو اپنے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے،

اور متبنی کی بیوی سے طلاق کے بعد نکاح کرنا مشرکین عرب کے نزدیک بہت ہی قبیح اور برا سمجھا، اور چونکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زینب سے نکاح کرنے میں ابتداء مشرکین عوام کے طعن کا اندیشہ تھا، مگر جب خدا نے آپ کو اس کا حکم دیا تو آپ نے شریعت کے بیان اور توضیح کے لئے حضرت زینب سے نکاح فرمایا، اور پھر مشرکین کے طعن و تشنیع کی کوئی پرواہ نہیں کی،

جو حقی بات؛

فرقہ پر دستنٹ والے معتزین کو نہ تو شرم و حیا ہے، اور نہ وہ اپنی مقدس کتابوں کے اختلافات اور اغلاط و احکام پر نظر ڈالتے ہیں، جن کے نمونے آپ باب اور فصل نمبر ۲ و ۳ باب میں دیکھ چکے ہیں، نہ اپنے پیغمبروں کے گناہ اور ان کے قبیلہ اور ساتھیوں کے جرائم کی طرف نگاہ کرتے ہیں، جن کا علم آپ کو اس فصل کے شروع میں ہو چکا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر بھی تو ریت میں لکھی ہوئی چند چیزیں پیش کریں، اگرچہ ناظرین کو ان میں سے بہت سی باتوں پر پہلے ہی علم حاصل ہو چکا ہو؛

بائبل کی چند اور خلاف عقل باتیں؛

پہلی مثال؛

کتاب پیدائش باب ۳ آیت ۳ میں ہے؛

”اور یعقوب نے سفیدہ اور بادام اور چنار کی ہری ہری چھڑیاں لیں، اور ان کو چھصل چھیل کر اس طرح گنڈے دار بنالیا کہ ان چھڑیوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی، اور اس نے وہ گنڈے دار چھڑیاں بھیڑ بکریوں کے سامنے حوضوں اور نالیوں میں جہاں وہ پانی پینے آتی تھیں کھڑی کر دیں (اور) جب وہ پانی پینے آئیں سو گا بھن (ہو گئیں) اور ان چھڑیوں کے آگے گا بھن ہونے کی وجہ سے انھوں نے دھاری دار چٹلے اور ابلتے بچے دیئے، اور یعقوب نے بھیڑ بکریوں

۱۵ اظہار الحق میں یہاں یہ عبارت ہے: ”تاکہ جب وہ پانی پینے آئیں تو گا بھن ہو جائیں۔“

۱۶ یعنی چٹلے،

کے ان بچوں کو الگ کیا، اور لابن کی بھیڑ بکریوں کے منہ دھاری دار اور کالے بچوں کی طرف پھیر دیئے، اور اس نے اپنے ریوڑوں کو جدا کیا، اور لابن کی بھیڑ بکریوں میں ملنے نہ دیا، اور جب مضبوط بھیڑ بکریاں گامزن ہوتی تھیں تو یعقوب چھڑیوں کو نالیوں میں ان کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا تھا، تاکہ وہ ان چھڑیوں کے آگے گامزن ہوں، پر جب بھیڑ بکریاں دُہلی ہوتیں تو وہ ان کو دہاں نہیں رکھتا تھا، سو دُہلی تو لابن کی رہیں، اور مضبوط یعقوب کی ہو گئیں، چنانچہ وہ نہایت بڑھتا گیا، اور اس کے پاس بہت سے ریوڑ اور لونڈیاں اور نوکر چاکر اور لونٹ گدھے ہو گئے۔ (آیات ۳۷ تا ۴۳)

سنا آپ نے! آج تک تو یہ سنا جاتا تھا کہ اولاد رنگ و روپ میں عام طور پر اپنے ماں باپ اور آباء و اجداد کے مشابہ اور ان کے ہمرنگ ہوتی ہے، یہ بالکل نیا تجربہ ہے کہ سامنے کھڑی ہوئی لکڑیوں کو دیکھنے کا اثر حاملہ جانور کے بچے پر یہ ہو کہ وہ بھی اس کا ہمرنگ ہو جائے، اس کا تو تصور بھی کوئی عاقل نہیں کر سکتا، اور اگر اس مہل کو مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ موسمِ ربیع میں پیدا ہونے والے تمام بچے رنگ کے لحاظ سے سبز ہوں،

دوسری مثال؛

کتاب احبار باب ۱۳ آیت ۴۶ میں ہے کہ:

آوردہ کپڑا بھی جس میں کوڑھ کی بلا ہو خواہ وہ آدن کا ہو یا کتان کا، آوردہ بلا بھی خواہ کتان یا آدن کے کپڑے کے تانے میں یا اس کے بانے میں ہو، یا وہ

۱۷ موجودہ ترجمہ میں یہ آیت ۴۷ ہے،

چمڑے میں ہو یا چمڑے کی کسی بنی ہوئی چیز میں ہو، اگر وہ بلا کپڑے میں یا چمڑے میں یا کپڑے کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے کی کسی چیز میں سبزی مائل یا سرخی مائل رنگ کی ہو تو وہ کوڑھ کی بلا ہے، اور کاہن کو دکھائی جائے اور کاہن اس بلا کو دیکھے، اور اس چیز کو جس میں وہ بلا ہے سات دن تک بند رکھے، اور سات دن اس کو دیکھے، اگر وہ بلا کپڑے کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے پر یا چمڑے کی بنی ہوئی کسی چیز پر پھیل گئی ہو تو وہ کھا جانے والا کوڑھ ہو اور ناپاک ہو، اور اُس اُون یا کتان کے کپڑے کو جس کے تانے میں یا بانے میں وہ بلا ہے یا چمڑے کی اس چیز کو جس میں وہ بلا ہے، یا چمڑے کی اس چیز کو جس میں وہ ہو جلا دے، کیونکہ یہ کھا جانے والا کوڑھ ہے، وہ آگ میں جلا یا جائے، اور اگر کاہن دیکھے کہ وہ بلا کپڑے کے تانے میں یا بانے میں یا چمڑے کی کسی چیز میں پھیلی ہوئی نظر نہیں آتی، تو کاہن حکم کرے کہ اس چیز کو جس میں وہ بلا ہو دھوئیں اور وہ پھر اسے اور سات دن تک بند رکھے، اور اس بلا کے دھوئے جانے کے بعد کاہن پھر اسے ملاحظہ کرے، اور اگر دیکھے کہ اس بلا کا رنگ نہیں بدلا اور وہ پھیلی بھی نہیں ہے تو وہ ناپاک ہے، تو اس کپڑے کو آگ میں جلا دینا، کیونکہ وہ کھا جانے والی بلا ہے، خواہ اس کا قساواندہ نہ ہو یا بیرونی، اور اگر کاہن دیکھے کہ دھونے کے بعد اس بلا کی چمک کم ہو گئی ہے تو وہ اُسے اس کپڑے سے یا چمڑے سے، تانے یا بانے سے بچا کر نکال پھینکے، اور اگر وہ بلا پھر بھی کپڑے کے تانے یا بانے میں یا چمڑے کی چیز میں دکھائی دے تو وہ پھوٹ کر نکل رہی ہے، بس تو اس چیز کو

جس میں وہ بلا ہے آگ میں جلا دینا، اور اگر اس کپڑے کے تانے یا بانے میں سے
یا چمڑے کی چیز میں سے جسے تو نے دھویا ہے وہ بلا جاتی رہے، تو وہ چیز
دوبارہ دھوئی جائے اور وہ پاک ٹھہرے گی، اُون یا کتان کے تانے یا بانے
میں یا چمڑے کی کسی چیز میں اگر کوڑھ کی بلا ہو تو اسے پاک یا ناپاک قرار
دینے کے لئے شرع یہی ہے ۵ (آیات ۵۸ تا ۶۶)

غور کیجئے: یہ احکام کہاں تک عقل کے مطابق ہیں؟ سوائے اس کے کہ ان کو
ادھام کا نتیجہ قرار دیا جائے، اور کیا کہا جاسکتا ہے، کیا اس قسم کے یہود و سادس
کی بنا پر قیمتی کپڑوں اور چمڑوں کا جلانا مناسب ہو سکتا ہے؟
تیسری مثال؛

کتاب احبار باب ۱۲ آیت ۳۴ میں ہے:

”جب تم ملک کنعان میں جسے میں تمہاری ملکیت کئے دیتا ہوں داخل ہو
اور میں تمہارے میراثی ملک کے کسی گھر میں کوڑھ کی بلا بھیجوں تو اس گھر کا
مالک جا کر کاہن کو خبر دے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں کچھ بلا
ہے، تب کاہن حکم کرے کہ اس سے پیشتر کہ اس بلا کو دیکھنے کے لئے کاہن
وہاں جائے لوگ اس گھر کو خالی کریں، تاکہ جو کچھ گھر میں ہو وہ ناپاک نہ ٹھہرا
جائے، اس کے بعد کاہن گھر دیکھنے کو اندر جائے، اور اس بلا کو ملاحظہ کرے
اور اگر دیکھے کہ وہ بلا اس گھر دیواروں میں سبزی یا سرخی مائل گہری لکیروں
کی صورت میں ہے، اور دیوار میں سطح کے اندر نظر آتی ہے تو کاہن گھر سے
باہر نکل کر گھر کے دروازے پر جائے، اور گھر کو سات دن کے لئے بند کر دے

اور وہ ساتویں دن پھر آکر اُسے دیکھے، اگر وہ بلا گھر کی دیواروں میں پھیل
 ہوئی نظر آئے تو کاہن حکم دے کہ ان پتھروں کو جن میں وہ بلا ہے نکال کر
 انھیں شہر کے باہر کسی ناپاک جگہ میں پھینک دیں، پھر وہ اس گھر کو اندر
 اندر چاروں طرف سے گھر چوائے، اور اُس گھر چپی ہوئی مٹی کو شہر کے باہر
 کسی ناپاک جگہ میں ڈالیں، اور وہ ان پتھروں کی جگہ اور پتھر لیکر لگائیں
 اور کاہن تازہ گائے سے اس گھر کی استرکاری کرائے، اور اگر پتھروں کے
 نکلے جانے اور اس گھر کے گھرچے اور استرکاری کرائے جانے کے بعد
 بھی وہ بلا پھر آجائے اور اس گھر میں پھوٹ نکلے تو کاہن اندر جا کر ملاحظہ
 کرے، اور اگر دیکھے کہ وہ بلا گھر میں پھیل گئی ہے، تو اس گھر میں کھا جانوالا
 کوڑھ ہے، وہ ناپاک ہے، تب وہ اس گھر کو اس کے پتھروں اور لکڑیوں
 اور اس کی ساری مٹی کو گرائے، اور وہ ان کو شہر کے باہر نکال کر کسی ناپاک
 جگہ میں لیجائے، ماسوا اس کے اگر کوئی اس گھر کے بند کر دیئے جانے کے تو
 میں اس کے اندر داخل ہو تو وہ شام تک ناپاک ہے گا، اور جو کوئی اس گھر
 میں جائے وہ اپنے کپڑے دھو ڈالے، اور جو کوئی اس گھر میں کچھ کھائے وہ
 بھی اپنے کپڑے دھوئے، اور اگر کاہن اندر جا کر ملاحظہ کرے اور دیکھے
 کہ گھر کی استرکاری کے بعد وہ بلا اس گھر میں نہیں پھیل تو وہ اس گھر کو پاک
 قرار دے، کیونکہ وہ بلا دور ہو گئی ۝ (آیات ۳۳ تا ۴۸)

(یہاں سے شروع ہوتا ہے)

۱۵ اس کے بعد کی آیتیں اور بھی زیادہ دلچسپ ہیں، ارشاد ہے:
 اور وہ اس گھر کو پاک قرار دینے کے لئے دھوپ نہ لے اور دیوار کی لکڑی اور

یہ احکام بھی سراسر ادہام کا نتیجہ اور ضعیف الاعتقادی کا کرشمہ ہیں، کیا بڑی بڑی عالی شان کوٹھیاں اور قیمتی بلڈنگیں محض اس قسم کے لایعنی اور مہمل و سادس کی وجہ سے گرے جاسکتے ہیں؟ جو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور بے اصل ہیں، کیا موجودہ زمانے کے یورپ کے عقلاہ اور حکماء اس امر کو مان سکتے ہیں کہ کوئی کپڑا یا چمڑا یا مکان برص کی بیماری میں مبتلا ہو اور اس کا جلانا یا اگر نامناسب ہو؟

چوتھی مثال؛

اور کتاب احبار باب ۵ آیت ۱۲ میں ہے :

”اور مٹی کے جس برتن کو حسیریان کا مرین چھوئے وہ توڑ ڈالا جائے، پر چوٹی برتن پانی سے دھویا جائے“

آگے آیت ۱۶ میں ہے :

”اور اگر کسی مرکی دھات بہتی ہو تو وہ پانی میں نہائے اور شام تک ناپاک ہے“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سرخ کپڑا اور زوفلے، اور وہ ان پرندوں میں سے ایک کو مٹی کے کسی برتن میں بہتے ہوئے پانی پر ذبح کرے، پھر وہ دیودار کی لکڑی اور زوفا اور سرخ کپڑے اور اس زندہ پرندے کو لے کر ان کو اس ذبح کئے ہوئے پرندے کے خون میں اور اس بہتے ہوئے پانی میں غوطہ دے اور سات بار اس گھر پر چھڑکے اور وہ اس پرندے کے خون سے اور بہتے ہوئے پانی اور زندہ پرندے اور دیودار کی لکڑی اور زوفا اور سرخ کپڑے سے اس گھر کو پاک کرے اور اس زندہ پرندے کو شہر کے باہر کھلے میدان میں چھوڑ دے، پھر وہ گھر کے لئے کفارہ دے تو وہ پاک ٹھہرے گا (احبار ۴: ۱۶)۔

۱۔ اظہار الحق میں ”چوٹی“ کے ساتھ ”تاہے“ کا بھی تذکرہ ہے، مگر موجودہ ترجمہ میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

اور آیت ۲۳ میں ہے :

”اور اگر اس کا خون اس کے بستر پر یا جس چیز پر وہ بیٹھی ہو اس پر لگا ہوا ہو اور اُس وقت کوئی اس چیز کو چھوئے تو وہ شام تک ناپاک ہے، اور اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کرے اور اس کے حیض کا خون اسے لگ جائے تو وہ سات دن تک ناپاک ہے گا، اور ہر ایک بستر جس پر وہ مرد سوئے گا ناپاک ہو گا۔ (آیات ۲۳ و ۲۴)

غور کیجئے پہلی صورت میں مٹی کے برتن کے توڑنے کا حکم ہر اس راضاعتِ مال کا سبب ہے، اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کو ہاتھ لگانے سے کوئی چیز اس کے اندر کس طرح داخل ہو گئی؟ اور بالفرض اگر اس میں نجاست اثر کر گئی، تو اس کو پانی سے دھونے کے حکم پر اکتفا کیوں نہ کیا گیا؟ جس طرح لکڑی اور تانبے کا حکم ہے، دوسرے حکم میں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ رات تک ناپاک رہے گا، جبکہ سارے بدن کو پانی سے دھولیا گیا، تیسرے حکم میں بھی اشکال ہے، اس لئے کہ بظاہر چھونے والے کے جسم میں اس کپڑے کو ہاتھ لگانے سے جس پر کوئی حصہ بیٹھ گئی کوئی چیز کیسے گھس گئی، اور اگر بالفرض گھس گئی تو کپڑوں اور تمام جسم کو دھولینے کے باوجود اس کے رات تک ناپاک رہنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اور یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی سے صحبت کرے یا احتلام ہو جانے کی وجہ سے جنبی ہو جائے تو اس پر کپڑوں کا دھونا واجب نہ ہو، بلکہ محض بدن کا دھونا کافی ہو سکتا ہو، اور یہاں محض کپڑوں کو ہاتھ لگانے کے نتیجے میں اپنے تمام کپڑے ناپاک ہو جائیں، اور چوتھا حکم تو پچھلے تینوں حکموں سے زیادہ

تعجب انگیز ہے، کیونکہ ایک شخص محض حیض کی چیز لگ جانے کی وجہ سے خود حائضہ کے حکم میں ہو جائے، اور جس طرح وہ ایک ہفتہ تک ناپاک رہتی ہے یہ شخص بھی پورا ایک ہفتہ ناپاک رہے، نیز حائضہ اور مستحاضہ کے سلسلے میں ان کے یہاں جو عجیب و غریب سختیاں ہیں ان کا ذکر بھی اسی باب میں موجود ہے،

ان احکام کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت دنیا میں عیسائیوں سے زیادہ ناپاک اور گندی قوم کوئی دوسری نہیں ہوگی، کیونکہ یہ لوگ اپنے یہاں کی پاکی کے احکام کو قطعاً نظر انداز کئے ہوئے ہیں، اور کوئی عیسائی اُن کا قطعی لحاظ نہیں رکھتا،

پانچویں مثال؛

کتاب احبار باب آیت ۷ میں ہے:

”پھر ان دونوں بکروں کو لے کر ان کو خیمہ اجتماع کے دروازے پر خداوند کے حضور کھڑا کرے، اور ہارون ان دونوں بکریوں پر چھٹیاں ڈالے، ایک چھٹی خداوند کے لئے اور دوسری (عزراہیل) کے لئے ہو، اور جس بکرے پر خداوند کے نام کی چھٹی نکلے اسے ہارون لے کر خطا کی قربانی کے لئے چڑھائے، لیکن جس بکرے پر (عزراہیل) کے نام کی چھٹی نکلے وہ خداوند کے حضور زندہ کھڑا کیا جائے، تاکہ اس سے کفارہ دیا جا، اور وہ (عزراہیل) کے لئے بیابان میں چھوڑ دیا جا۔“

۱۔ ان آیتوں میں کسی گناہ کی تلافی کے لئے قربانی کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے،
۲۔ یہ موجودہ ترجمے کی عبارت ہے، اظہار الحق میں یہ جملہ اس طرح منقول ہے: ”اور ان دونوں بکریوں پر قرعے ڈالے جائیں۔“ اس جملے میں ہارون علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے،

یہ حکم بھی عجیب و غریب ہے اور بکری کو عزرائیل کے لئے قربانی بنا کر جنگل میں چھوڑ دینے کا مطلب قطعی سمجھ میں نہیں آتا، یقیناً یہ غیر اللہ کے لئے قربانی ہوئی، ہم نے ہندوستان کے مشرکین کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بتوں کے نام پر بیلوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں، مگر وہ لوگ ان بیلوں کو بازاروں میں چھوڑتے ہیں، نہ کہ جنگل میں، تاکہ بھوکے پیاسے نہ مر جائیں،

چھٹی مثال،

کتاب استثناء باب ۲۵ آیت ۵ میں ہے،

”اگر کسی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں، اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے، بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اپنے بھائی کی کھیتی کو قائم کرے، اور اس عورت کا جو بیٹا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے، تاکہ اس کا نام اسرائیل میں سے میٹ نہ جائے،

اور اگر وہ آدمی اپنی بھادج سے بیاہ نہ کرنا چاہے تو اس کی بھادج پھانک پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے میرا دیور اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کرتا ہے، اور میرے ساتھ دیور کا حق ادا کرنا

۱۷ عزرائیل نہیں، موجودہ تراجم کے مطابق عزرائیل کے نام پر۔ واضح رہے کہ عزرائیل ابلیس کا نام ہے،

۱۸ یہ ”اظہار الحق“ میں نقل شدہ عبارت کا ترجمہ ہی، موجودہ اردو ترجمے میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: ”اے بیوی بننے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے وہ اس کے ساتھ ادا کرے“

نہیں چاہتا، تب اس شہر کے بزرگ اس آدمی کو بلوا کر اسے سمجھائیں، اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہے کہ مجھ کو اس سے بیاہ کرنا منظور نہیں تو اس کی بھادج بزرگوں کے سامنے اس کے پاس جا کر اس کے پاؤں سے جوتی اتارے اور اس کے منہ پر تھوک دے، اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے اس سے ایسا ہی کیا جائے گا، تب اسرائیلیوں میں اس کا نام یہ پڑ جائے گا کہ یہ اس شخص کا گھر ہی جس کی جوتی اتاری گئی تھی۔ (آیات ۵ تا ۱۰)

یہ حکم بھی نہایت عجیب ہی، کیونکہ مرنے والے کی بیوی ممکن ہے اندھی ہو، یا کانی ہو، یا لنگڑی ہو، یا بد صورت اور بد شکل ہو، یا پاکدامن نہ ہو، یا اور کسی عیب میں ملوث ہو تو ایسی عورت کو کوئی کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اور یہ بھائی کی کھیتی کی نگرانی اور دیکھ بھال بھی عجیب ہے، اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ علماء پرڈسٹنٹ نے اس حکم کو قطعی چھوڑ دیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ کسی شخص کو اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں جس کی تصریح کتاب الصلاة العامة، مطبوعہ ۱۸۴۷ء کے قرابت و نسب کے باب میں جو انگلستان اور آئر لینڈ کے موجود کنیسہ کے قوانین اور دینی طریقوں میں سے ہے، حالانکہ محرمات کا بیان انجیل میں قطعی نہیں پایا جاتا، اور عیسائیوں نے جو کچھ بھی لیا ہے وہ توریت سے لیا ہے،

پانچویں بات؛

متشدد آدمی بالخصوص جبکہ اس کا بڑا مقصد ظلم و جور ہو وہ اس قسم کے اعتراضات مسیح اور ان کے حواریوں پر بھی کر سکتا ہے، انجیل لوقا باب آیت ۳۳ میں یوں ہے کہ: ”یوحنا پستیم دینے والا نہ تو روٹی کھاتا ہوا آیا، نہ پیٹا ہوا، اور تم کہتے ہو کہ

اس میں بدروح ہے، ابن آدم کھا تا پیتا آیا، اور تم کہتے ہو کہ دیکھو، کھاؤ، اور شرابی آدمی، محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار،
 پھر کسی فریسی نے اس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا، پس وہ اس فریسی کے گھر جا کر کھانا کھانے بیٹھا، تو دیکھو ایک بدچلن عورت جو اس شہر کی تھی، یہ جان کر کہ وہ اس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگڑ کے عطر دان میں عطر لائی، اور اس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے ان کو پونچھا، اور اس کے پاؤں بہت چومے، اور ان پر عطر ڈالا، اس کی دعوت کرنے والا... فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے، کیونکہ بدچلن ہے،
 (آیات ۳۳ تا ۳۹)

آگے آیت ۴۴ میں ہے:

”اور اس عورت کی طرف پھر اس نے شمعون سے کہا کیا تو اس عورت کو دیکھتا ہے، میں تیرے گھر میں آیا، تو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا مگر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دیئے، اور اپنے بالوں سے پونچھے تو نے مجھ کو بوسہ نہ دیا، مگر اس نے جب سے میں آیا ہوں میرے پاؤں چومنا نہ چھوڑا، تو نے میرے سر میں تیل نہ ڈالا، مگر اس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہر اسی لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی، مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے

وہ تھوڑی محبت کرتا ہے، اور اُس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے
اس پر وہ جو اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اپنے جی میں کہنے لگے کہ یہ
کون ہے جو گناہ بھی معاف کرتا ہے؟ مگر اس نے عورت سے کہا تیرے
ایمان نے تجھے بچا لیا ہے، سلامت چلی جا۔ (آیات ۲۴ تا ۵۰)

اور انجیل یوحنا باب آیت ۱ میں ہے کہ:

مریم اور اس کی بہن مرثا کے گاؤں بیت عنیاہ کا لعزر م ایک آدمی
بیمار تھا، یہ وہی مریم تھی جس نے خداوند پر عطر ڈال کر اپنے بالوں سے اس کے
پاؤں پونچھے، اسی کا بھائی لعزر بیمار تھا، اور یسوع
مرثا اور اس کی بہن اور لعزر سے محبت رکھتا تھا۔ (آیت ۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مریم جس سے حضرت مسیحؑ کو محبت تھی، اسی نے
حضرت مسیحؑ کے پاؤں کو پونچھا تھا، اور انجیل یوحنا باب آیت ۲۱ میں ہے:
”یہ باتیں کہہ کر یسوع اپنے دل میں گھبرایا، اور یہ گواہی دی کہ میں تم سے سچ کہتا
ہوں کہ تم میں سے ایک شخص مجھے پکڑوائے گا، شاگرد مشہد کر کے کہ وہ کس کی
نسبت کہتا ہے، ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، اس کے شاگردوں میں سے
ایک شخص جس سے یسوع محبت رکھتا تھا، یسوع کے سینہ کی طرف جھکا ہوا
کھانا کھانے بیٹھا تھا، پس ثمعون پطرس نے اس سے اشارہ کر کے کہا کہ بتا
تو وہ کس کی نسبت کہتا ہے؟ اس نے اسی طرح یسوع کی چھاتی کا سہارا لیکر
کہا کہ اے خداوند! وہ کون ہے؟“

(آیات ۲۱ تا ۲۵)

اور اسی شاگرد کے بارے میں باب ۱۹ آیت ۲۶ اور باب ۲ آیت ۲ دہاں آیت،

۲۰ میں لکھا ہے کہ :

”جس سے یسوع محبت رکھتا تھا“

اور انجیل لوقا باب ۱ آیت میں ہے :

”تھوڑے عرصہ کے بعد یوں ہوا کہ وہ منادی کرتا اور خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سناتا ہوا شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرنے لگا، اور وہ بارہ اس کے ساتھ تھے، اور بعض عورتیں جنہوں نے بُری روحوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھیں یعنی مریم جو مکد لینی کہلاتی تھی جس میں سے سات بدروحیں نکلی تھیں اور یونہ ہیرو دس کے دیوان خوزہ کی بیوی اور سوسناہ اور بہتیری اور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے ان کی خدمت کرتی تھیں“ (آیات ۳۲۱)

اور ظاہر ہے کہ شراب امّ النجاست اور خدا کے نزدیک قبیح اور گمراہی اور کفر و ہلاکت کا سبب ہے، جس کا پینا متقیوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے، عقل و خرد کو برباد کر دینا اس کے لازمی خواص میں سے ہے، خولہ نبی ہو یا کوئی دوسرا، اسی لئے جب ہارون اور ان کی اولاد نے خیمہ اجتماع میں خدمت کے لئے داخل ہونا چاہا تو خدا نے ان کے لئے اس کو حرام کر دیا تھا، اور اس کو موت کا سبب قرار دیا، اور اس کی حرمت کو دائمی اور ابدی عہد ان کے لئے بنادیا، کتاب احبار باب ۱۰ آیت میں ہے کہ :

”اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ تُو... یا تیرے بیٹے یا شراب پی کر

لے یہ شاگرد خود پوچھنا ہیں جیسا کہ یوحنا باب ۱ کی آخری آیات سے معلوم ہوتا ہے،

کبھی خیمہ اجتماع کے اندر داخل نہ ہونا، تاکہ تم مرنے جاؤ، یہ تمہارے لیے نسل و نسل
ہمیشہ تک ایک قانون رہے گا۔

اور اسی وجہ سے خدا نے منوحہ کی بیوی کو حالتِ حمل میں شراب نوشی اور ہر آد
چیز سے منع کیا تھا، تاکہ اس کا بچہ متقی ہو، اور مسکرات کی گندگی اُس متقی لڑکے میں
اثر نہ کرے، اور اس سلسلے میں اس کے خاندان کو بھی سخت تاکید کی تھی، کتاب قصۃ
باب ۱۳ آیت ۴ میں ہے کہ:

”سو خبردار: مے یا نشہ کی چیز نہ پینا، اور نہ کوئی ناپاک چیز کھانا“

اور آیت ۱۳ میں ہے:

”خداوند کے فرشتہ نے منوحہ سے کہا اُن سب چیزوں سے جن کا ذکر
میں نے اس عورت سے کیا یہ پرہیز کرے، وہ ایسی کوئی چیز جو تاک سے پیدا
ہوتی ہے نہ کھلے اور مے یا نشہ کی چیز نہ پیے اور نہ کوئی ناپاک چیز کھائے
اور جو کچھ میں نے اسے حکم دیا یہ اُسے مانے۔“

اور اسی لئے جب خدا کے فرشتہ نے زکریا کو بھی علیہ السلام کی پیدائش
کی خوشخبری دی تھی تو یحییٰ کے تقویٰ کا حال یوں بیان کیا تھا کہ وہ نہ شراب
پے گا اور نہ کوئی دوسری نشہ الی چیز اجیل و قایل آیت ۱۵ میں ہے کہ:

”کیونکہ وہ خدا کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب
پے گا۔“

اور اسی لئے اشیاء علیہ السلام نے شراب اور نشہ پینے والوں کی مذمت
کی ہے، اور شہادت دی ہے کہ انبیاء اور کاہن شراب پینے کی بدولت گمراہ ہو گئے،

کتاب اشعیاء باب آیت ۲۲ میں ہے کہ :

”ان پر افسوس جو مے پینے میں زور آور اور شراب لانے میں پہلوان ہیں“

اور اسی کتاب کے باب آیت ۷ میں ہے کہ :

”لیکن یہ بھی مے خواری سے ڈگمگاتے اور نشہ میں لڑکھڑاتے ہیں، کاہن

اور نبی بھی نشہ میں چور اور مے میں غرق ہیں، وہ نشہ میں جھومتے ہیں، وہ روڈیا

میں خطا کرتے اور عدالت میں لغزش کھاتے ہیں“

اس فصل کے شروع میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ نوح علیہ السلام نے شراب

پی، اور ان کے ہوش و حواس جاتے رہے، اور اس حالت میں برہنہ بھی ہو گئے،

اور لوط علیہ السلام نے شراب پی، اور وہ بھی ہوش و حواس کھو بیٹھے، اور اس حالت

میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ وہ شرمناک حرکت کی، جو کبھی کسی شرابی اور مکینہ

انسان نے بھی نہ کی ہوگی، انجیل یوحنا باب ۱۳ آیت ۴ میں ہے کہ :

”دستر خوان سے اٹھ کر کپڑے اتارے، اور رد مال لے کر اپنی کمر میں باندھا،

اس کے بعد برتن میں پانی ڈال کر شاگردوں کے پاؤں دھونے اور جو رد مال

کمر میں بندھا تھا اس سے پونچھنے شروع کئے“

اس موقع پر ہمارے ظریف و خوش طبع بزرگ نے الزاما کہا: ”یہ بات مشبہ

میں ڈالتی ہے کہ اس رقت عیسیٰ علیہ السلام میں شراب اپنا پورا تسلط کئے ہوئے

تھی، یہاں تک کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں، اور کیا کرنا چاہی؟

کیونکہ پاؤں دھونے کے لئے بھلا کپڑے اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے شراب کی مذمت میں اپنی کتاب کتاب امثال باب ۲۱ میں فرمایا کہ:

جب مے لال لال ہو، جب اس کا عکس جام پر پڑے، اور جب وہ روانی کے ساتھ نیچے اُترے تو اس پر نظر نہ کر، کیونکہ انجام کار وہ سانپ کی طرح کاٹتی اور افعی کی طرح ڈس جاتی ہے۔

اور اسی طرح نوجوان اجنبی لڑکیوں کا نوجوان مردوں کے ساتھ اختلاط تو بہت ہی خطرناک اور آفت ہے، اور اس حالت میں پاک دامن کی توقع بہت مشکل ہے، بالخصوص جبکہ وہ مرد نوجوان، غیر شادی شدہ اور شرابی بھی ہو، اور عورت فاحشہ اور مجبوبہ بھی ہو، اور ہر وقت اس کے آگے گھومتی پھرتی ہو، اور اپنی جان و مال سے اس کی خدمت کرتی ہو، داؤد علیہ السلام کی مثال سامنے رکھئے کہ محض ایک اڑتی ہوئی نگاہ ایک اجنبی عورت پر پڑ جانے کا کیسا خطرناک انجام ہوا، حالانکہ ان کے پاس کافی بیویاں تھیں، اور ان کی عمر بھی اُس وقت پچاس سے زیادہ ہو چکی تھی، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کا حال بھی پیش نظر رکھئے کہ ان کو عورتوں نے کس حد تک مغلوب کر دیا تھا، کہ نبی اور عہدِ جوانی میں نیک و صالح ہونے کے باوجود بڑھاپے میں ان عورتوں نے ان کو مرتد اور بت پرست تک بنا ڈالا، اور جب ان کو اپنے ماں باپ اور بھائی بہن یعنی امنون و متمر اور اپنے بزرگوں رویل و یہوداہ کے حالات سے لے کر پے تجربات حاصل ہوئے اور خاص طور پر اپنا تجربہ پیش آیاتِ انھوں نے اس معاملہ میں سختی اور تشدد کافی کیا کتابِ امثال باب میں ہے کہ :

”تَوَعَّرْتُ کے مکر پر کان مت دھر، کیونکہ بیگانہ عورت کے ہونٹوں سے

لے موجودہ اردو اور انگریزی تراجم میں یہ جملہ موجود نہیں ہے، البتہ کیتھولک بائبل میں یہ

شہد مہکتا ہے، اور اس کا منہ تیل سے زیادہ چمکتا ہے، پر اس کا انجام ناگدوئی
کی مانند تلخ اور دودھاری تلوار کی مانند تیز ہے، اس کے پاؤں موت کی طرف
جالتے ہیں، اس کے قدم ہاتھ تک پہنچتے ہیں، سو اسے زندگی کا ہموار راستہ
نہیں ملتا، اس کی راہیں بے ٹھکانہ ہیں، پردہ بے خبر ہے، اس لئے اسے
میرے بیٹھ میری سنو اور میرے منہ کی باتوں سے برگشتہ نہ ہو، اس عورت
سے اپنی راہ دور رکھ اور اس کے گھر کے دروازے کے پاس بھی نہ جا۔“
(آیات ۸ تا ۳۸)

پھر آیت ۲۰ میں ہے کہ:

”اے میرے بیٹے! تجھے بیگانہ عورت کیوں فریفتہ کرے؟ اور تو غیر عورت
سے کیوں ہم آغوش ہو؟“

اور باب آیت ۲۲ میں ہے کہ:

”تاکہ تجھ کو بُری عورت سے بچائے، یعنی بیگانہ عورت کی زبان کی چا پلوسی
سے، تو اپنے دل میں اس کے حُسن پر عاشق نہ ہو، اور وہ تجھ کو اپنی پلکوں سے
شکار نہ کرے، (کیونکہ چھنال کے سبب سے آدمی ٹکڑے کا محتاج ہو جاتا
ہے) اور زانیہ قیمتی جان کا شکار کرتی ہے، کیا ممکن ہو کہ آدمی اپنے سینہ میں
آگ رکھے اور اس کے کپڑے نہ جلیں؟ یا کوئی انگاروں پر چلے اور اس کے
پاؤں نہ جھلسیں، اور وہ بھی ایسا ہے جو اپنے پڑوسی کی بیوی کے پاس جاتا ہے

۱۔ یہ موجودہ اردو اور انگریزی ترجموں کی عبارت ہے، اظہار الحق میں اس کی جگہ یہ جملہ لکھا ہے:
زانیہ کی قیمت روٹی کا ایک ٹکڑا ہے، کیونکہ بائبل میں بھی یہی جملہ موجود ہے،

جو کوئی اسے چھوٹے بے سزا نہ رہے گا۔ (آیات ۲۳ تا ۲۹)

پھر باب آیت ۲۴ میں ہے:

”سراب اے بیٹو! ... میری سنو! اور میرے منہ کی باتوں پر توجہ کر دیترا
دل اس کی راہوں کی طرت مائل نہ ہو، تو اس کے راستوں میں گمراہ نہ ہونا، کیونکہ
اس نے بہتوں کو زخمی کر کے گرا دیا ہے، بلکہ اس کے مقتول بے شمار ہیں، اس کا
گھر پاتال کا راستہ ہے، اور موت کی کوٹھڑیوں کو جالتا ہے۔“ (آیات ۲۴ تا ۲۷)

آگے باب ۲۳ آیت ۳۳ میں ہے:

”تیری آنکھیں عجیب چیزیں دیکھیں گی، اور تیرے منہ سے الٹی سیدھی باتیں
نکلیں گی، بلکہ تو اس کی مانند ہو گا جو سمندر کے درمیان لیٹ جائے، یا اس
کی مانند جو مستول کے سر پر سو رہے۔“

اسی طرح بے ریش لڑکوں کا اختلاط بڑا خطرناک ہو، بلکہ عورتوں کے اختلاط
سے بھی زیادہ خطرناک اور قبیح ہے، جس کی شہادت تجربہ کار لوگوں نے دی ہے، اس
کے بعد آپ غور کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام جبکہ شراب نوشی میں حد اعتدال سے اس
قدر آگے نکلے ہوئے تھے کہ خود ان کے معاصرین ان کی نسبت یہ الفاظ کہتے ہیں کہ
بہت کھانے والا اور بے انتہا شرابی ہے، پھر آپ کنوالے نیز فوجوان بھی تھے،
پھر جب مریم آپ کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے دھوتی ہے، اور جس وقت
آپ کے پاس آتی ہے برابر آپ کو بوسے دیتی اور چومتی رہتی ہے، اور آپ کے پاؤں
کو اپنے سر کے بالوں سے صاف کرتی جاتی ہے، بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اس
زمانہ میں مشہور فاحشہ اور رندہ تھی، ایسی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے

بزرگوں یہوداہ، داؤد، سلیمان کے واقعات کو کیسے فراموش کر دیا؟ اور سلیمان کی مذکورہ نصیحتیں کیسے بھول گئے؟ اور کس طرح انھوں نے یہ بات نہ سمجھی کہ عورت کی قیمت تو محض ایک روٹی ہے، اور اس کو ہاتھ لگانے کے بعد بچنا ممکن نہیں ہے، جس طرح بغل میں آگ ہوتے ہوئے پٹرول کا نہ جلنا غیر ممکن ہے، یا آگ کے انگاروں پر چلنے کے باوجود پاؤں کا نہ جلنا ناممکن ہے، تو پھر آپ نے اس عورت کو ان حرکات کی اجازت کیسے دیدی؟ یہاں تک کہ فریسی کو اعتراض کرنے کی نوبت آئی، اور کیونکر مانا جاسکتا ہے کہ یہ سب کام مقتضائے شہوت کے مطابق نہیں ہو رہے تھے؟ اور ان حرکات کے باوجود آپ نے اس کے گناہ کو کس طرح بخش دیا؟ کیا اس قسم کے افعال و حرکات خدائے پاک و عادل کی شان کے لائق ہو سکتے ہیں؟

اسی بناء پر وہی طرفین بزرگ فرماتے ہیں کہ:

”اس زمانے میں حرام کاری اور زنا کاری جائز تھی تو کیا آج کوئی شریف عیسائی اگر اپنے کسی دوست کے یہاں جہان ہو تو وہ بھرے مجمع میں کسی فاحشہ رنڈمی کو اس بات کی اجازت دینے کے لئے تیار ہو گا کہ وہ اس کے پاؤں دھوے حالانکہ اس سے قبل اس فاحشہ کا اپنے افعال و حرکات کو بہ کرنا ثابت نہیں“

ادھر مسیح، مریم ہے بجد محبت کرتے اور اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ دورہ کیا کرتے تھے، جن کے ہمراہ بہت سی عورتیں بھی رہتی تھیں، جو ان کی اپنے اموال سے خدمت کرتیں، ایسی حالت میں تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے پاؤں صحیح راستہ سے نہ ڈمگائے ہوں، اور اس قدر شدید ملاپ اور اختلاط کے باوجود وہ ناشائستہ حرکت سے بچے رہے ہوں، اس کے برعکس ان کے پھسل جانے کے

امکانات اسی طرح ہیں جس طرح روبن کے پاؤں کو لغزش ہوئی، اور اس نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کر لیا، اسی طرح یہوداہ کے قدم کو لغزش ہوئی، اور اس نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اور داؤدؑ کے پاؤں ڈگمگائے تو اوریا کی بیوی سے زنا کیا، امنون کے قدم لڑکھڑائے تو اپنی بہن سے زنا کیا، اسی لئے دہی ظریف بزرگ فرماتے ہیں کہ:

”اس سے زیادہ عجیب و غریب وہ واقعہ ہے جو لوقا بیان کرتا ہے، کہ عیسیٰؑ مع اپنے شاگردوں کے دیہات میں دورہ کرتے اور ان کے ساتھ عورتیں ہوتیں جس میں مریم نامی مشہور زانیہ اور حرام کار عورت بھی تھی، یہ بات بھی معلوم ہے کہ مشرقی ملکوں میں بالخصوص دیہات میں ہر شخص کے لئے یہ بات ممکن نہیں ہوتی کہ وہ کسی خاص مقام پر اکیلا سوئے، تو لازمی بات ہے کہ یہ اولیاء بھی ان ولیات کے ساتھ سوتے ہوں گے“

اور حواریوں کی لغزش کا احتمال زیادہ قوی ہے، کیونکہ علماء نصاریٰ کے فیصلہ کے مطابق حواری حضرات عروج علیئے سے قبل کامل الایمان نہیں تھے، اس لئے ان کے حق میں زنا کاری سے محفوظ رہنا کوئی ضروری نہیں،

کیتھولک پادریوں کی | اور یہ بات کون نہیں دیکھتا کہ کیتھولک فرقے کے شرمناک حرکات، | بشپ اور ڈیکن صاحبان شادی نہیں کرتے، اور

اس چیز کی وجہ سے پاک دامن کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ اس پردے میں وہ حیا نہ

لے لوقا ۸: ۱ مراد ہے، جس کی عبارت چھپے ص جلد ابتدا پر گزر چکی ہے۔

اور شرمناک حرکتیں کرتے ہیں جو دنیا دار فاسق بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ ان کے گرجے زنا اور حرام کاری کے اڈے اور چھلے بنے ہوئے ہیں، کتاب الثلاث عشرہ رسالہ کے رسالہ نمبر ۲ ص ۱۴۴ و ص ۱۴۵ پر ہے کہ :

”قد لیس برنود دس کہتا ہے کہ : (۱) وعظ نمبر ۶۶ غول لجنر لایسیائیوں نے گرجوں سے عورت والی شادی اڑادی، جس میں کوئی گندگی نہ تھی، اور ان کو لڑکوں، ماؤں اور بہنوں کے ساتھ زنا کاری سے بھر دیا، بلکہ ہر نوع کی گندگی سے، اور فار دوس بیلہ جوس جو سنہ ۱۳۰۰ء میں پرتگالی شہروں کا پادری تھا کہتا ہے کہ کاش اہل کلیسا پاک دامن کی نذر نہ ملتے، اور علحدگی کی منت نہ مانتے، بالخصوص اسبانیہ کے اہل کلیسا، کیونکہ رعیت کی اولاد کا ہمنوں کی اولاد سے کچھ ہی زیادہ ہے، اور پادری جان ساٹزر برگ پندرہویں صدی میں لکھتا ہے کہ میں نے بہت کم ایسے پادری ملتے جو عورتوں کے ساتھ بہت سی نجاست کے عادی نہ ہوں، اور راہب عورتوں کے قیام گاہ زنا کے مخصوص اڈوں کی طرح ملوث ہیں و

عیسائیوں کے اسلاف اور بزرگوں کی یہ شہادتیں ان پادریوں کے دعویٰ عصمت کو چاک چاک کرنے کے لئے کافی ہیں، ہم کو اس پر مزید تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے ہم ان کا ذکر چھوڑتے ہیں، ہمارے نزدیک ان عصمت

Bishop Peieage Belagius

John Salzburg

Saint Bernard لہ

لہ اظہار الحق میں یہ عبارت اسی طرح ہے، ہم اس کا مطلب یہ سمجھ سکتے، اظہار الحق کے انگریزی ترجمہ میں کتاب الثلاث عشرہ رسالہ کا یہ پورا اقتباس ہی موجود نہیں ہے،

کے دعویٰ اردوں اور پاکدامنی کے جھوٹے مدعیوں کا حال ہندو جوگیوں کی طرح ہے، جو اسی طرح عصمت و عفت کے مدعی ہیں، اور شادی کرنا مہا پاپ شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ پرلے درجے کے فاسق و فاجر ہوتے ہیں، اور بدکار و بد معاش امراء کو بھی بدکاری و بد معاشی میں ان لوگوں نے شکست دیدی ہے،

اس سلسلہ میں ہم کو ایک حکایت یاد آگئی، کہ ایک مسافر چلتے چلتے کسی ہندوستانی گاؤں کے قریب پہنچا، تو اس نے ایک نوجوان لڑکی کو گاؤں سے آتے دیکھا تو اس نے سوال کیا کہ اے لڑکی! تو گاؤں کی بیٹیوں میں سے ہے یا بہوؤں میں سے؟ تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ ہوں قرین بیٹی، لیکن قضاۃ شہوت کے باب میں میں بہوؤں سے زیادہ نفع میں رہتی ہوں، مجھ کو تو خواب میں بھی وہ لطف و لذت نصیب رہتا ہے جو ان کو قطعی بھی میسر نہیں،

اس لئے یہ کنولے رہنے والے پادری بزرگ شادی شدہ لوگوں سے زیادہ نفع میں رہتے ہیں، غرض منکرین کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تو شادی سے مطلقاً بے نیاز تھے، رہے ان کے شاگرد تو یا تو وہ بھی عیسیٰ کی طرح مطلقاً بے نیاز تھے، یا اس قدر کثرت کی بیویاں ہونے کی وجہ سے ان کو شادی کی ضرورت نہ تھی جیسا کہ کیتھولک اساقفہ اور ڈیمنوں کا حال ہے، یا جو پوزیشن ہندوستانی جوگیوں کی ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے شاگرد لڑکے سے محبت کرنا محلِ تہمت ہو ان لوگوں کے نزدیک جو اس فعلِ قبیح میں مبتلا رہ چکے ہیں، اسی لئے وہی ظریف الطبع بزرگ کہتے ہیں کہ:

”انجیل کا یہ قول کہ پھر اس شاگرد نے یسوع کے سینہ پر ٹکیہ لگایا، گویا اسکی

پوزیشن اس عورت کی طرح تھی جو اپنے عاشق سے کسی چیز کی طالب ہوتی
ہی، اور اس کو اس سلسلے میں غمزہ و عشوہ اور ناز و نخرہ دکھلاتی ہے، اس
موقع پر اس قسم کی حرکت اس سے صادر ہوتی ہے۔

ہم دوبارہ پھر عرض کرتے ہیں کہ اس (پانچویں بات) میں ہم نے جو کچھ لکھا،
وہ محض الزامی طور پر لکھا ہے، ورنہ ہم توبہ کرتے اور پناہ مانگتے ہیں، اس قسم کی
شرمناک اور گستاخانہ باتوں سے احشاد کلا، ہم ان میں سے کسی ایک بات کو بھی
عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کے حق میں صحیح نہیں سمجھتے، جیسا کہ ہم مقدمۃ الکتاب
اور کتاب کے متعدد مواقع پر بار بار تصریح کرتے آئے ہیں،

چھٹی بات؛

تفسیر حب لایں سورۃ تحریم میں ہے:

من الایمان تحریم الامۃ باندی کو حرام کر لینا بھی ایک قسم کی قسم ہے

ہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں نے ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام
کر لیا ہے، اسی نوع کی قسم ہے،

ساتویں بات؛

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کی نسبت یہ فرمائیں کہ میں ایسا نہیں
کروں گا، پھر آپ اس کام کو اس لئے کر لیتے ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جائز تھا، یا
خدا کی جانب سے آپ کو اس کے کرنے کا حکم ہوا تو ایسی شکل میں یہ کہنا کسی طرح
درست نہیں ہو سکتا کہ آپ نے گناہ کیا، بلکہ دوسری صورت میں اگر آپ وہ کام
نہیں کرتے ہیں تو خدا کے نزدیک نافرمان بننے ہیں، اور عیسائیوں کے عہد عتیق

کی کتابوں میں اس قسم کی بہت مثالیں خود اللہ کے بارے میں موجود ہیں، چہ جائیکہ انبیاء کے بارے میں جیسا کہ باب ۲ قسم ۲ کی مثالوں میں معلوم ہو چکا ہے، اور باب فصل ۳ کے شبہ ۵ میں گزر چکا ہے، عہد جدید میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں انجیل متی باب ۱ میں لکھا ہے کہ ایک کنعانی عورت نے مسیح سے اپنی بیٹی کو شفا دینے کے لئے فریاد کی، مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر اس نے ایک بہترین جواب دیا جس کو عیسیٰ علیہ السلام نے بھی پسند کیا، اور اس کی بیٹی کے لئے دعا کر دی اور وہ اچھی ہو گئی، نیز انجیل یوحنا باب ۲ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان سے قانائے گلیل کی ایک شادی کے موقع پر درخواست کی کہ پانی کو شراب بنادیں، تو مسیح نے جواب دیا کہ اے عورت! میرا کیا واسطہ؟ تو میرے پاس وقت پر نہ آئی، پھر آپ نے خود ہی اس پانی کو شراب بنادیا،^{۱۵}

آٹھویں بات؛

اس امر میں کوئی بھی حرج نہیں کہ بعض باتوں کو اولیاء اللہ کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، آپ کو معلوم ہے کہ ہارون اور ان کی اولاد کے ساتھ بہت کام مخصوص تھے، مثلاً خیمہ اجتماع کی خدمت اور اس کے متعلقہ کام، اور یہ امور لادہ

۱۵ ان تمام مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا، لیکن پھر کسی وجہ سے وہی کام کر لیا (دیکھئے کتاب ہذا، ص ۸۳۸ جلد دوم)،

۱۶ متی ۱۵: ۲۱ تا ۲۸،

۱۷ دیکھئے ص ۱۱۹۹ جلد ہذا،

۱۸ یوحنا ۲: ۱۲ تا ۱۴،

کی دوسری اولاد کے لئے قطعی جائز نہ تھے، چہ جائیکہ دوسرے اسرائیلیوں کے لئے،
اب مذکورہ آٹھ باتوں کے ذہن نشین کر لینے کے بعد عیسائیوں کے پانچوں اعتراضات
کے جوابات آپ پر منکشف ہو گئے ہوں گے،

مگر ہم کو ان معاندین کی اس بے انصافی پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ اگر
کسی دوسری شریعت میں ایسی بات دیکھتے ہیں جو ان کے خیال میں قبیح اور بُری ہو
ہے تو یا تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم خدائے پاک حکیم و عادل کا نہیں ہو سکتا، یا پھر یہ
کہتے ہیں کہ یہ چیز منصبِ نبوت کے لائق نہیں ہے، اگرچہ ان کی شریعت میں کوئی
حکم یا فعل اس سے بھی زیادہ قبیح موجود ہو جو ان کے نزدیک خدا کی طرف سے بھی ہو
اور منصبِ نبوت کے بھی لائق ہے، اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور بے جا
تعصب اور کیا ہوگا کہ حزقیال علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم دینا کہ اسرائیل اور یہوذا
کی اولاد کے گناہ اپنے اوپر لادے اور ۳۹۰ سال تک متواتر ایک روٹی کو انسان
کی نجاست سے پکا کر کھاتے رہیں، اسی طرح اشعیا علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم کرنا
کہ تین سال تک برابر عورتوں اور مردوں کے بھرے مجمع میں بقائمی ہوش دھواس
برہنہ پھرتے رہیں، اسی طرح ہوش علیہ السلام کو خدا کا یہ حکم دینا کہ کسی زانیہ
فاجرہ حرام کار عورت کو بیوی بناؤ، اور زنا کی اولاد حاصل کرو، نیز ایک ایسی فاسقہ

۱۵ اور توبہ کے پھلکے کھانا اور توان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے اس کو پکانا

(حزقی ایل ۱۲: ۱۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا، ص ۸۳۲ ج ۲،

۱۶ میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا، (یسعیاہ ۲۰: ۳۰)

فاحشہ عورت سے عشق کرو، جو دوسرے کی منکوحہ اور محبوبہ ہی، وغیرہ وغیرہ،

یہ تمام امور عیسائیوں کے نزدیک خدائے پاک و عادل و حکیم کے جاری کردہ بھی ہیں اور ان مقدس پیغمبروں کی شانِ نبوت کے لائق بھی ہیں، اور ان شرمناک افعال میں ان کو کوئی بُرائی دکھائی نہیں دیتی، مگر حضرت زینبؓ کے نکاح کا اپنے شوہر سے باقاعدہ طلاق پانے اور عدت گزارنے کے بعد جائز ہونا نہ خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے اور نہ یہ فعل شانِ نبوت کے لائق ہے،

اسی طرح عیسائیوں کی نظر میں یعقوب علیہ السلام ختمِ توریت کی نص کے مطابق خدا کے نوجوان بیٹے ہیں، راحیل سے عشق بازی کرنے اور اس کے باپ کی اس لالچ میں چودہ سال مسلسل خدمت کرنے، اور چار عورتوں سے مزید شادی کرنے اور دو حقیقی بہنوں کو اکٹھا بیوی بنانے کے باوجود نبوت کے بلند مقام سے نہیں گرتے، اسی طرح داؤد علیہ السلام، جو زبور کی نص کے مطابق خدا کے دوسرے نوجوان بیٹے ہیں، اور یاکی بیوی سے زنا کرنے کے باوجود ان کی نبوت پر کوئی حرج نہیں آتا، حالانکہ پہلے سے ان کی بہت سی بیویاں تھیں، بلکہ صحیح معنی میں یہ سب عورتیں خدا کی بخشی ہوئی اور اس کی رضا سے ملی ہوئی تھیں اور داؤد علیہ السلام اس لائق تھے کہ خدا ان کی شان میں یہ کہتا ہے کہ اگر یہ عورتیں تیرے نزدیک کم ہیں تو مجھ سے کہہ میں اُس قدر اور دیدوں گا، اور اس پر کثرتِ ازدواج کی وجہ سے کوئی عتاب نہیں کیا جاتا، بلکہ اس پر بھی کوئی ملامت نہیں کی جاتی کہ دوسرے کی بیوی سے زنا کیوں کیا؟ اور اس

۱۵ "جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لئے لے۔" (ہوسیع ۱: ۲) اور جا، اس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہی، محبت رکھ" (ایضا ۱: ۱۳)،

غریب کو حیلہ سے کیوں مروایا؟،

اسی طرح سلیمان علیہ السلام، جو کتب مقدسہ کی شہادت کے مطابق خدا کے بیٹے ہیں، باوجود ایک ہزار بیویاں اور باندیاں رکھنے کے آخر عمر میں مُرد ہو جانے اور بت پرستی کرنے کے منصب نبوت سے نیچے نہیں گرتے؛ بلکہ بدستور مسلم النبوت رہتے ہیں، اور ان کی تینوں کتابیں یعنی امثال، جامعہ اور نشید الانشاد خدا کی کتابوں کا درجہ پاتی ہیں،

اسی طرح لوط علیہ السلام اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کرنے کے باوجود بدستور منصب نبوت پر فائز رہتے ہیں، آخر میں خدا کے اکلوتے... اور چہیتے فرزند اور ان کے مقدس حواری فاحشہ زانیہ سے اور بعض شاگردوں سے محبت کرنے اور مشرقی شہروں میں ان کے ساتھ گھومنے پھرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ منصب نبوت سے نہیں گرتے، بلکہ باوجود اس شدید میل ملاپ اور بے تکلفی کے ساتھ خلا ملا کرنے اور شراب نوشی کے اُن پر کچھ بھی اتہام نہیں لگایا جاتا،

دوسری جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض کثرت ازدواج اور زینب سے شادی کرنے اور ایک باندی کو حرام کرنے کے بعد اس کو حلال کرنے پر منصب نبوت سے ان کے نزدیک گرنے کے لائق ہو جاتے ہیں،

غالباً منشاء اس اختلاف کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک چونکہ خدائے تعالیٰ یکتا اور حقیقتاً واحد ہیں، اپنی ذات میں کسی اعتبار سے بھی کثرت کی گنجائش نہیں رکھتے، اس لئے ان کی مقدس و پاک ذات کسی ایک ناشائستہ اور غیر مناسب فعل کی متحمل نہیں ہے، اس کے برعکس عیسائیوں کے نزدیک چونکہ

خدا کی ذات ایسے تین اقنوم پر مشتمل ہے جن میں ہر ایک پورے طور پر الوہیت اور خدائی صفات سے متصف ہونے کے ساتھ ایک دوسرے حقیقتاً امتیاز بھی رکھتے ہیں، اس لئے کسی ناشائستہ اور غیر مناسب فعل کی گنجائش اس کے اندر موجود ہی، کیونکہ حقیقی امتیاز کی صورت میں تعدد اور کثرت لازم ہے، اگرچہ وہ لوگ ظاہر میں اس کا اقرار نہیں کرتے ہیں، چنانچہ باب میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے، اور تین بہر صورت ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، شاید عیسائیوں کے نزدیک ان کا خدا مسلمانوں کے خدا سے زیادہ طاقتور ہے،

اسی طرح کسی گناہ اور معصیت سے معصوم ہونا حتیٰ کہ شرک سے بھی، اور گوسالہ پرستی اور بت پرستی اور زنا کاری اور چوری اور جھوٹ سے خواہ بلسلہ تبلیغ ہو، یا کسی دوسرے طور پر، عیسائیوں کے نزدیک نبوت کی شرائط اور لوازمات میں سے نہیں ہے، اس لئے نبوت کا دائرہ عیسائیوں کے یہاں مسلمانوں کے نزدیک نبوت کے دائرے سے بہت زیادہ وسیع ہے،

ناممکن یہی وجہ ہو کہ یعقوب، داؤد، سلیمان اور عیسیٰ چونکہ خدا کے بیٹے تھے اس لئے ان کو یہ حق تھا کہ اپنے باپ کی سلطنت میں جو چاہیں کریں، بخلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ وہ خدا کے بندے اور اس کے بندے کے بیٹے تھے، اس لئے ان کو اپنے آقا اور مالک کی سلطنت میں اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا حق نہیں ہو سکتا تھا، اس بے جا تعصب اور ہٹ دھرمی اور دھاندلی سے خدا کی پناہ؛

عیسائیوں کا اسلام پر چوتھا اعتراض | چوتھا اعتراض یہ ہے کہ محمد
آپ کے گناہ،
صلی اللہ علیہ وسلم خود نعوذ باللہ

گنہگار اور عاصی ہیں، اور کسی گنہگار کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دوسرے گنہگاروں
کی سفارش کرے، صغریٰ کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ سورۃ مؤمن میں کہا گیا ہرگز

فَاُصْدِرَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَ
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ
وَالْاَبْكَارِ،
”پس آپ صبر کیجئے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ
سچا ہے، اور آپ اپنے گناہ کی مغفرت
طلب کیجئے اور صبح و شام اپنے پروردگار
کی حمد اور پاکی بیان کیجئے“

اسی طرح سورۃ محمد میں ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا
هُوَ وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ
وَاللُّمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
”پس جان لیجئے کہ واقعہ یہی ہے کہ اس
کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے اور مسلمان
مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت
طلب کیجئے“

اور سورۃ فتح میں ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا،
لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ،
”بلاشبہ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا
کی ہے، تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے
گناہ معاف کر دے“

یعنی معاذ اللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہوں کے سرزد ہونے کی،

اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اَعْفِرْ لِيْ مَا قَدْ مَاتَ	اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے،
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ	پوشیدہ اور علانیہ تمام گناہ معاف
وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ	فرما دیجئے، نیز وہ گناہ جو مجھ سے زیادہ
بِهِ مِتْنِيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ	آپ کو معلوم ہیں، آپ ہی آگے کرنے
اَنْتَ الْمُوَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا	والے ہیں اور آپ ہی پچھے کرنے والے
اَنْتَ،	آپ کے سوا کوئی معبود نہیں»

جواب یہ ہے کہ صخری، کبریٰ دونوں غلط ہیں، اس لئے نتیجہ یقیناً غلط اور جھوٹا ہے، ہم ان دونوں کے بطلان کے لئے پانچ چیزیں بہتیر کے طور پر عرض کرتے ہیں:

پہلی بات | یہ بات ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ رب اور خالق ہے، اور مخلوق سب کی سب اس کے زیر تربیت اور

اس کی پیدا کردہ ہے، اس لئے وہ تمام چیزیں جو رب و خالق کی طرف سے بندہ مرئوب و مخلوق کے حق میں صادر ہوں، خواہ خطاب ہو یا عتاب، یا طلب برتری وغیرہ سب اپنے موقع اور محل کے مطابق ہیں، اور اس کی مالکیت اور خالقیت کا اقتضاء ہیں، اسی طرح وہ تمام چیزیں جو بندوں کی جانب سے صادر ہوں، خواہ وہ دعائیں ہوں، التجائیں ہوں، رونا گڑ گڑانا ہو وہ ٹھیک اپنے موقع اور محل پر ہیں، اور اس کی مخلوقیت اور بندگی کا مقتضی ہیں، اور انبیاء اور پیغمبر بھی خدا کے بندے اور اس کے مخلص ہیں، اس لئے وہ بھی ان کاموں کے سب سے زیادہ

مستحق ہیں، اور اس قسم کے تمام مواقع پر اللہ کے کلام کو معنی حقیقی پر محمول کرنا یا انبیاء و پیغمبروں کی دعاؤں میں اس کے حقیقی معنی مراد لینا خطا اور گمراہی ہے، جس کے شواہد دونوں عہد کی کتابوں میں بالخصوص زبور میں بے شمار ہیں، نمونے کے طور پر ہم ان میں سے کچھ نقل کرتے ہیں:

پہلی مثال؛

انجیل مرقس کے باب ۱ اور انجیل لوقا کے باب ۱ آیت ۷، ایس ہے:

”پھر کسی سردار نے اس سے یہ سوال کیا کہ اے نیک استاد! میں کیا.... کروں، تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا دارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا، تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں، مگر ایک یعنی خدا۔“

دوسری مثال؛

زبور ۲۲ آیت ۱ میں ہے:

اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد، اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا میں دن کو پکارتا ہوں، پر تو جواب نہیں دیتا، اور رات کو بھی (اور تو میری پرواہ نہیں کرتا) چونکہ عیسائی حضرات کے دعوے کے مطابق ان آیات کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱۷ موجودہ تراجم میں یہ آیت ۱۸، یہاں انجیل لوقا کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں، مرقس ۱۰: ۱۷ میں یہی واقعہ لفظوں کے معمولی اختلاف کے ساتھ موجود ہے، ۱۷ یہ انہار الحق میں نقل شدہ عربی ترجمے کا ترجمہ ہے، عربی الفاظ یہ ہیں: ”فلما تحفل بی“ لیکن موجودہ ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: ”اور خاموش نہیں ہوتا۔“

سے ہے، اس لئے یہ کلام کرنے والے شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں،

تیسری مثال؛

انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۶ میں ہے:

”اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا، ایللی، ایللی،
لما شبتقنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

چوتھی مثال؛

انجیل مرقس باب آیت ۳ میں ہے:

”یوحنا آیا اور بہا باں میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ
کی منادی کرتا تھا، اور یہودیہ کے ملک کے سب لوگ اور یردشلم کے سب
رہنے والے نکل کر اس کے پاس گئے، اور انھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار
کر کے دریائے یردن میں اس سے بپتسمہ لیا۔“

یہ بپتسمہ گناہوں کی معافی کے لئے تھا، جیسے کہ مرقس نے چوتھی اور پانچویں
آیت میں تصریح کی ہے، نیز انجیل لوقا باب آیت ۳ میں ہے،

”اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ
کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔“

اور انجیل متی باب آیت ۱۱ میں ہے:

”میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔“

اور کتاب اعمال باب ۱۳ آیت ۲۴ میں ہے:

”تجس کے آئے سے پہلے یوحنا نے اسرائیل کی تمام امت کے سامنے توبہ کے بپتسمہ

کی منادی کی ۱۱

اور کتاب اعمال باب ۱۹ آیت ۴ میں ہے:

”پولس نے کہا یوحنا نے لوگوں کو یہ کہہ کر توبہ کا بپتسمہ دیا کہ الخ“

یہ تمام آیتیں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ بپتسمہ توبہ کا بپتسمہ تھا، اور گناہوں کی بخشش کے لئے انجام دیا گیا تھا، پھر جب تسلیم کر لیا جائے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ کو اس پانی میں غسل دیا تھا، تو یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہوگا کہ دونوں نے اپنے گناہ کا بھی اعتراف کیا، کیونکہ اس غسل کی حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

پانچویں مثال؛

انجیل متی باب ۱۱ میں وہ دعا ذکر کی گئی ہے جسے کثرت سے مانگنے کی تلقین حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو کی تھی، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”جس طرح ہم نے اپنے (گنہگاروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے گناہ معاف اور ہمیں آزمائش میں نہ لا، بلکہ بُرائی سے بچا۔“

اور ظاہر یہی ہے کہ جس دعا کی تعلیم عیسیٰ اپنے شاگردوں کو دے رہے ہیں خود بھی یہی نماز پڑھا کرتے ہوں گے، انجیل کے کسی مقام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ

۱۵ آیات ۱۲ و ۱۳۔

۱۶ اظہار الحق میں یہ جملہ اسی طرح ہے، موجودہ عربی ترجمہ میں بھی بعینہ وہ عبارت ہے، جو اظہار الحق میں نقل کی گئی ہے، کیونکہ بائبل اور جدید انگریزی ترجمہ کا مفہوم بھی یہی ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ اور قدیم انگریزی ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ ہے: ”اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر۔“

یہ نماز خود نہیں پڑھا کرتے تھے، (دوسری بات میں) آپ کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام بہت کثرت سے نماز پڑھتے تھے، پھر لازمی بات ہو کہ ان الفاظ کے ساتھ انھوں نے ہزاروں مرتبہ دعا کی ہوگی کہ ”ہمارے گناہوں کو معاف کر“ اور گناہوں سے معصوم ہونا عیسائیوں کے نزدیک اگرچہ نبوت کے شرائط اور اس کے لوازمات میں سے نہیں ہے، مگر وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی انسانی حیثیت میں بھی معصوم تھے، اور اس لحاظ سے بھی عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام صالح اور اللہ کے مقبول بندے ہیں، اب ہمارا سوال یہ ہے کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے مندرجہ ذیل جملے بائبل میں منقول ہیں کہ :

- ۱۔ تو مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے
- ۲۔ اے میرے معبود! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟
- ۳۔ تو میری مدد اور میرے نالہ و فریاد سے کیوں دُور رہتا ہے؟
- ۴۔ میں تجھ کو دن میں پکارتا ہوں مگر تو نہیں سنتا،
- ۵۔ پانی میں غسل دیئے جانے کے وقت توبہ کے الفاظ اور گناہوں کا اعتراف،
- ۶۔ الفاظ ”ہمارے گناہوں کو معاف کر“

عیسائی حضرات ان جملوں کو حقیقی ظاہری معنی پر کسی طرح بھی معمول نہیں کر سکتے، ورنہ لازم آئے گا کہ وہ نہ صالح تھے اور نہ مقبول، بلکہ اللہ کے متروک اور نادانی کی باتوں کی وجہ سے رہائی سے دُور تھے، اُن کی دُعا قبول نہیں ہوتی تھی مجرم اور گنہگار تھے، لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ یہ عاجزی اور گڑ گڑانا سوتی لحاظ سے

مخلوقیت اور بندگی کا تقاضا تھا،

زبور نمبر ۵۳ آیت ۳ میں ہے:

”خدا نے آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کی، تاکہ دیکھے کہ کوئی دانشمند، کوئی خدا کا طالب ہو یا نہیں؟ وہ سب کے سب پھر گئے ہیں، وہ باہم نخس ہو گئے، کوئی نیکو کار نہیں، ایک بھی نہیں۔“

اور کتاب یسعیاہ باب ۵۹ آیت ۹ میں ہے:

”اُس نے انصاف ہم سے دور ہے، اور صداقت ہمارے نزدیک نہیں آتی، ہم نور کا انتظار کرتے ہیں پر دیکھو تاریکی ہے، اور روشنی کا، پر اندھیرے میں چلتے ہیں۔“

آگے آیت نمبر ۱۲ میں ہے:

”کیونکہ ہماری خطائیں تیرے حضور بہت ہیں، اور ہمارے گناہ ہم پر گواہ دیتے ہیں، کیونکہ ہماری خطائیں ہمارے ساتھ ہیں، اور ہم اپنی بدکرداری کو جاننے میں، خداوند کا انکار کیا، اور اپنے خدا کی پیروی سے برگشتہ ہو گئے، ہم نے ظلم اور سرکشی کی باتیں کیں، اور دل میں باطل تصور کر کے دروغ گوئی کی۔“

(آیات ۱۲ تا ۱۳)

اور یسعیاہ باب ۶۴ آیت ۶ میں ہے:

”اور ہم تو سب کے سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز، اور ہماری تمام

۱۵ موجودہ ترجمہ میں یہ آیت ۲ ہے،

راست بازی (نا پاک لباس) کی مانند ہے، اور ہم سب پتے کی طرح کھلا جاتے ہیں، اور ہماری بدکرداری آندھی کی مانند ہم کو اڑالے جاتی ہے، اور کوئی نہیں جو تیرا نام لے، جو اپنے آپ کو آمادہ کرے کہ تجھ سے لپٹا رہے، کیونکہ ہماری بدکرداری کے سبب سے تو ہم سے روپوش ہوا، اور ہم کو پگھلا ڈالا۔ (آیات ۶ و ۷)

اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بکثرت نیک لوگ موجود تھے، مثلاً تاتن پیغمبر وغیرہ، اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ پیغمبر حضرت عیسیٰ یوں کے نزدیک معصوم نہیں ہوتے، مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ زبور مذکور کی آیت نمبر ۴ کے کسی طرح بھی مصداق نہیں ہو سکتے،

اشعیاء علیہ السلام کی دونوں عبارتوں میں جمع مکمل کے صیغہ استعمال ہوئے ہیں، اور اشعیاء وغیرہ بھی ان کے زمانے کے انبیاء اور صلحاء میں سے ہیں، اگرچہ وہ معصوم نہ ہوں، لیکن یقیناً یہ حضرات ان اوصاف کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے، جن کی تصریح دونوں عبارتوں میں کی گئی ہے، اس لئے زبور کی عبارت بھی اور یہ دونوں عبارتیں بھی اپنے حقیقی ظاہری معنی پر محمول نہیں ہو سکتیں، بلکہ یہ مراد لینا ضروری ہے کہ یہ تمام الفاظ عاجزی اور تضرع کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، اسی طرح کے الفاظ کتاب دانی ایل باب میں اور نوحہ یرمیاہ کے باب ۳ و ۵ میں پطرس کے پہلے خط کے باب میں بھی موجود ہیں،

۱۔ یہ موجودہ اردو ترجمہ کی عبارت ہے، اظہار الحق میں قوسین کی جگہ یہ الفاظ ہیں، "حائضہ عورت کے کپڑے"۔
۲۔ یعنی ان الفاظ کے کہ: وہ باہم خشن ہو گئے، کوئی نیکو کار نہیں، ایک بھی نہیں۔ (زبور ۵۳: ۳)

دوسری بات

انبیاء علیہم السلام کے بہت سے افعال محض امت کی تعلیم و ارشاد کے لئے ہوتے ہیں، تاکہ ان کی پیروی کی جائے

در نہ یہ حضرات اپنی ذات کے لئے ان کاموں کے قطعی محتاج نہیں ہوتے، چنانچہ انجیل متی باب ۱۲ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن رات روزے رکھے اور انجیل مرقس باب اول آیت ۵ میں ہے:

”اور صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اٹھ کر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا، اور وہاں دعا کی“

اور انجیل لوقا باب ۵ آیت ۱۶ میں ہے:

”اور ان دنوں میں وہ پہاڑ کی طرف گیا، تاکہ دعا کرے اور ساری رات اللہ سے دعا کرنے میں گذاری“۔

سوال یہ ہے کہ جب عیسیٰ مسیحی حضرات کے نزدیک ذاتِ خداوندی کے ساتھ متحد ہیں، تو آپ کو یہ شدید تکالیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ماننا پڑے گا کہ یہ سب کام امت کی تعلیم کے لئے کئے جاتے تھے،

جو الفاظ کتبِ شرعیہ میں استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق وغیرہ وغیرہ ان کو جب تک

تیسری بات

کوئی مانع موجود نہ ہو ان کے شرعی معافی پر محمول کرنا ضروری ہے، اس قانون کے

۱؎ اور پچیس دن اور پچیس رات فاقہ کمر کے آخر کو لے جھوک لگی۔ (متی ۲: ۴)

۲؎ اظہار الحق میں یہ عبارت اسی طرح منقول ہو، مگر پہلے پاس جتنے قدیم و جدید تراجم ہیں ان سب میں اس کی جگہ صرف یہ جملہ ہے: ”مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دعا کیا کرتا تھا“

تحت جب لفظ گناہ جو ایک شرعی اصطلاح ہے انبیاء علیہم السلام کے حق میں استعمال کیا جائے گا، تو اس کے معانی صرف لغزش کے ہوں گے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی معصوم ہستی کسی عبادت یا جائز کام کا ارادہ کرے مگر بلا قصد و ارادہ اور بے شعور یا سے محض اس بنا پر گناہ میں ملوث ہو جائے کہ وہ عبادت یا جائز فعل کسی گناہ کے ساتھ قریب اور متصل تھا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک گزرنے والا جس کا مقصد راستہ کو قطع کرنا ہوتا ہے مگر بلا قصد و ارادہ اس کا پاؤں ٹھیک چلتے چلتے کسی کیچڑ یا دلدل میں پھسل جائے، یا کسی ایسے پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے جو سہراہ پڑا ہوا ہو، یا پھر ان بزرگوں کے حق میں گناہ سے مراد یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک ایسا کام کیا جو ان کے شایان شان نہ تھا،

چوتھی بات مجاز کا استعمال باری تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے کلام میں بے شمار ہے، چنانچہ مقدمۃ الکتاب میں بڑی وضاحت سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے، نیز باب فصل ۳۴ شبہ ۳ کے جواب میں یہ بات آپ معلوم کر چکے ہیں کہ کتب مقدسہ میں جا بجا کثرت سے مضاف محذوف ہوتا ہے،

پانچویں بات دعاء کا مقصد کبھی کبھی مانگنے کی بجائے محض اظہار بندگی ہوتا ہے، مثلاً باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ہمارے پروردگار! اور ہمیں وہ چیز عطا کیجے جن کا آپ نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا
عَلَىٰ رُسُلِكَ،

اس لئے کہ خدا نے جن چیزوں کے دینے کا وعدہ فرمایا ان کا دینا واجب اور ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود ہم کو اس کے مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے یا جس طرح اس آیت میں ہے کہ :

رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ، | آئے پروردگار حق کا فیصلہ کیجئے ،

حالانکہ ہم کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ باری تعالیٰ ہمیشہ حق کے مطابق ہی فیصلہ اور حکم کرتے ہیں ،

اب جبکہ آپ یہ پانچوں باتیں سمجھ گئے تو سنئے کہ استغفار کے معنی میں مغفرت طلب کرنا اور مغفرت کا مطلب ہے کسی قبیح فعل پر پردہ ڈال دینا اس پردہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ اس فعل قبیح سے بچا جائے، اس لئے کہ جو شخص معصوم ہو گیا یقیناً اس کی قبیح خواہشات پر پردہ پڑ گیا،

دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل قبیح کے موجود ہونے کے بعد اس پر پردہ ڈالا جائے، لہذا پہلی دو آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مغفرت پہلی صورت کے مطابق ہے، اور دوسری آیت میں مؤمنین کے بارے میں دوسری قسم کی مغفرت مراد ہے، دوسری آیت کی تفسیر کے ذیل میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ :

”اس آیت میں ایک لطیف بات

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

وفي هذه الآية لطيفة

وهي ان النبي صلى الله عليه وسلم

یعنی آپ کی مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا جائے، یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ سے گناہ سرزد ہو، اور پھر اُسے معاف کیا جائے،

تین احوال ہیں، ایک اللہ کے ساتھ،
دوسرے اپنے نفس کے ساتھ، تیسرے
دوسروں کے ساتھ، جہاں تک اللہ کے
ساتھ والی حیثیت کا تعلق ہے اس کے
بارے میں اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ
کہ اللہ کی یکتائی بیان کیجئے، اور اپنے نفس
کے بارے میں یہ کہا گیا ہو کہ اپنی مغفرت
طلب کیجئے، اور اللہ سے اپنے لئے

لہ احوال ثلاثة، حال مع
الله وحال مع نفسه وحال
مع غيره، فاما مع الله فوحد
واما مع نفسك فاستغفر
لذنوبك واطلب لعصمة
من الله، واما مع المؤمنين
فاستغفر لهم واطلب
العفو ان لهم من الله،

عصمت مانگئے، اور مؤمنین کے لئے ارشاد ہو کہ اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔

ادریوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ دونوں آیتوں میں استغفار کا حکم دینے سے
مقصود محض اظہار بندگی اور عبدیت ہے، جیسا کہ آیت رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا
عَلٰی رُسُلِكَ اور رَبِّ اَحْكُمْ بِالْحَقِّ میں ابھی پانچویں بات میں معلوم ہو چکا ہے،
یا اس حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی امت میں استغفار کی سنت جاری
ہو، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار محض امت کی تعلیم کے لئے تھا،
تفسیر جلالین میں دوسری آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

”آپ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ کے
یہاں اس لئے کہی گئی ہو کہ امت آپ کی اتباع کرے

قیل له ذلك مع عصمته
ليسلن به ائمنه

یہ کہا جائے کہ دونوں آیتوں میں مضاف محذوف ہی، اور پہلی آیت کی تقدیر یہ
ہر کہ فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاَسْتَغْفِرْ لِدَنِّبِ اٰمَتِكَؑ

اور دوسری آیت کی تقدیر یوں ہوگی کہ فَاَعْلَمَ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
وَاَسْتَغْفِرْ لِدَنِّبِ اَهْلِ بَيْتِكَ وَلِدَنِّبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْمُؤْمِنَاتِ الَّذِيْنَ لَيْسُوْا مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَؑ، لہذا مؤمنین و مومنات
کا ذکر بھی کچھ مستبعد نہیں ہوگا، اور امر چہارم میں یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ
مضاف کا حذف ہونا عیسائیوں کی کتابوں میں بکثرت شائع ہے، یا دونوں آیتوں
میں ذنب سے مراد لغزش یا ترکِ فضل ہے،

ہم نے بعض دوستوں سے یہ واقعہ سنا کہ فرقہ پر وٹسٹنٹ کے ایک بوڑھے

لے یعنی آپ صبر کیجئے، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپ اپنی امت کے گناہ کی مغفرت
طلب کیجئے۔

یعنی ”جان لیجئے کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اپنے گھر والوں کے
گناہ کی مغفرت طلب کیجئے، اور ان مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت طلب کیجئے جو آپ کے
اہل بیت میں سے نہیں ہیں۔“

اس جملے کے ذریعے مصنف ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، کہا جاسکتا تھا کہ پہلی آیت
میں تو ”آپ کے گناہ“ سے مراد ”آپ کی امت کا گناہ“ لیا گیا ہے، لیکن دوسری آیت میں تو آپ کے
گناہ کا الگ ذکر ہے، اور مؤمنین و مومنات کے گناہوں کا الگ وہاں ”آپ کے گناہ“ سے مراد ”آپ کی
امت کے گناہ“ کیسے لیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب مصنف نے دیا کہ دوسری آیت میں ”آپ کے گناہ“ سے مراد
”آپ کے گھر والوں کا گناہ“ ہے، اور مؤمنین و مومنات سے مراد غیر اہل بیت مسلمان ہیں،

پادری نے اس توجیہ پر اپنی ایک جدید تالیف میں اعتراض کیا اور کہا کہ ہم مان لیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا، سوائے ترکِ اولیٰ کے، مگر ترکِ اولیٰ بھی کلام اللہ کے فیصلہ کے بموجب یعنی توریت و انجیل کے حکم کی بناء پر گناہ ہے، اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ گنہگار ہوئے یعقوب نے اپنے خط کے بابِ آیت، میں فرمایا ہے کہ:

”تیس جو کوئی بھلائی کرنا جانتا ہے اور نہیں کرتا، یہ اس کے لئے گناہ ہے،“

اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ یہ اعتراض دھتھکت حد سے زیادہ گزری ہوئی عمر کا تقاضہ ہے، اس لئے کہ یہ ایک مولیٰ ٹسی بات ہے کہ شراب نہ پینا ایک نیک عمل ہے، چنانچہ یحییٰ علیہ السلام کی مدح اور تعریف حق تعالیٰ نے اسی بنیاد پر کی ہے، اور انبیاء علیہم السلام نے اس سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اسی طرح اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایک فاحشہ زانیہ زنڈی کو بھرے مجمع میں پاؤں دھونے اور ان کو اپنے سر کے بالوں سے صاف کرنے کی اجازت نہ دینا ایک اچھا فعل تھا،

اسی طرح اجنبی اور بیگانی نوجوان عورتوں سے حد سے زیادہ بے تکلفی اور خلا ملانہ رکھنا اور مشرقی شہروں میں ان کو ساتھ ساتھ لے ہوئے نہ گھومنا ایک نیک عمل تھا، بالخصوص جبکہ بے تکلفی برتنے والا شخص خود بھی ان کی طرح نوجوان اور کنوارا ہو، لیکن اس کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نیک عمل نہیں کئے، یہاں تک کہ مخالفین نے بھی اس سلسلہ میں ان پر طعن کیا، جیسا کہ تیسرے اعتراض کے جواب میں آپ کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے، لہذا ان بوڑھے پادری صاحب

کے قول کے بموجب لازم آتا ہے کہ ان کا خدا بھی گنہگار تھا،

مزید ارباب یہ ہے کہ ڈیوانہ بکار خویش ہشیار کے بموجب ان سن رسیدہ پادری صاحب نے اپنے کلام میں توریت کا بھی حوالہ دے کر عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے، حالانکہ توریت میں یہ حکم موجود ہی نہیں ہے، پھر ان پادری صاحب نے سوائے یعقوب کے خط کے اس کی کوئی سند بھی پیش نہیں کی، جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے بڑے بڑے علماء کی رائے کی بناء پر کوئی الہامی کتاب نہیں ہے، بالخصوص اس کے امام و مقتدا جناب بوہتر کی تحقیق کے مطابق، چنانچہ باب فصل ۴ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے، اس لئے یعقوب کا کلام ان علماء پر کوئی حجت نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کا اعتراض یقیناً لغو اور واہیات ہے،

رہی تیسری آیت سو اس میں یا تو مضاف محذوف ہے، یا گناہ سے مراد ترک افضل ہے، یا غفران سے مراد عصمت ہے، امام سبکیؒ اور ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد نہ تو گناہ کے صدور کو ثابت کرنا ہے، نہ اس کا بخشتنا، بلکہ مقصد صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں آپ کی عظمت و احسان کا اظہار فرمایا، چنانچہ پہلے فتح کی بشارت دی، پھر اس فتح کا مقصد مغفرت اور تکمیل نعمت، صراطِ مستقیم کی ہدایت اور نصرۂ یز کو قرار دیا، پھر اگر ایسے موقع پر کسی گناہ کا آپ کے صادر ہونا مان لیا جائے تو یقیناً کلام کی بلاغت میں مغل ہوگا، کیونکہ اس کا

مقصدنا تکرم و تعظیم ہے، جس طرح ایک آقا جب اپنے کسی خادم سے راضی اور خوش ہوتا ہے تو کبھی اس کے اکرام اور اپنی خوشنودی کے اظہار کے لئے کہا کرتا ہو کہ دیکھو میں نے تمہاری سب اگلی بچھلی خطاؤں کو معاف کیا، میں ان پر کوئی مواخذہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس خادم سے کبھی کوئی خطا صادر نہیں ہوئی،

رہی وہ دعا جو حدیث میں مذکور ہے، سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے یہاں ساری مخلوق سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، اور خدا کی معرفت میں سب زیادہ کامل تھے، اور غیر اللہ کے تصور سے خالی الذہن ہونے کی صورت میں آپ کی حالت پورے طور پر اپنے خدا کی جانب متوجہ ہونے کی تھی جو بمقابلہ دوسرے احوال کے آپ کی بلند ترین حالت ہے، اس لئے آپ غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے کو خواہ وہ کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو اپنے لئے نقص اور انحطاط خیال فرماتے تھے، اس لئے آپ اس نقص سے مغفرت کے طلبگار ہوتے تھے، تاکہ بلند مقام حاصل ہو سکے، لہذا آپ کے نزدیک غیر اللہ کے ساتھ یہ ضروری مشغولیت بھی بمنزلہ اس گناہ کے تھی جس سے استغفار کرنا اپنے بلند مرتبہ کے پیش نظر ضروری تھا،

یا پھر یہ بات تھی کہ آپ سے اس قسم کی دُعاؤں کا صدور محض اظہارِ بندگی اور عبودیت کے طور پر تھا، بالکل اسی طرح جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اسی غرض سے اپنی ذات سے نیکی کی نفی کی، اور خطاؤں کا اعتراف فرمایا، اور بارہا ان الفاظ اور عنانِ دعا مانگی کہ ہمارے گناہ معاف فرما، اور یہ جملے زبان پر لائے کہ :-

۱۔ اے میرے معبود! تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا؟

۲۔ تو میری مدد اور نالہ و فریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟

۳۔ اے میرے خدا! میں دن میں آپ کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا،

یا یہ دُعا محض اظہارِ بندگی کے لئے تھی جیسا کہ پانچویں بات میں معلوم ہو چکا ہے، یا پھر تعلیمِ امت کے لئے تھی، یا گناہ سے مراد لغزش اور ترکِ اولیٰ ہے، جیسا کہ امرِ سوم میں معلوم ہو چکا، پس بہر صورت یہ اعتراض واقع نہیں ہو سکتا، یہ پانچوں توجہات سب کی سب یا ان میں کوئی ایک ان تمام احادیث میں بھی جاری ہو سکتی ہیں جو حدیث مذکور کی طرح ہیں،

اب چونکہ ان آیتوں اور حدیثوں سے جن کی آڑ لے کر معترض نے اعتراض کیا ہے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے، اس لئے معترض کی دلیل کا صغریٰ باطل اور کاذب ہو گیا، رہا کبریٰ کا کاذب اور غلط ہونا وہ اس لئے کہ اس کا کلیہ قاعدہ ہونا ناقابلِ تسلیم اور ممنوع ہے، کیونکہ معترض اس کو یا تو عیسائی نظریہ سے ثابت کرے گا، یا برہانِ عقلی سے، یا دلیلِ نقلی سے، پہلی صورت ہمارے خلاف اسی طرح حجت نہیں جس طرح ان کے اکثر نظریات جیسا کہ آپ کو باب کے فصل نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا ہے، اور اگر دوسری صورت ہے تو عیسائیوں کے ذمہ اس دلیل عقلی کا بیان کرنا واجب ہے، اس کے بعد ہم اس کے مقدمات پر غور کریں گے، لیکن ان کے لئے کوئی عقلی دلیل پیش کرنا ممکن ہی

۵۲ زبور ۲۲:۲۰

۱۱:۲۲، زبور ۴۹:۲۴

۵۳ یعنی یہ بات کہ کسی گنہگار کے لئے دوسرے گنہگاروں کی سفارش کرنا ممکن نہیں ہے،

کہاں ہے؟ اور یہ بات تو ذرا بھی مستبعد نہیں کہ باری تعالیٰ کسی بندے کے گناہ بلا واسطہ اپنے فضل سے بخش دے، پھر دوسروں کے حق میں اس کی سفارش بھی قبول فرمائے، اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ کسی گناہ کی قباحت عفتلاً اسی وقت تک رہتی ہے جب تک وہ معاف نہیں کیا جاتا، معاف ہو جانے کے بعد اس کی قباحت باقی نہیں رہ سکتی، اس تیسری آیت میں جس کو عیسائیوں نے اپنی خیال فاسد میں گناہ کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے تصریح موجود ہے، یعنی فرمایا

لِيُخَفِّرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ،

”تا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے

(سب) گناہ معاف کر دے ۝

پھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ اس دنیا ہی میں بخش دیئے گئے تو اب کوئی ایسی بات تو باقی نہیں رہی جو دارِ آخرت میں دوسروں کی سفارش کرنے سے مانع ہو، اور اگر تیسری صورت ہے تو یقیناً غلط ہے، اس لئے کہ یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے جب بچھڑے کی پوجا کی تو خدا کا ارادہ ہوا کہ سب کو ہلاک کر دے، مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سفارش کی، خدا نے اس سفارش کو قبول فرمایا، اور سب کو ہلاک نہیں کیا، جس کی تصریح کتاب خروج باب ۳۲ میں ہے،

پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کو لے کر ملک کنعان جائیں، مگر میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے سفارش کی، اور اللہ نے ان کی سفارش قبول فرمائی، اور کہا کہ میں تمھارے ہمراہ جاؤں گا، جس کی تصریح کتاب خروج باب ۳۳ میں ہے، پھر جب بنی اسرائیل نے

نافرمانی کی، تو خدا نے دوبارہ ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا، تو موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں نے سفارش کی، خدا نے پھر ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمایا، پھر جب انھوں نے دوبارہ نافرمانی کی، تو خدا نے ان پر سانپ چھوڑ دیئے، جو ان کو کاٹتے اور ڈستے تھے، پھر وہ لوگ موسیٰؑ کے پاس سفارش کی درخواست لیکر آئے، چنانچہ انھوں نے پھر سفارش کی، اور خدا نے ان کی سفارش قبول کی، چنانچہ اس کی تصریح کتاب عدل باب ۱ اور باب ۱ میں موجود ہے، اب کسی قسم کا کوئی احتمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شفیع المذنبین ہونے میں باقی نہیں رہا،

اللعنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرما، جس سے کہا آپ نے اُن سے وعظ کیا ہے، اور ہم کو قیامت سے دن آپ کی سفارش فصیبت کرے؛

یہ آخری باب ہے، میں نے اس کتاب کی تالیف کی ابتداء ماہ رجب ۱۲۸۵ھ کی ۱۶ تاریخ کو کی، اور سال مذکور کے آخر ذی الحجہ میں اس سے فراغت پائی، والحمد للہ رب العالمین،

اس کتاب کے ختم کی تاریخ "تائید الحق برحمت اللہ" ہے،

۸ ۱۲ ۱۲۸۵ھ

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں ایسے حاسد سے جو مجالس سے سوائے بُرائی کے کچھ حاصل نہیں کرتا، اور فرشتوں سے لعنت کے سوا اور مخلوق سے سوائے بچہ دھم کے، اور نزع کے وقت سوائے شدت کے اور خوف کے، اور موقع حساب میں سوائے رسوائی کے اور عذاب کے، میں اپنا معاملہ لطیف و خیر کے

سپرد کرتا ہوں، وہی بہترین کار ساز و مددگار ہے، اور پوری عاجزی اور
گڑبڑا ہٹ کے ساتھ یوں عرض کرتا ہوں: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھول
یا غلطی پر ہم سے مواخذہ مت کیجئے، اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسی مشقت
والا حکم نہ ڈالئے جس طرح ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا، اے ہمارے پروردگار!
اور جن کاموں کے کرنے کی ہم میں سکت نہیں اس کا بوجھ ہم پر نہ ڈالئے،
اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیے، اور ہماری بخشش کیجئے، اور ہم پر
رحم فرمائیے، آپ ہمارے آقا ہیں، پس ہم کو ظالم لوگوں پر کامیابی اور
غلبہ عطا فرمائیے ۛ

جلد سوم تمام شد

جمادی الاول ۱۳۹۰ھ مطابق جولائی ۱۹۷۰ء

سید رشاد حسین کاظمی تحریر و تہذیب

افضل پریس

اشارہ

ترتیب

محمد تقی عثمانی

اشارات

- اس اشاریہ کے شروع میں تو ان اصطلاحات کی فہرست دی گئی ہے، جن کی تشریح مقدمہ، کتاب، یا اس کے حواشی میں آئی ہے، اس کے بعد عام مفصل اشاریہ ہے، اس اشاریہ میں مندرجہ ذیل امور کی رعایت ہوئی:
- ① جن ناموں کا تعارف حاشیہ پر ہے، ان کے متعلق صفحات پر علامت "ت" بنی ہوئی ہے،
 - ② جو نام متن کے بجائے حاشیہ میں آئے ہیں، ان کے متعلقہ صفحہ پر خط کھینچ دیا گیا ہے،
 - ③ حضرت مسیح علیہ السلام کا اسم گرامی چونکہ تفسیر نیا ہر صفحہ پر آیا ہے، اس لئے اسے اشاریہ میں شامل نہیں کیا گیا،
 - ④ بائبل کی کتابوں کا نام کتاب میں جہاں حوالے کے طور پر آیا ہے، اسے اشاریہ میں شامل نہیں کیا گیا، صرف ان صفحات کا حوالہ اشاریہ میں دیا گیا ہے جن میں ان کتابوں کو موضوع بنا کر ان کے بارے میں کوئی بات کہی گئی ہے،
 - ⑤ کتابوں کے اشاریہ میں انگریزی کتابوں کا نام بھی آسانی کی خاطر اردو رسم الخط میں درج کر دیا گیا ہے،
 - ⑥ تینوں جلدوں کے صرف سلسلہ دار صفحات کے نمبر دیئے گئے ہیں، جو دوسری اور تیسری جلدوں میں ہر صفحہ کے نیچے لکھے ہوئے ہیں،

مصطلحات کی فہرست

جن کی تشریح کتاب کے حواشی وغیرہ میں کی گئی ہے

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
			عام علمی اصطلاحات
۱۱۸۳	اقلیم		
۱۲۲۰	میزوا	۲۶۹	بعل
۱۲۲۰	جیو پٹر	۲۹۳	کلمۃ اللہ
۱۲۴۳	خرق والنمام	۷۱	کفارہ
۱۶۷۵	بحیرہ دسانہ	۷۶	اصلی گناہ
		۵۳۶	دور
	کلیسانی اصطلاحات	۶۱۳	تحریف لفظی و معنوی
۲۳۳-۹۳	پاپا یا پوپ	۶۵۷	من
۷۹۲	اسقف	۸۳۷	بداء
۱۰۶۳-۹۰۳	شماس یا ڈیکن	۸۸۲	لاہوت
۹۳	بطریق یا پیٹر پارک	۸۸۲	ناسوت
۱۰۵۶	کارڈینل یا خادم	۸۹۵	اجتماع نقیضین
۳۲۶	رب اور ربی	۸۹۵	ارتفاع نقیضین
۲۱۲-۸۲	بپتسمہ یا اصطباغ	۸۹۵	تسلل
۲۲۲	عشاءے رات	۹۶۳	عرض
۶۰۳	طقس	۹۷۰	فصاحت
۱۰۵۶، ۶۰۳	قداس	۹۷۰	بلاغت
۶۰۵	شویریت اور سوریات	۹۷۸	صنعت طباق
۶۰۶	نوا فیریا لیتورجیا (LITURGY)	۹۹۱	سج

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
۸۶۹	آہنیہ ایشراہیہ	۸۶-۸۷	مطہر (PURGATORY)
۹۲۳	سوختنی سترانی	۱۰۵۶	مغفرت نامے (INDULGENCE)
۱۳۷۰	مارناتا	۷۰	صلیب مقدس
۱۳۷۱	اناشیا	۸۲	کیٹ چومینس
۱۵۵۵	پہلوٹھے کا حق	۹۳	ربانیت
فرقہ، نسلیں		بائبل کی اصطلاحات	
۲۷۴	سربانی کلیسا		
۳۱۳	سامری فرقہ	۳۰۵	عہد نامہ قدیم
۵۸۳	مارسیونی یا رقیونی فرقہ	۳۰۵	عہد نامہ جدید
۵۸۴	مانی کیز، مانوی فرقہ	۲۶۸	سبت
۵۹۹-۶۳	ایرین یا آریوسی فرقہ	۳۰۶	یسعہ
۶۰۴	بائیلی راہب	۸۸	قضاۃ بنی اسرائیل
۶۰۶	طائفہ مارونیہ	۴۰۰	دعظ تمثیلات
۸۷۰	صدوقی فرقہ	۴۰۰	پہاڑی دعظ
۸۹۰	فریسی فرقہ	۴۴۷	بخلی کا واقعہ
۸۹۸-۹۵	نسطوری فرقہ	۵۲۴	سردار کاہن
۸۹۸	ملکانیہ فرقہ	۵۸۲	ہفتادہ ترجمہ (SEPTUAGINT)
۹۹۵	معتزلہ	۷۷۷	خداوند کا دن
۱۰۱۱	معتزلہ	۷۸۱	صندوق شہادت
۱۰۱۱	قراٹہ	۸۴۳	خیمہ اجتماع
۱۱۶۱	امامیہ	۷۰۳	جبر سوم
۱۲۰۴	اشدودیتین	۸۶۵	ایل بیت ایل
۱۲۰۶	عالمہ	۸۶۶	اسرائیل
۱۲۵۱	مادیتین	۸۶۷	فنی ایل

صفحہ	اصطلاح	صفحہ	اصطلاح
۶۰۷، ۹۲	بنقادی کونسل	۱۳۵۱	کلڈائینٹین
۶۰۸	مسکونی کونسل	۱۳۷۵	مونٹینٹ فرقہ
۶۰۸	خلقیدونی کونسل	۱۷۱، ۲۹	ایونی فرقہ یا نصرانی فرقہ
۹۳۱، ۹۲	عقیدۃ اہل انیس	۲۹	پیٹری پیشین فرقہ
۶۵	افس کونسل	۱۱۷	الوگی
۹۱	دورابستار	۶۳	پولس فرقہ
۹۳	عہد مجالس، عہد مباحثات	۸۹۸، ۶۶	یعقوبی فرقہ
۹۳	تاریک زمانہ	۹۵	آرتھوڈوکس چرچ
۹۳	فسترون و سطنی	۱۳۰	سوزینی فرقہ
۹۷، ۹۵	نفاق عظیم	۲۷۲، ۶۶	موفیسی فرقہ
۹۶	صلیبی جنگیں	۲۲۸	رومن کیتھولک فرقہ
۹۷	عہد اسیری بابل	۲۲۷، ۹	پروتسٹنٹ فرقہ
۹۷	ایون پوپ	۱۲۵	یہودی مسیحی
۹۷	رومن پوپ	۱۲۵	غیر اقوام
۹۸	کونسل آف پینا	عید میں اور تھوار	
۹۸	باسل کونسل	۲۲۰	عید فصح
۹۸	عہد اصلاح	۸۲۵	نئے چاند کی عید
۹۹	عقلیت کا زمانہ	۸۲۶	عید فطیر
۱۰۰	تحریک تجدد	۸۲۷	عید خیم
۱۰۱	عہد احیاء مذہب قدیم	۱۰۱	کرسٹافر
۱۳۶	عہد شلم کونسل	۱۳۷۱	پینٹی کوسٹ
	زبانیں	۷۰	جشن دریافت صلیب
۲۷۲	عبرانی	۲۷۲	عبرانی
۳۵۵، ۳۵۱	چالڈی	۲۳۶	کانٹن کونسل
	عرامانی		تاریخی اصطلاحات

الف

آجور ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،

آخر ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۵۴

۴۸۴، ۶۲۶، ۳۹۳، ۳۸۸، ۴۵۸، ۴۵۷

۷۸۵

آدم علیہ السلام؛ ۵۹، ۶۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵،

۷۶، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۱۲۹، ۲۹۶، ۲۹۷،

۳۰۶، ۳۰۸، ۳۴۸، ۴۵۸، ۵۳۴،

۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۸۱۵، ۹۰۱، ۹۴۵،

۹۵۷، ۹۶۸، ۱۰۶۸، ۱۰۷۴، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷،

۱۱۱۰، ۱۱۷۹، ۱۱۷۷، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۳۸، ۱۳۲۰،

۱۴۴۳، ۱۴۵۲، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۹۳،

آدم کلارک؛ ۲۲۹، ۲۵۶، ۳۵۰، ۳۷۴، ۳۷۵،

۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۹۲، ۳۹۵، ۴۵۲،

۴۵۳، ۴۸۶، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۲۲، ۶۲۳،

۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱،

۶۳۲، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۳،

۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۸، ۶۹۰، ۶۹۱،

۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۹، ۷۰۲،

۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۲۰،

۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۴۰، ۷۴۱،

۷۴۲، ۷۴۶، ۷۵۰، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵،

۷۶۶، ۷۹۶، ۸۰۷، ۸۱۶، ۸۲۱، ۸۳۰،

۸۸۲، ۱۲۶۸، ۱۲۹۶، ۱۳۳۳،

آرکونی ٹن؛ ۱۳۰۴،

آرکجن؛ ۱۱۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۷۱، ۲۷۶، ۳۴۷،

۳۹۸، ۳۶۹، ۳۷۱، ۵۹۹، ۶۰۲، ۷۰۶،

۷۱۲، ۷۱۴، ۷۱۶، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۵۰،

۷۷۳، ۸۰۳، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۵،

آرلین؛ ۷۹۳،

آرلوس؛ ۶۰، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۹۲، ۱۷۲، ۱۷۳،

۶۰۷، ۹۳۱،

آزر؛ دیکھئے تاج،

آسار بادشاہ؛ ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۸،

آستر؛ ۳۱۴، ۳۵۲،

آشر؛ ۳۸۵، ۶۰۰، ۱۲۷۶،

آصف بن برکیاء؛ ۳۴۷، ۳۴۸،

آگستان سینٹ؛ ۱۴۵، ۱۴۸، ۵۳، ۵۴،

۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۹، ۷۳،

۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲،

۸۴، ۱۳۰، ۱۷۳، ۲۷۸، ۲۷۹، ۳۲۰، ۳۲۷،

۳۵۴، ۳۹۵، ۴۳۶، ۵۴۰، ۶۱۹، ۶۲۰،

۶۴۷، ۶۵۰، ۶۸۰، ۷۱۴، ۷۲۹، ۷۴۰،

۷۷۵، ۹۰۱، ۹۲۶، ۱۰۶۳، ۱۱۱۱، ۱۱۳۳،

۱۱۳۴، ۱۱۳۶، ۱۱۵۷، ۱۵۹۹،

آگس، قیصر؛ ۹۰، ۵۲۱،

آل حسن فاضل؛ ۲۱۲، ۲۴۲، ۲۷۱، ۲۸۴،

۱۳۹۴،

آلوسی، علامہ محمود؛ ۹۸۱، ۹۸۲،

آموص؛ ۷۶۵، ۸۴۶،

آؤش بن شیش؛ ۱۰۷۴، ۶۱۶

آرینوس؛ ۹۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۶۲، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳

۱۸۹، ۳۵۹، ۳۶۰، ۵۴۷، ۶۰۹، ۶۱۱

... ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۳۷

۷۳۸، ۱۱۲۵، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۳۰

۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵، ۱۱۴۳، ۱۵۰۵

آیوچین سافوی اڈریوک ۱۵۰۵، ۱۶۳۶

ابراہیم علیہ السلام؛ ۱۱۴، ۱۳۵، ۱۷۵، ۳۰۶

۳۴۸، ۴۵۹، ۴۸۴، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹

۶۵۶، ۶۹۴، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹

۷۱۲، ۷۷۲، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۲۷

۸۳۸، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۸

۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۶، ۸۹۰، ۹۰۰، ۹۳۳

۹۵۷، ۹۷۷، ۱۰۷۶، ۱۰۸۵، ۱۰۸۹

۱۱۰۹، ۱۱۵۷، ۱۱۵۹، ۱۱۶۹، ۱۲۲۶، ۱۲۵۸

۱۳۸۳، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۴۰۸، ۱۵۰۷

۱۵۳۹، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵

۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۶۱، ۱۶۱۷، ۱۶۷۸

۱۶۷۹، ۱۶۹۱

ابراہیم سندھی؛ ۱۰۳۹

ابرهہ بن صباح؛ ۱۴۴۵، ۱۴۴۶

ابلیس؛ ۴۴۵، ۵۶۶، ۷۲۹، ۹۴۲، ۹۴۳

۱۰۶۸، ۱۰۷۳، ۱۰۶۸، ۱۶۶۹، ۱۷۰۱

۱۷۰۲

ابوالنجر؛ مولانا شاہ؛ ۱۸۳

الوطالب خان؛ ۱۰۴۲

ابوالفضل؛ ۱۸۰

ابولونیوس؛

ابومکسوم؛

ایاتر؛ ۳۸۰، ۵۲۳، ۵۲۴، ۶۷۷، ۶۷۸

۱۵۸۱

ایاہ؛ ۳۸۸، ۴۵۳، ۴۸۸، ۶۳۸

ابی بن خلف؛ ۱۰۰۴، ۱۰۰۵

آبی بن کعب؛ ۱۱۶۰، ۱۱۶۳، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴

ابی رام؛ ۱۶۰۳

ابی سلوم؛ ۳۸۸، ۳۸۹، ۶۳۰، ۷۸۶

۱۵۸۷

ابی شاگ شوعنت؛ ۱۶۸۳

ایبٹے؛ ۱۵۸۶

ایطال؛ ۱۶۸۱

ابی طلیون؛ ۱۱۲۰

ابی ملک؛ ۳۸۰، ۱۰۸۹، ۱۲۱۸، ۱۲۲۶

۱۵۴۴، ۱۵۴۵

ایبونی؛ ۵۶۴، ۵۶۷

ابی ہو؛ ۱۲۳۶

ابی ہود؛ ۳۵۳، ۳۹۰، ۳۹۱، ۴۸۴، ۴۸۹

اپلوس؛ ۱۶۱

اتہان؛ دیکھئے ایٹھان ازراخی

اتہانے شیس؛ ۶۰، ۶۴، ۸۳، ۹۲، ۱۷۳، ۳۳۵

۳۳۷، ۶۵۱، ۷۱۳، ۷۷۴، ۷۹۹، ۸۰۰

۱۸۰۲، ۱۹۳۱، ۱۹۳۳

اتھیروس؛

انی؛ ۱۵۸۶

اثانیوس؛ ۱۳۱۵

اثر جزی، ابن؛ ۱۰۱۰

اجاج؛ ۱۰۹۱

احسن؛ حکیم محمد - ۱۱۸۱

احمد ابوالخیر؛ شیخ؛ ۱۸۳۳

احمد اسعد مدنی؛ ۲۰۶

احمد بن حنبل، امام؛ ۱۰۲۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶

۱۲۵۷، ۱۳۱۳، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۳

۱۳۶۷

احمد الدین چکوالی؛ ۱۸۳

احمد شریف بن زین العابدین؛ ۷۵۱، ۹۳۰

احمد بن زینی دحلان؛ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۲۳

احمد علی بڈولی؛ مولانا؛ ۱۸۲

احمد علی رامپوری؛ ۱۸۱

احمد مکی، قاری؛ ۲۱۱

احمد التجار، شیخ؛ ۱۸۳

اچیم نمود؛ ۱۲۵۵

اخرخ؛ ۳۲۷، ۶۳۱

اخزیاہ؛ ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۸۸، ۴۲۵

۶۲۶، ۷۸۶

اخویرس؛ ۸۹، ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۶۲، ۴۶۷

۴۷۲، ۴۷۵، ۱۴۵۱

اخنوخ؛ دیکھئے حزق علیہ السلام،

اخیاہ، شاہ؛ ۳۸۳

اخیاہ علیہ السلام؛ ۷۶۳

اخى بن بنیامین؛ ۳۲۷، ۶۳۱

اخى اب؛ ۲۶۹، ۳۰۷، ۳۰۸، ۵۲۷، ۱۰۹۹

۱۱۰۰

ایخم؛ ۳۸۳

اخى ملک؛ ۳۸۰، ۵۲۳، ۶۷۵، ۱۵۸۰

۱۵۸۱

اخینوعم یزعیلی؛ ۱۶۸۱

اخو؛ ۳۷۲

ادریس کاندھلوی، مولانا محمد؛ ۱۶۵۸

ارازمس؛ ۶۸۹، ۶۹۱

ارازمس ربن ہولٹ؛ ۱۰۷۸

اراستس؛ ۵۲۸

اربانوس (یا اربن) دوم؛ ۹۶

اربانوس ششم؛ ۱۵۳۰

اربانوس ہشتم؛ ۷۰۰، ۱۰۳۱

ارتخششتا؛ ۳۰۸

ارخیلاؤس؛ ۳۹۹

ارد؛ ۳۲۷، ۶۳۱

اردیلی شیعہ؛ ۱۱۷۷

ارد شیر؛ ۲۶۸، ۷۷۲

ارسترخس؛ ۱۳۳

ارستمیدس؛ ۱۳۰۰

ارستیدیس ؛ ۱۱۲۹	اشیناک ؛ ۳۲۶، ۵۳۹، ۷۷۲، ۷۷۳
ارستیس ؛ ۳۷۲	اسحاق علیہ السلام ؛ ۱۱۳، ۳۰۶، ۶۵۶، ۶۹۸
ارستیون ؛ ۱۱۲۶	۸۶۸، ۸۶۴، ۸۶۳، ۸۳۸، ۸۲۷، ۶۹۹
ارسطو ؛ ۷۳۶، ۱۱۹۰، ۱۲۰۰	۱۳۸۲، ۱۳۱۷، ۱۳۱۶، ۱۰۸۵، ۸۷۰، ۸۶۹
ارٹھگان ارمنی پادری ؛ ۱۵۲۳	۱۱۳۹۴، ۱۵۰۷، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴
ارفخشد بن نوح ؛ ۴۵۸، ۵۲۰، ۶۱۸، ۶۱۹	اسحاق بن راہویہ ؛ دیکھئے راہویہ ابن ؛
۱۰۷۷	اسحاق موصلی ؛ ۹۸۶
ارفکسد ؛ دیکھئے ارفخشد	اسحاق نیوٹن ؛ دیکھئے نیوٹن ؛
ارمیاہ علیہ السلام ؛ ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۲۱، ۳۲۳	اسحاق ابن ؛ دیکھئے محمد بن اسحاق ؛
۳۳۵، ۳۳۰، ۳۲۲، ۳۵۴، ۳۵۵	اسحاق برد ؛ ۱۶۵۳
۴۰۳، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۹۶	اسد اللہ ؛ ۲۷۲، ۲۷۶
۴۹۷، ۵۰۰، ۷۲۸، ۷۶۶، ۷۰۷	اسرائیل علیہ السلام ؛ دیکھئے یعقوب علیہ السلام
۹۵۵، ۱۱۲۰، ۱۱۵۶، ۱۳۳۳، ۱۵۷۴	اسعد الدہان، شیخ ؛ ۱۸۴
ازمیس بشپ لیس ؛ ۳۶۸	اسکاٹ (مفتربائیل) ؛ ۱۹۰، ۲۲۹، ۲۳۰
اصاف، آصف بن برکیاء	۲۷۸، ۳۲۱، ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۸۲
اسبینول ؛ ۱۶۲۵	۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۷، ۵۲۲، ۵۵۹
اسپان ہمیس ؛ ۱۳۲۲	۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۹، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸
اسپائن ؛ ۸۰۱	۶۴۱، ۶۵۳، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۵
استغافروس ؛ ۱۳۹۵	۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۹، ۶۸۷، ۶۸۱
اسٹاڈلن ؛ ۵۳۰	۶۹۸، ۷۰۲، ۷۰۷، ۷۰۹، ۷۱۵، ۷۱۸
اسٹار ؛ ۵۰۹	۷۶۲، ۷۱۶، ۸۳۳، ۱۰۷۸، ۱۰۸۸
اسٹاولن ؛ ۳۶۲، ۳۶۱	۱۰۸۹، ۱۰۹۱
اسٹاھلن ؛ ۳۵۵، ۵۳۰	اسکا لچیر ؛ ۳۶۸
اسٹرلنگ جان ؛ ۱۳۰۳	اسکٹس پنجم ؛ پوپ ؛ ۱۵۹، ۱۵۰۵
اسٹریٹز برٹش ملن ؛ ۷۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴	اسکندر رومی ؛ ۸۹، ۲۵۷، ۲۶۸، ۱۳۳۳، ۱۳۵۱

- اسکندر ششم؛ پوپ؛ ۱۵۱۹، ۶۰۸
 اسکندر یانوس؛ ۱۶۴۰، ۱۶۹۸، ۸۰۰
 اسکی لیکر؛ ۱۰۷۹
 اسلی بیس؛ ۵۵۲
 اسمار بنت ابی بکر؛ ۱۲۵۶، ۱۳۲۱
 اسماعیل علیہ السلام؛ ۸۲۷، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۹۴
 ۱۲۰۳، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۸
 ۱۳۲۴، ۱۳۳۲، ۱۳۴۳، ۱۵۰۷
 اسماعیل حق؛ ۲۰۷
 اسماعیل خاں، نواب حاجی؛ (۲)۵
 اسمتہ، صدر دیوانی؛ ۱۸۶، ۱۹۲
 اسمتہ، محقق؛ ۱۶۹، ۱۵۷۳
 اسمتہ، ولیم؛ ۱۲۶۷
 آسیانڈر لسو؛ دیکھئے بسرو آسیانڈر
 آسیا، ہم؛ ۷۷۲
 اشیل؛ ۳۲۷، ۶۳۱
 اشبوسٹ بن ساؤل؛ ۱۶۸۱
 اشتر، آچ بشپ؛ ۱۰۷۹
 اشرف علی تھانوی، مولانا؛ ۲۱۸، ۲۱۱، ۱۳۲۳
 اشعیا، علیہ السلام؛ دیکھئے شعیا بن آموص علیہ السلام
 اشی روس؛ ۷۷۲
 اصمعی، ام؛ ۹۹۳
 اضحاق؛ دیکھئے اسحاق علیہ السلام
 اعشی، شاعر؛ ۹۷۳
 افتاح علیہ السلام؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸
 افراتیم بن یعقوب علیہ السلام؛ ۹۳۶، ۱۱۹۷
 ۱۱۹۸، ۱۲۴۰، ۱۳۵۳
 افلاطون؛ ۷۳۶، ۲۹۵، ۱۲۰۰
 اقبال؛ علامہ؛ ۱۷۹
 اقلیدس؛ ۱۲۰۰
 اقیلا، ربی؛ (۷۵)
 اگال؛ ۳۵۱، ۳۵۲
 اکبر، بادشاہ؛ ۱۸۰، ۱۰۲۸
 اکبر خان، میجر جنرل محمد؛ ۱۶۵۸، ۱۹۷
 اکلیمنٹس ششم، پوپ؛ ۱۵۳۰
 اکیدر دومۃ الجندل؛ ۱۲۶۰
 اکبارن؛ دیکھئے ایکبارن
 اگبس؛ ۱۳۴۳
 اگر تپا، بادشاہ؛ ۱۰۳
 اگن شس؛ ۹۲، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۹۸
 ۵۹۹، ۶۰۱، ۷۲۵، ۷۹۲، ۱۲۶، ۱۱۳۳
 ۱۵۳۳
 البرٹوس ارشیدی کوئوس؛ ۱۶۳۵
 الجن؛ ۷۷۲
 الحام؛ ۲۵۵
 الفریڈ، ای، گارڈے؛ دیکھئے گارڈے
 الفون سوس سال مردن؛ ۱۰۷۹
 افعائی؛ ۳۵۲
 انگزیدر؛ ۵۴۲
 انگزینیڈر؛ ۶۴، ۱۶۷۶

ایگزیکائوس؛ ۱۱۲۹، ۱۱۳۳،	۱۵۴۹، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۵، ۱۵۸۸
ایفون سوس سال مردن؛	۱۶۸۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۹،
ایکرس؛ ۷۲۲،	اوریل؛ ۱۵۲۵،
ایکوناس، سینٹ تھامس؛ ۲۶، ۲۷، ۷۵،	اورى ایل جی؛ ۳۸۸،
۷۷، ۷۹، ۸۱، ۱۰۵۳، ۱۱۰۵، ۱۱۱۱،	اوزاعی، امام؛ ۱۱۳۸،
ایکونیل؛ ۲۹۲، ۷۳۵،	اوکال؛ دیکھے اگال،
ایکهارن؛ ۳۹، ۵۵، ۵۶۳، ۵۶۶، ۵۶۸،	اوئیس، پادری؛ ۷۱۹،
۵۷۰، ۵۹۰، ۵۹۵، ۷۲۳، ۷۳۳، ۷۵۶،	اونان؛ ۱۵۶۸، ۱۵۷۱،
ایلزبتھ، ملکہ؛ ۱۶۲۳،	اونیاس؛ ۱۳۱۳،
ایل سیرس؛ ۵۱۸،	اھل؛
ایلم بن بعشاہ؛ ۳۸۵،	اصیلز؛ ۱۰۷۸،
ایل اس دیوس نیروس؛ ۱۰۷۹،	ایڈجنو؛ ۳۶۳، ۷۱۳،
ایلیاہ علیہ السلام؛ دیکھے الیاس علیہ السلام،	ایب لارڈ؛ ۱۳۱،
ایم فی لوکیس؛ ۶۵۱، ۷۷۲،	ای پین؛
اینتی کونوس؛ ۱۱۲۰،	ایپی فانیس، سینٹ؛ ۱۱۷، ۱۷۱، ۳۶۵، ۵۱۲،
ایونینتوس سوم، دیکھے اونیٹ سوم،	۵۶۷، ۵۹۱، ۷۱۳، ۷۱۳، ۷۲۹، ۱۱۳۲،
ایوب علیہ السلام؛ ۳۰۹، ۳۲۶، ۳۲۳، ۷۰۶،	۱۱۳۵، ۱۲۳۲،
۷۷۰، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۷، ۱۲۳۲،	ایقان ازراخی، ۳۳۷، ۳۳۸،
۱۳۵۴،	ایقانی شیس؛ دیکھے ایتانی شیس،
ایوب انصاری، ابو؛ ۱۳۰۴، ۱۳۰۵،	ایٹیل؛ ۳۵۱، ۳۵۲،
ایوبی، صلاح الدین؛ ۹۷،	ایمر بن ہارون؛ ۱۱۱۹،
ب	ایکیل؛ ۱۶۸۱،
باچہ جی زادہ، علامہ عبدالرحمن بک؛ ۲۱۵، ۱۳۰۲،	ایڈرین؛ ۳۶۹،
۱۳۰۷،	ایڈورڈ اول؛ ۹۷،
بارد؛ ۶۱۶،	ایڈورڈ چہارم؛ ۹۹،

۱۳۰۶، ۱۳۰۸، ۱۳۱۲، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۱۹	بارونوس؛ ۱۶۳۳
۱۳۲۰، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۶۲	باروخ علیه السلام؛ ۳۱۳، ۳۲۱، ۳۰۳، ۱۱۲۰
۱۳۶۳، ۱۳۶۴	۱۳۰۲
بخت خان، جزل؛ ۲۲۲	باری بریوس؛ ۳۶۴
بخت نصر؛ ۸۹، ۲۴۶، ۲۵۴، ۳۰۸، ۳۱۰	باسرودلیا فان؛ ۵۴۹
۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۶، ۳۳۸، ۳۵۵	باسرودلیا؛ ۸۲۶
۳۰۳، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳	باسیلیوس؛ ۹۳، ۹۴، ۱۱۳۲، ۱۱۳۴
۳۶۴، ۳۶۵، ۳۸۵، ۳۹۴، ۴۳۳، ۴۴۱	۱۱۳۵
۴۵۰، ۴۴۲، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹	باسیخ؛ ۶۰۹
۳۳۳، ۳۴۳، ۳۴۹، ۳۵۱	باستر، امام محمد؛ ۱۱۷۸
بدرا لاسلام، مولانا؛ ۱۸۳، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸	باقلانی، علامه؛
براکیل بوزی؛ ۳۲۶	بالس؛ ۵۰۵
بربرزدوس؛ ۱۰۶۴	بالش؛ ۴۱۲
برتلیمائی (حواری)؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۳۴، ۴۴۶	بالج؛ ۳۲۷، ۶۳۱
۱۶۳۷، ۱۶۳۸	بایزید خاں، سلطان؛ ۴۷، ۱۵۱۰
برتمائی؛ ۳۰۸	بت سیج؛ ۴۵۵، ۱۵۸۲
برترینڈرسل، رسل؛	بتن ایل؛
برطیندر؛ ۳۶۱، ۳۶۲، ۵۴۰	بٹ ہسٹر؛ ۷۰۳
برق علیه السلام؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸	بجتری شاعر؛ ۹۸۶
برکت ۸۲۵	بحرن بکره؛ ۱۲۶۰
برکت اللہ، آرچ ڈکین؛ ۱۱۸، ۱۲۶	بحرانی، علامه؛ ۱۱۷۷
برکت، ایف، سی؛ ۸۳، ۸۶، ۱۳۴	بجرا، رامب؛ ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۵۳۴
برکیاه؛ ۱۲۰۹	بخاری، امام محمد بن اسماعیل؛ ۵۷۴، ۱۱۶۶، ۱۱۷۸
برناباس، حواری؛ ۶۹، ۹۱، ۱۰۵، ۱۱۳، ۱۱۴۰	۱۲۴۹، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۵، ۱۳۵۶
۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶	۱۲۵۸، ۱۲۶۱، ۱۲۹۹، ۱۳۰۲، ۱۳۰۴

۱۳۷۸؛ (ابو بکرؓ)	۱۳۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۸
۳۲۷، ۶۳۱؛ بکر	۱۶۱، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۳۶۷، ۳۶۸
۷۲۸، ۷۶۰، ۹۳۲، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷؛ بل مورخ	۵۶۱، ۷۲۷، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۱۰
۷۱۳؛ بلرمین	۱۱۵۱، ۱۵۱۳، ۱۵۱۳، ۱۵۱۳، ۱۵۱۵
۵۱۸؛ بلک	۱۵۱۴، ۱۵۱۸، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲
۶۸۹؛ بلنجر	۱۵۲۳، ۱۵۲۹، ۱۵۹۸
۱۳۵۱؛ بلناصر بن بخت نصر	۵۶۱؛ برنش
۱۱۸۵، ۱۲۱۵؛ بلعام	۷۱۳؛ برنودوس؛ قدیس
۴۲۹، ۷۰۲، ۱۰۳۷، ۱۰۶۵، ۱۰۸۳؛ بلہاہ	برنیا؛ دیکھئے برناباس
۱۵۵۹، ۱۵۶۲، ۱۵۶۷، ۱۶۷۹	بروٹن؛ ۷۵۳
۱۴۲، ۱۵۱۳؛ بلیک لاک، ای، ایم	بریٹ، ڈاکٹر؛ ۱۱۴۱
۱۴۰۰؛ بلیناس	بریدہ سلمیٰ؛ ۲۶۳، ۱۳۱۳
۲۹۳، ۵۲۶، ۵۴۹؛ بنسن، ڈاکٹر	برلیسوع؛ ۱۳۴۵
۱۵۳۸؛ بن عتی	بزار (محدث)؛ ۱۱۴۶، ۱۳۵۷، ۱۳۰۳، ۱۳۱۱
۳۲۷، ۳۷۴، ۶۳۱؛ بنیامین بن یعقوب	۱۴۲۰
۱۵۳۴؛ بنیامین بن شجبہ	بروادسیانڈر؛ ۲۴۲
۱۳۶۵؛ بوانرگس	بن؛ ۶۵۶
۷۷۲؛ بوچارٹ	بشار؛ ۳۸۳، ۳۸۵
۳۰۷، ۳۸۸؛ بوغز	بعل؛ ۲۶۹، ۷۸۴، ۱۶۲۲، ۱۶۳۳
۱۹۳، ۱۹۷، ۱۵۳۰؛ بونیفیس، ششم	بغوی، امام؛ ۱۱۹۱، ۱۳۱۷
۱۱۲۸؛ بونی کوس	بقراط؛ ۱۴۰۰
بی پلس؛ دیکھئے پے پیاس	بابو، بکر الصدیق رضی اللہ عنہ؛ ۱۸۵، ۲۶۳، ۲۶۵
۶۵؛ بیدون، بیکر، ڈاکٹر	۱۰۰۰، ۱۰۰۳، ۱۰۰۵، ۱۱۰۱، ۱۱۶۵، ۱۱۷۱
۸۵۰؛ بیروس، پاڈی	۱۱۷۳، ۱۱۷۵، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹
۵۱۸، ۵۱۹؛ بیروس	۱۲۵۶، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶

بیرا، ۴۹۱

یطرس؛ ۷، ۳، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۳۷،

بیضاوی، قاضی؛ ۲۷۰، ۲۸۴، ۲۸۸، ۲۸۹

1290, 1292

بیکن، ڈاکٹر، ۱۲۳۔

بیلا جیروس؛ فاروس؛ ۱۰۶۲، ۱۰۶۵

بنیاء، حکیم، عبد الکریم،

پینس، پینس؛

بیروکاتانان ؛ ۱۹۷۶

سبق: (امم: ۹۸۲، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۱۰۵۲)

11305, 11339, 11354, 11357, 11358

١٣١٢، ١٣١٣، ١٣١١، ١٣٠٩، ١٣٠٨

1422, 1423, 1424, 1425, 1426, 1427, 1428, 1429, 1430, 1431, 1432

11044, 11045

—

پاکر : ۷۲۴

پاری: ۹۲۲،

پاکم، مصری؛ ۹۳، ۶۰۳،

یال آف سموٹا؛ ۶۲، ۶۳، ۱۷۲،

پالٹری لاگارتے؛ ۱۷۷۱ء

پتیادیوس؛ ۳۸۳،

برادر الوالد، ۳۶۵،

پروکوبیس! ۵۴۳، ۸۶-۱،

پیری ٹس ! ۷۱۴

پری گزئیں ؛ ۴۹ ،

پیشہ بک: ۱۰۴۹

14-5, 14-7

پس، ڈاکٹر؛ ۳۶۴،

پل لین، ڈاکٹر؛ ۱۰۰

پلین جلیٹی ! ۸۰۲

پلیسی! ۱۶۳،

پمفلٹ مارٹر؛ ۱۳۷۱ء

پڑدو، جوشوا؛ ۱۷۱

یونس؛ ۸۳، ۹۱، ۹۳، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۵،

APR 20 1964

139, 140, 141, 142, 143, 144, 145

تھیوفلس؛ ۳۱۶، ۵۴۷، ۶۱۰، ۱۱۲۸،

تھیوفلیکٹ؛ ۶۳۴، ۶۹۱، ۷۱۳،

تیار بن مکرّم؛ ۱۰۰۳،

تیمانی العنز؛ ۳۰۹،

تیمتھیس؛ ۳۱۸، ۵۴۸، ۱۱۳۸، ۱۲۵۴،

تیمیم؛ ۱۲۸۳،

ط

ٹاسکر، آرا دی جی؛ ۱۵۱۳،

ٹامپلاٹن؛ ۳۴۰، ۵۹۱، ۷۱۳،

ٹائیمیرس، تبریس؛

ٹراجان؛ ۱۶۳، ۷۹۲، ۱۱۲۵،

ٹرٹولین؛ ۷۰، ۱۶۲، ۳۶۸، ۶۳۳، ۶۹۱، ۱۱۳۱، ۱۱۳۳،

ٹورٹن؛ ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۵۷، ۳۵۸، ۴۰۰،

۵۰۰، ۵۶۳، ۵۶۸، ۶۹۱، ۷۱۵، ۷۱۹،

۷۲۳،

ٹینزل، جان؛ ۱۰۵۸،

ٹی شن؛ ۵۶۲، ۶۰۱، ۷۹۶، ۷۹۷،

ٹیلر؛ ۶۵۴،

ث

ٹادریموس؛ ۶۰۸،

ٹابرسیوس؛ ۱۱۸۲،

ٹادفیلس؛ دیکھئے تھیوفلس؛

ٹوبان؛ ۱۲۵۳،

ٹوری؛ دیکھئے سفیان ٹوری؛

ترجانوس؛ دیکھئے ٹراجان،

ٹکامس؛ ۵۸۲،

ٹکائی، شاہ؛ ۷۴۷،

ٹکی مینٹ؛ ۵۸۸، ۷۱۳،

ٹکرام فارص؛ ۳۴۱، ۸۱۲، ۹۱۹، ۱۰۴۶،

۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۱،

ٹکربن ہارڈی؛ ۸۴۰،

ٹکربنت داؤد؛ ۱۰۴۸، ۱۵۸۶، ۱۷۰۹،

ٹکربنت ابی سلوم؛ ۳۸۹،

ٹکیم؛ ۲۶۴،

ٹوتائی؛ ۴۰۸،

ٹوبا جولری؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۴۴۴، ۶۶۶، ۱۱۲۶،

ٹومالیدٹ؛ ۱۰۷۸،

ٹولائی کلاروس؛ ۱۱۲۸،

ٹھامس نیوٹن؛ نیوٹن،

ٹھامس ایگونیاس؛ دیکھئے ایگونیاس،

ٹھامس انگلس؛ دیکھئے انگلس،

ٹھانوی؛ دیکھئے انٹرنل ملانا،

ٹھیروس اسقف؛ ۱۱۲۷،

ٹھیوفلس؛ دیکھئے تھیوفلس،

ٹھیودوس؛ ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷،

ٹھیوڈور؛ ۳۴۹، ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۵۴،

۷۷۳، ۷۷۴،

ٹھیوڈورٹ؛ ۱۷۲، ۱۷۳، ۷۹۶،

ٹھیوڈوشن؛ ۳۵۴، ۳۷۱، ۴۹۲، ۷۷۷، ۷۷۸،

ج

جابر بن عبد اللہؓ؛ ۹۹۲، ۱۲۹۹، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴

۱۳۰۸، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳، ۱۳۱۵

جابر بن سمرہ؛ ۱۲۵۲

جاد علیہ السلام؛ ۳۷۵، ۷۶۳

جارد بن العلاء؛ ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۵۳۲

جارجی، ربی؛ ۲۸۲

حالت؛ ۸۸، ۳۰۷، ۶۷۰، ۱۲۰۶

جالینوس؛ ۱۲۰۰

جامعہ؛ دیکھئے واعظ،

جانی بست و سرم؛ ۱۹۸

جان (شاہ)؛ ۱۶۲۸

جان سالٹر برگ؛ دیکھئے سالٹر برگ،

جبرئیل علیہ السلام؛ ۲۶۲، ۲۹۲، ۲۹۳

۵۲۷، ۱۰۱۳، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۲۵۹

۱۲۹۷، ۱۵۲۵

جہانی؛ ابو علی؛ ۹۹۵

جہیر بن مطعم؛ ۹۹۴، ۱۰۲۸، ۱۲۸۳

جس، ڈاکٹر؛ ۵۵۱

جدعون علیہ السلام؛ ۱۵۸۰، ۱۶۱۸، ۱۶۷۹

۱۶۸۰، ۱۶۸۵

جدو تھن؛ ۳۴۷، ۳۴۸

جدور؛ ۳۷۴

جر بارڈ؛ ۳۲۰

جرمچ (ابن)؛ ۵۷۵، ۱۱۴۷

جریر، شاعر؛ ۹۸۶

جزیری، علامہ عبد الرحمن؛ ۲۱۶

جسٹن مارٹر (شہید)؛ ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۱۹۰، ۵۶۳

۵۶۷، ۷۱۹، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۷۵

جعفر بن ابی طالب؛ ۱۳۷۶، ۱۵۳۴

جعفر صادق؛ امام؛ ۱۱۷۷

جعفر طیار؛ ۱۰۲۷

جلال الدین سیوطی؛ دیکھئے سیوطی،

جلنگ درتھ؛ ۱۱۲۲

جنید بغدادی؛ ۱۱۹۳

جلیل، مولوی محمد؛ ۱۸۳

جو ابن سابط؛ ۶۷۶، ۹۳۰، ۹۳۱، ۱۲۷۰

جولین شاہ؛ ۵۱۱، ۵۱۲

جوناس و تھ کاٹ؛ ۱۲۲۰

جونس؛ ۵۹۰، ۵۹۱

جونو؛ ۱۲۲۰

جوویل؛ ۵۶۱، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷

جوهانس کلادریوس؛ ۱۰۷۹

چان؛ ۳۵۳

چانگیر، شہنشاہ؛ ۱۸۱، ۹۸۷، ۱۰۲۸

چاہیل؛ ۹۹۰، ۱۲۸۴

چیرا؛ ۳۲۷، ۶۳۱

چیر سوم بن موسیٰ؛ ۷۰۳، ۱۰۸۴

چیروم سینٹ؛ ۹۳، ۱۶۲، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۷

۳۵۷، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۱، ۳۷۷، ۳۷۷

۱۵۹۸، ۶۴۱، ۷۱۱، ۷۱۳، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۷

۷۳۵، ۷۴۳، ۷۵۰، ۸۰۱، ۱۳۷۳

جیروم، مصلح؛ ۱۹۸، ۳۲۰

جیلا سیوس؛ ۶۰۸

جیلا شیس اول؛ ۱۵۹، ۱۵۲۲

جیس اول؛ ۲۵۲، ۷۵۲، ۱۶۴۳

جیمس برون؛ ۱۱۲۹

جیو پٹر؛ ۱۳۲۰، ۱۳۱۵

جیکب سلیمانوس؛ ۱۰۷۸

جیکب سن لی نوس؛ ۱۰۷۹

جیکسن، ایف جے، فوکس؛ ۱۳۸، ۱۷۷

جیکوبوس کیبائوس؛ ۱۰۷۸

جی بیٹسٹ رک کیولس؛ ۱۰۷۸

چ

چارلس پنجم؛ ۱۶۳۷

چارلس ششم؛ ۱۶۲۷

چارلس ڈالین؛ ۳۳۳

چارلس روپر؛ ۱۰۷۸، ۱۰۷۹

چرچ، رچرڈ ولیم؛ دیکھئے ولیم چرچ

چیمبلین، ہوشن اسٹیورٹ؛ ۱۷۶

ح

حاتم طائی؛ ۱۳۲۱

حابی، حاجب؛ ۱۲۷۲، ۱۳۹۵

حارث بن ابی اسامہ؛ ۱۲۵۳

حارث بن کلدہ؛ ۹۸۲

حافظ الدین، دجانی مولانا؛ ۱۸۳

حاکم، محدث؛ ۹۹۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۵، ۱۲۵۷

۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۹۰، ۱۳۰۸، ۱۳۱۷

حالی، سید الطاف حسین؛ ۲۰۸

حامد بن نوح؛ ۱۵۴۱، ۱۵۴۲

حامد الجداوی، محمد؛ ۱۸۳

حابی، جان؛ ۱۳۱۱

حقوق علیہ السلام؛ ۳۱۲، ۳۲۳

حبیب الرحمن دیوبندی، مولانا؛ ۱۱۶۵۸

حبیب بن فدیك؛ ۱۳۱۷

حجاج بن یوسف؛ ۱۲۵۶، ۱۲۵۷

حابی، حجر؛ حافظ؛ ۱۲۹۰

حجی علیہ السلام؛ ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۲۶، ۵۷۱، ۶۳۲

حجیت؛ ۱۶۸۱

حذیفہ بن یمان؛ ۱۲۳۹، ۱۲۵۳، ۱۲۷۱، ۱۲۸۹

۱۲۹۰، ۱۳۲۱

حرام بنت ملحان؛ ۱۲۵۷، ۱۲۵۸

حر قیام؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۳، ۳۲۸

۳۲۹، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۸۳

۳۵۷، ۳۵۸، ۳۸۸، ۵۳۹، ۷۶۵

۸۲۶، ۸۳۷، ۸۴۰، ۸۸۱

حر قیل علیہ السلام؛ ۲۴۶، ۳۱۱، ۳۲۸، ۳۳۱

۳۵۷، ۳۶۳، ۷۲۸، ۷۶۱، ۷۶۷

۸۳۳، ۹۵۷، ۱۰۹۹، ۱۱۵۶، ۱۱۸۶

۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۳۳۳، ۱۳۹۳، ۱۵۰۰

۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۸،

(ابن حزم)؛ ۶۲، ۸۹، ۱۰۸،

حسان بن ثابت؛ ۹۷۲،

حدرابہ؛ ۳۸۹،

حسن بن صباح؛ ۱۰۱،

حسن عکری؛ ۱۱۷۹،

حسن بن علی؛ ۱۲۵۶، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۳۲۵، ۱۵۳۵،

حسن پاشا؛ ۲۷۷،

حسین الخياط، محمد؛ ۱۸۳،

حسین بن علی؛ ۱۲۵۹، ۱۲۲۵، ۱۵۳۵،

حسین بن واعدی، علی بن حسین واعدی؛

حسین بن علی، شریف مکہ؛ ۱۸۳،

حسوبہ؛ ۳۸۹،

حسرون، ۳۸۸،

حضرت نور؛ مولوی؛ ۲۰۷،

حفصہ بنت عمر؛ ۱۳۰۸، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸،

حفظ الرحمن سید ہاروی، مولانا؛ ۲۱۸،

حفیم، ۳۲۷، ۶۳۱،

حکیم ترندی؛ ۱۳۲۱،

حلیم انصاری، مولوی محمد؛ ۱۵۰۷،

حلیہ سعیدی؛ ۱۲۸۲،

حامد بن سلمہ؛ ۱۱۳۸،

حمزہ ظافر، شیخ؛ ۲۰۶،

حمورابی، حموربی،

حموربی؛ ۲۵۷، ۱۵۳۱،

حموی، یاقوت؛ ۱۳۰۳،

حنا؛ ۵۳۲،

حناہ؛ ۱۳۰۰،

حنایہ؛ ۳۸۹،

حنیاء؛ سردار کاہن؛ ۵۲۵،

حزک علیہ السلام؛ ۵۱۵، ۶۱۶، ۶۸۱، ۱۲۶۷،

۱۲۶۹، ۱۳۵۲،

حزب حنیفہ، امام؛ ۱۲۵۸،

حوار علیہا السلام؛ ۷۵،

حوی حمور؛ ۱۵۶۵،

حیات، مولانا محمد؛ ۱۸۲،

حیدر علی تشرنی؛ ۱۲۹۶، ۱۵۲۲،

حیدر ویک؛ ۷۲۵،

حجتی بن الخطب؛ ۱۳۹۳، ۱۵۳۵،

خ

خادم علی؛ منشی؛ ۱۸۶،

خالد بن ولید؛ ۱۲۶۰، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۵۰،

خدیجہ، ام المؤمنین؛ ۲۱۱، ۲۶۶،

خریستیفورس، قدیس؛ ۱۰۵۹،

(ابن خزمیہ)؛ ۱۲۵۷،

خسرو؛ دیجے خویس،

خلیب بغدادی؛ ۱۳۶۳،

(ابن خلدون)؛ ۳۳۸، ۸۹۸، ۱۲۷۳،

خلقیاء، کاہن؛ ۳۲۵، ۷۸۵، ۷۸۶، ۱۵۳۳،

خلوے؛ ۱۶۱،

خلیل؛ ۵۷۵،

خلیل اللہ مولوی؛ ۱۸۲

خلیل سحارت؛ ڈاکٹر؛ ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۵۰، ۱۵۰

۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۲

خوس؛ دیکھئے اخویرس

خوری یوسف حجج مارونی، ۶۰۵

خورشید عالم، پادری؛ ۹۰، ۱۰۵۵

خیر الدین پاشا تونس؛ ۲۰۲، ۲۰۸

)

دائن؛ ۱۶۰۳

داتھ؛ ۵۵۱

دادریوس؛ ۳۶۲

دارا؛ ۳۰۳، ۳۳۵، ۳۶۴، ۱۳۵۱

دارمی؛ ۱۱۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱، ۱۳۱

دانیال علیہ السلام؛ ۳۰۰، ۳۳۳

۱۵۵۹، ۱۳۴۹

داؤد علیہ السلام؛ ۸۸، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۵۳

۲۵۸، ۳۰۴، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۳۲

۳۳۵، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۴، ۳۴۸

۳۴۹، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷

۳۸۰، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۶

۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۷، ۴۵۵، ۴۷۴

۴۷۶، ۴۷۷، ۴۸۰، ۴۸۲، ۴۸۷

۴۸۸، ۵۰۰، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۷

۶۳۵، ۶۶۴، ۶۶۶، ۶۷۰، ۶۷۷

۶۷۸، ۷۱۲، ۷۲۸، ۷۶۴، ۷۸۲

۸۱۲، ۸۲۰، ۸۳۷، ۸۳۷، ۹۱۹، ۹۳۱، ۹۳۶

۹۷۷، ۱۰۳۶، ۱۰۳۸، ۱۰۶۵، ۱۱۵۶، ۱۲۰۵

۱۲۲۴، ۱۲۲۷، ۱۳۵۳، ۱۳۵۸، ۱۳۶۶

۱۵۳۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۷۳

۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۵

۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۹۱، ۱۶۰۴

۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹

۱۶۲۲، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳

۱۶۸۵، ۱۷۰۹، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۹

۱۷۲۱، ۱۷۲۹

داب (داؤد)؛ ۱۱۳۷، ۱۲۰۳، ۱۲۲۹، ۱۲۵۳، ۱۲۵۵

دبیر، مرزا؛ ۹۷۳

دجال؛ ۱۲۵۵، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴

۱۲۸۵، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲

دجیہ کلبی؛ ۱۵۳۳

دلیل؛ ۸۷۲، ۱۵۷۹

دوسی قدسی، ربی؛ ۱۱۳۳

درشینور؛ ۶۲۲

دی روس؛ موشیو؛ ۷۹۸

دیش، شاہ؛

دینا بنت یعقوب؛ ۳۳۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶

دی نرد قرش؛

دیونی شس؛ ۳۶۵، ۵۶۶، ۶۰۱

دیوانی شس پتاویوس؛ ۱۰۷۹

دیون؛ ۵۸۸

ذ

ذبی (ذُرُّ)؛ ۲۶۳، ۹۹۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۵۹

(ذُرُّ)؛ ۱۲۵۹

ذوالرّمہ؛ شاعر؛ ۹۸۵

ذوقِ دہلوی؛ شاعر؛ ۹۴۳

ڈ

ڈاردن، ۹۹۵

ڈانٹ، شاعر؛ ۱۵۳۱

ڈومشین؛ ۱۷۹۱

ڈی آگلی؛ ۱۸۷، ۲۳۹، ۲۲۹، ۳۵۲، ۴۷۰

۶۲۷، ۶۶۳، ۶۷۵، ۷۷۵، ۷۸۵، ۷۹۶

۸۱۶، ۸۲۵، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵

۸۳۹، ۸۵۰، ۸۷۳

ڈی شس؛ ۱۷۹۳، ۱۸۰۶

ڈی فانسو؛ دیکھئے فانسو ڈی،

ڈی کوئنس؛ دیکھئے کوئنس،

ڈینیل ولسن؛ دیکھئے ولسن،

ڈین اسٹائن ہوپ؛ ۲۳۹، ۸۲۲، ۸۵۰

ڈیوٹ؛ ۳۹۱

ڈیوڈیٹی؛ ۳۳۰

ڈیوکیلشین؛ ۷۹۳، ۷۹۵، ۷۹۶

ڈیوک ساؤی؛ دیکھئے آبرو جین ساؤی،

ڈیورین؛ ۸۰۲، ۸۰۳

ر

رابرٹسن، جے، ایم؛ ۱۷۱

راحبرس؛ ۳۶۳

راحیل؛ ۵۲۹، ۳۹۷، ۸۱۸، ۸۶۳، ۱۲۲۶

۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳

۱۵۶۴، ۱۶۷۹، ۱۷۱۹

رازئی، امام غزالی؛ ۱۵۸۰، ۱۹۱۷، ۱۹۹۷

۱۳۳۱، ۱۳۳۰، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۷۸۶

راعوت؛ دیکھئے روت

رافعہ؛ ۳۷۳

رام؛ ۳۸۸

راجندر؛ ۱۲۳۶

راکین، پادری؛ ۱۳۸۶

راہو (راہو)؛ ۱۳۰۲، ۱۳۰۸، ۱۳۱۳

راقبہ؛ ۱۳۱۷، ۱۵۵۳

رب، قبی؛ دیکھئے قبی،

رب مانی دیز؛ دیکھئے مانی دیز،

ربیع بن صبیح؛ محدث؛ ۱۱۳۷

رچرڈ، بادشاہ؛ ۱۶۲۸

رچرڈ وائسن؛ ۲۷۲

رچرڈ مینٹ؛ ۱۸۷، ۲۲۹، ۲۳۹، ۳۵۲

۴۷۰، ۶۲۷، ۶۶۳، ۷۷۵، ۷۸۵، ۷۹۶

۷۹۶، ۸۱۶، ۸۲۵، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴

۸۳۵، ۸۳۹، ۸۵۰، ۸۷۳

رجام؛ ۸۸، ۲۵۳، ۳۲۱، ۳۸۸، ۴۶۳، ریس؛ ۵۴۶، ۵۴۳

ریا؛ ۳۹۱، ۵۱۹، ریٹڈ ایبٹا؛ ۸۲

رینان؛ ۱۰۰، رینڈ؛ ۱۶۱۶

ریو؛ ۴۱۵، رستم؛ ۱۶۳۶، ۱۶۳۷

ز

زبٹ؛ ۶۵۳، زبڈیا؛ ۱۰۰

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

زبڈیا؛ ۱۰۵۶، زبڈیا؛ ۱۰۵۶

- زہری، ام بن شہاب؛ ۱۱۳۷،
 زہری بن ابی سلمیٰ؛ ۹۷۳،
 زید بن حارثہ؛ ۱۶۷۷، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶،
 ۱۶۸۷، ۱۶۹۰، ۱۶۹۳،
 زیفانریوس؛ ۱۲۹،
 زینب بنت جحش؛ ۱۲۵۹، ۱۳۰۷، ۱۶۷۷،
 ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰،
 ۱۶۹۳، ۱۷۱۹،
 س
 سارہ، زوجہ ابیہیم؛ ۶۹۹، ۸۱۷، ۱۰۸۹،
 ۱۲۳۳، ۱۵۳۳، ۱۵۳۳، ۱۵۳۵،
 ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۶۷۸، ۱۶۹۱،
 سارابنت اشیر؛ ۳۳۳،
 سافن، منشی؛ ۷۸۵،
 سالتزبرگ؛ ۱۰۶۳، ۱۰۶۵، ۱۷۱۳،
 سالج؛ ۵۲۰، ۱۰۷۷،
 سام بن نوح؛ ۲۵۸، ۵۲۰، ۶۱۷، ۶۱۸، ۱۵۳۱،
 ساؤل؛ ۳۷۳،
 ساؤل طاوت؛ دیکھئے طاوت؛
 ساؤل پولس؛ دیکھئے پولس،
 سائی پرن؛ ۳۶۸، ۶۹۱،
 ساترس، اخویرس؛
 سائرل؛ ۸۳، ۸۵، ۸۶،
 سامن؛ ۷۱۳،
 سکی، تقی الدین؛ ۱۷۳۶،
 سکی، عبدالوہاب؛ ۱۲۷۲،
 اشافلیس؛ ۲۴۲، ۵۱۸،
 سراریوس؛ ۳۸۳،
 سراقہ بن مالک؛ ۱۲۵۹،
 سرکس مارونی؛ ۱۰۲۱،
 سرل؛ ۷۱۳، ۷۱۳،
 سرتقص؛ ۱۱۷، ۳۶۵، ۵۶۳،
 سروخ؛ ۶۱۸،
 سلج کاہن؛ ۱۳۶۹،
 (ابن) سعد؛ (۱۲۵)، ۱۲۵۶، ۱۳۰۸، ۱۳۱۳، ۱۳۲۰،
 سعد اللہ؛ مولانا مفتی، ۱۸۲،
 سعد اللہ؛ ۲۰۶،
 سعدی شیرازی؛ ۹۷۳،
 سعد بن ابی وقاص؛ ۱۲۵۳، ۱۳۱۶،
 سعید، مولانا محمد؛ ۳۰۳، ۲۰۵، ۲۱۰،
 سعید بن جبیر؛ ۹۹۱،
 (ابو) سعید خدری؛ ۱۰۰۳، ۱۲۵۵، ۱۳۱۳، ۱۳۲۰،
 سعید بن المسیب؛ ۵۷۷، ۱۱۳۷،
 (ابو) سفیان بن حرب؛ ۱۲۲۳،
 سفیان بن ابی زہیر؛
 سفیان ابی ہبیرہ؛ ۱۲۵۱،
 سفیان ثوری؛ ۱۱۳۸،
 سفیان بن عیینہ؛
 سفینہ؛ ۱۳۵۵،
 سقراط؛ ۱۲۰۰،
 سکم؛ ۱۵۶۶، ۱۵۶۷،
 (ابن) السکن؛ ۱۳۱۷، ۱۳۲۰،

سکندر مقدونی؛ دیجھے سکندر رومی،

سکندر کیدس، ڈاکٹر؛ ۳۳۰،

سپر جیس؛ ۱۸۹، ۴۳۸، ۴۳۷، ۴۴۵،

سپنی سیوس؛ ۳۸۳،

سلج؛ دیجھے سالج،

سلوس؛ ۲۴۵، ۲۴۶، ۳۶۰، ۴۶۷، ۵۶۸،

۵۷۱، ۵۷۳،

سلفس؛ ۳۵۷،

سلون بن غسوک؛ ۳۸۷، ۳۸۸،

سلمہ بن الاکوٹھ؛ ۱۲۵۲، ۱۳۰۶، ۱۳۱۸، ۱۳۲۴،

رابی سلمہ بن عبدالرحمن؛ ۱۲۵۹،

رام سلمہ؛ ام المؤمنین؛ ۱۰۲۷، ۱۳۱۴، ۱۶۹۰،

سلمیت؛ ۳۸۹،

سلمی؛ ۲۲۴،

سلیم؛ مولانا محمد؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۴، ۲۰۵،

سلیم اللہ، مولانا؛ ۲۱۴،

سلیم شہزادہ؛ ۱۸۱،

سلیمان علیہ السلام؛ ۸۸، ۸۹، ۲۳۱، ۲۵۳،

۲۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۳، ۳۳۱، ۳۴۱،

۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴،

۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۴،

۳۵۵، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰،

۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰،

۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶،

۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱،

۸۱۳، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۷، ۹۳۷، ۹۴۷، ۱۰۳۶،

۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۵۶، ۱۱۸۱، ۱۳۳۰، ۱۳۳۳،

۱۵۵۰، ۱۵۷۲، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰،

۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۶۸۳، ۱۷۴۸،

۱۷۰۹، ۱۷۱۳، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱،

سلیمان جارجی؛ ربی؛ ۶۶۹،

رید سلیمان ندوی؛ ۱۳۰۷، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴،

سلیوکس؛ ۱۶۵۱،

سم، سام بن نوح؛

سام؛ ۳۷۳،

سمرة بن جندب؛ ۲۳۰۵، ۱۳۶۳،

سمعیاء؛ ۷۶۴،

سملر، سیلر؛

سمسون؛ شمسون؛

سموئل علیہ السلام؛ ۸۸، ۳۰۷، ۳۳۰، ۳۴۴،

۶۶۲، ۶۶۷، ۶۶۸، ۷۶۴، ۸۳۹،

۱۸۳۱، ۱۲۰۷، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۵۸۰،

۱۵۹۴، ۱۷۱۸،

سمیکس؛ ۴۹۲،

سخریب؛ ۲۱۰،

سنل جانیسی؛ ۴۶۷، ۴۷۲،

سوبک ریا، سوکک؛ ۳۸۱،

سونخی بلدد؛ ۳۰۹،

سودا، مرزا؛ ۹۸۳،

سوس؛ ۵۳۴،

شافعی، ام؛ ۱۳۱۳

شالتیل، سیالتی ایل؛

شالغ؛ ۶۱۸، ۶۱۹

شانر؛ ۵۰۵

شاهجیان؛ ۱۸۱

شجوب؛ ۶۵۳

شرایه یا شوشاه؛ ۳۸۰

شرجیل جعفی؛ ۱۳۱۹، ۱۳۲۰

شرف الحق صدیقی، مولانا؛ ۱۸۳

شعبه بن التجاج؛

شعیان آموص علیه السلام؛ ۲۵۰، ۲۵۱

۳۲۳، ۳۲۴، ۳۵۲، ۳۵۴

۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴

۶۵، ۶۶، ۸۴، ۸۵

۹۴، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۰، ۱۱۸

۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۳، ۱۳۳

۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۵، ۱۳۳

۱۳۳، ۱۳۹، ۱۳۹، ۱۳۳

۱۴۰، ۱۴۸، ۱۴۹

شعی، ام؛ ۱۲۵۹

شعبه؛ ۵۳۴

شلز؛ ۵۵۱

شایا؛ ۱۱۳۰

شمار؛

شمر بن عطیه؛ ۱۳۱۸

شوشاه؛ ۱۴۰۶

سوع؛ ۱۵۶۸

سومرا بوم اتوری؛ ۲۵۴

سویروس؛ ۴۸۳، ۴۹۲

سہل بن سعد الساعدی؛ ۱۳۱۳، ۱۳۱۴

سیالتی ایل؛ ۳۹۰، ۴۸۴، ۴۸۹، ۵۱۹، ۵۲۰

سیالکوٹی، عبدالحکیم؛ ۱۳۳۰

سید احمد خاں؛ ۱۸۲، ۱۴۰۲، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶

سیدریس؛ ۴۸۳، ۴۳۵

سیدالدین ہاشمی؛ ۱۲۹۶

سیریسوس؛ ۶۰۸

سی سیلوان، ۴۳۵

سیل جارج پادری؛ ۳۴، ۹۲۰، ۱۰۵۳

۱۳۲۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶

سیلاس؛ ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۵۱۳

سیل بن یبرداہ؛ ۱۵۶۸، ۱۵۶۹

سیطر؛ ۳۷۶، ۳۵۳، ۵۳۹، ۶۹۱، ۷۷۲

۷۷۳، ۷۷۴، ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳

سین؛ ۳۵۳، ۳۵۴، ۵۳۹، ۶۵۰، ۷۷۴

سینیکا؛ ۷۷۴، ۷۹۱

سید علی، جلال الدین؛ ۹۹۰، ۱۰۲۲، ۱۲۵۱، ۱۲۶۰

۱۳۰۲، ۱۳۲۱

ش

شارملین، پوپ؛ ۹۲

شاشن؛ ۳۱۲

شمعون؛ ۷۰۵، ۸۴۳، ۱۵۴۹، ۱۵۸۰،

۱۶۱۵، ۱۶۱۸،

شمعون ابرص؛ ۳۳۱،

شمعون اسقف؛ ۷۹۲،

شمعون اسکریونی؛ ۳۱۶، ۱۰۵۰،

شمعون پطرس؛ پطرس؛

شمعون بن پولس؛ ۱۱۲۱،

شمعون دباغ؛ ۶۸۷،

شمعون ساحر؛ ۱۳۳۵،

شمعون بن شطاه؛ ۱۱۲۰،

شمعون صادق؛ ۳۰۰، ۱۱۲۰، ۱۱۲۲،

شمعون قانی؛ ۳۳۳،

شمعون کرینی؛ ۳۱۹،

شمعون بن مکلائیل؛ ۱۱۲۱،

شمعون بن هلال؛ ۱۱۲۰،

شمعون بن یعقوب؛ ۱۵۶۵، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱،

شنياء؛ ۱۱۳۰،

شوستری؛ فوراشد شوستری؛

شولز؛ ۱۹۱، ۶۳۵، ۶۷۹، ۶۸۵، ۶۸۶،

۶۸۷، ۶۹۱، ۷۰۱، ۷۲۲، ۸۰۰، ۸۰۱،

شباب الدین کیرانوی، مولانا؛ ۱۸۳،

شهر بانو بنت یزودجرد؛ ۱۳۲۵،

شهرستانی، علامه عبدالکیم؛ ۸۹۸، ۸۹۹،

۹۹۵، ۱۰۱۱، ۱۰۳۹، ۱۱۶۱،

شيث عليه السلام؛ ۶۱۶، ۱۰۷۳،

شيلي ميشر؛ ۲۱۲،

ص

صادق تيلحي؛ ۱۱۶۲،

صالح عليه السلام؛ ۲۹۸،

صدقيه؛ ۸۹، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۵۳، ۷۶۶،

صديق كاين؛ ملك صديق؛

صديق؛ ۳۸۴،

صديق ربّي؛ ۸۷۰،

صديق، محمد؛ ۲۰۳،

صفا طر رومي؛ بشپ؛ ۱۵۳۳،

صفدر علي؛ ۲۱۳،
صفيناه عليه السلام؛ ۳۱۴، ۳۲۵،

صفوان بن عيمر؛ ۱۲۵۲،

صفوت پاشا؛ ۲۰۷،

صفيه بنت يحيى، ام المؤمنين؛ ۱۳۹۳،

صهيب رومي؛ ۱۲۵۵،

صوفيا، سينت؛ ۹۶،

صولت القصار؛ ۲۰۲،

ض

ضامن شهيد حافظ؛ ۱۹۷،

ضحاك؛ ۵۷۵،

ضدادردی؛ ۲۶۳،

ضياء الدين، مولانا؛ ۲۱۲،

ط

- طائر؛ ۳۴۰، ۸۳۹، ۸۴۰، ۱۵۰۳،
 طائر بن موسیٰ؛ ۴۰۴، ۱۰۸۴،
 طائر؛ ۴۸۴،
 طاموس علیہ السلام؛ ۳۱۱،
 طامی، محمد بن حسین حر؛ ۱۱۶۳،
 طانا؛ ۳۹۵،
 طائشہ ذ، ام المؤمنین؛ ۱۲۵۹، ۱۳۰۸،
 طابہ بن الصامت؛ ۱۲۵۷،
 طاس علی جاجوی ہندی؛ ۱۴۷۱،
 طاس بن سہیل؛ ۱۳۰۳،
 طالحی، شیخ الدلائل؛ ۲۱۱،
 طالحی، محدث دہلوی، شیخ؛ ۱۶۹۱،
 طالحیم، سیالکوٹی،
 طالحید سلطان، ۲۰۸، ۲۱۰،
 طالحی، الآبادی، شیخ الفقراء؛ ۱۸۳،
 طالحی بن الاوزاعی؛
 طالحی بنک؛ دیکھئے باجہ جی زادہ
 طالحی حشتی؛ مولانا، ۱۸۲،
 طالحی جزیری؛ دیکھئے جزیری،
 طالحی سراج، شیخ، ۱۸۳، ۲۱۰،
 طالحی بن عوف؛ ۱۶۵۰،
 طالحی گادرونی؛ ۱۸۰،
 طالحی بن ابی بکر؛ ۱۳۰۵، ۱۳۰۶،
 طالحی (ابن) طالحی؛ ۱۲۹،
 طالحیم حکیم؛ ۱۸۱،
 طالحی، محدث؛ ۱۲۵۲،
 طاب، طالب؛ ۲۶۶،
 طالموت، (ساول)؛ ۸۸، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹،
 ۱۳۲، ۱۳۰، ۱۳۰، ۸۳۲، ۸۳۱، ۶۵۱،
 ۱۶۸۰، ۱۵۹۴، ۱۵۹۳، ۱۵۸۱، ۱۲۲۳،
 ۱۶۸۱،
 طامس انگل؛ انگل،
 طامس نیوٹن؛ نیوٹن،
 طامن؛ ۶۷۶،
 طبرانی؛ ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶،
 ۱۲۹۰، ۱۳۰۵، ۱۳۱۱، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷،
 ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۳، ۱۳۶۳،
 طبری؛ ۱۶۳۸،
 طریفون؛ ۱۸۹، ۴۱۹، ۷۳۷،
 طیس رومی (بادشاہ)؛ ۳۷۶، ۷۸۹، ۱۱۳۳،
 طیس (مکتوب ایہ پولس)؛ ۳۱۸،
 طیفیل بن عمر دروسی؛ ۲۶۳،
 طوبیاء؛ ۳۱۴،
 طوسی، علامہ؛ ۱۰۴۸،
 طیبی، علامہ؛ ۲۹۹،
 طیطوس، طیس؛
 ع
 عابد الممالکی، محمد؛ ۱۸۴،
 عابر بن یعقوب؛ ۲۷۲،
 عار؛ ۶۱۸،

- عبدالسلام؛ ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۱
 عبدالمصیح رامپوری، مولانا؛ ۱۸۳
 عبدالعزیز، سلطان؛ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲
 عبدغنی، شاہ؛ ۱۸۴
 عبدالکریم، حکیم؛ ۱۸۰
 عبداللہ اکبر آبادی، سید؛ ۱۹۵، ۲۴۶
 عبداللہ بن ابی بکرؓ؛ ۱۲۶۰
 عبداللہ بن اُمیہ؛ ۱۶۶۳
 عبداللہ بن خولہؓ؛ ۱۲۵۲
 عبداللہ دحلان؛ ۱۸۴
 عبداللہ بن سلامؓ؛ ۱۵۳۲
 عبداللہ بن صوریہ؛ ۱۳۹۲، ۱۵۳۵
 عبداللہ بن عباسؓ؛ ۵۴۵، ۹۹۰، ۹۹۱، ۱۰۲۸
 عبداللہ بن عمرؓ؛ ۱۲۵۶، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۹، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴
 عبداللہ بن عمرؓ؛ ۱۲۵۶، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲
 عبداللہ بن عمروؓ؛ ۱۱۳۴، ۱۳۳۹
 عبداللہ بن عون؛ شریف مکہ؛ ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲
 عبداللہ بن مسعودؓ؛ ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳
 عبداللہ بن مقفع، مقفع؛
 (سید) عبداللہ؛
 عبداللہ، مولوی؛ ۲۰۹
 عبدالمجید، سلطان؛ ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷
 عبدالمصیح؛ ۱۴۶۹
 عبدالمطلب بن ہاشم؛ ۱۱۹۱، ۱۴۳۶
 عبدالملک بن مروان؛ ۵۱۳، ۹۸۵، ۹۸۶
 عبدالواحد، سیٹھ؛ ۲۰۹، ۲۱۰
 عبدالوہاب بکلی؛ بکلی
 عبدالوہاب دہلوی؛ مولانا، ۱۸۳، ۲۱۲
 عیدیاہ طیبہ السلام؛ ۳۱۳
 (ابو) عبیدہ بن الجراحؓ؛ ۱۶۴۷
 (ابو) عبیدہؓ؛ ۹۹۲
 عقبہ بن ربیعہ؛ ۹۹۲، ۱۰۲۸
 عثمان بے؛ ۲۰۶
 عثمان بن حنیفؓ؛ ۱۳۱۶
 عثمان بن طلحہؓ؛ ۱۲۵۱
 عثمان بن عفانؓ؛ ۲۵۱، ۲۶۵، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۸
 عثمان بن مظعونؓ؛ ۱۲۵۴
 عثمان نوری پاشاہ؛ ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۱۰
 مجلاہ؛ ۱۶۸۱
 عزازیل، ابلیس؛
 عدی بن حاتمؓ؛ ۱۲۵۲
 عروہ؛ ۱۳۱۷
 عزرائیل؛ ۱۷۰۱
 عزیر (یا) عزرا طیبہ السلام؛ ۳۰۸، ۳۲۳
 ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۴۲، ۳۴۵، ۳۵۲
 ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۷۴، ۳۸۷، ۳۹۲
 ۴۶۸، ۵۷۱، ۵۷۲، ۶۳۱، ۶۴۲
 ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷

۱۲۵۹، ۱۳۰۲، ۱۳۰۶، ۱۳۰۹، ۱۳۴۱، ۱۳۴۶

۱۶۴۸، ۱۶۵۰

عمر الدسوقی؛ ۲۱۳، ۲۱۴

عمران بن قاہست (والدموسی)؛ ۳۳۹، ۳۹۵، ۴۰۰

۸۱۸، ۱۰۸۴

عمران بن حصین؛ ۱۳۰۱، ۱۳۰۲

عمر بن ثابت؛ ۲۶۳

عمر بن العاص؛ ۱۶۵۰

عمون؛ ۱۵۲۹، ۱۵۵۰

عمی ایل؛ ۳۵۵

عمیر بن الاسود؛ ۱۲۵۸

عمینداب؛ ۳۸۸

عوبید بن یوحنا؛ ۳۰۴، ۳۸۸، ۵۴۹

عوج؛ ۶۵۶

عون بن مالک الشحی؛ ۱۲۵۱

عیاض قاضی؛ ۱۱۳۱

عید و غیب بین، ۷۶۳

عیر بن یهوداہ؛ ۱۵۶۸، ۱۵۷۰

عیسویں اسحاق؛ ۸۶۵، ۱۱۰۲، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷

۱۳۸۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۴۳۲، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵

عیلی کاہن؛ ۸۳۹

غ

غالب، مرزا، ۹۷۳

غلام احمد قادیانی؛ ۱۰۰۷

غلام علی شاہ؛

۶۳۸، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۵، ۶۵۸

۶۶۱، ۶۶۲، ۷۳۸، ۷۸۰، ۷۸۸

۱۲۵۹، ۱۱۲۰

عزیہ (یا عوزیہ یا عزریاہ)؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۵۵

۳۸۸، ۳۸۹، ۷۶۵

عزیز (ابن) عساکر؛ ۱۲۵۵، ۱۲۵۸، ۱۲۶۰، ۱۳۰۲

۱۳۰۶، ۱۳۰۷

عتارات؛ ۱۵۸۹

عزیز (ابن) عطیہ؛ ۱۷۳۶

عظیم الدین، چودھری؛ ۱۹۷

عصبہ بن عامر؛ ۱۴۲۴

عکریہ (یا) عکن؛ ۳۵۵

عکرمہ؛ ۹۹۰، ۹۹۱

علی بن ابی طالب؛ ۹۹۹، ۱۱۴۶، ۱۱۶۱، ۱۱۶۵

۱۱۷۲، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۲۵۲

۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۱۸

علی بے؛ ۲۰۶

رابو علی جانی، دیکھے جانی،

علی القوشچی؛ ۱۰۳۸

علی بن حسین واقف؛ ۲۹۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲

عمار بن یاسر؛ ۱۲۵۵

عمانویل؛ ۲۵۹، ۳۹۱، ۱۵۲۷

عمر بن الخطاب؛ ۹۶، ۲۶۵، ۵۱۳، ۹۸۰

۱۰۰۸، ۱۰۱۱، ۱۱۶۵، ۱۱۷۱، ۱۱۷۳، ۱۱۷۷

۱۱۷۸، ۱۲۵۳، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷

غلام محمد بن حافظ صادق؛	فراڈ، ہیوریل؛ ۱۰۱
غلام محمد بھانجا راندیری؛ ۲۱۴، ۱۳۸۴	فرعون (سلیمان)؛ ۳۴۱
غیر مل قبلی کیسٹو لک؛ ۶۰۵، ۶۰۴	فرعون (یوسف)؛
ف	فرعون رعیمیس؛ ۳۰۶، ۳۳۷، ۳۷۹، ۶۹۲
فادر کیم؛ دیکھے کیم،	۱۰۹۰، ۱۰۸۳، ۱۰۳۰، ۹۳۵، ۸۷۰، ۷۰۴
فادر مون؛ دیکھے مون،	۱۱۶۰۲، ۱۵۷۵، ۱۲۲۷، ۱۰۹۷
فارض بن یہوداہ؛ ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۸۸، ۶۹۴	فرخ، پادری؛ ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۸۶، ۵۸۷
۸۱۲، ۹۱۹، ۱۰۴۶، ۱۵۷۰، ۱۵۷۲	قری؛ ۳۹۳
فاروس بیلاجیوس؛ دیکھے بیلاجیوس،	فضل پاشا؛ ۲۰۷
فاٹس؛ ۲۷۷، ۳۶۰، ۳۶۹، ۷۱۸، ۷۲۹، ۷۳۰	فقہ؛ ۳۹۳
فاطمہ بنت الرسول علیہ السلام؛ ۱۲۵۸، ۱۳۰۷	فلپ چارم؛ ۹۷
فافار؛ ۱۶۳۷	فلپ آگس؛ ۱۶۲۷
فالخ؛ ۶۱۸	فلپ ملاختون؛ ۱۰۷۹
فانڈر سی، پی، ایس پادری؛ ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷	فلپی بن لیس طبعی؛ ۱۶۸۱
۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲	فلک؛ ۵۶۱
۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۱۴	فلویہودی؛ ۳۵۴، ۶۵۰، ۷۰۲، ۷۰۶
۲۱۳، ۲۱۶، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۷۵	فلیمون؛ ۳۱۸، ۵۴۸
۳۰۱، ۵۸۷، ۱۳۹۴	فندرا، فاندرا؛
فانسو؛ ڈی؛ ۱۶۳۴	فو؛
فانی بدایونی؛ ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۷۳	فوط بن حام؛ ۱۵۴۲
فخر الدین رازی؛ رازی؛	فیبری شیس؛ ۵۹۱
فدایہ؛ ۳۸۹، ۵۲۰	فیتون؛ ۳۷۳
فرامینو؛ ۱۵۰۵، ۱۵۳۲	فیثاغورس؛ ۷۳۶، ۱۲۹۵، ۱۴۰۰
فردوسی؛ ۹۷۳	فیض احمد، مولانا، ۱۹۵
فرش؛ ۳۹۱	فیض احمد خاں، نواب؛ ۲۰۴

فیض محمد صاحب، حکیم؛ ۱۸۲،

فینحاس بن عازار؛ ۳۲۰، ۳۲۲، ۵۳۹، ۶۶۷، ۶۶۸

فیلپس، خواری؛ ۱۶۸، ۱۶۹، ۳۳۳، ۳۳۴،

۶۸۶، ۷۲۶، ۱۱۲۶، ۱۳۹۸،

فیلپس (برادر میرودیس)؛ ۳۹۹، ۵۲۲، ۵۲۳، ۶۷۲،

فیلپس یہودی؛ ۱۳۱۳،

فیلپس کلیمس؛

فیلپس بادشاہ؛ ۱۶۳۷،

فیلپس کوادولس؛ ۷۵۱، ۹۳۰، ۹۳۳،

فیلوکس؛ ایم

ق

قابیل (یا) قاتن؛ ۷۰۱، ۹۳۳، ۱۰۸۲، ۱۵۴۵، ۱۵۹۰،

قادس؛ ۱۳۳۳،

قاسم نافوتوی، مولانا محمد؛ ۱۹۷، ۲۱۳،

قاہست؛ ۳۳۹، ۶۹۵،

قاسم الدین؛ پادری؛ ۵۳، ۵۴،

قنادۃ بن النعمان؛ ۱۳۱۶،

قنادۃ؛ ۱۳۹۹،

قزاقی، علامہ؛ ۱۳۰۱،

قرطبی، علامہ؛ ۵۸۰، ۵۸۲، ۱۱۹۱، ۱۳۷۹، ۱۵۰۹،

قرطباطی؛ ۱۰۱۱،

قطنطین اول؛ ۶۳، ۷۰، ۹۲، ۹۳، ۱۷۳،

۳۱۹، ۶۰۷، ۶۵۶، ۱۱۳۳، ۱۶۲۹،

قسطانی، علامہ؛ ۵۷۶،

قطب الدین عقلانی؛ ۱۶۶۱،

قطورا؛ ۱۳۹۳،

قبحی، رب؛ ۳۵۲،

قورح؛ ۳۳۸، ۱۰۹۱، ۱۶۰۳،

قوش؛ ۴۶۲،

قیدار بن اسماعیل علیہ السلام؛ ۱۰۲، ۱۳۳۱،

۱۳۳۶، ۱۳۳۲،

قیس (الوطالوت)؛ ۱۵۷۴،

قیس بن ذریح؛ ۱۳۳۱،

قیم، ابن؛ ۱۲۰۱،

قینان بن آنوش؛ ۶۱۶،

قینان بن ارغلسد؛ ۵۲۰، ۶۱۸، ۶۱۹، ۷۰۷،

ک

کارٹر؛ ۱۶۳۱،

کارکین؛ ۳۵۵، ۵۴۲،

کارلوس پنجم؛ ۱۶۳۳،

کارلائل؛ ۷۵۲،

کاستی یولیس؛ ۳۵۳، ۵۳۹، ۷۷۴،

کاستیا و لیس؛

کاسینوس؛ ۱۱۲۸،

کالب علیہ السلام؛ ۸۷، ۳۰۷،

کالون جان؛ ۷۶، ۸۱، ۸۶، ۹۹، ۳۲۸، ۳۳۰،

۳۳۰، ۳۹۳، ۳۹۵، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۶۱، ۵۶۲،

کالبش؛ ۴۹،

کالمنٹ؛ ۶۵۴،

کالفتیوس؛ ۶۰۸،

کامتھ؛ ۳۳۸، ۳۸۶، ۷۰۶، ۷۱۳، ۷۷۲،

۶۹۳، ۶۹۲، ۶۹۱، ۶۹۰، ۶۸۸

۷۲۲، ۷۱۰

کریم؛ ۱۵۳۲، ۱۵۰۵، ۱۵۰۳

کری نازین زن؛ ۶۵۱، ۷۱۳، ۷۷۳

کسابن؛ ۷۱۳

کسری بن هرمز؛ ۱۲۵۹، ۱۳۲۰، ۱۳۳۰

کشمینی؛

کعب الاحبار؛ ۵۷۸، ۱۱۹۱، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷

۱۵۳۳

کعب بن مالک؛ ۱۳۱۵، ۱۳۳۲

کلرمن، پادری؛ ۲۲۱

کلارک، آئی؛ ۷۱۳، ۷۳۸، ۷۷۵

کلارک، جان؛ ۱۱۹۹، ۱۲۴۳، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶

۱۲۷۸، ۱۲۸۲

کلارک؛ ۱۸۹

کلاروس؛ ۱۱۳۳

کلودین؛

کلوس؛

کلرک، بی بی ایس؛ ۹۰، ۹۶، ۱۰۰، ۲۳۷

۴۷۳، ۹۳۱، ۱۰۵۳، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸

۱۳۷۵

کلیکاس؛ ۳۸۳

کلینٹ رومی، بشپ؛ ۹۲، ۱۱۶، ۱۳۶۸، ۷۹۲

۷۹۹، ۸۰۱

کلینٹش؛ ۱۱۲۲، ۱۱۲۵، ۱۱۲۷، ۱۱۳۳

کافا، سردار کا بن؛ ۵۳۰، ۵۳۲، ۱۰۵۱

۱۳۳۸، ۱۳۹۱، ۱۵۹۷، ۱۶۰۰

کافا پطرس؛ پطرس،

کایالوس؛

کابو کبشه؛ ۱۲۸۳

کابن، کثیر حافظ؛ ۱۰۰۷، ۱۱۹۱، ۱۵۳۶

کادر لاهر؛ ۱۶۱۸

کاکو؛ ۱۰۵۶، ۱۰۵۸

کاکو؛ ۵۲۶

کاکس؛ ۵۳۸

کاکس، سینٹ، خریطفورس؛

کاکسین؛ ۱۸۶

کاکسینوس نوکر موتانوس؛ ۱۰۷۹

کاکس، اقرار؛ ۱۲۳۶، ۱۲۷۳

کاکس، علامہ؛ ۹۸۱

کاکس زیم؛ ۱۰۷۹

کاکس، گردش،

کاکس، ڈاکٹر؛ ۳۳۰

کاکس، ڈاکٹر؛ ۱۸۹، ۴۷۳، ۷۳۷، ۷۳۸

۷۷۵، ۸۰۰

کاکس، ڈاکٹر؛ ۳۳۵، ۳۳۷، ۵۹۱، ۶۰۳

۶۰۳، ۶۹۱، ۷۱۳، ۷۱۹، ۷۲۲، ۷۶۲

۷۷۵، ۱۰۶۳، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۵۹۹

کاکس، ۱۹۱، ۳۵۷، ۳۵۸، ۶۴۲، ۶۴۳

۶۷۷، ۶۸۶، ۶۸۵، ۶۷۹، ۶۷۸، ۶۷۳

کلیمنٹ ہکنڈری؛ ۱۶۲،

کلیمنٹ اسکندر انوس؛ ۴۸۳، ۴۸۴، ۵۱۴،

۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰،

۵۹۱، ۵۹۲، ...، ۵۹۳، ۵۹۴،

۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۶۱۱،

۷۲۵، ۷۹۲، ۱۱۲۹، ۱۱۳۲، ۱۵۲۳،

کلی می شیس؛ ۵۵۵،

کلیمنٹ شیع، یعقوب؛ ۱۱۶۲،

کمال الدین؛ ۲۰۰،

کمال پاشا؛ ۲۰۶،

کملاتیل بن شمعون بن ہلل؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳،

کملاتیل بن شمعون بن پولس؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۳،

کملوس؛ ۳۲۲،

کموس؛

کنٹربری؛ ۵۸۸،

کنعان بن حام؛ ۱۵۲۱، ۱۵۲۲،

کنفیوٹشس؛ ۵۸۹،

کنی کاٹ، ڈاکٹر؛ ۳۵۳، ۳۷۷، ۴۵۶،

۶۱۵، ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴،

۶۳۰، ۶۳۱، ۶۶۳، ۶۷۰، ۶۷۱،

۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۶، ۷۷۸،

۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۷، ۸۰۸،

۱۰۸۲، ۱۰۸۷، ۱۰۸۹،

کوب؛ ۷۳۳،

کوچہر؛ ۶۹۱،

کواتیلس شس؛ ۸۲، ۱۳۰،

کوب؛ ۵۷۱،

کودروانوس؛ ۴۸۳،

کوڈوڈاکٹر؛ ۵۶۱، ۷۷۳،

کورٹس؛ ۵۲۱،

کوش بن حام؛ ۱۵۲۲،

کوٹسے، ڈی؛ ۱۰۵۰،

کیاروس، پلوری؛ ۱۲۷۰،

کیستو، ڈاکٹر؛ ۱۶۱۰،

کیٹ، ڈاکٹر؛ ۵۱۲،

کیخسرو؛ دیکھئے اخسیرس،

کیراکوس؛ ۶۷۶،

کیس؛ پادری؛ ۳۶۸،

کیسروہیس؛ ۳۹۱،

کیفا، پطرس؛

کیل؛ ۶۶۵،

کیم، قادر؛ ۵۶۱،

کین بل؛ ۷۱۳،

کین، پروفیسر؛ ۱۶۳۷،

کیو؛ ۷۱۳،

کیوری ٹن؛ ۵۹۹،

گ

گاڈفرے بیگنس؛ ۱۴۷۹،

گازرونی؛ دیکھئے عبدالرحمن گازرونی،

گاروے، الفرڈ، ای؛ ۴۱، ۴۲، ۴۷، ۴۸، ۹۴،

گرگوری اول؛ ۹۳، ۹۴،

گرگوری ہفتم؛ ۹۳،

لائس ڈیل؛ ۱۵۲۱،

گریوس، رابرٹ؛ ۱۷۷،

لاون، پوپ؛ ۶۰۸،

گملی ایل؛ ۱۳۲۵،

لاوی بن حلفی؛ ۳۳۵،

گنگوی، رشید احمد مولانا؛ دیکھئے رشید،

لاوی بن یعقوب؛ ۲۳۶، ۳۳۵، ۳۳۹، ۳۰۲،

گورلشپ؛ ۱۳۲،

۶۹۵، ۱۱۲۰، ۱۵۶۵، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱،

گولڈسٹیک، پادری؛ ۷۲،

لائٹ فٹ؛ ۳۳۰، ۵۳۱،

گٹس؛ ۳۵۳،

لبید بن ریعہ؛ ۹۷۲،

گروٹس (Grotius)؛ ۳۵۳، ۳۶۱،

لسانیاس؛ ۵۲۲،

۳۶۹، ۵۲۳، ۶۹۱، ۶۹۲، ۷۱۴،

لسنک؛ ۵۷۱، ۷۳۳،

گلیلیو؛ ۱۰۴،

لعزر؛ ۱۲۱، ۳۲۱، ۸۹۰، ۷۰۵،

ل

لموتیل؛ ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،

لابن؛ ۱۰۹۰، ۱۳۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۱،

لو آتھروس؛ ۵۶۲،

۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۶۹۵،

لو تھمارٹن؛ ۹۸، ۹۹، ۲۲۸، ۲۳۳، ۲۳۴،

لارا؛ ۱۵۲۱،

۳۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۳۳۶،

لارڈز ہفتر بائبل؛ ۲۳۰، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۲،

۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸،

۵۸۸، ۵۹۱، ۵۹۳، ۵۹۵، ۵۹۸،

۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۸۳، ۷۰۹،

۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴،

۷۳۹، ۷۷۳، ۱۱۰۴،

۷۱۵، ۷۲۹، ۷۳۶، ۷۳۹، ۷۶۰،

لوڈ؛ ۷۷۳،

۷۹۵، ۸۳۲، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸،

لوسین؛ ۶۳، ۱۷۲،

لارنس؛ ۶۸۹،

لو ط علیہ السلام؛ ۲۳۱، ۶۳۵، ۶۹۹، ۸۱۲،

لارنٹ یوس کوردو مافوس؛ ۱۰۷۸،

۹۳۲، ۱۰۳۶، ۱۰۷۵، ۱۱۰۹، ۱۱۵۳۸،

لاروقیس؛ ۷۲۷،

۱۵۳۹، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۶۰،

لاسمند پادری؛ ۲۱۳،

۱۶۰۳، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۲۱، ۱۷۰۸،

لاگارڈے، پال ڈی؛ ۶۹۶،

۱۷۲۰،

لاک؛ ۶۱۶،

لوقا؛ ۹۱، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۹،

لامن؛ ۶۸۹،

لیون ولیمز، اے؛ اسٹیم

م

رابن، ماجہ

بجی؛ ۷۷۳

مارس رلیٹن؛ ۳۳، ۳۹، ۵۰، ۵۹، ۶۵، ۶۷

۱۰۷، ۶۸

مارسیون (مرقیون)؛ ۳۵۷، ۵۶۳، ۵۸۳

۷۷۶

مارش؛ ۵۷۱، ۶۸۲، ۷۳۳، ۸۰۲، ۸۰۳

مارٹن لوٹھر، لوٹھر

مارطیروس؛ ۶۷۶، ۹۳۱، ۹۳۲

مارطیوس؛

مارکس، کارل؛ ۱۲۸

مارمارون؛ ۶۰۶

ماریانوس سکوتوس؛ ۱۰۷۸

ماریہ قطیہ؛ ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۷۱۶

مالک ابن انس، امام؛ ۱۱۳۷، ۱۳۰۱، ۱۳۰۳

۱۳۶۳

مالک، ابن؛ ۱۳۹۵

مانی؛ ۵۸۳

مانیکہ حققت؛ ۱۱۳۲، ۱۱۸۰

مانیکیز؛ ۳۶۰

ماہان؛ ۳۱۴

مناقیاس؛ ۱۴۱۵

منشی حواری؛ ۱۶۹، ۲۷۳، ۳۱۵، ۳۵۷

۱۵۸، ۱۶۱، ۳۱۵، ۳۶۸، ۳۹۲، ۳۹۴

۳۹۶، ۳۹۸، ۵۲۱، ۵۳۶، ۵۴۷

۵۵۰، ۵۵۵، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۳

۵۸۶، ۵۹۰، ۵۹۵، ۶۴۸، ۶۶۰، ۶۶۱

۶۱۲، ۶۳۷، ۷۱۷، ۷۳۱، ۷۷۰، ۱۲۹۶

۱۳۲۱، ۱۳۲۶، ۱۳۷۳، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲

۱۵۱۳، ۱۵۱۷

لوئس، سینٹ؛ ۱۶۲۷

لوئس، یازدہم؛ ۱۶۳۲

لوئس، چارلہم؛ ۱۶۳۶

لوئی دینک، والٹر وون؛ ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۷۵

۱۷۶

لیاہ؛ ۳۳۳، ۳۲۹، ۸۱۸، ۸۶۴، ۱۲۲۶

۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳

۱۵۶۵، ۱۶۷۹

لیٹل؛ ۱۸۶

لیس؛ ۱۶۸۱

لیکٹرک؛ ۳۲۶، ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۷۱، ۵۸۸

۵۹۱، ۵۹۵، ۵۹۶، ۶۹۱، ۷۳۳، ۷۷۲

۷۷۳، ۷۷۴، ۱۰۹۲، ۱۰۹۵، ۲۵۹

لیکوسٹلا؛ ۷۰۲

لیگارڈے پال؛ ۱۷۵

لیونہم، پوپ؛

لیورڈہم، پوپ؛ ۱۰۵۷

لیوسلن؛ ۳۳۱

مرقون، مارسیونی؛	۳۳۵، ۳۳۴، ۳۹۶، ۳۹۴، ۳۹۲
مردان؛ ۱۲۵۶	۴۱۳، ۴۸۱، ۶۳۴، ۵۴۱، ۵۵۵، ۵۵۰
مزی، حافظ؛ ۱۲۸۴	۱۱۳۶، ۴۲۶، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۵، ۴۱۳، ۴۱۳
مریک، پادری؛ ۵۱۲، ۱۶۲	متان؛ ۳۸۳
مریم علیها السلام؛ ۳۳۳، ۲۹۹، ۵۶، ۴۳	متوساح؛ ۶۱۶
۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۸۰	متیاه حواری؛ ۳۳۵، ۴۲۶
۸۰۰، ۴۵۴، ۴۲۵، ۶۰۰، ۵۲۴، ۵۲۱	مجاد؛
۱۰۵۲، ۹۱۶، ۸۹۹، ۸۹۸، ۸۱۹	محمد بن اسحق؛ ۱۵۳۶، ۱۴۲۳، ۱۳۱۴، ۱۳۰۱، ۱۲۹۰، ۹۹۱
۱۰۵۳، ۱۱۱۳، ۱۱۵۶، ۱۲۰۰، ۱۲۱۹	محمد بن حاطب؛ ۱۳۱۹
۱۳۵۰، ۱۳۴۴، ۱۳۵۵، ۱۳۴۸	محمد بن علی بن ابی‌رئیس؛ ۱۱۶۰
مریم (اُمّ یس)؛ ۴۲۴	محمد بن کعب؛
مریم (اُخت موسی)؛ ۴۰۴، ۱۰۸۴، ۱۵۴۵	محمود غزنوی؛ ۱۸۰
مریم گدینی؛ ۱۲۱، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۳۳، ۴۳۱	(ابن) محیریز؛ ۱۲۵۳
۹۳۶، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳	مختار ثقفی؛ ۱۲۵۴
مزدار، ابو موسی؛ ۱۰۳۹	مخزوم؛ ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۵۳۴
مستلی نوس؛ ۴۸۳	مرتضی اشعری، سید؛ ۱۱۶۰، ۱۱۶۱
مسلام؛ ۴۸۹	مرتقا، ۱۲۱، ۱۴۰۵
مسلم بن الحجاج؛ امام؛ ۱۱۳۶، ۱۱۳۸، ۱۲۳۹	مرتضی بن نجم؛ ۱۶۳۱
۱۲۵۱، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶	مردکے؛ ۳۱۴، ۳۵۴، ۶۵۱
۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۹۹	مرسیلیوس؛ ۶۰۸
۱۳۰۰، ۱۳۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۶	مرقس انتونیس؛ ۴۹۲
۱۳۱۶، ۱۳۱۸، ۱۳۲۰، ۱۳۲۴، ۱۳۶۴	مرقس یوحنا؛ ۲۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۵۸، ۳۱۵
موتی؛ ۱۶۲۸	۵۵۵، ۵۴۱، ۵۴۳، ۵۸۶، ۵۹۰
میخ بن مردش؛ ۳۱۵	۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۲، ۶۳۴، ۴۲۶
مسلم؛ ۴۳۹	۱۳۲۱، ۱۵۱۴، ۱۵۱۳، ۱۵۱۵، ۱۵۱۴، ۱۵۱۳

میلہ الکذاب؛ ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۲۵۶،

مینا؛ ۵۱۸،

مثنیہ علیہ السلام؛

مصر بن حام؛ ۱۵۴۲،

مصطفیٰ عرندی؛ ۱۵۰۵، ۱۵۰۶،

مصطفیٰ وہبی بے؛ ۲۰۶، ۲۰۸،

مصعب بن عمیر؛ ۲۶۴،

مطلب بن دراعہ؛ ۱۳۱۳، ۱۳۱۴،

(ابن) مطر الحلی؛ ۱۱۶۴،

معاذ بن جبل؛ ۱۳۰۰، ۱۳۰۱،

معاذ بن ابی سفیان؛ ۵۷۸، ۱۲۵۲، ۱۲۵۷،

۱۶۵۰،

رام (معبد)؛

معصم باللہ؛ ۹۸۶، ۹۸۷،

معکہ بنت سلمی؛ ۶۲۵، ۶۸۱،

مغیرہ بن شعبہ؛ ۱۱۳۶، ۱۲۵۴،

مقیم؛ ۳۲۷، ۶۳۱،

مقرب خاں؛ دیکھئے احسن حکیم محمد،

مقریزی؛ ۵۸۲، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹،

۱۰۸۰، ۱۲۷۴،

(ابن) المقفح؛ ۹۹۴، ۱۰۲۸،

مقلوت؛ ۳۷۴،

مقوقس؛ ۱۴۲۵، ۱۴۷۷، ۱۵۳۵،

مکسوم، ابو؛ ۱۲۴۶،

مکیمین؛ ۷۹۳،

مکیوس؛ ۶۰۳، ۶۰۵، ۱۲۴۶،

مکوس؛ ۱۵۸۹،

مکیڈی، رجن، مکیڈی، رجنس؛

مل، ڈاکٹر؛ ۵۹۱، ۶۹۲، ۷۲۲، ۷۲۴، ۷۲۹،

ملاخیا علیہ السلام؛ ۳۱۳، ۴۰۶،

ملاعب الاسد، ابن؛ ۱۳۱۷،

مطر کیتھولک، جان؛ ۱۱۲۹، ۱۳۲۰،

ملز، جان؛ ۶۳۴، ۷۸۹،

ملک؛ ۳۷۴،

ملک صدق؛ ۹۵۷،

ملکوم؛ ۱۵۸۹،

ملکیورکانوس؛ ۴۸۳،

میلنر؛ ۶۵۱، ۷۷۴،

ممانی دیز، رتی؛ ۳۲۶، ۵۳۹، ۷۷۲، ۷۷۴،

مموطل؛ ۳۵۴،

مناظر احن گیلانی؛ ۱۹۶، ۱۱۳۷،

منتش؛ ۱۳۷۸،

منتواں؛ ۱۶۳۳،

مندہ، ابن؛ ۱۲۶۰، ۱۳۱۴، ۱۳۲۰،

مندربن سادوی؛ ۱۴۲۵،

مندوا؛ ۱۳۲۰،

منسی؛ ۳۲۶، ۶۵۲، ۶۵۳،

منسی (بادشاہ)؛ ۳۱۳، ۳۸۸، ۶۵۴، ۷۷۴،

۷۸۴، ۷۷۴،

مکھوس، ڈاکٹر؛ ۱۵۰۶،

۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۸۳	منوح؛ ۸۷۲، ۱۷۰۷
۱۰۸۵، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۷، ۱۱۰۶، ۱۱۱۸	منیر، مولانا محمد؛ ۱۹۷
۱۱۱۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۲، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۸۳	مویاب؛ ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰
۱۱۸۵، ۱۱۹۱، ۱۲۰۱، ۱۲۰۶، ۱۲۱۳، ۱۲۲۳	مویزان؛ ۱۲۶۹
۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۹۸، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶	موت فاکس؛
۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴	موردی، سید ابوالاعلیٰ؛ ۱۷۵۸
۱۳۶۱، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴	مورس؛ ۶۹۱
۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۵	موسیٰ علیہ السلام؛ ۸۷، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۷
۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲	۲۷۷، ۲۶۹، ۲۶۸، ۲۶۷، ۲۲۹، ۱۴۹
۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۸۵	۲۷۸، ۳۰۷، ۳۰۷، ۳۲۳، ۳۲۵
۱۵۱۷، ۱۵۲۰، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۴۶، ۱۵۷۲	۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۳۳
۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷	۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۳۷، ۳۳۷
۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۶، ۱۶۰۰	۳۴۸، ۳۶۰، ۳۷۸، ۳۷۰، ۳۷۷
۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳	۴۷۳، ۴۹۵، ۵۲۳، ۵۳۴، ۵۳۵
۱۶۱۴، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۵۷، ۱۶۸۳	۵۴۱، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۸۵
۱۶۸۵، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰	۶۱۵، ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۳۴، ۶۵۱، ۶۵۲
دانیل موسیٰ اشعری؛ ۱۳۵۷	۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷
موشیم، مؤرخ؛ ۷۳۶، ۱۱۵۶، ۱۳۹۵	۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴
موشیودوی روسی، دیکھے دی روسی،	۶۶۶، ۶۹۵، ۶۹۸، ۷۰۰، ۷۰۳، ۷۰۴
مولک؛ ۱۵۸۹	۷۱۶، ۷۱۸، ۷۴۲، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۳
مون، قادر؛ ۶۹۲، ۱۱۲۲	۷۷۷، ۷۷۷، ۷۷۷، ۷۷۷، ۷۷۷
مونٹ ناکن؛ ۸۰۰، ۸۰۲، ۸۰۳	۸۰۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱
مون ٹیک؛ ۱۱۳۲	۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۶، ۸۳۱، ۸۲۹
مون ٹینس؛ ۱۳۷۵	۸۴۸، ۸۶۰، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱
مونگلر ناکس؛ ناکس،	۹۰۱، ۹۰۳، ۹۰۴، ۱۰۲۷، ۱۰۳۰، ۱۰۴۹

میکناٹ، ۸۳۳،

میل، دیکھے مل؛

میمون باطنی؛ ۱۰۱،

مینالادس؛ ۸۳۱۳،

مینس؛ ۱۲۷۶،

مینلی، جی ٹی؛ ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۶،

۳۲۶، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹،

۳۵۰، ۶۰۱، ۶۰۹، ۶۶۵، ۵۲۸،

ن

ناتن علیہ السلام؛ ۳۷۵، ۳۷۶، ۷۶۳،

۷۶۵، ۱۵۸۳، ۱۵۸۵، ۱۵۸۸، ۱۷۲۹،

ناتن بن داؤد؛ ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵، ۳۹۶،

۳۸۰،

ناحور؛ ۹۱۸،

ناحوم علیہ السلام؛ ۳۱۲،

نارکٹوس اسقف؛ ۱۱۲۸،

ناصر الدین، مولانا سید؛ ۹۰۴، ۱۳۸۹،

ناصر، مسز کے، ایل؛ ۱۵۱،

ناکس، الیگزینڈر؛ ۱۰۱،

ناکس، آر، اے؛ ۳۹۸، ۵۰۱، ۶۷۶،

۱۰۷، ۱۱۰۲، ۱۲۰۹، ۱۲۸۱، ۱۳۲۶،

۱۳۲۷، ۱۳۷۰، ۱۳۷۲، ۱۳۷۵، ۱۳۸۱،

۱۳۷۹، ۱۵۲۹، ۱۵۹۸، ۱۶۲۱،

ناکس، مولنگر؛ ۱۳۰۹، ۱۳۰۷،

نالوتوی؛ دیکھے قاسم نالوتوی، مولانا محمد،

مونینور سمعانی؛ ۶۰۶،

مہدی، ام؛ ۱۲۵۵، ۱۳۹۰، ۱۴۲۵، ۱۴۵۲،

۱۴۸۵، ۱۵۲۷،

مہران؛ ۱۶۲۶،

مہر شلال جاشینر؛ ۱۳۶۲، ۱۳۶۳،

مہلائیل؛ ۶۱۶،

میخوس برول دیوس؛ ۱۰۷۹،

میخا علیہ السلام، میکا،

میخائیل مشاق؛ ۶۰۲، ۱۰۵۵، ۱۰۵۹، ۱۱۳۵،

میر تقی میر؛ ۹۸۲، ۹۸۳،

میری، ملکہ؛ ۱۶۲۳،

میسرہ؛

میکائیل علیہ السلام؛ ۸۷۸، ۱۰۹۵،

میکائیل، بطریق؛ ۹۶،

میکائیل متلی نوس؛ ۱۰۷۸،

میکائیل، ۳۳۶، ۵۳۹، ۵۴۵، ۵۴۶،

۵۷۱، ۷۱۴، ۷۲۲، ۷۳۳، ۷۷۲،

۷۷۳، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۳، ۸۰۴،

میکاہ علیہ السلام؛ ۳۱۲، ۳۷۳، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰،

میکایاہ (مکہ)؛ ۳۸۸،

میکڈی برٹس؛ ۵۵۵، ۵۶۲،

میک کنن جمیں؛ ۶۲، ۶۳، ۱۱۸، ۱۳۷،

۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۷۱، ۱۷۲،

۱۷۳، ۱۷۶،

میکل بنت سادل؛ ۱۶۸۰،

ناتش؛ ۳۹

نجم؛ ۳۷۳

نبوذرادان؛ ۳۶۰، ۳۶۳

نبوکدنصر؛ . . . بخت نصر

نقش ایل؛ ۳۱۰

نہان اریلی؛ ۱۱۲۰

نجاشی، اصمہ؛ ۹۹۹، ۱۰۲۷، ۱۳۲۵، ۱۳۳۵

۱۳۲۶، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۵۳۳

نابو، انجم، شاعر؛ ۹۸۵

نخسون؛ ۳۸۷، ۳۸۸

نخمیاء؛ ۳۰۸، ۳۳۵، ۳۸۷، ۳۶۸، ۷۶۶

نذب؛ ۱۲۳۶

نزیب، ایچ، الیں؛ ۳۳۳

نسائی، امام؛ ۱۲۵۵

نسطور حبشی؛ ۱۵۳۳

نسطور یوس؛ ۶۵، ۶۶، ۸۹۸

نسیم بے؛ ۲۰۶

نصرت پاشا؛ ۲۰۶

نضر بن الحارث؛ ۱۳۶۳

نظام ابراہیم بن سوار معزلی؛ ۹۹۵، ۱۰۳۹

نظامی گنجوی؛ ۹۷۳

نعمانی صوفی؛ ۳۰۹

نعمان بن بنیامین؛ ۶۳۱

نعمت علی ہندی، مولانا؛ ۱۲۹۳

نعیم؛ ۲۶۲

نعیم بن حارث؛ ۱۲۵۲

نابو نعیم؛ ۹۹۲، ۱۲۵۵، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰

۱۲۹۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶

۱۳۰۷، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۳

۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱

۱۳۲۲، ۱۳۲۳

نکلیتوس؛ ۶۰۸

نواب علی، سید؛ ۱۱۲۳

نواس بن سمعان؛ ۱۲۵۵

نومیس؛ ۳۶۸، ۶۹۱

نوح علیہ السلام؛ ۱۹۰۶، ۳۷۷، ۳۷۹، ۴۵۸

۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۸۱۷

۹۳۳، ۷۰۷، ۱۰۷۷، ۱۱۵۷، ۱۱۵۹، ۱۲۳۴، ۱۲۷۳

۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۳۳۱، ۱۵۴۱

۱۶۰۱، ۱۶۰۳، ۱۶۲۱، ۱۷۰۸

نوح؛ ۳۲۷، ۶۳۱

نور اللہ شومتری؛ ۱۰۲۸، ۱۱۶۲

نوشیروان؛ ۱۳۵۱، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹

نیر، شاہ؛ ۱۶۲، ۷۹۱، ۱۶۰۳

نیری؛ ۳۹۰، ۵۱۹، ۵۲۰

نیکدیس؛ ۸۸۸

نیکفورس؛ ۶۰۳

نیکولاس، ابراہیم؛ ۳۸۳

نیمرو؛ ۷۳۳

نیندر؛ فاضل؛ ۳۱۱

نیوٹن، اسحق؛ دیکھے اسحق نیوٹن،

نیوٹن تھامس؛ ۲۶۵، ۲۶۷، ۳۶۹، ۵۱۲

، ۱۶۲۹، ۱۶۵۰

نیوسن؛ ۳۸۸

نیومین؛ جان ہنری؛ ۱۰۱

و

وائٹہ بن اسحق؛ ۱۲۵۸

وائٹسن؛ ۱۸۹، ۲۳۰، ۲۴۳، ۵۲۶، ۵۳۷

، ۵۵۱، ۷۱۵، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۹

، ۷۵۰، ۷۷۵، ۷۹۶

وارڈ کیٹھولک؛ ۲۳۱، ۲۵۲، ۳۵۳، ۳۵۷

، ۳۶۳، ۵۵۱، ۵۵۳، ۵۶۱، ۵۶۲

، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۸۹، ۶۹۱، ۷۳۵

، ۷۵۰، ۷۵۳، ۷۷۳، ۷۷۴

دارن؛ ۳۵۵، ۵۴۲

واصل بن عطار محترمی؛ ۹۹۵

واسطین دارو؛ ۳۰۹

واقعی؛ ۱۲۵۱، ۱۳۱۷

والسکی روس؛ ۳۸۳

والٹن، ۷۱۳

وانٹل؛ ۳۳۰، ۷۷۲

وانڈرہوٹ؛ ۷۹۸

وائی ٹیکر؛ ۱۸۹، ۵۶۲، ۷۳۸، ۷۷۵

وائی ٹر؛ ۷۷۱

وائی ٹس تھیوڈورس؛ ۵۵۴

وائڈ؛ ۸۰۰، ۸۰۱

وٹ بی؛ ۸۲۵، ۸۳۱

وٹ رنگا؛ ۳۵۷

وٹسٹن؛ ۶۹۰، ۶۹۱، ۷۲۳، ۸۰۰، ۸۰۱

، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵

وٹفیلڈ؛ ۶۹۱

وزیر خان، ڈاکٹر محمد؛ ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱

، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۲۲، ۲۸۵، ۵۸۷

وٹسن (یا وشتن)؛ ۳۵۳، ۵۳۹، ۵۹۸

، ۶۰۰، ۷۷۴

ولریان، شاہ؛ ۷۹۳

ولسن، ڈینیئل؛ ۷۷۲، ۷۷۷

ولید بن مغیرہ؛ ۹۹۰، ۹۹۱

ولیم پادری؛ ۱۲۷۰، ۱۳۷۱

ولیم چرچ ارچرڈ؛ ۱۰۱

ولیم محشریٹ؛ ۱۸۶

ولیم اسمتھ؛ ۱۲۶۷، ۱۵۴۰

ولیم شلنگ درتھ؛ ۱۰۰

ولیم گلبن؛ ۱۸۶

ولیم لنک؛ ۱۰۷۸

ولیم میور؛ میور

ولیم وائٹن؛ ۲۲۹

ولن سنٹ، اسقف؛ ۱۱۳۳، ۱۱۳۴

ہیری سینٹ؛ ۳۴۷، ۱۳۷۳،

ہینا سینٹ؛ ۷۰،

ہمام بن منبہ؛

ہمفرے؛ ۷۱۹، ۷۵۱، ۷۷۵،

ہنڈ ڈاکٹر؛ ۷۱۳،

ہنڈ؛ ۶۳، ۱۳۷۳،

ہنڈ ابو؛ ۲۶۳،

ہندو رتو بہادر جہا راجہ؛ ۱۸۲، ۱۸۳،

ہنری ہفٹر؛ ۱۹۰، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۷۸،

۳۴، ۳۴۱، ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۸۲،

۳۸۳، ۳۸۵، ۳۸۷، ۵۲۲، ۵۵۹،

۶۱۵، ۶۱۷، ۶۱۹، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸،

۶۳۱، ۶۵۳، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۵، ۶۶۹،

۶۸۰، ۶۸۱، ۶۹۸، ۷۰۲، ۷۰۷، ۷۰۹،

۷۱۵، ۷۱۸، ۷۶۲، ۷۶۶، ۸۳۳، ۸۰۷،

۸۸۰، ۸۸۹، ۹۱۰،

ہنری؛

ہنری سوم؛ ۱۶۲۸،

ہنری چہارم؛ ۱۶۳۸،

ہنری ہشتم؛ ۹۹، ۲۳۳، ۲۳۷،

ہنری کوس پندائوس، ۱۰۷۸،

ہولیس، تھامس؛ ۱۰۰۰،

جون ہفٹر؛ ۱۸۹، ۱۹۱، ۲۲۹، ۲۵۸، ۳۴۷،

۳۴۸، ۳۵۵، ۳۶۲، ۳۷۱، ۳۸۳، ۴۰۰،

۴۰۶، ۴۵۶، ۴۸۱، ۵۲۳، ۵۵۱، ۵۵۵،

۵۶۹، ۵۷۱، ۵۹۱، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۶،

۶۳۸، ۶۴۱، ۶۴۳، ۶۴۹، ۶۵۲، ۶۵۳،

۶۶۰، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۷، ۶۷۲، ۶۷۵،

۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳،

۶۸۷، ۶۸۸، ۶۹۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳،

۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۷، ۷۲۲، ۷۳۶،

۷۳۸، ۷۴۱، ۷۴۳، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۵۲،

۷۵۳، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۷۲، ۷۷۹، ۸۰۲،

۸۶۴، ۸۹۵، ۱۰۱۱، ۱۱۲۳، ۱۱۸۵،

۱۱۸۶، ۱۳۷۲،

ہوسہ شاہ؛ ۳۵۷،

ہوسہ بن ہیری علیہ السلام؛ ۳۹۳، ۳۹۴،

۸۶۷، ۸۱۸، ۸۱۹،

ہولڈن؛ ۳۵۰،

ہومر، شاعر؛

ہیجے سیس؛ ۱۶۶، ۱۱۲۷،

ہیرودیس؛ ۹۰، ۱۱۳، ۱۶۵، ۳۹۸، ۳۹۹،

۴۰۰، ۴۳۴، ۴۴۹، ۴۹۳، ۴۹۵،

۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۲۱، ۵۲۲،

۵۲۳، ۵۷۹، ۶۷۲، ۸۷۹، ۱۲۸۱، ۱۶۷۵، ۱۶۸۰،

ہیرودیس؛ ۳۳۳، ۴۹۹، ۵۲۲، ۵۲۳،

۶۷۲،

ہیلز؛ ۶۱۵، ۶۱۹، ۶۲۰، ۷۱۰، ۷۳۰،

۷۷۳،

ہیمان ادراسی؛ ۳۳۷، ۳۳۸،

حسین لیں؛ ۶۹۱،

ہیوئی کینٹ؛ ۶۵۳، ۶۱۵، ۶۲۳، ۶۶۸،

۷۰۳، ۱۰۸۲، ۱۰۸۹،

میوٹ، ڈاکٹر؛ ۳۳۰، ۱۵۰۶،

میریل فراڈ؛ فساد ڈ

ی

یاسطامطان؛ ۶۰۳،

یازک، فاضل؛ ۸۳۹،

یارس،

یاسر؛ ۱۳۹۳، ۱۱۵۳۵،

یاسون؛ ۱۳۱۳، ۱۳۱۴،

یافت بن نوخ؛ ۱۵۴۱،

یاقت؛ دیکھے حموی،

یاقہ، ۳۳۹، ۳۵۱،

یاقین خانی علیہ السلام؛ ۷۶۵،

یاقین بادشاہ؛ ۱۶۳۳،

یائیر؛ ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴،

یایل؛ ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۵،

یتیمیر؛ ۵۷۱،

یحییٰ علیہ السلام؛ ۲۳۳، ۲۷۴، ۳۱۵،

۳۱۶، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۹،

۳۱۲، ۳۱۳، ۳۳۳، ۴۹۸،

۴۹۹، ۵۲۳، ۵۲۳، ۶۴۲، ۷۲۹،

۹۰۳، ۹۰۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۵۱،

۱۰۵۲، ۱۱۱۰، ۱۳۳۳، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶،

۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۱، ۱۳۵۵،

۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۵۰۲، ۱۵۳۹، ۱۶۶۰،

۱۶۶۱، ۱۶۹۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۷، ۱۷۲۵،

۱۷۳۶، ۱۷۳۷،

یحییٰ بن حکم غزالی؛ ۹۹۵، ۱۰۲۸،

یدوتون، جدوتھن؛

یدیعیل؛ ۳۲۷، ۶۳۱،

یدیعام؛ یوربعام؛

یزدجرد؛ ۱۳۲۵، ۱۳۷۰،

یزید بن ابی عبیدہ؛ ۱۳۱۸،

یزید بن رومان؛ ۱۲۶۰،

یزید بن معاویہ؛ ۱۲۵۶،

یسعیاہ، شعیار علیہ السلام؛

یسی بن عوبید؛ ۳۰۷، ۳۸۸، ۱۲۲۳،

یسولعام بن حکمونی؛ ۳۷۶،

یسوع مسیح، مسیح علیہ السلام؛

یسوع؛ ۳۵۲، ۶۵۰،

یسیر بن جابر؛ ۱۲۶۲،

یصہر بن قابیث؛ ۳۳۹،

یعقوب علیہ السلام؛ ۸۷، ۱۱۵، ۲۷۲،

۳۳۳، ۳۳۹، ۳۳۹، ۳۸۷، ۵۱۳،

۵۲۷، ۶۹۸، ۷۷۲، ۸۱۳، ۸۱۸، ۸۱۹،

۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹،

۸۷۰، ۸۷۱، ۹۳۶، ۹۷۷، ۱۰۳۷،

۱۰۶۵، ۱۰۷۳، ۱۰۸۵، ۱۰۹۰، ۱۱۰۲،

یمبریس؛ ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۹، ۴۵۰

یخبل؛ ۶۴۲، ۶۹۲

ینیس؛ ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۹، ۴۵۰

یوآب؛ ۳۴۳، ۳۴۵، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۸

۴۵

یوآس (۸۰-۱۱۲)

یوآنه؛ ۶

یوایل علیه السلام؛ ۳۱۱، ۳۹۲، ۴۰۳

یوتام؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۸۸

یوتقی نیس؛ ۳۴۴، ۴۱۳

یوثنی بن یحنا؛ ۱۱۲۰

یوحنا المعمدان علیه السلام؛

یوحنا انطاکی؛ ۸۹۸

یوحنا بن زبدي حواری؛ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸

۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷

۲۴۳، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۵۸، ۳۵۹

۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵

۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱

۳۳۸، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸

۳۵۵، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲

۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸

۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷

۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷

۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳

۴۰۶

۱۱۹۳، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰

۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶

۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲

۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸

۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴

۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰

۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶

یعقوب (ابو نجار)؛ ۲۹۴، ۲۹۵

یعقوب برزغانی، ۶۶، ۸۹

یعقوب بن حلفی (مغیر)؛ ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۶۹

۲۳۲

یعقوب بن زبدي (حواری)؛ ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۶۹

۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰

۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶

۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲

۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸

یعقوب نافوتوی، مولانا محمد، ۲۱۲

یعقوب بن یوسف نجار (بزرگ)؛ ۱۳۴، ۱۳۵

۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱

۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷

۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳

یعقوب (ابو نجار)

(ابو یعلی)؛ ۹۹۲، ۱۲۵۴، ۱۳۰۲، ۱۳۰۶

۱۳۰۷، ۱۳۰۸

یکنیاه، یهو یا کین؛

یوحنا بزرگ؛ ۱۱۸، ۱۱۹، (۱۲)، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۵

۱۲۶، ۱۲۷، ۱۶۷

یوحنا مرقس؛ دیکھے مرقس،

یوحنا، مفسر؛ ۳۳۶

یوحنا غم الذہب، کریزاسٹم،

یوحنا (جد) ۵۱۶

یوحنا بن الیاسب؛ ۶

یورام؛ ۳۸۰، ۳۸۸

یورجام بن نباط؛ ۸۹، ۲۵۳، ۳۸۴، ۳۵۳

۶۳۸، ۷۸۳، ۱۰۷۳، ۱۰۷۵

یورفری؛ ۴۸۵

یوحسد؛ ۴۸۹

یوسف علیہ السلام؛ ۳۰۶، ۴۲۹، ۶۹۶

۸۶۵، ۹۳۶، ۱۰۷۳، ۱۱۹۳، ۱۳۵۲

یوسف پادری؛ ۴۷۰

یوسف نابیا، ربی؛ ۷۵۱

یوسف بن محمود شاہ؛ ۹۸۶

یوسف بخار؛ ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۳، ۳۹۶

۳۹۷، ۳۹۹، ۴۸۰، ۴۸۴، ۴۹۴

۴۹۹، ۵۰۴، ۹۴۵، ۱۱۵۱، ۱۱۵۶

۱۱۵۸، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۳۵۰، ۱۳۷۴

یوسف دلف؛ ۹۳۲، ۹۳۳

یوسی بن یوسیر؛ ۱۱۲۰

یوسیاہ بن امون؛ ۲۵۳، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۲۵

۴۵۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۸، ۴۸۸

۷۲۰، ۷۶۶، ۷۸۱، ۷۸۵، ۷۸۶

۷۸۷، ۱۱۹۷، ۱۳۴۴، ۱۵۳۳، ۱۵۹۰

لوسی بس، مورخ؛ ۱۱۶، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۸۹، ۳۲۲

۳۴۷، ۳۶۰، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷

۳۶۸، ۳۶۹، ۵۵۱، ۵۹۸، ۵۹۹

۶۰۱، ۶۴۸، ۶۵۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴

۷۱۵، ۷۱۶، ۷۳۷، ۷۶۱، ۷۹۵، ۸۰۰

۸۰۱، ۱۱۲۴

یوسیس؛ ۳۲۴

یوسیف، مورخ؛ ۱۶۶، ۳۵۶، ۳۸۷

۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۶، ۴۷۲، ۴۸۳

۴۸۴، ۴۹۶، ۴۹۹، ۶۱۷، ۶۱۹

۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۷۴۲

۷۶۷، ۷۸۹، ۸۹۱، ۱۰۷۸، ۱۲۰۹

۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸

یوش علیہ السلام؛ ۸۷، ۳۰۷، ۳۳۲، ۳۴۲

۳۴۳، ۴۹۴، ۵۴۱، ۶۵۴، ۶۵۹

۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۶۶

۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۷۶۳، ۷۷۲

۱۱۲۰، ۱۱۲۲، ۱۳۰۶، ۱۲۴۲، ۱۲۷۶

۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۵

۱۵۳۱، ۱۶۱۴

یوش بن برخیا؛ ۱۱۲۰

یکبذ (ام موسیٰ)؛ ۶۹۵، ۷۰۰، ۸۱۸، ۸۸۴

یوناہ؛ یونس،

یزید بن عزیمال، رقی؛ ۷۵،

یونس علیه السلام؛ ۲۶۶، ۳۱۲، ۵۰۳، ۵۰۴

۵۰۵، ۱۰۴۳، ۱۰۴۵، ۱۰۶۶، ۱۶۶۷

یوایل علیه السلام؛ ۳۱۱،

یہود آخر، اخزیاء؛

یہود؛ ۷۷۳،

یہوداہ بن یعقوب؛ ۳۷۳، ۴۵۳، ۴۸۷، ۴۸۸

۸۱۲، ۱۰۶۹، ۱۰۷۶، ۱۰۸۷، ۱۰۹۵، ۱۰۹۷

۱۲۴۰، ۱۳۵۳، ۱۳۱۳، ۱۵۹۸،

۱۵۶۹، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۷۱۳،

یہوداہ، اسکریتی؛ ۶۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۹،

۳۱۹، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۳۱، ۳۳۱

۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶

۵۲۳، ۵۶۹، ۷۵۷، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰،

۱۰۵۱، ۱۰۶۱، ۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۵۰۷

۱۵۰۸، ۱۵۹۵،

یہوداہ، تیاروس حواری؛ ۱۲۱، ۱۶۳، ۱۶۸،

۱۶۹، ۳۱۹، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷،

۳۶۸، ۳۳۵، ۷۳۶،

یہوداہ بن دوش، رقی؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳،

یہوداہ گلیل؛ ۱۳۲۵، ۱۳۲۶،

یہوداہ مکالی؛ ۸۹،

یہوداہ بن یحییٰ؛ ۱۱۲۰،

یہودیت؛ ۲۵۳،

یہورام؛ ۳۷۶، ۶۲۵،

یوسفط؛ ۳۸۸، ۷۶۵،

یہوئاز؛ ۳۷۳،

یہوئان؛ ۳۷۳،

یہویاکین؛ ۳۵۴، ۳۷۶، ۳۹۰، ۳۵۳،

۴۵۷، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۸۳، ۴۸۵،

۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۵۲۰،

۶۳۹، ۶۵۰، ۷۲۰،

یہوئاز؛ ۱۲۰۹،

یہوئیم بن یوسیاہ؛ ۳۵۳، ۳۹۵، ۴۰۳،

۴۰۴، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۵،

۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۵۲۴، ۷۲۰، ۷۲۱،

مقامات

آرمینیا؛ ۶۵، ۳۷۹،	ارام؛ ۴۵۷، ۴۵۷، ۴۹۳، ۶۳۰، ۶۶۶، ۱۶۱۶،
آستانہ؛ ۴۶۲،	ارحوب؛
آسٹریا؛ ۱۵۰۵،	اردن؛ ۳۸۱، ۶۶۷، ۱۷۲۵،
آسٹریلیا،	اردن، ہنر؛ ۳۰۶، ۳۱۰، ۶۲۲، ۱۳۵۵،
آسٹریا؛	ارنون؛ ۶۵۸،
آسیہ؛ ۳۱۸، ۵۴۸، ۵۴۹،	اریجا؛ ۴۰۸، ۴۲۱، ۱۵۷۸،
آگرہ؛ ۱۸۶، ۱۹۵، ۲۱۳، ۲۴۲، ۲۴۶،	ازہر، جامع؛ ۷۷۹، ۱۱۴۴،
۲۵۱، ۲۸۵، ۳۵۵، ۴۷۱،	آسینول؛ ۱۶۲۵، ۱۶۲۷،
آئرلینڈ؛ ۱۶۴۳، ۱۶۴۳، ۱۷۰۳،	اسپانیہ، اندلس؛
البحین؛ ۵۲۲،	اسپرگ؛ ۵۶۲،
اتوریہ؛ ۵۲۲،	استنبول، قسطنطنیہ؛
اٹلی؛ ۹۹، ۳۱۶، ۶۰۹، ۷۹۳، ۷۹۹،	استیا، دریائے؛ ۲۳۵،
۱۶۳۶،	اشاربرگ؛ ۳۴۵، ۵۳۹،
اجنادین؛ ۱۶۴۷،	اسرائیل؛ ۸۹، ۳۸۴، ۴۵۷، ۴۹۳،
احمد؛ ۲۶۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۵، ۱۰۰۵، ۱۳۹۱،	۵۴، ۶۲۶، ۶۲۸، ۷۶۵، ۷۸۳،
۱۶۵۸،	۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۶۸۲،
احمر، بحر؛ ۳۳۷، ۶۹۶،	اسکاٹ لینڈ؛ ۷۵۲، ۱۶۴۳،
اخیہ؛ ۶۱۰، ۱۳۵۳،	اسکاٹشیا؛ ۱۶۸،
اردوم؛ ۳۱۳، ۳۰۷، ۳۵۱، ۶۳۰، ۶۵۱،	اسکندریہ؛ ۱۶۳، ۶۴، ۲۰۶، ۳۱۵، ۳۶۱،
۱۰۸۷، ۱۳۳۳، ۱۳۸۴،	۳۷۲، ۵۸۲، ۸۰۰، ۸۰۳، ۸۰۴، ۹۳۱،
اڈیشا؛ ۱۶۸، ۳۳۰، ۷۲۳،	اسور؛ ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۵۷، ۱۲۳۹،
اراراط؛ ۳۷۹،	۱۶۰۲،
اراغون؛ ۱۶۳۳،	اشدود؛ ۱۲۰۳،

بدر : ۲۶۱، ۳۰۳، ۸۰۰، ۱۲۹۸، ۱۳۲۳،	بیردتی :
۱۶۶۲	بیروت : ۲۲۹، ۲۵۰، ۳۳۸، ۵۲۶، ۸۶۱
بژولی : ۱۸۲	۱۰۵۵، ۱۰۸۶، ۱۳۰۳، ۱۳۰۷، ۱۳۸۶
برطانیه : ۹۳، ۹۳، ۳۷۲، ۳۸۶، ۷۵۲،	۱۵۹۹، ۱۶۳۰
۷۸۸، ۱۰۰۰، ۱۰۳۳، ۱۰۳۳،	بیت ایل، بیت المقدس :
برکس : ۳۳۱	بیت حداد :
برما :	بیت شمس : ۶۶۸، ۶۰۳،
بریا : ۷۱۴	بیت صیدا، بیت حداد : ۱۳۶۹، ۱۵۰۳،
بزمیرس : ۱۶۲۶	بیت عنایه یا بیت عین : ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۱،
بسلوویت : ۹۳۱	بیت الفحم : ۲۵۸، ۲۵۹، ۳۰۷، ۳۹۸، ۳۹۹،
بسن : ۶۵۲، ۶۵۳	۳۵۳، ۳۹۰، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۲۲، ۴۸۱
بصره : ۱۱۳۸	بیت المقدس : ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۶، ۱۰۴،
بصری : ۹۹۹، ۱۲۶۰	۱۰۵، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۴۶،
بطاه :	۱۳۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۵،
بعلبک : ۸۹۷	۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵،
بغداد :	۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۵۳،
بلقان : ۹۳	۲۵۸، ۳۰۸، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۲۶، ۳۳۰،
بنارس : ۱۸۶، ۱۲۷۰	۳۳۱، ۳۶۲، ۳۶۹، ۳۷۶، ۳۸۲،
بنی یعقوب : ۱۰۸۶، ۱۰۸۷	۳۸۳، ۳۸۷، ۳۸۹، ۳۹۹، ۴۰۰،
بواط : ۱۳۰۰	۴۰۱، ۴۲۱، ۴۲۱، ۴۳۸، ۴۵۴، ۴۵۵،
بوشتن : ۳۵۷، ۵۶۳، ۷۱۶،	۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۳، ۴۶۷، ۴۷۶،
بوهمیا : ۲۳۵	۴۹۰، ۴۹۶، ۵۰۱، ۵۰۹، ۵۱۳، ۵۱۳،
پبار : ۱۸۱	۵۳۴، ۵۶۱، ۵۸۲، ۶۲۰، ۶۲۵،
پیرسلج : ۸۶۳	۶۳۳، ۷۱۵، ۷۱۷، ۷۱۷، ۷۸۴، ۷۸۵،
پیرلی، رودنی : ۱۳۵۷	۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۰، ۷۹۲، ۸۶۳،

ترکی؛ ۱۸۰، ۳۱۷، ۳۳۷، ۸۹۸، ۱۳۷۷،	۸۶۵، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۹۱، ۹۳۹،
ترنٹ؛	۱۰۶۱، ۱۰۹۰، ۱۱۰۲، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲،
ترد آس؛ ۵۴۸	۱۱۲۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۲۰۹، ۱۲۱۹،
لقوع؛ ۳۱۱	۱۲۳۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۳، ۱۲۵۷، ۱۲۷۰،
تمنت؛ ۱۵۶۸	۱۳۳۳، ۱۳۳۳، ۱۳۰۲، ۱۳۱۴، ۱۳۳۳،
تنعيم؛ ۱۲۶۱	۱۳۴۳، ۱۳۵۳، ۱۵۰۱، ۱۵۰۳، ۱۵۱۲،
توموس؛ ۱۶۲۶،	۱۵۱۵، ۱۵۷۷، ۱۵۸۲، ۱۵۹۰، ۱۶۰۶،
تہامہ؛	۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۵۰، ۱۶۸۲،
تھانہ بھون؛ ۱۹۷، ۲۱۲،	۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۷۲۵،
تھیلینکے؛ ۳۱۷،	پافس؛ ۱۳۳۵،
تھواتیرہ؛ ۱۳۷۰،	پامی کلاٹ والٹن؛ ۷۰،
ٹرلور؛ ۳۲۱، ۶۳۷،	پانی نیت؛ ۱۸۰، ۱۸۱، ۲۰۰، ۲۱۱،
ٹرنٹ؛ ۳۲۱، ۶۳۷، ۷۳۵،	ٹیالہ؛ ۱۸۲،
ٹمبر دریا؛ ۳۱۶،	پریمگال؛ ۱۰۶۳،
ٹنیات الوداع؛ ۱۳۳۲،	پردشیا؛ ۱۵۰۳،
ٹور، غار؛ ۱۰۲،	پلاسی؛ ۱۹۶،
ٹولوس؛ ۱۶۳۳،	پمفولیر؛ ۱۵۱۳،
جات؛ ۳۸۰،	پنجیٹھ؛ ۱۹۸،
جامع بایزید؛ ۳۶۲،	پنٹلس؛ ۳۱۸، ۵۸۳،
جبعون؛ ۱۲۴۲، ۱۲۷۶، ۱۵۹۲،	پیرس؛ ۵۹۵، ۷۹۹، ۱۶۳۷،
جحفہ؛ ۱۰۱۲،	پیا؛
جدہ؛ ۱۸۳، ۱۹۹، ۲۰۶، ۱۰۱۲،	تبوک؛ ۱۳۰۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۶، ۱۳۳۳،
جدجودہ؛ ۱۰۸۶،	ترخونی تس؛
جرار؛ ۱۰۸۹، ۱۵۴۴، ۱۵۵۳،	ترسُس؛ ۱۰۴، ۱۰۶،
جرمنی؛ ۹۴، ۹۹، ۱۰۹، ۵۶۸، ۵۷۰،	ترضہ؛ ۳۸۳، ۳۸۵،

حلوان ؛ ۱۲۷۵	جریزم ؛ رکوہ ؛ ۳۱۳، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲
حنین ؛ ۱۲۹۸، ۱۳۲۳	۱۰۷۷
حوب ؛ ۱۰۸۶، ۷۸۲	جسز ؛ ۳۳۱
حور بجد جاد ؛ ۱۰۸۷	جلعار ؛ ۱۰۹۹، ۳۴۳، ۱۵۶۲
حومل ؛	جلجال ؛ ۱۲۶۸
خوت یا ئیر ؛ ۶۵۳، ۶۵۳	جنت البقیع ؛
خیره ؛ ۱۲۵۲	جنت المعلی ؛ ۲۱
خانقاه غلام علی شاہ ؛	جنیرا ؛ ۹۹، ۲۴۰، ۵۶۲
خلقید و نیہ ؛ ۶۰۸	جوب ؛ ۶۵۲، ۶۵۳
الخلیل ؛ جبل ، شعیر ؛	جود مہر ؛ ۱۹۹
خوارزم ؛ ۹۶۰	جے پور ؛ ۱۹۹
خوبہ ؛ ۱۶۱۷	چین ؛ ۵۸۹، ۹۲۲، ۹۹۹، ۱۰۳۳، ۱۲۷۵
خوفون ؛ ۱۰۸۷	۱۲۷۷، ۱۲۷۹، ۱۲۸۱
خیبر ؛ ۹۹۹، ۱۰۰۱، ۱۲۵۲، ۱۳۱۸، ۱۳۹۳	حاران ؛ ۸۶۳
۱۴۱۶	جبرون ؛ ۶۵۹، ۶۶۱، ۱۵۳۱
خمیمہ اجتماع ؛	جیشہ ؛ ۹۳، ۲۶۳، ۲۶۴، ۹۹۹، ۱۰۲۷
دان ؛ ۶۵۹، ۶۶۰، ۱۶۱۷	۱۰۳۸، ۱۰۵۲، ۱۴۲۵، ۱۴۳۵، ۱۴۷۶
دناؤلی ؛ ۲۱۵	حجاز ؛ ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۱۱، ۲۶۳، ۱۲۵۴
دجلہ ؛ ۱۳۶۹	۱۴۰۳، ۱۴۰۵، ۱۴۲۵
دخول ؛	حدیبیہ ؛ ۱۰۰۱، ۱۱۷۲، ۱۲۹۹
دشت صین ؛ دیکھتے صین دشت ،	خرہ ؛ ۱۲۶۱
دکن ؛ ۱۸۱	حرمہ ؛
دمشق ؛ ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۳۶، ۲۳۳، ۳۳۶	حشونہ ؛ ۱۰۸۷
۴۲۷، ۶۰۵، ۷۷۳، ۹۹۹، ۱۶۱۷	حصیرات ؛ ۶۶۱
دومۃ الجندل ؛ ۱۲۶۰	حظام ؛ ۳۸۱

روم بحیره: ۹۱، ۲۵۳، ۱۵۳۵، ۱۶۴۸،	دصلی: ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۹، ۲۱۳، ۲۲۴، ۲۵۱،
۱۶۸۲	۲۸۵، ۲۹۹، ۵۵۹، ۵۸۰، ۹۳۱
رومانی: ۱۱۷	دھیرج:
رہنان:	دیندھب: ۶۶۱
زبولون: ۱۳۵۵، ۱۳۵۶	دیوبند: ۱۹۶
زورار: ۱۲۹۸، ۱۲۹۹	ڈیلین:
زیتون، جبل: ۵۰۹، ۵۱۲، ۵۶۹، ۷۵۶،	ڈرنی: ۶۳۴، ۱۱۲۹
۱۳۷۲	ڈیانہ: ۳۱۷
سامہ: ۸۹، ۳۱۳، ۳۵۷، ۶۲۰، ۱۲۴۵	رائج: ۶۶۰
سادہ: ۱۳۶۹	رائج، جھڑ:
سدوم: ۶۹۹، ۹۳۲، ۱۱۵۷، ۱۱۵۹، ۱۲۰۵،	رامات جلعار: ۱۰۹۹
۱۲۱۳، ۱۶۰۲، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۲۱	رائمہ: ۳۹۷
سردینیا: ۱۶۳۵	رایمون: ۱۶۳۴
سرل: ۳۶۴	ربہ: ۳۴۳، ۶۵۶، ۶۶۶
سریا:	روبن دلیون: ۱۶۳۷
سکم: ۱۲۱۸، ۱۵۶۳	روم: ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۷، ۱۰۳، ۱۵۷، ۱۶۲،
سلح: ۱۰۲، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳	۱۶۴، ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۵، ۳۱۶
سمرقند: ۱۳۰۳	۳۶۸، ۳۶۹، ۴۷۱، ۵۲۱، ۵۳۳
سمرنہ: ۳۵۹، ۵۴۸	۵۸۶، ۵۸۸، ۶۰۳، ۶۰۹، ۷۱۲
سمرنگ:	۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۴، ۷۹۹، ۸۹۸
سن: ۱۳۰۲	۹۳۱، ۹۸۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ...
سندھ: ۱۳۴۰	۱۰۲۸، ۱۰۵۴، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸
سنوپ: ۵۸۳	۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵
سورت: ۱۹۹	۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۸۶، ۱۶۲۹
سوریا: ۸۹، ۱۴۲، ۱۶۴، ۲۷۲، ۳۵۷	۱۶۳۲

صابو عجم ؛ ۶۹۹	۴۶۳، ۴۱۳، ۴۱۳، ۱۵۱۳
صقلیه ؛ ۹۳	سوریا، نهر ؛ ۳۳۳
صنعار ؛ ۱۳۳۵	سوت ؛ ۶۵۸
صور ؛ ۹۲، ۳۶۳، ۳۶۳، ۳۶۵، ۱۱۳۸	سومات ؛ ۱۸۰
۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۱۸	سوئی (وادی) ؛ ۱۶۱۸
صین ؛ دشت ؛ ۱۰۸۴، ۱۵۴۸	سوئزرلینڈ ؛ ۹۹
صیتون ؛	سویر، نهر ؛ ۲۰۶
ضفر ؛ ۱۵۳۸	سہارنپور ؛ ۴۸۰
ضکونہ ؛ ۱۰۸۴	سینا، جبل ؛ ۳۰۶، ۴۰۰، ۴۴۴، ۱۱۱۸، ۱۳۰۱
ضویاہ ؛ ۱۶۱۶	۱۳۰۲، ۱۳۰۵، ۱۳۰۸
طائف ؛ ۱۸۳، ۱۰۰۲	سینا، صحرا ؛ ۳۰۶، ۶۹۹، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۶
طابور، جبل ؛ ۱۵۲۹	شام ؛ ۶۶، ۹۳، ۹۶، ۲۶۶، ۵۱۳، ۵۲۱، ۵۸۳
طنجت ؛	۱۱۳۸، ۱۰۴۵، ۱۰۴۴، ۱۰۰۳، ۹۹۹، ۸۹۸
طفت (کرپلا) ؛ ۱۲۵۹	۱۲۵۱، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۸، ۱۳۶۲
طلیطلہ ؛ ۱۶۳۰	۱۲۴۵، ۱۳۰۱، ۱۳۰۵، ۱۳۲۵، ۱۳۳۲
طنجہ ؛ ۱۲۵۳	۱۳۳۳، ۱۳۳۰، ۱۳۶۹، ۱۳۷۷، ۱۶۴۷
طور ؛ ۳۳۷، ۳۳۹، ۱۰۶۹، ۱۰۸۵، ۱۱۱۶	۱۶۵۰
۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۲	شاملی ؛ ۱۹۷
طوقل ؛ ۶۶۱	شاہجہاں آباد ؛ ۲۱۲
حامورہ، عمورہ ؛	شعلیم ؛ ۳۲۸
عباریم، کوہ ؛ ۱۵۴۸	شعیر، کوہ ؛ ۱۳۸۳، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳
عبرونہ ؛ ۱۰۸۴	۱۳۰۵، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸
عدن ؛	شمشاطہ ؛ ۶۳
عزادہ ؛ ۱۰۸۴	شور ؛ ۱۵۳۳
عراق ؛ ۱۲۵۱	شوریر ؛ ۶۰۵، ۶۰۶

۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۸،
 ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۷، ۱۲۷۹، ۱۲۸۱،
 ۱۳۲۵، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹،
 ۱۶۴۶، ۱۶۴۷

قالہ؛ ۳۳۸، ۶۹۶،

قدان ارام؛ ۳۳۳، ۸۶۷،

قرات؛ ۲۵۷، ۱۰۸۵، ۱۲۳۹، ۱۲۵۹،
 قرانس؛ ۹۳، ۹۷، ۲۳۰، ۷۲، ۹۸۵، ۱۱۳،
 ۱۱۳۵، ۱۲۸۶، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷،
 ۱۶۳۰، ۱۶۳۳، ۱۶۳۵، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸،

فردگیہ؛ ۵۴۸،

فربجیا؛ ۷۹۳،

فرینکفرٹ؛ ۶۸۳،

فلپی؛ ۳۱۷، ۱۳۵۳،

فلسطين؛ ۸۸۵۸۷، ۹۰، ۹۶، ۲۵۸،

۲۷۲، ۳۱۳، ۳۳۸، ۳۳۹، ۵۸۴،

۶۵۳، ۶۵۹، ۷۵۱، ۸۴۳، ۹۳۳،

۱۰۸۹، ۱۱۲۸، ۱۲۰۳، ۱۲۰۶، ۱۲۷۹،

۱۵۸۰،

فلورنس؛ ۳۲۱، ۶۳۷،

فلیمنگ؛ ۱۶۳۷،

فونون؛

قادر؛ ۱۰۸۷، ۱۳۸۳، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۵۳۳،

قارسیہ؛ ۳۳۸،

قائے گلیل؛ ۱۵۰۳، ۱۷۱۷،

عرب؛ ۱۰۱، ۱۳۶، ۱۳۷، ۳۶۳، ۳۶۳،
 ۳۸۲، ۵۱۳، ۷۷۲، ۸۰۱، ۹۹۱، ۱۰۱۶،
 ۱۰۱۹، ۱۰۳۳، ۱۰۹۲، ۱۲۵۰، ۱۳۳۲،
 ۱۳۳۳، ۱۳۳۸، ۱۳۴۰، ۱۵۴۳،

۱۶۳۵، ۱۶۹۳،

عروعر؛ ۳۳۳، ۶۶۶،

عصیون جابر؛ ۱۰۸۷،

علی گڑھ؛ ۲۱۵،

عمان؛ ۱۳۲۵،

عمواس؛

عموره؛ ۶۹۹، ۱۲۰۵، ۱۲۱۳، ۱۲۰۳، ۱۶۱۷،
 ۱۶۲۱،

عوض؛ ۳۰۹، ۷۷۲، ۷۷۳، ۱۲۳۲،

عیبال؛ ۶۲۱، ۶۲۲، ۱۰۷۷،

عی؛ ۳۸۷،

عنیم؛ ۱۵۶۸،

غزہ؛ ۶۸۶، ۱۵۷۹،

غسا؛ ۱۶۲۷،

غلاطیہ، گلتیہ؛

غوطہ، عوض؛

قاران؛ ۹۴، ۱۰۲، ۱۶۶۱، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲،

۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸،

قارن؛ ۹۳، ۱۶۸، ۳۰۸، ۳۱۳، ۳۳۵،

۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۷، ۳۷۵، ۵۱۳،

۷۷۲، ۸۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۱، ۱۰۰۳،

کاپنور؛ ۱۳۶۱	قاہرہ؛ ۱۲۳، ۲۱۷، ۸۹۷، ۸۹۸، ۱۰۳۹
کانشنس؛ ۹۸، ۲۳۶	۱۲۸۹، ۱۵۳۶، ۱۶۷۳
کپڈکیہ؛ ۳۱۸	قرص؛ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۵۸، ۱۵۱۳
کپرس، قرص؛	قریت اریج، جرون؛
کراچی؛ ۱۱۴۷، ۱۱۹۳، ۱۲۶۳، ۱۳۰۲، ۱۳۶۳	قریضہ؛ ۱۲۶۱
کربلا؛ دیکھئے طفت،	قسطنطنیہ؛ ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۱۸۶
کرمان؛ ۱۰۲۸	۱۹۶، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶
کرمین؛	۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۳۱۹، ۵۸۲
کرناٹ؛ ۱۹۹، ۲۱۱	۶۰۲، ۶۰۳، ۸۹۸، ۱۰۲۸، ۱۲۹۷
کرنٹس؛ (کورنٹس)؛ ۱۶۲، ۲۷۰، ۳۱۶، ۵۳۸	۱۴۷۱، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲
۱۳۵۴، ۱۵۸۸، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۶۰۱، ۷۹۲، ۹۵۴، ۱۳۵۴	۱۶۷۶
کریٹ؛ ۳۸۱، ۳۱۸	قلازم، احمر بحر؛
کریک؛	قلیس؛ ۱۴۳۵
کریملین؛ ۱۶۳۴	قورح؛
کدرستان؛ ۳۵۵، ۳۵۷	قورینٹوس؛ کرنٹس؛
کفرناحوم؛ ۲۷۲، ۳۰۱، ۴۴۵	قیدار؛
کلتے؛ ۳۷۷	قیروان؛ ۳۱۹، ۹۹۹
کلتہ؛ ۱۴۷۴	قیشون، داری؛ ۲۶۹
ککلیہ؛ ۱۴۲، ۱۵۱۳	قصریہ؛ ۱۰۶، ۶۰۳
کلیرمونٹ؛ ۹۶	قینقاع؛ ۱۳۹۳
کنعان؛ ۱۲۶، ۱۳۰۶، ۱۳۳۰، ۴۱۴، ۴۵۹	کابل؛ ۱۴۴۰
۱۶۵۷، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۷۷۲، ۸۶۲	کارٹیج؛ ۸۲، ۳۲۰، ۳۶۸، ۳۷۷، ۶۴۷
۸۶۵، ۱۰۵۹، ۱۱۷۱، ۱۰۸۷، ۱۳۰۲	۷۹۲، ۸۰۱
۱۵۷۸، ۱۶۹۷	کارمونیا؛ ۱۶۳۵
کوپرلی؛ ۵۸۲	کالابریا؛ ۱۶۳۶

کوفہ؛ ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۲۵۹	لیسیا؛ ۱۱۳، ۱۱۳۵
کون؛	لیڈن؛
کیرام؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۳، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹	لیس؛ ۶۵۹، ۶۶۰
۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۸	لیون؛ ۳۵۹
گال؛ ۲۸	مادی، صوبہ؛ ۴۶۲، ۴۵۱
گتسنی؛ ۹۳۸	ماریر، ثوطاؤس؛
گلٹیہ؛ ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۷، ۱۶۱	متوسط، بحر؛
۱۳۱۸، ۵۳۸	مجلس علی کراچی؛
خلیل؛ ۴۱۰، ۴۲۵، ۴۴۵، ۴۹۸، ۴۹۹	مدائن؛ ۱۲۹۰
۱۳۵۵، ۱۳۵۶	مدراس؛ ۱۸۳، ۲۱۲
لابن؛ ۶۶۱	مدین؛ ۳۷۸، ۵۵۱، ۱۶۲۲
لابور؛ ۱۵۳، ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۶۷، ۱۵۱، ۱۸۰	مدینہ طیبہ؛ ۲۶۳، ۲۶۳، ۱۰۱۳، ۱۱۲۷، ۱۱۵۲
۱۰۳۸، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۲۸	۱۰۷۸، ۱۰۵۲، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴
لبنان؛ ۴۶۳، ۶۰۵، ۹۰۰، ۱۰۸۰	۱۰۳۳، ۱۰۳۳۲
لبنان، کوہ؛ ۱۰۸۵	مراکش؛ ۲۱۳
لکھنؤ؛ ۱۸۲، ۲۰۸، ۲۸۴، ۳۷۰، ۹۳۲	مرزا پور؛ ۱۲۸۷، ۱۵۳۰
گڈنی بنادر؛ ۱۳۰۳	مریہ؛
لندن؛ ۷۲، ۱۲۷، ۲۱۵، ۲۲۹، ۲۴۲، ۲۴۳	مصر؛ ۸۷، ۹۳، ۹۳، ۱۶۳، ۱۶۸، ۲۱۳
۳۶۷، ۳۹۸، ۵۱۲، ۶۷۶، ۷۱۹، ۷۲۳	۲۱۵، ۳۱۰، ۳۳۶، ۳۳۹، ۳۹۸
۷۹۹، ۸۶۱، ۱۱۰۰، ۱۱۹۹، ۱۳۰۲، ۱۳۷۱	۳۹۹، ۳۲۹، ۴۳۰، ۴۵۰، ۴۶۵
۱۵۲۷، ۱۵۲۹، ۱۶۲۹، ۱۶۳۱، ۱۶۳۳	۳۸۳، ۳۹۳، ۵۱۳، ۶۹۳، ۶۹۵
۱۶۸۲، ۱۶۷۶	۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۳۷، ۷۷۹
لوتھرن؛	۷۸۰، ۷۸۲، ۷۹۲، ۷۹۳، ۸۲۷
لوڈیشیا؛ ۲۷۳، ۳۲۰، ۳۷۰، ۶۳۷، ۸۰۱	۸۵۲، ۸۶۰، ۸۷۱، ۸۹۷، ۹۹۹
لوز؛	۱۰۲۶، ۱۰۸۱، ۱۰۸۷، ۱۰۹۷، ۱۱۱۹

تابلہ، سامرہ؛	۱۱۲۸، ۱۱۳۰، ۱۱۳۳، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۲۰۶
تائس، نیتیا؛	۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۹۵
ناصرہ؛ ۳۹۹، ۳۹۸، ۳۹۷، ۳۳۵، ۳۹۹	۱۳۳۳، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵، ۱۳۱۳، ۱۳۱۳
۷۱۹	۱۲۲۵، ۱۵۳۵، ۱۵۳۳، ۱۵۴۲
نطیرہ؛ ۱۳۷	۱۵۴۳، ۱۵۴۵، ۱۶۰۲، ۱۶۱۲، ۱۶۱۵
نبتویر؛ کوہ؛	۱۶۲۱، ۱۶۶۳، ۱۶۷۲
ہوا، کوہ، ۱۱۲، ۱۵۷۸	متوسط، بحر؛ دیکھتے روم، بحر؛
نجد؛ ۲۶۳	منظر نگر؛ ۱۸۲
نجران؛ ۲۶۳، ۱۵۳۶	مقدونہ؛ ۲۳۵، ۳۱۷، ۱۲۵۳، ۱۳۷۰
نرم برگ؛ ۵۵۳	مکدنیہ، مقدونہ؛
نضیر؛ ۱۳۹۳	مکہ مکرمہ؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۶، ۲۰۳
نفتالی؛ ۱۳۵۵، ۱۳۵۶	۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰
نمسا؛	۲۱۱، ۲۲۳، ۲۶۳، ۲۸۷، ۹۹۸، ۹۹۸
نوب؛ ۵۲۳، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱	۹۹۹، ۱۰۰۳، ۱۰۰۳، ۱۰۰۳، ۱۰۰۳، ۱۰۰۳
نے لیں؛ ۹۷	۱۱۴۷، ۱۱۹۲، ۱۲۷۰، ۱۳۰۳، ۱۳۰۵
نیتیا؛ ۶۳، ۹۲، ۱۷۳، ۲۷۳، ۳۱۹	۱۳۰۶، ۱۳۲۱، ۱۳۲۳، ۱۳۲۳، ۱۳۲۵، ۱۳۲۵
۳۷۰، ۶۰۷، ۶۰۷، ۶۳۶، ۹۳۱	۱۳۲۶، ۱۶۵۸
نیل، دریائے؛ ۱۳۶۱	مطیار؛ ۱۳۸۳
نینوا؛ ۳۱۲، ۵۰۵، ۱۳۳۳	مواب؛ ۷۶۲، ۱۱۸۵، ۱۵۷۸، ۱۶۱۳
نیوت؛	موسیرہ؛ ۱۰۸۶، ۱۰۸۷
نویارک؛ ۶۶، ۲۷۸، ۱۵۳۳	موسیہ؛ ۵۲۹
واہیب؛	موسی، دادی؛ ۱۳۳۲
واٹنا؛ ۱۵۰۵	میت، بحر؛ ۳۰۹، ۷۶۲، ۹۳۲
واپالانہ، ۷۹	میگینا کریشیا؛ ۱۱۲۸
وٹن برگ؛ ۶۸۴	میلنس؛ ۵۳۸

دکتر؛ ۱۱۲۸	یرجی، ارجا؛
ویرج؛ ۱۸۲	یعزیر؛ ۳۳۳
۲۷۸	۲۶۳ ۱۳۲۵، ۱۳۰۴، ۱۲۵۱، ۹۹۹
۱۰۰	۱۵۴۴، ۱۴۴۶
۵	۵۳۶، ۳۱۷، ۲۱۳، ۱۰۹، ۹۹، ۷۹، ۶۹، ۵۹، ۴۹، ۳۹، ۲۹، ۱۹، ۹
هندوستان	۱۲۷۷، ۱۲۵۳، ۱۰۶۰، ۹۳۴، ۷۸۰
۱۸۵، ۱۸۲، ۱۸۰، ۱۶۸	۱۵۵۲، ۱۳۴۷
۱۹۶، ۲۰۷، ۲۰۷، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۲	لوطیات؛ ۱۰۸۷، ۱۰۸۷
۲۲۳، ۲۸۷، ۵۷۹، ۵۸۹	یونان؛ ۱۱۲۸، ۵۹۵، ۵۸۹، ۹۳
۶۵۴، ۹۲۲، ۱۰۳۴، ۱۰۶۳، ۱۲۷۳	یهودا یا یسودیه؛ ۱۸۹، ۸۹، ۹۰، ۱۴۷
۱۲۷۷، ۱۲۷۷، ۱۲۸۱، ۱۳۸۴، ۱۲۹۶	۲۵۳، ۲۵۹، ۲۶۹، ۳۱۰، ۳۱۱
۱۳۷۷، ۱۳۲۵، ۱۳۴۰، ۱۳۴۰، ۱۵۵۲، ۱۶۳۹	۳۱۲، ۳۳۴، ۳۴۹، ۳۸۴، ۳۹۸
۱۶۹۳	۳۹۹، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۹
ہوازن؛ ۱۰۰	۳۶۰، ۳۶۱، ۳۹۳، ۳۹۸، ۳۹۹
ہور؛ ۱۰۸۷، ۱۵۳۸	۵۲۱، ۵۲۲، ۵۳۰، ۶۲۶، ۶۶۷
ہیبرگ؛ ۶۸۴	۷۸۳، ۷۸۴، ۱۱۴۰، ۱۳۴۳، ۱۳۵۵
یافا؛ ۱۳۷۰	۱۵۹۰، ۱۶۸۲، ۱۷۲۵
یردن، اردن؛	یسوداہ یری؛ ۱۳۵۸
یرک؛ ۱۶۲۷	یسوداہ نسی؛ ۱۳۶۱
یرموک؛ ۱۶۳۷	
یروشلم؛ دیکھئے بیت المقدس،	

کتابیں

- آثار القنادید؛ ۱۸۲،
 آجور، کتاب، ۳۵۰،
 آداب صلوة بطرس؛ ۷۲۵،
 آداب صلوة متی؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة مرقس؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة یحویب؛ ۷۲۶،
 آداب صلوة یوحنا؛ ۷۲۶،
 آستر؛ ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۵۴،
 ۶۵۰، ۶۴۸، ۶۴۷، ۶۴۶، ۳۷۰،
 ۷۷۴، ۷۵۹، ۷۵۱، ۷۴۲، ۶۷۰،
 آشور؛ ۳۶۲، ۶۶۶، ۳۴۲، ۳۴۱،
 آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس؛ ۱۳۰۲، ۱۳۰۱،
 ۱۳۰۳، ۱۵۷۷، ۱۵۷۷، ۱۵۷۷،
 آن دی ٹرنٹی؛ ۱۷۳، ۴۵،
 آن اور جنل سن؛ ۷۹، ۸۲، ۱۳۰،
 ابراز الحق؛ ۲۱۴،
 اپوکرلیفا؛ ۸۷، ۳۱۵، ۱۴۰۴،
 الاتقان؛ ۹۹۰، ۱۰۲۲،
 اجوبۃ الانجیلی علی الباطل تغلیبۃ؛ ۶۰۲، ۵۵۰،
 الاجوبۃ الفاخرۃ للقرانی؛ ۱۴۰۱،
 احبار، کتاب؛ ۳۰۶،
 اخیاء، کتاب؛ ۷۶۳،
 اولۃ یقین؛ ۲۱۷،
 الادب لعربی و تاریخ، ۹۹۴،
 ارض لغترآن؛ ۱۳۳۳،
 ارمیاہ؛ دیکھئے یرمیاہ،
 ازالۃ الاولیام؛ ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۱۲، ۹۵۸، ۱۵۶،
 ۱۳۹۰، ۱۳۹۳،
 ازالۃ الشوک؛ ۲۱۲، ۲۵۹، ۲۹۵، ۲۹۸،
 ۲۹۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۱۴، ۳۲۷،
 ۹۲۰، ۱۰۵۳، ۱۵۳۶،
 استبشار؛ ۲۷۹، ۲۸۱، ۳۱۳، ۱۳۷۷،
 استنار، کتاب؛ ۳۰۶،
 استفصار؛ ۲۴۲، ۲۵۱، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۷۷،
 ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۸، ۱۳۷۷،
 ۱۳۷۷، ۱۳۹۵، ۱۳۹۴، ۱۵۷۷،
 استیر؛ دیکھئے آستر؛
 استیصال دین عیسوی؛ ۱۸۳،
 سٹیزان کرچین ڈاکٹرٹن؛ ۱۳۳، ۵۰، ۵۹،
 ۱۷۵، ۱۷۸، ۱۰۷،
 اشاعتِ اسلام، ۱۶۵۸،
 اشعار، دیکھئے یسایہ،
 الاعتقادیت؛ ۱۱۶۰،
 اعجاز لغترآن؛ باقلانی؛ ۹۹۲،
 اعجاز عیسوی؛ ۲۱۳، ۲۷۹، ۷۸۸، ۷۹۰،
 ۷۹۱، ۱۵۱۲،

الاعلام بما في دين النصراني من الادبام: ۵۸۰،
۵۸۳

اعمال ارطاس: ۴۶۰، ۱۱۵۸،

اعمال اندرياس: ۴۲۵،

اعمال برتلماي: ۱۶۸،

اعمال پطرس: ۴۲۵،

اعمال پولس: ۳۶۴، ۴۲۴،

اعمال قوما: ۱۶۸، ۴۲۶،

اعمال تھکا: ۴۲۴،

اعمال الخوارزمي: ۱۹۱، ۱۰۳، ۱۳۶، ۱۶۱، ۱۶۱،

۳۱۶، ۳۶۵، ۴۵۶، ۴۷۷، ۱۱۳۹،

۱۱۸۱، ۱۳۲۶، ۱۴۹۱،

اعمال فيلپس: ۴۲۶،

اعمال ميثا: ۴۲۶،

اعمال يوحنا: ۴۲۵،

انشين: ۶۰۲، ۶۰۳،

اكيرنامه: ۱۸۲،

اكيل شرح مدارك استنزل: ۲۱۱،

اكنس مبرور: ۵۸۹، ۴۳۳، ۴۲۴، ۵۴۳، ۱۵۳۲،

اگزير كيني: ۵۳۲،

امثال سليمان: ۳۰۹، ۳۳۹، ۳۵۲، ۵۳۹،

۱۱۸۱، ۱۵۹۲،

امداد المشتاق: ۲۱۲،

انماي كنش پولس: ۴۲۴،

انجيل ايسوي: ۵۶۳، ۵۶۴،

انجيل اندرياس: ۴۲۵،

انجيل برتلماي: ۴۲۶،

انجيل برتنا باس: ۶۹، ۱۵۹، ۴۲۴، ۱۵۰۳،

۱۵۰۵، ۱۵۰۷، ۱۵۱۹، ۱۵۲۱،

۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹،

۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳،

انجيل پطرس: ۴۲۵، ۴۲۶،

انجيل قوما: ۴۲۶،

انجيل تھوڊوروشن: ۴۲۴،

انجيل نئي شين: ۵۶۳، ۶۰۱،

انجيل سبوعين: ۵۸۳،

انجيل مرتقص: ۵۶۳،

انجيل الطولية: ۴۲۶،

انجيل فيلپس: ۴۲۶،

انجيل لوقا: ۲۴۳، ۳۵۶، ۳۶۳،

۵۶۵، ۵۶۹، ۵۸۳، ۵۸۶، ۶۱۰،

۶۱۲، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۱،

۱۱۳۹، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۲۹۶،

انجيل ماريون لويامريوي: ۵۶۳،

انجيل مصريين: ۴۲۶،

انجيل ابن ديسان: ۵۸۳،

انجيل ماني: ۵۸۳،

انجيل مئي: ۲۴۲، ۲۴۳، ۳۱۵، ۳۵۶، ۳۵۷،

۳۶۲، ۳۶۱، ۳۹۸، ۵۳۰، ۵۶۵،

۵۶۹، ۵۷۳، ۵۸۳، ۷۱۱، ۷۱۳،

۵۸۲، ۵۴۲، ۴۹۹، ۳۶۳، ۴۴۳

۴۹۱، ۴۲۳، ۴۱۲، ۶۰۴، ۶۰۶، ۵۸۴

۱۴۹، ۱۰۴۱، ۹۳۱، ۸۹۸، ۴۹۳، ۴۹۲

۱۰۵۶، ۱۰۵۵، ۱۰۵۴، ۱۰۵۳، ۱۰۵۲، ۱۰۵۰

۱۵۲۲، ۱۰۴۳، ۱۰۶۰، ۱۰۵۹، ۱۰۵۸، ۱۰۵۴

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایٹھکس؛ ۳۱،

۹۵، ۹۰، ۶۰، ۴۴، ۴۲

انسائیکلو پیڈیا یامینی؛ ۳۳۰،

انسائیکلو پیڈیا ریس؛ ۵۴۳، ۵۴۹، ۴۴۸،

انستیتیوشن؛ ۳۶۴،

اوضح الاحادیث؛ ۲۱۳

ایام، تواریخ،

ایٹھوئک ترجمہ؛ ۴۰۸، ۴۰۷،

ایروب، کتاب؛ ۳۹، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۵۳،

۵۳۹، ۴۴۳، ۴۵۱، ۴۵۹، ۴۴۰،

۴۴۴، ۴۴۱

ایڈریس، ۳۱۵،

ایک مجاہد معمار؛ ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۹۴،

۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۵،

ایوی ڈینز آف کریجنٹی؛ ۴۲، ۱۴۴،

باشتر؛ ۳۶۴،

باروخ، کتاب؛ ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۴۰،

۵۳۸، ۶۳۶، ۶۳۴،

البحث شریف؛ ۱۸۶، ۱۹۵، ۱۹۶،

البدایہ والہنایہ؛ ۱۰۰۷، ۱۲۶۰،

۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۲۸،

۴۵۹، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۶۰،

انجیل متیاء؛ ۴۲۶،

انجیل مرقس؛ ۲۴۲، ۳۱۵، ۳۵۶، ۳۵۷،

۳۶۳، ۵۶۵، ۵۶۹، ۵۸۳، ۵۸۶،

۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۲، ۱۱۳۹، ۱۱۸۱،

انجیل میثع؛ ۵۶۳، ۵۷۳، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۵،

۴۳۲، ۴۳۳،

انجیل یوحنا؛ ۵۹، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹،

۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۶۶، ۱۷۱، ۳۱۶،

۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳،

۳۶۶، ۳۶۹، ۵۴۰، ۵۶۵، ۵۷۰، ۵۸۳،

۵۹۱، ۶۱۸، ۶۲۵، ۹۳۰، ۹۳۸، ۱۵۲۹،

۱۵۳۲،

انجیل یعقوب؛ ۴۲۶،

ان چریڈین؛ ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸،

۴۹، ۸۰، ۸۴،

انسائیکلو پیڈیا امریکانا؛ ۱۵۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲،

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا؛ ۳۱، ۴۴، ۶۱، ۶۲،

۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰،

۸۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳،

۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۳، ۱۵۴،

۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۳،

۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۲۸، ۲۳۰،

۳۲۶، ۳۳۰، ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۳۱،

- البراهین الساباطیة؛ ۶۷۶،
 برٹانیکا؛ ریجیٹ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا،
 بروق لامعہ؛ ۲۱۳،
 بعل اور اردو؛ ۳۱۵،
 بلیف ان کرست؛ ۱۲۲،
 بیان لہتر آن؛ ۲۱۸، ۱۰۰۹،
 بیسک رائٹنگس آف آگسٹائن؛ ۵۳، ۵۶،
 ۲۷۸، ۹۲۶، ۱۱۱۱،
 بیسک رائٹنگس آف تھامس ایکیویناس؛
 ۳۶، ۴۳، ۱۱۰۵، ۱۱۱۱،
 بیضادی، تفسیر؛
 پال، ہزلائف اینڈ ورکس؛ ۱۳۳، ۱۵۶، ۱۷۵،
 پرنسپلز آف کریسچن ورشپ؛ ۸۲،
 پریشٹ ربا، ۳۸۲،
 پند کلیسا؛ ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۴۰، ۵۳۸، ۶۴۶،
 پیدائش؛ ۳۰۶، ۵۵۱،
 پیدائش صغیر، کمون صغیر
 پیری سبت پطرس و پولس؛ ۲۷،
 پی ش برابر؛ ۲۶،
 تاریخ ابن خلدون؛
 تاریخ ابن عساکر؛ ۱۶۴،
 تاریخ انجیل ریو؛ ۷۱۵،
 تاریخ انگریزی؛
 تاریخ بائبل؛ ۳۶۹،
 تاریخ بل؛ ۲۷۸، ۲۹۰، ۹۳۲،
 تاریخ جادو غیب بن؛ ۷۶۳،
 تاریخ سمویل؛ ۷۶۳،
 تاریخ صفحہ سمادی؛ ۱۱۲۳،
 تاریخ طبری؛ ۱۶۳۸، ۱۶۳۷،
 تاریخ فرشتہ؛ ۱۲۸۳،
 تاریخ کلیسا، میٹور؛ ۲۷۶، ۱۱۴۵،
 تاریخ موسیم؛ ۷۳۶،
 تاریخ معتریزی؛
 تاریخ نائن؛ ۷۶۳، ۷۶۵،
 تاریخ یوسفیس؛ ۷۳۲،
 تالمود؛ ۳۵۳، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۲۲،
 تائید المسلمین؛ ۱۲۹۶،
 تجرید الکلام طوسی؛ ۱۰۲۸،
 تحفہ بیجہ؛ ۱۲۹۶،
 تحقیق الایمان؛ ۲۱۳،
 تحقیق الدین الحق؛ ۲۱۳، ۱۱۵۱، ۱۲۷۷، ۱۵۷۳، ۱۷۷۸،
 تجلیل من حرف الانجیل؛ ۵۷۸، ۱۳۷۹،
 تدوین حدیث؛
 تذکرہ؛ ۵۶۳،
 ترجمہ قرآن سیل؛
 ترک جہانگیری؛ ۱۸۱،
 تعلیم پطرس؛ ۷۲۵،
 تفسیر انجیل یوحنا کریزاسٹم؛ ۶۰۴،
 تفسیر ابن کثیر؛ ۱۱۹۱، ۱۵۳۶، ۱۶۶۳،
 تفسیر بیضادی؛ ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۹۸، ۱۱۹۱،

- تاریخ الایام الثالث؛ ۷۶۶،
 تورات (مبلی)، ۵۸۵، ۵۷۲،
 تواریخ طلیسائے رومۃ الکبریٰ؛ ۹۰، ۲۳۶، ۶۰۵،
 ۶۰۸، ۵۴،
 تیرہ رسالے (کتاب الثلاث عشرة رسالۃ)؛ ۵۳۶،
 ۶۰۷، ۵۶، ۱۰۶۳، ۱۵۹۹، ۱۶۳۰،
 ۱۶۵۳، ۱۷۱۳،
 تین بچوں کا گیت؛ ۳۱۵، ۵۳۸،
 ٹائمز؛ لندن،
 ٹسٹمنٹ؛ ۳۲۳، ۷۳۵،
 ٹی ٹی، (یا) ٹی آن میری؛ ۱۲۱۹،
 جامعہ؛ وعظ؛
 جلالین تفسیر؛ ۲۹۶، ۱۱۹۱، ۱۲۹۱، ۱۶۷۲،
 ۱۷۱۶، ۱۷۳۳،
 حج الفوائد؛ ۹۸۲، ۹۹۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۵،
 ۱۰۱۳، ۱۰۲۷، ۱۱۳۶، ۱۱۴۷، ۱۲۰۳،
 ۱۲۲۹، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۸۴،
 ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵،
 ۱۳۰۶، ۱۳۱۲، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۲۰،
 ۱۳۲۳، ۱۳۶۷،
 الجہاد فی الاسلام؛ ۱۶۵۸،
 جینون کنفیشنو؛ ۸۷،
 جیمز السائیکلو پیڈیا؛ ۱۵۹، ۱۵۲۲،
 جقوق، کتاب؛ ۳۱۲،
 حجتی، کتاب؛ ۳۱۳،
 ۱۲۸۹، ۱۲۹۱، ۱۲۹۳، ۱۲۹۶،
 ۱۲۹۷، ۱۶۷۲،
 تفسیر حسینی؛ ۱۲۹۶، ۱۳۳۰، ۱۶۷۲،
 تفسیر حقانی؛ ۱۴۰۷،
 تفسیر عہدہ جدید کس؛ ۳۹۸، ۵۰۱، ۶۷۶،
 ۱۰۷۰، ۱۱۰۲، ۱۲۸۱، ۱۳۲۷، ۱۳۷۰،
 ۱۳۷۳، ۱۳۷۵، ۱۵۲۹، ۱۵۹۸، ۱۶۲۱،
 تفسیر کبیر رازی؛ ۶۱۸، ۶۱۷، ۹۱۷، ۱۰۲۸، ۱۲۹۱،
 ۱۳۳۱، ۱۳۳۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶،
 ۱۶۸۶،
 تفسیر کشاف؛ ۱۲۸۹، ۱۲۹۳، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴،
 ۱۶۷۵،
 تفسیر منطری؛ ۵۷۵،
 تفسیر القرطبی؛ ۱۱۹۱،
 تفسیر متقی؛
 تغلیب المطاعن؛ ۲۱۳، ۵۷۴،
 تکشیف التثلیث؛ ۵۳،
 تلوین، پیدائش؛
 تلوین صغیر؛ ۳۳۳، ۳۷۲، ۷۳۵،
 تلمود، تالمود؛
 تلمودان؛ ۷۴۷،
 التمثیلات والوعظ؛ ۷۳۵،
 تنبیہات؛
 تواریخ اول؛ ۳۰۸، ۵۷۱،
 تواریخ ثانی؛ ۳۰۸، ۵۷۱،

- حديث يوحنا؛ ٤٢٥،
حزقي ايل، كتاب؛ ٢٣٦، ٣١١، ٣٢٨، ٣٢٩،
٤٦٤،
حقائق بائبل و بدعات روم؛ ٣٢٣،
حقانيت اسلام؛ ١٣٢٣،
عن الاشكال؛ ٢٢٣، ٢٢١، ٢٢٣، ٢٢٣،
٢٥١، ٢٦٤، ٢٤١، ٢٨٠، ٢٨٢،
٢٨٥، ٢٨٤، ٢٩٠، ٣٠٠، ٣١٣،
٢٩٢، ٢٩٤، ٩٣٣، ١٣٤٤، ١٣٩٤،
١٣٩٢،
حمد باري؛ ١٨٣،
حمل الایجاز فی الاعجاز بنار الحجاز؛ ١٢٦١،
حيات و خطوط پولس؛ ١٣٦، ١٥٦، ١٥٦، ١٥١٩،
خداوند کا جنگ نامہ؛ ٦٥٨، ٤٦٢،
خروج، کتاب؛ ٣٠٦،
الخصائص الكبرى؛ ٩٩٠، ٩٩١، ٩٩٢، ١٢٥١،
١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧،
١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦٩، ١٢٩٩، ١٣٠١،
١٣٠٢، ١٣٠٣، ١٣٠٥، ١٣٠٦، ١٣٠٤،
١٣٠٨، ١٣١١، ١٣١٣، ١٣١٤، ١٣١٥،
١٣١٦، ١٣١٤، ١٣١٨، ١٣١٩، ١٣٢٠،
١٣٢٠، ١٣٢٢، ١٣٢٣،
خطبات احمدية؛ ١٣٠٢، ١٣٠٥، ١٣٤٦،
الخطط المقرزية؛ ٣٣، ٨٤٠، ٨٩١، ٨٩٤،
٨٩٨، ٩٠٠، ١٠٨٠،
خلاصة سيف المسلمين؛ ٣٣٠، ١٢٩٦،
خيالات فيليس؛ ٤٥١، ٩٣١،
دافع البهتان؛ ١٨٣، ١٢٨٦، ١٦٤٨،
دالرش سليمان؛ ٣١٤، ٣٢١، ٣٢٣، ٣٤٠،
٥٣٨، ٦٢٦، ٦٢٤،
داني ايل، كتاب؛ ٣١٣، ٣٤١، ٣٤٠،
٤٣٢، ٤٦١،
دبستان قاني؛ ٢٥١،
دلائل اثبات رسالة المسيح؛ ١٦٤٨،
دلائل النبوة، ابو نعيم؛ ٣٢١،
دلائل النبوة، بهقي؛ ١٥٣٦،
دلائل النبوة، (عيسائي)؛ ١٦٤٨،
الدليل الى طاعة الانجيل؛ ١١٣٦،
دون سدحي؛ ١٦٤٦،
دكشتری بائيل؛ ٦٥٣،
راعوت، روت؛
رد اللغو؛ ١٦٤٨،
رسالة الالهام؛ ٥٣٦،
رسالة الادبام؛
رسالة المناظرة؛ ٥٤٩،
رسالة هادية؛ ٤٣٤، ٤٣١٠، ١٣١١،
رقية الحجة؛ ٤٢٤،
روح المعاني؛ ٩٨١،
روضه الصفا؛ ٢٦٥،
روت؛ ٣٤٢، ٣٣٥، ٣٥٦، ٥٣٩، ٥٤١،

- غزل الخمرات؛ ۳۰۹، ۳۵۳، ۵۳۹، ۷۵۹،
۷۶۲، ۷۷۲،
الفارق بین المخلوق والخالق؛ ۳۱۵، ۱۳۰۱،
۱۳۰۲، ۱۳۰۷،
فرام کرسٹ ٹو کانسٹنٹائن؛ ۶۲، ۶۳، ۱۱۸،
۱۳۷، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴،
فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا؛ ۱۲۳،
فرنگیوں کا جال؛ ۴۰، ۱۸۴، ۲۱۳، ۲۲۳،
فورگاسیلس؛ ۷۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵۳۳،
القاموس المحیط؛ ۱۳۳۲،
قدامت و اصلیت لہنا جیل اربعہ؛ ۱۱۸، ۱۱۹،
۱۳۶،
قرطبی، تفسیر القرطبی؛
قصص لہترآن؛ ۲۱۸،
قضاة؛ ۳۰۷، ۳۱۲، ۳۴۴، ۳۵۶، ۵۱۰۹،
۷۵۱، ۶۱۵،
قوانین السلطنة، کتاب؛ ۷۶۴،
الکافی للکلینی؛ ۱۱۶۲،
کامل ابن اثیر؛ ۱۰۱، ۱۶۴۷،
الکافی اشاف فی تخریج احادیث الکشاف؛ ۱۳۹۰،
کتاب الاعتصام؛
کتاب الاسرار؛ ۳۲۳، ۷۳۵،
کتاب آداب الصلوة؛ ۶۸۲،
کتاب الاخلاق کنفیوٹس؛ ۵۸۹،
کتاب الاطلاط؛ ۶۷۵، ۶۸۹،
کتاب الاقرار؛ ۳۲۳، ۷۳۵،
کتاب الاسناد، ٹورٹن؛ ۵۶۳،
کتاب الاسناد، لارڈنر؛ ۳۶۰، ۳۶۱،
کتاب الثلاث عشرة رساله؛ تیرو رسالے،
کتاب الصلوة جواد بن ساباط؛ ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲،
کتاب الصلوة العامة؛ ۲۷۲، ۶۸۲، ۷۷۳،
کتاب العجائب للکرماتی؛ ۹۸۱،
کتاب لفصول؛ ۱۱۷۸،
کتاب فاف؛ ۷۵۶،
قیاس لپرس؛ ۷۲۵،
کتاب لمعراج؛ ۳۲۳، ۷۳۵،
کتاب لمقابین اول؛ مقابین،
کتاب المقابین، ثانی؛ مقابین،
کتاب مکاشفہ؛ مکاشفہ،
کتاب لتظیر؛ ۲۹۹،
کتاب لیسیر؛ ۷۶۲،
کر سچین ریلجن، دی؛ ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۱۳۴،
کروسیڈ اور جبار، ۹۷، ۱۶۵۸،
کشاف؛ ۲۷۰،
کشف الآثار فی قصص بنی اسرائیل؛ ۵۱۲، ۱۶۱۰،
۱۶۲۴،
کشف الاستار؛ ۲۸۲، ۹۳۳، ۱۴۹۲،
کشف الظنون؛ ۵۸۴،
کشف الغمۃ؛ ۱۱۷۷،
الکفارة؛ ۷۲،

- کلیات لارڈنز؛ ۷۱۲
 کلیسانی پند و نصائح؛ پند کلیسا،
 کلیله و دمنه؛ ۹۹۳
 کمر ابا بل؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۳۱
 کمر ایر و شلم؛ ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳
 کنٹری آن ایکٹس؛ ۱۳۲
 کنز العمال؛ ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶
 ۱۲۵۸، ۱۲۶۰، ۱۳۰۳، ۱۳۱۳، ۱۳۱۵
 ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۶۳
 کوڈکس اسکندریانوس؛ ۳۷۲، ۶۹۸، ۷۹۹
 ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶
 کوڈکس افرائیمی؛ ۷۹۹، ۸۰۳، ۸۰۴
 کوڈکس لارڈیانوس؛ ۷۹۸
 کوڈکس ولطیکانوس (دوٹی کن)؛ ۷۰۶، ۷۰۸
 ۷۹۹، ۸۰۲، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶
 کوک فرائض؛ ۱۶۳۲
 کیتھولک ہیرلڈ؛ ۲۳۳، ۳۴۵، ۳۶۱، ۳۶۵
 ۶۵۱، ۱۱۰۴، ۱۱۳۲، ۱۱۳۱
 گنتی؛ ۳۰۶
 لائف آف سینٹ پال؛ ۱۳۸، ۱۷۷
 لائف ویکل؛ ۱۰۶۲
 لب التواریخ؛ ۱۳۷۶
 لموئیل؛ کتاب؛ ۳۵۰
 لندن ٹائمز؛ ۲۱۵
 لوکارشم؛ ۱۸۲
 مباحثہ پطرس دانی پین؛ ۷۲۵
 مباحثہ مذہبی؛ ۱۹۵
 مباحثہ محرفہ؛ ۲۷۵
 مبادی الوصول الی علم الاصول؛
 مثنوی مولانا روم؛
 مجمع البیان، تفسیر؛ ۱۱۰
 مجموع المجامع؛ ۱۶۳۱
 مختصر ابن حاجب؛
 مراسلات مذہبی؛ ۱۹۵
 مرآة الصدق؛ ۲۵۲، ۵۱۷، ۷۶۷، ۱۱۰۵
 ۱۱۳۲، ۱۶۳۹
 مرثیہ ارمیا؛ ۴
 مرثیہ ارمیا ثانی؛ ۷۶۶
 مرشد الطالبین؛ ۲۳۰، ۳۳۸، ۳۶۲، ۳۷۲
 ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۹۲، ۶۹۹، ۸۷۹، ۸۳۱۴
 مریم و ظہرا؛ ۷۲۵
 مسافرت پطرس؛ ۷۲۵
 مسافرت رتوبا؛ ۷۲۶
 مسافرت یوحنا؛ ۷۲۵
 مسقط رأس مسیح؛ ۷۲۵
 مسقط رأس مریم؛ ۷۲۵
 مسلم البتوت؛ ۱۸۲
 مسیر الطالبی؛
 مشاہدات ایلینا؛ ۶۳۱
 مشاہدات اشعیا؛ ۳۲۳، ۷۶۵

مقدمہ ابن خلدون؛ ۳۳۹، ۳۳۸، ۲۳۴	مشاہدات پطرس؛ ۷۲۷
۸۹۸، ۷۹۲، ۷۹۱	مشاہدات پطرس؛ ۷۲۵، ۳۶۷
مکاشفہ یوحنا؛ ۳۶۳، ۳۶۲، ۲۷۵	مشاہدات توما؛ ۷۲۶
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰	مشاہدات موسیٰ؛ ۳۲۲، ۷۲۵
۵۵۵، ۵۵۴، ۵۵۰	مشاہدات یوحنا؛ مکاشفہ یوحنا؛
مکاشفہ یوحنا دوم؛ ۷۲۵	مشاہدات حمید و غیب بین؛ ۷۶۴
مکتوبات امداریہ؛ ۳۱۱	مشکوٰۃ المصابیح؛ ۲۹۹، ۱۱۹۳
ملاکی؛ ۳۱۳	مثنیٰ؛ ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲
ملفوظات جقوق؛	مصائب التواصب؛ ۱۱۶۲
الملل و نخل ابن حزم؛ ۸۹۸، ۶۲	المطالب العلیّیۃ؛ ۵۸۰
الملل و نخل شہرستانی؛ ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۹۵	مطلع الانجار؛ ۱۸۶، ۱۹۲
۱۰۱۱، ۱۰۳۹، ۱۱۶۱	معالم التنزیل؛ ۵۷۵
المجد فی علوم؛ ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵	معجزات المسیح؛ ۷۲۵
۶۰۸، ۶۰۶	معجم البلد ابن حموی؛ ۱۳۳۲، ۱۳۰۴
منشی کی دھار؛ ۳۱۵	معدل اعوجاج المیزان؛ ۲۱۳، ۱۳۷۹، ۲۵۹
المواعظ والاعتبار للقرنزی؛ ۱۲۷۴	۱۳۷۷
موطا امام مالک؛ ۳ : ۱۱، ۱۳۰۳	معراج اشعیاء؛ ۳۲۳
ہما بھارت؛	معیار تحقیق؛ ۲۱۳
میخاہ، میکاہ؛	مفتاح الاسرار؛ ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۸۲، ۲۹۲
میکاہ؛ ۳۱۲	۲۹۳، ۳۰۰، ۱۳۲۸
میرزا بدرسالہ؛ ۱۸۲	مقابین اول؛ ۸۹، ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۷۰
میزان الحق؛ ۱۸۵، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۳۲	۵۳۸، ۶۴۷، ۶۴۶
۲۳۱، ۲۳۳، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۷	مقابین ثانی؛ ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۷۰
۲۷۱، ۲۷۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱	۵۳۸، ۶۴۷، ۶۴۶
۲۹۲، ۳۰۰، ۳۵۶، ۳۱۳، ۳۶۱	مقدمہ انجیل برناباس؛ ۱۵۲۳، ۱۵۹۱، ۳۱۷

